سلطان ملک شاہ سلجوقی

اسلم راہی ایم اے

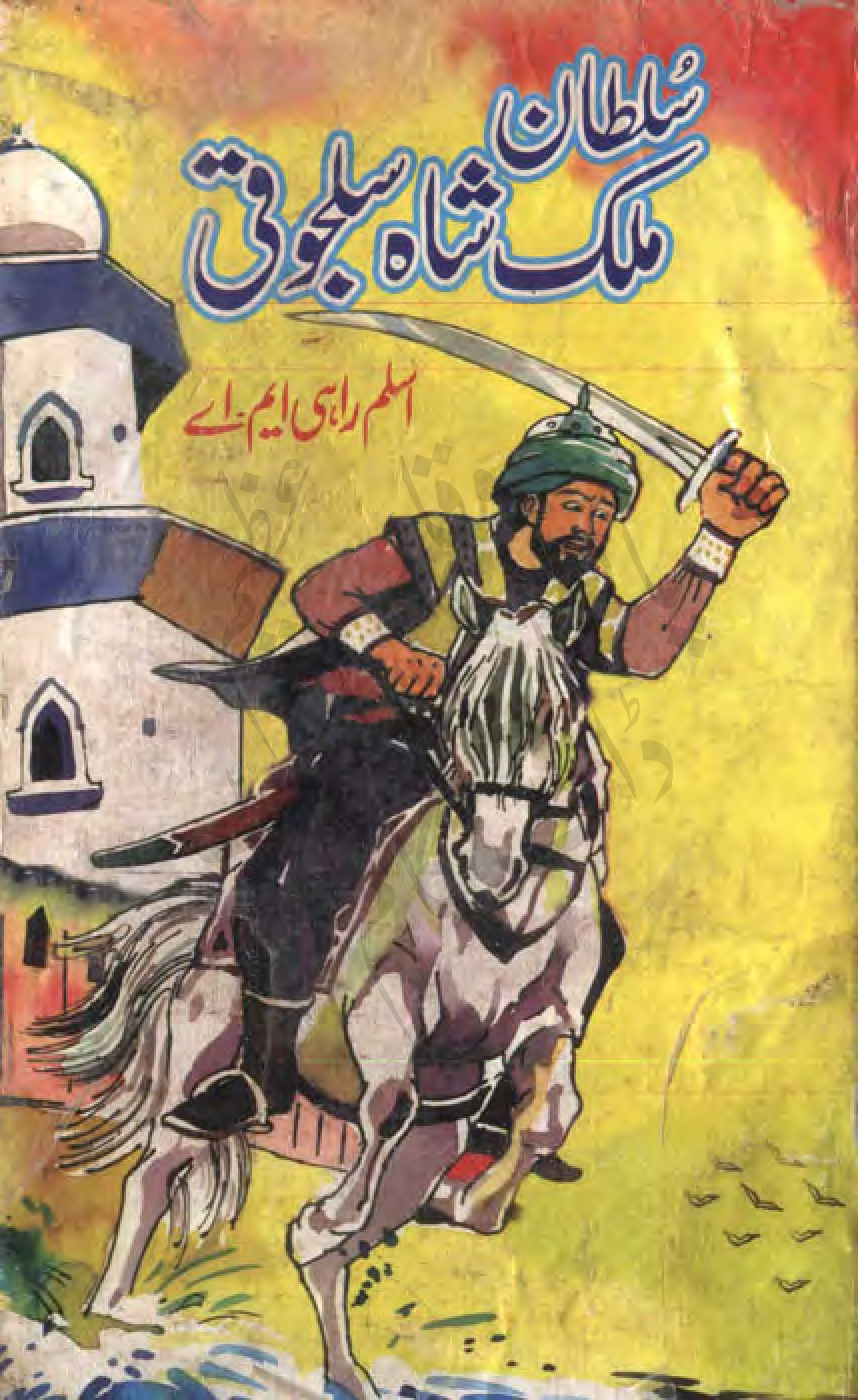

دریائے جیحوں کے لکڑی اور کشتیوں کے پل کو عبور کرنے کے بعد وہ شاہراہ جو سمرقند سے نیشاپور کی طرف جاتی تھی وہ سر کٹے منحوس کالے لمحوں کی طرح اداس۔ بے برگ و بے ثمر اشجار کی طرح ویران پڑی ہوئی تھی۔ آسمان پر اڑتی آوارہ چیلوں نے اس شاہراہ پر مزید ایک اضطراری سی کیفیت طاری کر کے رکھ دی تھی۔ ایسے میں شاہراہ اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج اٹھی اس لئے کہ ایک سوار جس کے بائیں ہاتھ میں گھوڑے کی باگ کے علاوہ ڈھال تھی اور دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نیشاپور کا رخ کئے ہوئے تھا۔ اس سے پیچھے چھ سات سوار اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے اس کے تعاقب میں تھے۔ شاید وہ اس کے درپے تھے اور اس پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ آگے بھاگنے والا سوار بار بار مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتا تھا شاید وہ ایسا اپنی حفاظت اور تحفظ کے لیے کر رہا تھا۔

سمرقند سے نیشاپور کی طرف جانے والی شاہراہ پر آگے ایک چوراہا آ گیا تھا جس سے مختلف سمتوں کو شاہراہیں نکلتی تھیں۔ ایک وہاں سے خوارزم کی طرف چلی گئی تھی۔ دوسری طوس سے ہوتی ہوئی جرجان کا رخ کر رہی تھی۔ تیسری ترمذ سے ہوتی ہوئی بدخشاں اور وہاں سے دائیں جانب کافرستان کی طرف نکل گئی تھی۔ چوتھی دائیں جانب بلخ سے ہوتی ہوئی طخارستان کا رخ کر رہی تھی اور پانچویں شاہراہ سیدھی نیشاپور کی طرف بھاگ رہی تھی۔

اس چوراہے پر آ کر اس سوار نے ایک بار اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تعاقب کرنے

والے اب بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ اس صورت حال سے اس کی حالت آتشیں بگولوں کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ شعلے برساتی اس کی آنکھوں میں برق کی آندھیاں پر عزم تیور اپنا رنگ جما گئے تھے۔ اس کے چہرے پر درد کی اندھی گزرگاہوں کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ پھر اچانک اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے وہ جبر کی کالی آندھیوں اور وقت کے گہرے طوفانی ساگر کی طرح مڑا۔ زوردار انداز میں چند بار اس نے تکبیریں بلند کیں پھر وہ زیست کی بدترین تہتوں میں جبر بھرے صحرائی موسموں اور خزاں کی دھن پر درد کی اڑتی خاک کی طرح ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

تعاقب کرنے والے چھ سوار تھے۔ وہ ان کے بیچوں بیچ گزرا تین کو بائیں جانب اور تین کو دائیں جانب رکھا۔ بائیں جانب والوں کے وار کو اپنی ڈھال پر روکتا چلا گیا اور دائیں والوں پر دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا رنگ بھی دکھاتا گیا اور اس حملے میں اس نے ان کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

تعاقب کرنے والے اس کے اس خونخوار حملے سے دنگ رہ گئے تھے۔

تھوڑا سا آگے جا کر اس نے زوردار انداز میں اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں گھوڑا سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اگلی دونوں ٹانگیں فضا میں بلند کرتے ہوئے ہنہنایا پھر اپنے مالک کے کہنے کا اتباع کرتے ہوئے مڑا۔

مڑنے کے بعد چند بار اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی۔ گھوڑا ایک بار پھر اپنی دونوں ٹانگیں فضا میں بلند کرتے ہوئے وحشی انداز میں ہنہنایا اس کے ساتھ ہی اس سوار نے چند بار اسی طرح وحشی انداز میں تکبیریں بلند کیں اس بار اس کے چہرے پر امن اور خوشیوں کے پیغام۔ سپنوں کے گیتوں اور معصومیت کے رنگوں جیسا سکون اور اطمینان تھا۔ پھر اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور چاروں بچنے والوں پر وہ فضاؤں میں محیط ہو جانے والے گرد و غبار کے سیاہ طوفانوں، بخت و اتفاق کی شدید وحشتناکی اور برہنہ چنگاریوں کی گرتی برف کی چمک کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب وہ ان چاروں کے سامنے جم کر مقابلہ کرنے لگا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے ان کے مزید دو ساتھیوں کو ڈھیر کر لیا تھا۔ باقی دو رہ گئے تھے اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے کسی قدر ہچکچا بھی رہے تھے۔

وہ سوار اندھا دھند ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ دائیں بائیں سے کبھی کسی پر ڈھال برساتا کسی کو اپنی تلوار کا نشانہ بناتا یوں اس نے ایک اور کا بھی کام تمام کر دیا۔ آخری جو بچا وہ زیادہ دیر اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا اس کی بھی اس نے گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔

ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دنگ رہ گیا اس لیے کہ اس کی پشت پر چند اور سوار نمودار ہوئے جو اسی کے تعاقب میں تھے۔ ان سے بچنے کے لیے اپنے گھوڑے کو وہ ایڑ لگانا ہی چاہتا تھا کہ کچھ سوار سامنے سے بھی نمودار ہوئے وہ اس شاہراہ کی طرف سے آ رہے تھے جو نیشاپور کی طرف جاتی تھی۔ تعاقب کرنے والوں کی نسبت سامنے سے آنے والے سوار زیادہ قریب تھے۔

وہ شش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ اپنے تحفظ کی خاطر کس سمت کا رخ کرے اتنی دیر تک سامنے والے قریب آ گئے۔ پھر ان میں سے ایک جو شاید ان کا سرخیل تھا۔ اس سوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سیدی ارسلان! اب آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بھیجے ہوئے آدمی ہیں۔ اور یہ جو لوگ آپ کا تعاقب کر رہے ہیں ان سے ہم خود نمٹ لیں گے۔ سلطان کو آپ کے سارے حالات کا علم ہو چکا ہے۔ اسی بناء پر آپ کی حفاظت کے لیے انہوں نے ہمیں روانہ کیا ہے۔''

کہنے والا رک گیا اس لیے کہ تعاقب کرنے والے نزدیک آ گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ جس پر وہ حرکت میں آئے۔ تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوئے اور لمحوں کے اندر ان سب کو انہوں نے ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا۔

تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کرنے کے بعد جب وہ سوار اس شخص کے پاس آئے جس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اور جس کا نام نیشاپور کی طرف سے آنے والوں نے ارسلان پکارا تھا۔ اس نے انہیں مخاطب کیا۔

''میرے عزیزو! میں تم سب کا ممنون اور شکرگزار ہوں کہ ان تعاقب کرنے والوں کے مقابلے میں تم لوگوں نے میری مدد، میری حفاظت کا سامان کیا''

وہی شخص جو پہلی بار اس سے مخاطب ہوا تھا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر ارسلان! آپ کو ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا کرنا

ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اور پھر شکریہ کے حقدار تو سلطان ملک شاہ سلجوقی ہیں جنہوں نے بروقت آپ کے حالات کا علم ہونے کے بعد آپ کی حفاظت کا سامان کیا۔ اب آپ ہماری حفاظت میں نیشاپور کی طرف چلیں''

ارسلان نے کوئی جواب نہ دیا چپ چاپ نیشاپور کی طرف جانے والی شاہراہ پر ان کے ساتھ ہولیا تھا۔

وہ شخص جس کا نام ارسلان پکارا گیا تھا وہ آگے آگے تھا۔ باقی سارے مسلح جوان ان کے پیچھے تھے۔ اس موقع پر ایک جوان نے اپنے گھوڑے کو اپنے ساتھی کے قریب لے جاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز برا مت ماننا ذرا بتا تو سہی یہ شخص کون ہے۔ تعاقب کرنے والے اس کے پیچھے کیوں لگے ہوئے تھے۔ اور ہمارے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اسے کیوں اتنی اہمیت دی ہے کہ ہمیں یہاں بھیج کر اس کے تحفظ اور اس کی حفاظت کا سامان کیا ہے۔''

دوسرے نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تو بھی احمق ہے مگر تیرا بھی قصور نہیں ہے اس لئے کہ تو لشکر میں نیا نیا شامل ہوا ہے۔ لہٰذا تجھے اصل حالات کا علم نہیں ہے۔ سن! میں تجھے تفصیل بتاتا ہوں۔

اس شخص کا نام ارسلان ہے۔ دیکھتے ہو یہ ابھی زیادہ عمر کا نہیں۔ ابھی صرف دو سال قبل یہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بہترین اور صف اول کے سالاروں میں سے تھا۔ پھر.........سلطان نے اسے حاکم سمرقند کی التجا پر نیشاپور سے سمرقند بھیجا تاکہ یہ سمرقند کے لشکریوں کو عسکری تربیت دے۔ اور سمرقند کے لشکریوں کی سپہ سالاری کرتے ہوئے سمرقند کی حفاظت کرے جو کبھی شمال اور مشرق سے حملہ آور ہونے والے وحشی قبائل کا نشانہ بنتا تھا۔

سمرقند پہنچ کر اس نے انتہا درجہ کی محنت کی لشکریوں کی بہترین تربیت کا سامان کیا میں تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ یہ نوجوان نیشاپور کے حربی مدرسے کا سند یافتہ ہے۔ تیغ زنی اور دوسرے حربی امور میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ سمرقند میں اس نے بہترین کارکردگی کا اظہار کیا۔ لشکریوں کی عمدہ تربیت کی۔ اس دوران حاکم سمرقند شہاب الدین کے دماغ میں نہ جانے کیا سمائی کہ اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف بغاوت کرنے کا عزم کرلیا۔

اس سلسلے میں اس نے امیر ارسلان سے گفتگو کی امیر ارسلان نے سلطان کے خلاف بغاوت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

چند یوم تک شہاب الدین امیر ارسلان کو سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف بغاوت کرنے پر اکساتا رہا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ آخر اس نے امیر ارسلان کو زندان میں ڈال دیا اور یہ شرط پیش کی کہ اسے زندان سے اس وقت نکالا جائے گا جب وہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔

امیر ارسلان نے اس کی یہ شرط بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر کار حاکم سمرقند شہاب الدین نے آخری حربہ آزمایا۔ امیر ارسلان کے اہل خانہ میں اس کا باپ اس کی ماں، اس کا ایک بھائی اور ایک بہن تھے۔ شہاب الدین نے زندان میں امیر ارسلان کو دھمکی دی کہ اگر اس نے شہاب الدین کا کہا نہ مانا تو وہ اس کے اہل خانہ کا خاتمہ کر دے گا۔

امیر ارسلان پھر بھی ثابت قدم رہا ساتھ ہی اس کے باپ نے زندان میں اسے ایک خط بھیجا اور اسے تاکید کی کہ شہاب الدین اگر اس کے باپ اس کی ماں بہن بھائی کے ٹکڑے بھی کر دے تب بھی وہ کسی صورت سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف بغاوت نہ کرے۔

امیر ارسلان نے ایسا ہی کیا۔ اس کے جواب میں حاکم سمرقند شہاب الدین نے ان کے باپ ان کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کر دیا۔ لشکر میں کچھ ایسے عناصر بھی شامل تھے جو ارسلان کے ہمنوا اور زندان میں اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ انہوں نے کسی طرح زندان سے ارسلان کو بھگا دیا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔''

====☆☆☆☆====

وہ سوار جب ارسلان کو لے کر نیشاپور کے قریب آئے تو سامنے کی طرف سے ایک سوار آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر ارسلان کو چوگان کے میدان کی طرف لے جاؤ۔ سلطان اور دوسرے سالار اس وقت وہیں ہیں اور امیر ارسلان کا انتظار کر رہے ہیں۔ سلطان وہیں امیر ارسلان سے ملنا پسند کریں گے''

آنے والے اس مسلح جوان کے اس انکشاف پر ارسلان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اپنے اردگرد جو مسلح جوان تھے ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''اب تم جا کے مستقر میں آرام کرو میں اکیلا چوگان کے میدان میں سلطان سے مل لیتا ہوں''

ارسلان کے کہنے پر وہ مسلح جوان مستقر کی طرف چلے گئے تھے۔ ارسلان نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اسے ایڑ لگائی اور پھر وہ چوگان کے میدان کا رخ کر رہا تھا۔

میدان کے کنارے آ کر ارسلان اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس لیے کہ اب سامنے سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ ارسلان آگے بڑھا جب وہ قریب گیا تو بغلگیر ہونے کے لیے سلطان نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے تھے۔ بھاگ کر ارسلان سلطان سے بغلگیر ہو گیا تھا۔ سلطان سے ملنے کے بعد ارسلان، سلطان کے سب سے بڑے سالار قیم الدولہ سے ملا یہ وہی قیم الدولہ تھا جس کے عظیم بیٹے عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کا رخ

موڑا اور یہ وہی قیم الدولہ تھا جس کے پوتے نور الدین نے صلیبیوں پر ناقابل تلافی ضرب لگائی تھی۔

قیم الدولہ سے ملنے کے بعد ارسلان سلطان کے سالار برسق، بدران اور پھر دوسرے سالاروں کے ساتھ بغلگیر ہو رہا تھا۔

جب سب کے ساتھ ارسلان بغلگیر ہو چکا تب چوگان کے میدان میں جو چوگان کا مقابلہ دیکھنے کے لیے لوگوں کے بیٹھنے کے لیے نشستیں بنی ہوئی تھیں وہاں سلطان بیٹھ گیا سارے سالار بھی سلطان کے اردگرد بیٹھ گئے۔ پھر انتہائی دکھ اور درد بھرے انداز میں ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

''ارسلان! میرے بیٹے مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ حاکم سمرقند شہاب الدین نے انتہائی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ وہ میرے خلاف بغاوت کھڑی کرنا چاہتا تھا تمہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتا تھا لیکن تمہارے انکار کی وجہ سے اس نے تمہاری ماں، تمہارے باپ، تمہارے بھائی اور تمہاری بہن تک کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ایسا جرم ہے جس کی سزا شہاب الدین کو کڑی ملے گی۔ اب شہاب الدین کھلم کھلا ہمارے خلاف بغاوت کر چکا ہے۔ اور عنقریب ہم اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے نکلیں گے۔

ارسلان! تم نے میرے کہنے پر لگا تار کئی ماہ تک سمرقند کے لشکریوں کو بہترین تربیت دی وہاں بڑی جانفشانی سے کام کیا لیکن اس کا صلہ شہاب الدین نے تمہیں اچھا نہیں دیا۔ بہرحال شہاب الدین اپنی سزا سے بچ نہیں سکے گا بیٹے مجھے ذرا سارے حالات تفصیل سے سناؤ اس لیے کہ ایسی قوتوں کے خلاف میں کھل کر حرکت میں آنا چاہتا ہوں''

ارسلان نے کچھ سوچا پھر وہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! مسلمانوں کے خلاف کام کرنے والا صرف سمرقند کا حاکم شہاب الدین ہی نہیں اور بھی بے شمار قوتیں ہیں جو مسلمانوں کی سلطنت کو کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ انطاکیہ کے عیسائی حکمران فردوروس کا ہے۔ اس کے بعد اس کام میں آمر کا نصرانی حکمران اپولس الرہا کا عیسائی بادشاہ کلپس بھی شامل ہیں۔ سلطان محترم بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی۔ الرہا کے قریب ہی ایک قلعہ ہے اس قلعہ کا نام جعبر ہے۔ اس قلعہ کا حاکم بنو قشیر کا ایک شخص جعفر ہے جو کسی

قدر نابینا ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس کے علاوہ اسماعیلیوں اور باطنیوں کا ایک نمائندہ نام جس کا شیخ عبدلمالک بن عطاش اور جسے ہم عموماً ابن عطاش کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ وہ باطنیوں کا داعی کبیر ہے عراق میں مقیم ہے۔ مصر کے باطنی حکمران المستنصر باللہ کے لیے کام کرتا ہے۔ جہاں وہ باطنیوں کے لیے کام کرتا ہے وہاں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا کام بھی سرانجام دیتا ہے۔

سلطان محترم ایک اور بڑی قوت بھی ہے اور یہ قوت یہودیوں کی ہے۔ اس قوت کا سربراہ بڑا خوفناک انسان ہے۔ نام اس کا امرموسی ہے الرہا کے نواح میں جعبر نام کا جو قلعہ ہے اسی میں قیام کرتا ہے اور قلعے کے حاکم جعفر کے ساتھ اس کے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ یہ امرموسیٰ بھی مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں شامل ہے اس امرموسیٰ کا کوہستان قزوین میں بھی ٹھکانہ ہے۔

اس کے علاوہ امرموسیٰ یہ بھی کام کرتا ہے کہ آس پاس کے علاقوں میں جو بھی خوب صورت لڑکی ہو۔ خواہ وہ نصرانی ہو، مسلمان ہو یا یہودی اسے پکڑ کر کسی کو انطاکیہ کسی کو مصر کسی کو آمر کسی کو الرہا کی طرف روانہ کرتا ہے یہ سارا کام وہاں کے حکمرانوں کو خوش کرنے اور انہیں اپنے ساتھ ملانے کے لیے کرتا ہے تاکہ بوقت ضرورت وہ ان کے ہاں جا کے پناہ لے سکے۔

سلطان محترم یہ امرموسیٰ انتہا درجے کا خطرناک آدمی ہے۔ اس کے بھی باطنیوں کی طرح داعی اور فدائی ہیں جو اس کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور یہ سب یہودی ہیں۔ جب تک ان قوتوں کا ہم خاتمہ نہیں کرتے اس وقت تک ہماری سلطنت میں امن اور سکون نہیں ہوسکتا۔ ان ساری قوتوں کے علاوہ حمص کا باطنی حکمران ابن ملاعب بھی مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے۔

ارسلان جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بیٹے! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کی تھوڑی بہت تفصیل پہلے بھی میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ تم نے ان واقعات کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم ان کے خلاف ضرور حرکت میں آئیں گے۔

بیٹے جہاں تک یہودی امرموسیٰ کا تعلق ہے تو وہ واقعی انتہا درجہ کا ایک خطرناک

انسان ہے اور اس کے داعی بھی جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے ڈسے ہوئے کچھ لوگ بھی یہاں پہنچے ہیں۔

دیکھ بیٹے! تیرے نیشاپور سے سمرقند جانے کے بعد تیری حویلی خالی رہی اور اس کی صفائی ستھرائی کا اہتمام ہوتا رہا تیرا جو باغ تھا اس کی دیکھ بھال کے لیے میں نے ایک شخص کو مامور کیا تھا۔ میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اسے اپنے پاس سے معاوضہ دیتا رہوں گا اور باغ کی جتنی آمدن ہوگی وہ تمہاری واپسی پر تمہارے سپرد کر دی جائے گی۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھو کہ اسی دوران امرموسیٰ کا ڈسا ہوا ایک شخص یہاں پہنچا وہ خود بھی یہودی ہے۔ نام اس کا اخیموت ہے۔ اس اخیموت کی بدقسمتی کہ اس کی دو بیٹیاں ہیں۔ ان دو میں سے ایک انتہا درجہ کی خوبصورت ہے۔ نام اس کا ''ضوباہ'' ہے۔ امرموسیٰ نے ضوباہ کو کہیں دیکھا حالانکہ اس کے باپ اور ماں کا کہنا ہے کہ ان کی بیٹی کبھی باہر بھی نہیں نکلی ایسا وہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے کرتی تھی۔ تاکہ کسی کی نظر بد اس پر نہ پڑے پھر بھی امرموسیٰ کے فدائیوں نے کہیں اس کی جھلک دیکھ لی۔ بات امرموسیٰ تک پہنچی۔ امرموسیٰ نے ضوباہ کو اٹھا لانے کے لیے اپنے نمائندے بھیجے اسے اتفاق کہو کہ جب امرموسیٰ کے آدمی ضوباہ کو اٹھانے کے لیے آئے تو ضوباہ کو انہوں نے اس کے گھر سے تو نکال لیا لیکن اس دوران کچھ مسلح جوان جو انہی کی بستی کے رہنے والے تھے آڑے آئے جس پر امرموسیٰ کے آدمی ضوباہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ضوباہ کے باپ اخیموت کو جب خبر ہوئی کہ امرموسیٰ کے آدمی اس کی بیٹی ضوباہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں تب اس کو یقین ہو گیا کہ ایک نہ ایک روز امرموسیٰ خود یا اس کے داعی ضوباہ کو اٹھا کر لے جائیں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو ضوباہ کا کام ضرور تمام کر دیں گے۔

ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اخیموت، اپنی دونوں بیٹیوں اور اپنی بیوی کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلا اور نیشاپور میں آ کر اس نے مجھ سے امان طلب کی۔

اخیموت کی بیوی کا نام صفنیا ہے اور اس کی دوسری بیٹی کا نام غریاد ہے۔ غریاد بڑی ضوباہ چھوٹی ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے انہیں تسلی دی انہیں یقین دلایا کہ کم از کم امرموسیٰ کے آدمی یہاں انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ تمہاری حویلی چونکہ خالی پڑی تھی لہٰذا میں نے اخیموت کو اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ وہاں رہائش رکھنے کے لیے

کہہ دیا۔ اخیموت بڑا باغیرت انسان ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ کوئی کام کرے اور رزق حلال کما کر اپنے بچوں کا پیٹ پالے جب ان خیالات کا اظہار اس نے مجھ سے کیا تو میں نے تمہارے باغ کا ٹھیکہ اسے دے دیا۔ اب وہی تمہارے باغ کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور تمہارے باغ کی آمدنی کا بھی خوب خیال رکھتے ہیں۔

بیٹے! اگر تم اخیموت اور اس کے اہل خانہ کو اپنی حویلی میں نہیں رکھنا چاہتے تو ان کی رہائش کا کہیں اور اہتمام کر دیا جائے گا اور اگر تم انہیں برداشت کرتے ہو تو تمہاری حویلی کافی بڑی ہے۔ ایک حصے میں تم خود رہائش کر لینا ایک حصے میں انہیں پڑا رہنے دینا۔ اس طرح ان کی حفاظت کا بہترین اہتمام ہو سکے گا ویسے میں نے کئی مسلح جوان مقرر کر رکھے ہیں جو ہمہ وقت ان کی حویلی پر نگاہ رکھتے ہیں تاکہ کوئی بھی مشکوک آدمی حویلی میں داخل ہو کر اخیموت کی بیٹیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو"

ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم! ان سب لوگوں کو حویلی میں رہنے دیں۔ میں لشکر گاہ میں قیام کر لوں گا سلطان محترم میں اکیلا ہوں اگر میرے ماں باپ بہن بھائی ساتھ ہوتے تو میں اخیموت اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ حویلی کے ایک حصے میں قیام کر لیتا۔ اب میں وہاں اکیلا ہوں بے ضرورت سا انسان ہوں میرا لشکر گاہ میں قیام کرنا ہی بہتر ہے۔ اور پھر مجھ اکیلے کا اخیموت کے اہل خانہ کے ساتھ قیام کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اس کی جوان بیٹیاں ہیں ان کے اندر میرا رہنا سلطان محترم معیوب ہے۔

سلطان محترم جہاں تک میرے باغ کا تعلق ہے۔ تو وہ آپ اخیموت کے پاس ہی رہنے دیں اور میری طرف سے اسے یہ پیغام بھجوا دیں کہ باغ کی آمدنی سے سب سے پہلے وہ احسن طریقے سے اپنے اخراجات پورے کرے اس کے اخراجات کے بعد اگر کوئی رقم بچی جس کو وہ فالتو خیال کرے تو مجھے دے دیا کرے اور اگر نہ بچے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بہرحال سلطان محترم میری آرزو ہے کہ مجھے موقع ملے کہ میں اس امر موسیٰ اور باطنیوں کے داعی کبیر ابن عطاش کے خلاف حرکت میں آؤں۔ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے۔ میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ سمرقند سمیت جہاں کہیں بھی سازش ہوتی ہے۔ اس میں ابن عطاش۔ امر موسیٰ کے علاوہ الرہا،

حمص، آمر، اور انطاکیہ کے عیسائی حکمرانوں کا ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ میں یہ بھی گزارش کر دوں کہ ان مسلم دشمن قوموں نے قلعہ الموت کے حاکم مہدی علوی کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی لیکن مہدی علوی نے مسلمانوں کے خلاف ان کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔

جواب میں سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بیٹے! عنقریب ہم اس ابن عطاش اور امر موسیٰ کے خلاف بھی حرکت میں آئیں گے انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس، آمر، اور الرہا کے عیسائی حکمرانوں کو بھی ان کے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔ مگر سب سے پہلے ہم نے سمرقند میں شہاب الدین کی بغاوت سے نمٹنا ہے............

سلطان کہتے کہتے رک گیا اس لیے کہ دائیں جانب سے نظام الملک طوسی اور عمر خیام آتے دکھائی دیئے تھے۔ جب وہ دونوں سلطان کے قریب آئے تب نظام الملک طوسی کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

''خواجہ بزرگ تم بڑے اچھے وقت پر آئے (یاد رہے کہ مورخین بیان کرتے ہیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی ہمیشہ نظام الملک طوسی کو خواجہ بزرگ کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا)

جواب میں نظام الدین طوسی مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

''سلطان محترم مجھے ارسلان کی آمد کی خبر ہوئی تو میں بھاگا بھاگا اس طرف چلا آیا۔

اس کے ساتھ ہی نظام الملک طوسی آگے بڑھا اور بڑی شفقت سے گلے لگا کر ارسلان سے ملا اس کے بعد ارسلان عمر خیام سے بغلگیر ہو رہا تھا۔ جب ایسا ہو چکا تب سلطان نے دوبارہ نظام الملک طوسی کو مخاطب کیا اور اس سے پہلے ارسلان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی ساری تفصیل نظام الملک طوسی سے کہہ دی تھی۔

پھر سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور نظام الملک طوسی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خواجہ بزرگ ارسلان نے لشکر گاہ کے اندر قیام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اس صدمے کو تو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا کہ شہاب الدین کے ہاتھوں اس کے ماں باپ، بہن بھائی مارے گئے۔ بہرحال اس کی فراخدلی ہے کہ اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کی

حویلی میں اخیموت اور اس کے اہل خانہ قیام کریں گے اور اس کے باغ کا جو ٹھیکہ ہم نے اخیموت کو دے رکھا ہے اس کے متعلق اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اخیموت اپنے اخراجات پورے کرنے کے بعد اگر کوئی رقم بچے تو اس کو دے دیا کرے۔

اب ارسلان قیم الدولہ، برسق اور بدران کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف چلا جائے گا تم یہاں سے سیدھے ارسلان کی حویلی میں اخیموت سے ملو اور یہ جو ہمارے درمیان گفتگو ہوئی ہے اس سے آگاہ کردو تاکہ وہ اس حویلی کو اپنی حویلی سمجھ کر قیام کرتا رہے اسے بھی خبر ہو چکی ہوگی کہ حویلی کا مالک ارسلان لوٹ چکا ہے اور شاید اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہو کہ حویلی اسے خالی کرنا پڑے گی اور وہ باغ کے ٹھیکے سے بھی محروم کر دیا جائے گا تم اس سے ملو اور اسے ڈھارس دو کہ وہ بدستور حویلی میں ہی رہے اور باغ کا ٹھیکہ بھی اس کے پاس رہے گا'' اس کے ساتھ ہی سلطان اٹھا اور اپنے محافظ دستے کے ساتھ چلا گیا۔

قیم الدولہ، برسق اور بدران بھی ارسلان کو لے کر لشکر گاہ کی طرف چلے گئے تھے جب کہ نظام الملک طوسی اور عمر خیام شہر کا رخ کر رہے تھے۔

(نظام الملک طوسی تاریخ اسلام کی ایک اہم شخصیت ہیں یہ سلجوقی سلطنت کا وزیر کبیر تھا۔ اس کا نام حسن بن علی تھا لیکن تاریخ میں یہ نظام الملک طوسی کے نام سے مشہور ہوا۔ ایران کے مشہور تاریخی شہر طوس کے ایک قصبے نوکان میں پیدا ہوا۔ باپ کا نام علی اور ماں کا نام زمرد خاتون تھا۔ آباؤ اجداد کا پیشہ کھیتی باڑی کرنا تھا۔

خواجہ نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور مقامی مکتب میں حاصل کی۔ گیارہ برس کی عمر میں اس نے نہ صرف فقہ وحدیث کے ابتدائی مسائل پر عبور حاصل کر لیا بلکہ قران مقدس بھی حفظ کر لیا۔ اس کے بعد وہ نیشاپور جا کر امام موفق کی مشہور زمانہ درسگاہ میں داخل ہو گیا اور چار برس میں جملہ دینی علوم میں درجہ فضیلت حاصل کر لیا۔

نیشاپور میں امام موفق سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد خواجہ نے بخارا کا رخ کیا۔ یہ شہر بھی اس زمانے میں علم کا مرکز تھا۔ خواجہ نے بخارا کے دارالعلوم سے مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی پھر وہاں سے مرو اور ماوراالنہر ہوتا ہوا غزنی پہنچا۔ یہاں اس نے حساب اور انشاء میں مہارت حاصل کی۔ چند سال خراسان میں قیام کیا اس کے بعد بلخ پہنچا اس زمانے میں بلخ کا حاکم سلطان ملک شاہ سلجوقی کا دادا تھا۔ اس نے خواجہ کا جوہر کامل دیکھ کر

اپنے ہاں کاتب مقرر کر دیا۔ یہی عہدہ خواجہ کی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

مرور وقت کے ساتھ نظام الملک طوسی نے اپنے آپ کو ملک شاہ سلجوقی کے والد محترم سلطان الپ ارسلان کے ساتھ منسلک کر لیا۔ سلطان الپ ارسلان نے امور وزارت کو نظام الملک کے سپرد کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے ولی عہد ملک شاہ سلجوقی کا اتالیق بھی خواجہ کو مقرر کیا۔ سلطان الپ ارسلان کے بعد ملک شاہ سلجوقی جب تخت نشین ہوا تو اسے اپنی سلطنت کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لیے زبردست جدوجہد کرنا پڑی چنانچہ ملک شاہ نے نظام الملک طوسی کو وزیر سلطنت ہی نہیں بلکہ تمام سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا تھا۔

نظام الملک طوسی کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے اسے شہرت دوام عطا کی وہ نظامیہ بغداد کی بنیاد ہے۔ یہ ایک عظیم الشان اسلامی جامعہ علوم یعنی یونیورسٹی تھی جس نے تمام ملک میں علوم ومہارت کے دریا بہا دیے۔ اس کے ماتحت، نیشاپور، طوس، اصفہان، حول، مرو، بصرہ، ہرات، بلخ وغیرہ میں بھی عظیم الشان مدارس قائم ہوئے۔ اور صدیوں تک اسلامی علوم وفنون کا مرکز بنے رہے۔

جہاں تک عمر خیام کا تعلق ہے تو اس کا شمار سلجوقی عہد کے اہل کمال میں سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے دور کا ایک بہترین شاعر، عمدہ فلسفی ایک کامیاب طبیب، عمدہ ریاضی دان، عالم دین نامور ستارہ شناس اور سرکردہ ہیئت دان تھا۔ اس کا اصل نام عمر اور خیام تخلص تھا۔ باپ کا نام ابراہیم تھا۔ بزرگوں کا پیشہ جامہ بافی تھا۔

خیام کا باپ ابراہیم پہلے جامہ بافی کرتا تھا بعد میں اس نے خیمہ دوزی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا۔ اسی نسبت سے ابراہیم خیام یا خیامی مشہور ہو گیا۔ عمر نے خود تو آبائی پیشے کو ذریعہ معاش نہیں بنایا البتہ اس کی نسبت سے اپنا تخلص خیام ضرور رکھ لیا۔

خیام نیشاپور میں پیدا ہوا بچپن کے حالات معلوم نہیں نہ ہی اس کی تعلیم وتربیت کا پورا حال معلوم ہے۔ لیکن مقرر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو علوم فقہ، حدیث اور قرات وغیرہ میں قدرت حاصل تھی۔

نظام الملک طوسی کی طرح اس نے بھی نیشاپور کے امام موفق نیشاپوری کے ہاں علوم وفنون کی تکمیل کی۔ اس زمانے میں خیام کے والد کا انتقال ہو گیا اور اسے وسائل معیشت کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑا۔ اس وقت نظام الملک طوسی الپ ارسلان کا مستقل وزیر بن چکا

تھا۔اس کے علم وفضل اور علماء پروری کا بڑا چرچا تھا۔اس کے دربار علم وفن کا مرجع بنتا جارہا تھا چنانچہ خیام بھی نظام الملک کی ملاقات کے لیے مرو پہنچا۔خواجہ نے اس کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا۔اور خیام کی استدعا پر اس کا معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے علمی مشاغل جاری رکھے۔معاش کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد خیام نے اپنے آپ کو تحقیق وتصنیف کے لیے وقف کر دیا۔

خیام نے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد اصلاح تقویم کا کام نہایت محنت سے پورا کیا سلطان ملک شاہ نے اس کو شرف قبولیت بخشا اور تمام ممالک محروسہ میں اس کی قائم کردہ تقویم جاری کی جسے سنہ جلالی کا نام دیا گیا۔

بہر حال نظام الملک طوسی اور عمر خیام دونوں شہر میں داخل ہوئے ایک حویلی کے سامنے جب نظام الملک رک گیا تب خیام نے اسے مخاطب کیا۔

’’خواجہ بزرگ جو کام سلطان نے آپ کے سپرد کیا ہے وہ آپ اکیلے بھی کر سکتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جاؤں‘‘

نظام الملک طوسی نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب عمر خیام وہاں سے چلا گیا تھا۔اس کے ساتھ ہی جس حویلی کے سامنے نظام الملک طوسی رکا تھا اس کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی کی آواز سنائی دی۔

’’کون ہے؟‘‘

نظام الملک طوسی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

’’اخیموت دروازہ کھولو میں نظام الملک طوسی ہوں‘‘

دروازہ کھلا تو سامنے اخیموت کھڑا تھا وہ پریشان اور فکر مند تھا۔نظام الملک طوسی نے آگے بڑھ کر پر جوش انداز میں اخیموت سے مصافحہ کیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں‘‘

اخیموت نظام الملک طوسی کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ اندرونی حصے سے اخیموت کی بیوی صفنیا نمودار ہوئی اور اپنے شوہر اخیموت کو مخاطب کرتے

ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

’’کس نے دروازے پر دستک دی ہے؟‘‘

اخیموت نے مڑ کے اپنی بیوی صفنیا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

’’فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں دستک دینے والے ہمارے محترم نظام الملک طوسی ہیں‘‘

اس پر صفنیا نے کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

’’اگر نظام الملک تشریف لائے ہیں تو پھر انہیں باہر کیوں کھڑا کر رکھا ہے انہیں اندر لائیں۔ساتھ ہی صفنیا نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور بلند آواز میں کہنے لگی۔

ضوباہ عزیاد! میری بیٹیوں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔دستک دینے والے نظام الملک طوسی ہیں تم دونوں باہر آسکتی ہو۔‘‘

نظام الملک کو لے کر اخیموت دیوان خانے میں داخل ہوا۔تھوڑی دیر تک صفنیا اور اس کی دونوں بیٹیاں ضوباء اور عزیاد بھی دیوان خانے میں داخل ہوئی تھیں۔

ضوباہ کمرے میں داخل ہوتے وقت اپنے حسن اپنی خوبصورتی کی بناء پر ایسے لگی تھی جیسے وقت کے صحیفوں میں خوابوں کے رنگین سنسار اٹھ کھڑے ہوئے ہوں یا فضاؤں کے نشیلے ماحول میں برق وشعلہ کی لپک کوندگئی ہو اس کے لب مہگوں اس کا رخ گلگوں اسے ایسا حسین ایسا خوبصورت بنائے ہوئے تھا جیسے جادوئے بابل اور سحر سامری پر لحن داؤدی چھا گیا ہو۔کمرے میں داخل ہوتے وقت اس نے کچھ اس انداز میں نظام الملک طوسی سے سلام کہا تھا جیسے بے خواب راتوں میں سنہری گھنٹیاں بج اٹھی ہوں یا دشت وکوہسار میں دھیمی دھیمی حدی کی آوازیں ابھری ہوں۔

وہ خمار شام میں صباح کی مستی اور نسوانی حیا کے گھل جانے والے رنگوں جیسی پر کشش تھی۔حسین ایسی جیسے غنچوں نے جامہ شبنم پہن لیا ہو۔مجموعی طور پر اپنے حسن اپنی خوبصورتی،اپنی کشش وجاذبیت میں وہ کچھ اس طرح تھی جیسے شمسی شعاعوں،ضیائے نجوم جوان چاند کی چاندنی شفق وبرگ اور سوزاں شعلوں کا مجسمہ بنا کر اس میں شبنم کی طلاوت جاذبیت کا ریشم،حیا کے رنگ غنچوں کی شادابی حسن کی تمکنت وحشمت تجمل وشوکت کونپلوں کے گداز جذبے کلیوں کی شادمانی اور تزئین نسوانیت بھر دی گئی ہو۔

ضوباہ کی بڑی بہن غریاد بھی حسین تھی لیکن قد کاٹھ اور جسمانی کشش میں اس سے کم تھی۔ تینوں ماں بیٹی آگے بڑھ کر اخیموت کے قریب ہو بیٹھی تھیں۔ پھر گفتگو کا آغاز نظام الملک طوسی نے اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے کیا۔

''اخیموت میں پہلے بھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنے کے لیے آیا ہوں۔''

نظام الملک رک گیا اس لیے کہ اخیموت پہلے ہی بول پڑا۔

''جس موضوع پر آپ ہم سے گفتگو کرنے کے لیے آئے ہیں اس کی ہمیں خبر ہو چکی ہے۔ اس حویلی کے اطراف میں جو سلطان نے ہماری حفاظت کے لیے مسلح جوان مقرر کئے ہوئے ہیں ان میں سے تھوڑی دیر پہلے ایک نے مجھے بتایا تھا کہ اس حویلی کا مالک ارسلان سمرقند سے نیشاپور لوٹ آیا ہے۔ اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں حویلی خالی کرنا ہوگی اور جو اس شخص کے باغ کا ٹھیکہ ہمیں دیا گیا ہے اس سے بھی ہمیں محروم کیا جا رہا ہے تو یقین جانئے ہمیں کوئی دکھ نہ ہوگا۔ ہم سلطان کے ویسے ہی ممنون ہیں کہ انہوں نے یہاں ہمیں پناہ دے رکھی ہے۔ اور ہم امر موسیٰ کی ذلت اور اس کی خونخواری سے محفوظ ہیں۔''

دم لینے کے لیے جب اخیموت رکا تو مسکراتے ہوئے نظام الملک طوسی بول پڑا۔

''اخیموت تمہارے اندازے درست نہیں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ پہلے سنو تو''

پھر نظام الملک نے سمرقند کے والی شہاب الدین کی بغاوت کھڑی کرنے، ارسلان کے اس میں حصہ نہ لینے کی پاداش میں اس کے ماں باپ بہن بھائی کے مارے جانے سمرقند سے نیشاپور آنے اور چوگان کے میدان میں جو سلطان کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی اس کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

نظام الملک سے یہ ساری تفصیل سن کر اخیموت اس کی بیوی صفینا بیٹی ضوباہ اور غریاد چاروں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز اخیموت نے کیا۔ نظام الملک کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''خواجہ بزرگ! یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی ہے۔ وہ اس حویلی کا مالک ہے جو باغ ہمیں ٹھیکے پر دیا گیا ہے وہ اس کا بھی مالک ہے۔ اب اگر وہ اپنی حویلی چھوڑ کر لشکر گاہ میں

رہے تو بھی اس کی حق تلفی ہے۔ اگر اس کے باغ کی ساری آمدنی ہم اپنی گزر بسر پر خرچ کر دیں اور اسے نہ دیں تب بھی یہ حق تلفی ہے۔ خواجہ بزرگ کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ لشکر گاہ میں رہنے کی بجائے یہاں اپنی حویلی کے ایک حصے میں رہے۔ یہ حویلی کافی بڑی ہے۔ اس حویلی سے اس کے باپ، اس کی ماں بہن اور بھائی کی یادیں وابستہ ہیں ہمیں اس بات کا بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اس کے ماں باپ اور بہن بھائی کو سمرقند میں قتل کر دیا گیا ہے۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس تفصیل کے مطابق وہ ایک دکھی انسان ہے۔ اور اسے تالیف قلب کی ضرورت ہے۔ اس حویلی سے چونکہ اس کی اس کے خاندان کی یادیں وابستہ ہیں میرے خیال میں یہاں رہتے ہوئے اسے قلبی سکون بھی ملے گا اور پھر اس نے جو یہ کہا ہے کہ باغ کی جس قدر آمدنی ہو اس سے پہلے ہم اپنی گزر بسر کریں اگر کچھ بچ جائے تو اسے دے دیں میرے خیال میں یہ بھی ناروا اور ناحق بات ہے۔ جہاں تک میری سوچ کام کرتی ہے۔ باغ کی جس قدر آمدنی ہو وہ اس کے سامنے ساری پیش کی جانی چاہیے۔ اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق جس قدر وہ چاہے ہماری محنت کا حق سمجھتے ہوئے ہمیں دے دے۔ ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت اور سعادت یہی ہے کہ نیشاپور شہر میں سلطان ملک شاہ نے ہمیں پناہ دے دی ہے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک امر موسیٰ کے ہاتھوں ہم ذلیل وخوار ہو کر موت کی نیند سو چکے ہوتے یا در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہوتے۔''

اخیموت رکا اس دوران اس کی بیوی صفینا نے نظام الملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''خواجہ بزرگ جو کچھ میرے شوہر نے کہا ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اگر وہ نوجوان اپنی حویلی چھوڑ کر لشکر گاہ میں رہے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ میرے خیال میں آپ ایک بار اس سے ہماری ملاقات کروائیں ویسے بھی وہ آج ہی نیشاپور شہر میں داخل ہوا ہے۔ یہ حویلی اس کی اپنی ہے میں چاہتی ہوں کہ آج اس حویلی میں ہم اس کی ضیافت کریں۔ ضیافت کے دوران میں اس سے گفتگو کرنا چاہوں گی۔ میرے شوہر اخیموت کو ایک محافظ نے اس کے متعلق تفصیل بتا دی ہے۔ اس گفتگو کے مطابق وہ انتہا درجہ کا جراتمند، بہادر، شجاع اور جاں نثار قسم کا جوان ہے اور [illegible] ملک شاہ سلجوقی کے ساتھ لاانتہا قسم کا

خلوص بھی رکھتا ہے۔ تبھی اس نے اپنے ماں باپ، بہن بھائی کی موت کو قبول کر لیا لیکن سمرقند میں سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے میں حصہ نہیں لیا۔

کیا اب ایسا ممکن نہیں کہ آپ میرے شوہر کو لشکر گاہ میں اپنے ساتھ لے جائیں وہاں اس کی ملاقات ارسلان سے کرائیں اور اسے کہیں کہ آج رات کا کھانا وہ ہمارے ساتھ کھائے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ یہاں قیام کرے۔ اس لیے کہ اس کے یہاں قیام کرنے سے ہم اپنے آپ کو پہلے کی نسبت زیادہ محفوظ اور پرامن خیال کریں گے۔ میرے خیال میں آپ میری بات پر توجہ کریں گے“

صفینا کے خاموش ہونے پر اس کے شوہر اخیموت نے نظام الملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”خواجہ بزرگ آپ جانتے ہیں سلطان کے بڑے بڑے سالار جن میں قیم الدولہ بدران، برسق اور ایسے ہی کچھ دوسرے سالار ہیں وہ سب اپنی اپنی حویلیوں میں قیام کیے ہوئے ہیں۔ جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے۔ یہ ارسلان بھی قیم الدولہ بدران اور برسق کے درجے کا سالار ہے اور اس کا یوں اکیلے اپنی حویلی چھوڑ کر لشکر گاہ میں رہنا میں سمجھتا ہوں بڑی زیادتی کی بات ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں لشکر گاہ میں اس سے گفتگو کرنا پسند کروں گا“

نظام الملک مسکرایا پھر اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو اٹھو میرے ساتھ دونوں لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں“

نظام الملک کے اس فیصلے پر اخیموت کے چہرے پر ہی رونق نہیں آئی تھی بلکہ صفینا، غریاد، ضوباہ بھی مسکرا دی تھیں۔ پھر اخیموت کو لے کر نظام الملک حویلی سے نکل گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

ارسلان، قیم الدولہ، بدران اور برسق چاروں سالار مستقر میں جا کر ایک کمرے میں بیٹھ گئے اس موقع پر ارسلان نے اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

”میرے تینوں مہربان ساتھیو! ایک شخص جو عالم اسلام کے لیے خطرہ بن سکتا ہے اس کا ذکر میں نے جان بوجھ کر سلطان سے نہیں کیا۔ اور میں تفصیل جاننا چاہتا تھا کہ وہ نیشاپور سے کیوں نکل بھاگا“

ارسلان کی بات کاٹتے ہوئے قیم الدولہ بول اٹھا۔

”ارسلان میرے بھائی تمہارا اشارہ کس شخص کی طرف ہے؟“

ارسلان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”میرا اشارہ حسن بن صباح کی طرف ہے“

(حسن بن صباح پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں ایران کے شہر ”قم“ میں پیدا ہوا اس کا باپ کچھ عرصہ بعد قم سے ترک سکونت کر کے ”رے“ آ گیا تھا۔ حسن نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اس کے بعد نیشاپور جا کر امام موفق نیشاپوری کے حلقہ درس میں شامل ہو گیا۔

حسن بن صباح کتنا عرصہ امام موفق سے تحصیل علم میں مصروف رہا مورخین نے اس کی تصدیق نہیں کی البتہ ایک عجیب روایت بیان کی ہے کہ اسی درسگاہ میں خواجہ نظام الدین طوسی اور عمر خیام بھی حسن بن صباح کے ہم درس تھے۔

تینوں بڑے ذہین اور ہوشیار طالب علم تھے۔ اور ان کا آپس میں بے حد ربط اور تعلق تھا ان تینوں نے مل کر ایک روز ایک معاہدہ کیا کہ ان میں سے جو بھی سب سے پہلے کسی دنیاوی مرتبے پر پہنچے گا وہ اپنے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی اپنی دولت میں شریک کرنے کا پابند ہوگا۔ یہ معاہدہ صرف زبانی نہیں تھا بلکہ اس کو تحریری شکل دی گئی اور تینوں نے اس معاہدے پر دستخط ثبت کیئے تھے اور اس کی ایک ایک نقل اپنے پاس محفوظ کر لی تھی۔

چند سال بعد نظام الملک ترقی کرتے کرتے سلطان الپ ارسلان کا وزیر بن گیا اور اس کی وفات کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر سلطنت بلکہ سلجوقی سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔

حسن بن صباح اس وقت گمنام تھا اور خراسان کے علاقے میں کوئی اسے جانتا تک نہ تھا۔ ایک روز اچانک یہ نظام الملک کے پاس پہنچ گیا۔ خواجہ نے پرانے دوست کو پہچان لیا۔ اس کی بے حد عزت وتکریم اور خاطر ومدارت کی۔

چند دن بعد حسن بن صباح نے خواجہ کو زمانہ درس کا عہد وپیمان یاد دلایا۔ خواجہ نے کہا اگر تم ہمدان اور دینور کی حکومت قبول کرو تو ابھی فرمان جاری کرائے دیتا ہوں اور اگر سلطان کے مصاحب بننا چاہتے ہو تو اس کا بھی انتظام کئے دیتا ہوں۔

حسن بن صباح نے ہمدان اور دینور کی حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس نے سلطان کے دربار میں جگہ پانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ خواجہ نے ایک مناسب موقع پر اسے سلطان کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے علم ودانش اور ذہانت کی بے حد تعریف کی۔ نوجوان سلطان ملک شاہ سلجوقی خواجہ نظام الملک کی رائے اور سفارش کی بہت قدر کرتا تھا اس نے خواجہ کے کہنے پر بلا تامل حسن کو اپنا مصاحب مقرر کر لیا۔

حسن بن صباح جہاں علم ودانش میں ماہر تھا وہاں وہ سحر وساحری میں بھی ایک اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ اسی غیر معمولی ذہانت وفطانت کی بدولت بہت جلد وہ ملک شاہ کے دل میں گھر کر گیا اور ملک شاہ سلجوقی نے اسے اپنا معتمد خاص بنا لیا۔ لیکن حسن بن صباح بڑا بلند پرواز انسان تھا وہ سلطان کے مصاحب خاص ہونے پر قناعت نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ سلطنت سلجوقیہ کی وزارت عظمیٰ کے خواب دیکھنے لگا لیکن جب تک خواجہ نظام الدین طوسی سلطان کا معتمد خاص تھا اس کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اپنی بدطینتی کی بناء پر حسن

بن صباح نے محسن کشی پر کمر باندھ لی۔

ارسلان کے سوال پر قیم الدولہ نے مسکراتے ہوئے ارسلان کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تم نے اگر حسن بن صباح کے متعلق پوچھ ہی لیا ہے تو میں تمہیں اس کے یہاں سے چلے جانے کا واقعہ پوری تفصیل سے سناتا ہوں۔ دراصل اس نے سانپ بن کر دو دفعہ ڈسنے کی کوشش کی۔ نظام الملک کو سلطان کی نگاہوں میں گرا کر اس کا مقام حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی بناء پر سلطان کے کہنے پر اس کو یہاں سے نکال دیا گیا۔ اب وہ کہاں ہے اس کی ہمیں خبر نہیں۔

پہلا واقعہ جو نیشاپور سے اس کے اخراج کا باعث بنا وہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے حکم دیا کہ حلب شہر کے سنگ رخام کی ایک کثیر مقدار حلب سے اصفہان پہنچائی جائے۔

حلب کے ایک شخص نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور دو عربوں سے جن کے پاس بار برداری کے اونٹ تھے یہ طے کیا کہ اگر وہ پانچ سو من سنگ رخام حلب سے اصفہان پہنچا دیں تو ان کا دوگنا کرایہ ادا کیا جائے گا۔

ان دونوں کے پاس دس اونٹ تھے۔ چھ ایک کے پاس اور چار دوسرے کے پاس اور کچھ اپنا ذاتی سامان بھی تھا۔

انہوں نے اپنے سامان کے علاوہ پانچ سو من سنگ رخام بھی تقسیم کر کے اونٹوں پر بار کر لیا اور اصفہان پہنچ گئے۔ سلطان کو اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا کہ اس کے حکم کی تعمیل اس قدر جلد ہوگئی ہے۔

اس کام کو مکمل کرنے والے کو سلطان نے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور دونوں عربوں کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیے۔ انہوں نے خواجہ نظام الملک سے درخواست کی کہ وہ انعام کی رقم ان میں بطریق مناسب تقسیم کر دیں۔ خواجہ نے چھ اونٹوں کے مالک کو چھ سو دینار اور چار اونٹوں والے کو چار سو دینار دیے۔

اس وقت تو معاملہ ختم ہو گیا لیکن جب خواجہ نظام الملک دربار سے رخصت ہو گیا تو حسن بن صباح نے سلطان کی نگاہوں میں اسے گرانے کے لیے سلطان کو بتایا کہ خواجہ نے

تقسیم انعام میں انصاف سے کام نہیں لیا۔

کیونکہ چھ اونٹوں والا آٹھ سو دینار پانے کا مستحق تھا اور چار اونٹوں والا دو سو دینار کا۔ سلطان نے خواجہ کو طلب کیا اور حسن بن صباح کو حکم دیا کہ تقسیم انعام کے بارے میں تم نے جو رائے ظاہر کی ہے۔ اس کے حق میں اپنے دلائل خواجہ بزرگ کے سامنے بیان کرو۔

حسن بن صباح نے جواب دیا عالم پناہ اونٹوں کی کل تعداد دس تھی اور کل وزن پندرہ سو من تھا۔ اس لیے ہر اونٹ کے حصے میں ڈیڑھ سو من وزن آیا اس طرح چھ اونٹوں پر نو سو من وزن لادا گیا۔ جس میں پانچ سو من اونٹوں کے مالک کا ذاتی سامان تھا۔ اور چار سو من سرکاری سنگ رخام۔

چار اونٹوں پر چھ سو من وزن بار کیا گیا اور اس میں پانچ سو من اونٹوں والے کا ذاتی سامان اور ایک سو من سرکاری سنگ رخام تھا۔ ایک ہزار دینار چونکہ پانچ سو من سرکاری سامان لانے کے لیے دیے گئے تھے۔ اس لیے فی من دو دینار اجرت بنتی ہے۔ اس حساب سے چھ اونٹ والا آٹھ سو دینار پانے کا حقدار ہے۔ کیونکہ وہ چار سو من کا سرکاری سامان لایا اور چار اونٹوں والا دو سو دینار کا مستحق ہے کیونکہ وہ صرف ایک سو من سرکاری سامان لایا۔

چونکہ حضور نے ایک ہزار دینار بطور انعام مرحمت فرمائے ہیں اس لئے وزن کا لحاظ کیے بغیر اگر دونوں میں یہ رقم برابر تقسیم کر دی جاتی تو زیادہ مناسب تھا۔ چھ اور چار کی نسبت سے انعام کی تقسیم کسی قاعدے کی رو سے درست نہیں بیٹھتی۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے حسن بن صباح کے اس قاعدے اور کلیے سے اتفاق نہیں کیا۔ تاہم اس کی تقریر سن کر سلطان ہنس پڑا۔ اور اس معاملہ کو اس نے مذاق میں ٹال دیا۔ لیکن خواجہ نظام الملک دم بخود ہو گیا سمجھ گیا کہ حسن بن صباح نے یہ سب کچھ اس کو سلطان کے سامنے ذلیل اور کمتر کرنے کے لیے کیا ہے۔

اس کے باوجود نظام الملک کی اعلیٰ ظرفی نے یہ گوارہ نہ کیا کہ وہ حسن کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرے تاہم وہ اس کی طرف سے چوکنا ہو گیا۔

دوسرا واقعہ جو نیشاپور سے حسن بن صباح کے اخراج کا باعث بنا وہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے خواجہ نظام الملک سے پوچھا کہ میں تمام سلطنت

سلجوقیہ کی آمدنی اور خرچ کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں تم ایک ایسا گوشوارہ کتنے عرصے میں تیار کر سکتے ہو جس میں ہمارے تمام ممالک محروسہ کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیل درج ہو۔

نظام الملک نے کچھ سوچ کر عرض کیا حضور سلطنت ہماری کاشغر سے انطاکیہ اور رومنوں کی حدود تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر میں اپنی تمام مساعی بروئے کار لاؤں تو ایسا گوشوارہ تیار کرنے میں کم از کم دو سال صرف ہوں گے۔

اس موقع پر حسن بن صباح نے ایک بار پھر خواجہ نظام الملک کو نیچا دکھانے کی کوشش کی اس موقع پر وہ وہاں موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر سلطان سے عرض کیا حضور میں ایسا گوشوارہ صرف چالیس دن میں مرتب کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ جس محکمے کے پاس یہ اطلاعات ہیں وہ مجھ سے تعاون کرے۔ اور وہ محکمہ میری تحویل میں دے دیا جائے۔

سلطان نے حسن بن صباح کی پیش کش قبول کر لی اور حسن نے مقررہ مدت میں گوشوارہ تیار کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن یہ گوشوارہ درست نہیں تھا۔ بدنیتی اور غلط اطلاعات پر مبنی تھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی تم جانتے ہو بڑا باریک بین اور دقیع ہے اس نے گوشوارہ پر بعض جگہ انگلی رکھی اور حسن بن صباح سے اس کے بارے میں سوالات کیے لیکن حسن بن صباح کوئی تسلی بخش جوابات نہ دے سکا۔ اس موقع پر نظام الملک بھی دربار میں حاضر تھا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

''سلطان محترم میں اسی بات سے ڈرتا تھا کہ دو سال سے کم مدت میں اتنی وسیع و عریض سلطنت کا صحیح حساب مرتب نہ ہو سکے گا''

سلطان ملک شاہ سلجوقی سمجھ گیا کہ اول تو حسن بن صباح نے یہ حرکت خواجہ بزرگ کو نیچا دکھانے کے لیے کی ہے۔ دوسرے جو اس نے سلطان کے سامنے تفصیل پیش کی تھی وہ سب غلط اعداد و شمار پر مبنی تھی۔ اس پر سلطان ملک شاہ سلجوقی غضبناک ہو گیا اور حسن بن صباح کو اس نے فوراً دربار سے نکل جانے کا حکم دے دیا''

یہاں تک کہنے کے بعد قیم الدین رک گیا پھر کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بھائی یہ وہ دو واقعات ہیں جن کی بناء پر سلطان نے حسن بن صباح کو اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا''

ارسلان نے جواب میں کچھ سوچا پھر قیم الدولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اور یہاں سے نکلنے کے بعد حسن بن صباح کہاں گیا کس سمت کا رخ کیا''

قیم الدولہ نے اس موقع پر باری باری اپنے دونوں ساتھیوں سالار بدان اور برسق کی طرف دیکھا پھر ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے ہاں سے نکلنے کے بعد وہ کہاں گیا۔ کس سمت کس علاقے کا رخ کیا۔''

اس موقع پر ارسلان کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''یہ حسن بن صباح کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ یہ عروج اور حکمرانی کا انتہائی متمنی اور حریص ہے۔ چونکہ اسے یہاں سے بے عزت کر کے نکالا گیا ہے لہٰذا وہ اپنی تمام قوتوں کو مسلمانوں کی سلطنت کے خلاف کام کرنے میں صرف کرے گا یہاں سے نکلنے کے بعد وہ کہاں گیا اس کی تفصیل میں تمہیں بتاتا ہوں اس لیے کہ یہ تفصیل مجھے سمرقند میں کچھ نقیبوں اور مخبروں سے ملی تھیں۔

آگے معاملہ کچھ یوں ہے کہ سلطان کے ہاں سے نکلنے کے بعد حسن بن صباح چند دن تک سیر وسیاحت میں مشغول رہا اسی دوران اس کی ملاقات چند اسماعیلی اور باطنی داعیوں سے ہوئی جو اسلامی سلطنت میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر اس نے فرقہ باطنیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔

انہیں باطنی داعیوں کے باعث عراق میں اس کی ملاقات باطنیوں کے داعی کبیر ابن عطاش سے ہوئی۔ جو باطنی مذہب کا زبردست عالم تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے زیر اثر حسن باطنی عقائد میں بہت پختہ ہو گیا۔ ابن عطاش نے اس کو اسماعیلی اور باطنی مذہب کا مبلغ بنا دیا۔ اور ہدایت کی کہ مصر جا کر باطنی خلیفہ المستنصر باللہ کی زیارت کرے۔

ابن عطاش کے کہنے پر حسن بن صباح نے مصر کا رخ کیا۔ ابن عطاش نے باطنی خلیفہ المستنصر باللہ کو پہلے ہی اس کے متعلق تفصیل بتا دی تھی۔ لہٰذا حسن بن صباح جب مصر پہنچا تو المستنصر باللہ نے اس کی بڑی خاطر مدارت کی حسن بن صباح نے المستنصر باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور باطنی حکومت کے دارالحکمہ میں اس نے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ ان دنوں مصر کے دارالحکمہ ہی میں قیام کئے ہوئے ہے اور باطنیوں کے علوم سے بہرہ

ور ہو رہا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے ارسلان رکا پھر کہنے لگا۔

''میں آپ لوگوں کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ مصر میں اپنی کارروائی مکمل کرنے کے بعد ایک نہ ایک روز یہ حسن بن صباح ضرور مصر سے نکلے گا اور اسلامی سلطنت کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے کی کوشش کرے گا''

قبل اس کے کہ قیم الدولہ، بدران یا برسق میں سے کوئی ارسلان کے ان خیالات کا جواب دیتا۔ نظام الملک طوسی اور اخیموت وہاں داخل ہوئے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ان کے احترام کی خاطر ارسلان، قیم الدولہ، بدران اور برسق چاروں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اخیموت نے آگے بڑھ کر باری باری چاروں سے پر جوش مصافحہ کیا پھر نظام الملک، ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ارسلان میرے بیٹے! یہ اخیموت ہے۔ جسے سلطان نے تمہارے باغ کا ٹھیکہ دے رکھا ہے اور اسی نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ تمہاری حویلی میں قیام کر رکھا ہے۔ یہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ بلکہ میں یوں کہوں کہ تم سے کچھ کہنے پر اصرار کر رہا تھا اور مجھے اسی غرض کے لیے ساتھ لایا ہے۔ بیٹھو بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں''

نظام الملک کے کہنے پر ارسلان، قیم الدولہ، بدران اور برسق اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور ان کے سامنے نظام الملک اور اخیموت بیٹھ گئے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز اخیموت نے کیا اور وہ ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر ارسلان! آپ کے پورے حالات تو میں جان چکا ہوں مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ سمرقند میں آپ کو آپ کے اہل خانہ سے محروم کر دیا گیا یہ انتہائی بدقسمتی کا معاملہ ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

خواجہ نظام الملک مجھے یہ بھی بتا چکے ہیں کہ سلطان نے آپ کو اطلاع کر دی ہے کہ آپ کے باغ کا ٹھیکہ مجھے دیا گیا ہے۔ اور آپ کی حویلی میں میری رہائش ہے۔ اب جس کام اور جس غرض کے لیے میں آیا ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے لیے یہ امر بڑا باعث شرم اور وجہ تذلیل ہے کہ ہم تو آپ کی حویلی میں قیام کریں اور آپ حویلی کے مالک ہوتے ہوئے بھی لشکر گاہ میں قیام کریں۔ کم از کم میرا ضمیر اس کو قبول نہیں کرتا۔

گو آپ نے مستقر کی طرف آنے سے پہلے سلطان کو اپنے فیصلے پر راضی کر لیا تھا لیکن میں آپ سے ایک گذارش کرنے آیا ہوں ظاہر ہے میرا آپ پر نہ کوئی حق ہے نہ آپ پر میرا زور چلتا ہے بس میں نے آپ سے ایک گزارش ایک التجا کرنی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ میری اس گزارش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔

امیر بات کچھ یوں ہے کہ آپ کی حویلی کافی بڑی ہے۔ ہم گھر کے چار افراد ہیں۔ میاں بیوی اور دو بیٹیاں، میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔ میری پہلی بدقسمتی ہے کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ میری دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ میری بڑی بیٹی نام جس کا غریاد ہے اس کی میں نے شادی کی لیکن وہ چونکہ بانجھ ہے لہٰذا اس کو طلاق ہو چکی ہے۔ اب وہ میرے پاس ہی رہے گی۔ مجھے اس کے اخراجات پورے کرنا ہوں گے۔

میری تیسری بدقسمتی یہ ہے کہ میری چھوٹی بیٹی نام جس کا ضوباہ ہے وہ حد سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے۔ اور اس کا یہ حسن اور خوبصورتی میرے خاندان کے لیے وبال جان بن گئی ہے۔ ایک طرف یہودی تنظیم کا سربراہ امر موسیٰ اسے حاصل کرنے پر تلا ہوا ہے۔ دوسری طرف باطنیوں کا داعی کبیر ابن عطاش اسے المستنصر باللہ کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں ان دونوں خونخوار قوتوں سے بھاگ کر یہاں نیشاپور میں پناہ لینے پر مجبور ہوا ہوں۔ میں سلطان ملک شاہ سلجوقی کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف مجھے یہاں پناہ دی میری حفاظت کا سامان کیا۔ بلکہ میری روزی کا عمدہ اہتمام کرنے کی ساتھ ساتھ مجھے بہترین رہائش بھی دی۔

میں زیادہ تمہید نہیں باندھوں گا میری گفتگو کا لب لباب یہی ہے کہ آپ لشکر گاہ میں نہ ٹھہریں جس طرح آپ کے دوسرے ساتھی سالار قیم الدولہ، بدران اور برسق اپنی اپنی رہائش گاہوں میں رہتے ہیں اس طرح آپ بھی اپنی حویلی میں قیام کریں۔ وہ حویلی کافی بڑی ہے۔ ایک حصے میں ہم رہیں گے دوسرا حصہ آپ کے لیے مختص ہوگا۔ اس میں آپ سے جو ملنے جلنے والے ہوں گے وہ بھی آسکیں گے حویلی کی عمارت کافی بڑی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا کافی بڑا صحن ہے۔ اور اس میں ایک دو کے علاوہ بیک وقت کئی خاندان قیام کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے میری پرزور التماس ہے کہ مستقر میں قیام کرنے کی بجائے آپ اپنی حویلی میں قیام رکھیں اس میں نہ صرف ہمارے ضمیر کا اطمینان بلکہ ہمارے دل کی

آسودگی شامل ہے۔ ساتھ ہی آپ کے وہاں ہونے سے اور آپ کے وہاں قیام کرنے سے ہم لوگ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ محفوظ خیال کرنے لگیں گے۔ امید ہے آپ میری اس گزارش کو رد نہیں کریں گے‘‘

اخیموت جب خاموش ہو گیا تو ارسلان کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی نظام الملک طوسی بول پڑا۔

’’ارسلان میرے بیٹے! جو کچھ اخیموت نے کہا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں‘‘ ساتھ ہی عجیب سے انداز میں نظام الملک نے قیم الدولہ، بدران اور برسق کی طرف دیکھا پھر وہ باری باری ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

’’ارسلان! محترم اخیموت کا کہنا درست ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے اسے ٹالا نہیں جانا چاہیے‘‘

ارسلان نے کچھ سوچا پھر براہ راست وہ اخیموت کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

’’محترم اخیموت جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ اپنی جگہ درست ہے لیکن میں اپ پر یہ انکشاف کروں کہ میرے وہاں قیام کرنے سے آپ اور آپ کے اہل خانہ ایک طرح سے گھٹن میں رہیں گے۔ مجھے ملنے جلنے والے لوگ آتے رہیں گے ان کی آمد کی وجہ سے آپ لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا‘‘

اخیموت کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی بڑے پیارے انداز میں اپنا ہاتھ اس نے ارسلان کے کندھے پر رکھا کہنے لگا۔

’’امیر آپ کا کہنا درست نہیں ہے۔ اگر آپ وہاں قیام کرتے ہیں تو ظاہر ہے آپ سے جو لوگ ملنے کے لیے آئیں گے وہ آپ کے جاننے والے اور آپ کے قابل اعتماد ہوں گے کوئی فالتو آدمی تو آپ سے ملنے کے لیے نہیں آئے گا لہٰذا آپ کے وہاں رہنے اور آپ کے ملنے والوں کی آمد کے باعث ہم اپنے آپ کو زیادہ محفوظ خیال کریں گے اور جو امر موسیٰ اور ابن عطاش کا خوف مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر طاری ہے وہ کسی حد تک جاتا رہے گا۔ امیر انکار نہ کیجیے گا میں اپنے اہل خانہ سے یہ کہہ کر آیا تھا کہ میں آپ کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا اور آج رات کا کھانا آپ کا ہمارے ہاں ہے۔ راستے میں میں نے اس سلسلے میں محترم نظام الملک سے بھی بات کی اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ آج رات جو آپ

کی دعوت کی جائے گی اس دعوت میں نظام الملک کے علاوہ قیم الدولہ، بدران اور برسق بھی شامل ہوں گے۔ اب آپ بتائیں آپ کیا کہتے ہیں۔ جب کہ نظام الملک بھی میرے فیصلے کی تائید کر چکے ہیں۔ قیم الدولہ بدران اور برسق بھی میری ہاں میں ہاں ملا چکے ہیں''

ارسلان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''محترم اخیموت اگر آپ کا اور میرے ان ساتھیوں کا یہی فیصلہ ہے تو میں اپنی حویلی کے ایک حصے میں قیام کرنے کے لیے تیار ہوں''

اس پر اخیموت اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھیں چلیں۔ ارسلان کھڑا ہو گیا۔ پھر نظام الملک اور اخیموت کے ساتھ قیم الدولہ، بدران برسق اور ارسلان لشکر گاہ سے نکل کر ارسلان کی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

جب وہ حویلی کے صدر دروازے پر آئے تو حویلی کے اردگرد اور اطراف میں اخیموت اور اس کے اہل خانہ کے لیے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے جو محافظ مقرر کر رکھے تھے انہوں نے ارسلان کا شاندار استقبال کیا پھر وہ حویلی میں داخل ہوئے۔ صحن عبور کرنے کے بعد جب وہ سکونتی حصے کے قریب گئے تو سامنے کی طرف سے اخیموت کی بیوی صفینا اور بڑی بیٹی غریاد نمودار ہوئیں۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کو مخاطب کر کے اخیموت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر ارسلان یہ سامنے میری بیوی صفینا اور بڑی بیٹی غریاد ہیں چھوٹی بیٹی پر چونکہ ایک بار افتاد گذر چکی ہے لہٰذا وہ ہر وقت سہمی سہمی ڈری ڈری خوفزدہ سی رہتی ہے۔ اب اس نے ہمارے علاوہ کسی اور پر اعتماد کرنا ہی چھوڑ دیا ہے''

جب وہ صفینا اور غریاد کے قریب گئے تب صفینا نے بڑی خوش دلی سے ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''امیر ارسلان میں آپ کو آپ کی حویلی ہی میں خوش آمدید کہتی ہوں'' صفینا جب خاموش ہوئی تو ارسلان کو غریاد نے مخاطب کیا۔

''لگتا ہے آپ میرے باپ کی اس تجویز سے اتفاق کر گئے ہیں کہ آپ یہاں حویلی کے ایک حصے میں ہی رہیں گے اس لحاظ سے میں نہ آپ کو امیر کہہ کر مخاطب کروں

گی نہ آپ کا نام لے کر مخاطب کروں گی ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ کو بھائی کہہ کر مخاطب کر سکتی ہوں''

غریاد کے ان الفاظ پر ارسلان کی گردن جھک گئی تھی اور وہ اداس ہو گیا تھا۔ غریاد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بھائی لگتا ہے میری باتوں سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہے۔ میں جانتی ہوں سمرقند میں آپ کے ماں باپ، بہن بھائی مارے گئے یقیناً اس حویلی میں داخل ہوتے ہوئے آپ کو ان کی یاد آئی ہوگی اس لیے کہ اس حویلی میں آپ کے ماں باپ، بہن بھائی کی یادیں وابستہ ہیں''

ارسلان نے آہستہ آہستہ گردن سیدھی کی پھر اسے مخاطب کیا۔

''غریاد! تم نے مجھے بھائی کہہ کر میرے دکھوں میرے غموں کی کافی حد تک تلافی کر دی ہے۔ میں ہمیشہ تم جیسی بہن پر فخر کروں گا تم مجھ سے عمر میں بڑی ہو جہاں ایک ماں کی حیثیت سے میں صفینا کا احترام کروں گا وہاں ایک بڑی بہن کی حیثیت سے تمہاری ذات بھی میرے لیے قابل احترام ہوگی''

پھر سب حویلی میں داخل ہوئے۔ صفینا اور غریاد تو وہاں سے ہٹ کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔ ضوباہ پہلے ہی وہاں موجود تھی۔ تینوں مل کر جلدی جلدی کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔ نظام الملک، اخیموت، قیم الدولہ، بدران برسق اور ارسلان نے مل کر حویلی کے سارے کمروں کا جائزہ لیا پھر ایک بڑا حصہ اخیموت اور اس کے اہل خانہ کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اور سامنے ایک طرف والے دو کمرے ارسلان نے اپنے لیے مختص کر لیے تھے۔ پھر انہی دو کمروں میں سے ایک میں بیٹھ کر سب باتیں کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ مغرب کی نماز انہوں نے وہاں ادا کی۔ اس کے بعد کمرے میں صفینا داخل ہوئی اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اگر آپ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہوں تو میں کھانے کے برتن یہیں لگواؤں''

نظام الملک نے جب اثبات میں سر ہلا دیا تو صفینا وہاں سے چلی گئی تھی۔

لوٹ کے وہ مطبخ میں داخل ہوئی ضوباہ اور غریاد کھانے کی اشیاء برتنوں میں ڈال کے سجا چکی تھیں۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے صفینا کہنے لگی۔

"اب دونوں بہنیں برتن اٹھاؤ اس کمرے میں لے کر چلو جہاں وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہیں کھانا لگاتے ہیں۔"

ضوباہ نے اس موقع پر تیز نگاہوں سے اپنی ماں صفینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"ماں! تم اور غریاد دونوں برتن لے جاؤ میں وہاں کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی"

صفینا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ غریاد بول پڑی۔

ضوباہ! میری عزیز بہن تمہارا ان لوگوں کے سامنے جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ میں اور ماں جائیں نہ جائیں تمہارا جانا اس بنا پر بنتا ہے کہ میری بہن کل کو اگر ہم سب پر یا کم از کم تم اکیلی پر کوئی مصیبت آتی ہے اور امیر ارسلان یا دوسرے سالار تمہاری مدد کے لیے نکلتے ہیں اگر انہوں نے تمہاری شکل نہ دیکھی ہوگی وہ تمہیں کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ کیسے تمہاری مدد کریں گے دیکھو! امرموٰی کو تم بھی اچھی طرح جانتی ہو اور ہم بھی اس کی شیطانی حرکتوں سے واقف ہیں۔ گو یہاں ہم پناہ لے چکے ہیں۔ سلطان نے ہماری حفاظت کا بھی سامان کر دیا ہے لیکن میں ایک بات ضرور کہوں گی کہ امرموٰی اپنی شیطنیت سے باز نہیں آئے گا یہاں بھی کسی نہ کسی طرح سے وہ اپنے فدائی بھیجنے کی کوشش کرے گا اگر وہ تمہیں اٹھا نہ سکے تو یہاں وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا میری بہن ایسی صورت میں کم از کم امیر ارسلان کے سامنے تمہارا جانا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ اب انہوں نے اس حویلی میں رہنا ہے۔ اس حویلی میں اگر تم پر کوئی افتاد ٹوٹتی ہے تو تمہیں پہچانتے ہوئے امیر ارسلان بروقت تمہاری مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔ اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے"

ضوباہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر اپنی بڑی بہن غریاد کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میری عزیز بہن! کہتی تو ٹھیک ہے۔ اگر میں یونہی حویلی کے ایک حصے میں گمنام پڑی رہی کسی کے سامنے نہ گئی اور مجھ پر افتاد آن پڑی تو کوئی بروقت میری مدد نہیں کر سکے گا نہ مجھے کوئی پہچان سکے گا۔ لہٰذا میں تمہاری باتوں سے اتفاق کرتی ہوں چلو میں تمہارے ساتھ برتن لے کے چلتی ہوں۔"

پھر تینوں ماں بیٹی نے کھانے کے برتن اٹھائے اس کمرے میں داخل ہوئیں برتن

رکھنے کے بعد ضوباہ نے بلند آواز میں سب سے سلام کہا۔ اس پر صفینا ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر ارسلان! یہ میری بیٹی ضوباہ ہے۔ بس ذرا سہمی سہمی سی ڈری ڈری سی رہتی ہے۔"

ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ کو تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ آپ سے اور غریاد بہن سے تو متعارف پہلے ہی ہو چکا ہوں۔ تیسری ضوباہ ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں مجھے آپ کی اس گفتگو پر اعتراض ہے۔ جب غریاد مجھے بھائی کہہ چکی ہے تو اس رشتے سے میں آپ کے سامنے بیٹے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ امیر کہنے کی بجائے اگر آپ مجھے بیٹا کہہ کر آئندہ پکاریں تو مجھے بے حد خوشی اور سکون ہوگا۔"

امیر سلطان کی ان باتوں سے صفینا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پھر جب کھانے کے برتن لگ چکے تو ارسلان نے صفینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مادر محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ تینوں بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں دیکھیں عورت مرد کی زندگی کا ایک حصہ ہے جسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ میری خواہش ہے کہ آپ یہاں تینوں ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھائیں"

صفینا مان گئی پھر تینوں ماں بیٹی وہیں بیٹھ کر سب کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگیں تھیں۔

کھانے کے بعد جب سارے برتن اٹھا لیے گئے تو نظام الملک، اخیموت، ارسلان قیم الدولہ، بدران، اور برسق پھر اسی کمرے میں بیٹھ کر کسی موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس کمرے کے دروازے پر صفینا نمودار ہوئی اور ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ارسلان میرے بیٹے تھوڑی دیر کے لیے ساتھ والے کمرے میں آؤ۔ یہ کمرہ تمہارے دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوگا جس میں تم اس وقت بیٹھے ہوئے ہو ساتھ والا کمرہ تمہاری خواب گاہ کے طور پر تیار کر دیا ہے۔ اسی کمرے کو ذرا آ کر دیکھ لو۔ اگر وہاں تم کسی اور چیز کی ضرورت محسوس کرو تو بتا دو۔ اس کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس لیے کہ حویلی

میں ہر شے موجود ہے۔"

ارسلان اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صفینا کے ساتھ دوسرے کمرے میں گیا وہاں پہلے سے غریاد اور ضوباہ موجود تھیں۔ کمرے کی انہوں نے بہترین صفائی کر کے ایک طرف مسہری لگا دی ہوئی تھی۔ ضرورت کا سارا سامان کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کی بہترین آرائش بھی کی جا چکی تھی تھوڑی دیر تک ارسلان کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"مادر محترم! جب میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس حویلی میں رہتا تھا تب بھی میری رہائش کا کمرہ اس قدر آراستہ نہ تھا جتنا آپ لوگوں نے کر دیا ہے۔ اس کے لیے میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ لیکن میں یہ بھی بتاؤں کہ اس کمرے کی آرائش سے مجھے صرف دو دن مستفید ہونا نصیب ہوگا۔ اس لیے کہ دو دن بعد لشکر یہاں سے سمرقند کی طرف کوچ کرے گا۔ اور سمرقند کے والی نے جو بغاوت کی ہے اسے فرو کرنا ہوگا میرے خیال میں آپ تینوں ماں بیٹی نے بہت کام کیا ہے۔ اب آپ آرام کریں مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد میں بھی اپنے کمرے میں سو رہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی صفینا، ضوباہ، اور غریاد حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھیں۔ ارسلان وہیں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر سب باتیں کرتے رہے پھر قیم الدولہ بدران، برسق اور نظام الملک اٹھ کر چلے گئے اخیموت بھی اپنے رہائشی حصے کی طرف چلا گیا تھا جب کہ ارسلان وہاں سے اٹھا اپنی خواب گاہ کی طرف جانا چاہتا تھا کہ اخیموت مڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ارسلان بیٹے تم اپنا گھوڑا تو یہاں لائے نہیں کیا وہاں کوئی اس کی دیکھ بھال کرے گا۔"

ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں لشکر گاہ میں میرے گھوڑے کی بہترین دیکھ بھال ہوگی۔ بہر حال کل میں گھوڑے کو حویلی ہی میں لے آؤں گا" اس کے ساتھ اخیموت آگے بڑھ گیا تھا اور ارسلان آرام کرنے کے لیے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔

===☆☆☆☆===

سمرقند کے حاکم شہاب الدین کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور سے نکلا اپنی غیر موجودگی میں سلطنت کا نظام چلانے کے لیے اس نے نظام الملک طوسی کو نیشا پور چھوڑا۔ اور خود ترمذ کا رخ کیا۔ بڑے بڑے سالار جن میں ارسلان، قیم الدولہ، بدران اور برسق تھے وہ سلطان کے ہمرکاب تھے۔

دوسری جانب سمرقند کے حاکم شہاب الدین نے سمرقند اور اس کے گردونواح پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی بغاوت اور سرکشی میں مزید توسیع کی اور جنوب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے ترمذ شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

شہاب الدین ایک قسمت آزما شخص تھا۔ بغاوت کرتے وقت وہ سلطان کے ساتھ اپنے رشتے تک کو فراموش کر گیا تھا۔ سلطان جب ترمذ کے نزدیک پہنچا تو سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے شہاب الدین اپنے لشکر کو وہاں پہلے ہی استوار کر چکا تھا۔

سلطان نے شہاب الدین کی بغاوت کو فرو کرنے اور اس سے ٹکرانے میں تاخیر نہیں کی۔ اس کے سامنے جاتے ہی اپنے لشکر کی صفوں کو سلطان نے استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ ساتھ ہی سلطان کے کہنے پر لشکر میں جنگ کے طبل بھی بول اٹھے تھے۔

لشکر کے تین برابر حصے کیے گئے۔ ایک حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا اور چند چھوٹے سالاروں کو اپنے نائب کی حیثیت سے سلطان نے اپنے حصے میں شامل کیا۔ ایک حصے کی کمانداری ارسلان کے پاس تھی۔ بدران اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ تیسرے حصے کی کمانداری قیم الدولہ کو سونپی گئی تھی اور برسق اس کی مدد کے لیے اس کے

ساتھ تھا۔

جب صفیں درست ہو چکیں تب سلطان کے کہنے پر پورے لشکر نے ایک ساتھ خداوند قدوس کی کبریائی کی تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد شہاب الدین کو سبق سکھانے کے لیے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے خود حملہ آور ہونے کی ابتدا کی۔

تکبیریں بلند کرنے کے بعد سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ پھر وہ باغی لشکر پر بحر و بر شہر و نگر میں، انتقامی نفرتوں کی آگ کھڑی کرتے قسمتوں کے حروف خواں اور وقت کی تاریخ کے اوراق میں جراتمندی کی خونی چکیاں چلا دینے والے سرکش و بے زنجیر جذبوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی ارسلان اور بدران نے بھی تکبیریں بلند کیں پھر وہ بھی دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے بائیں پہلو پر حیات کی مشعلوں کو بجھاتے بے سروسامانی کے دیار کھڑے کر کے رعشہ طاری کرتے قضا کے کرب دوام بستیوں کو مٹانے اور ساحلوں تک کو بے نشان کر دینے والی موت کی گونجتی چاپ کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ساتھ ہی قیم الدولہ اور برسق بھی حرکت میں آئے اور وہ شہاب الدین کے لشکر کے بائیں پہلو پر خوابوں کو سرابوں، شاداب مناظر کو مجبوری کے ہیولوں اور بقائے جان کے کف دوستی کو زہر بکھیرتے فطرت کے منفی عمل کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شہاب الدین نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ سلطان کے علاوہ دائیں بائیں سے ارسلان۔ قیم الدولہ بدران اور برسق کے حملوں کو روکے لیکن سلطان اور اس کے سالاروں کے حملے ایسے زوردار تھے کہ انہیں روکنا ایسے ہی تھا جیسے طغیانی پر آئے ہوئے ساگر کے سامنے ریت کا بند باندھنے کی کوشش کی جائے۔ سلطان اور اس کے لشکری بڑی تیزی کے ساتھ رزم گاہ کو جہنم کا پرتو بناتے جا رہے تھے۔ شیشہ جان، ساغر روح کو ریزہ ریزہ کرنے کی ابتدا کر چکے تھے۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ایسا لگتا تھا جیسے زمین کی کوکھ خون کے طوفانوں کی زد میں آ گئی ہو۔ یا میدانوں کا زیور ٹوٹی کہانیوں اور بکھرے قصوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا ہو۔

بڑی تیزی کے ساتھ سلطان ملک شاہ سلجوقی ارسلان، قیم الدولہ بدران اور برسق

نے باغی شہاب الدین کے لشکر کی تنظیم کی تزئین اور ضبط و ربط کے سارے بندھن توڑنے شروع کر دیے تھے۔ اور اس کے لشکر کی صفوں میں خون کا نہ ختم ہونے والا کھیل شروع کر دیا تھا۔ شروع شروع میں شہاب الدین اور اس کے لشکری بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونا شروع ہوئے تھے۔ لیکن جس وقت انہوں نے دیکھا کہ ملک شاہ سلجوقی اور اس کے سالاروں کی طرف سے اس پر ایسا دباؤ پڑ رہا ہے جسے روکنا ان کے بس کی بات نہیں رہی تب ان کی حالت خوف کے جلتے دشت میں وحشتوں کی چادر اوڑھے عناصر اور پستے ستم رسیدہ لوگوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر شہاب الدین نے جب دیکھا کہ سلطان اور اس کے سالاروں کے حملوں کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں رہی تو وہ پسپا ہوا اور ترمذ شہر میں محصور ہو گیا تھا۔ سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑی سختی سے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

ترمذ ایک قدیم شہر تھا اور اس کی فصیلیں بڑی پختہ اور مضبوط اور مستحکم تھیں۔ شہاب الدین کا خیال تھا کہ محاصرہ جب طول پکڑے گا تو سلطان ملک شاہ سلجوقی محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر واپس نیشاپور کی طرف چلا جائے گا لیکن سلطان نے بڑی شدت بڑی سختی کے ساتھ محاصرہ کیا۔ نہ کسی کو قلعے سے نکل کر باہر جانے کی اجازت دی نہ باہر سے کوئی شے قلعے کے اندر جانے دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دن بدن ترمذ شہر کے لوگوں میں مایوسی اور شہاب الدین سے متعلق بدگمانیاں پھیلنے لگی تھیں۔

شہاب الدین اور اس کے لشکر نے جب دیکھا کہ آہستہ آہستہ شہر کے مکین بھی اس کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں اور ایک نہ ایک روز وہ لمحہ بھی آ سکتا ہے کہ شہر کے لوگ ان کے خلاف کھلی بغاوت کر سکتے ہیں۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے شہاب الدین اور اس کے لشکریوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں۔ اور سلطان سے اپنے کیے کی معافی مانگیں۔

اس مقصد کے لیے اپنے کچھ سفیر شہاب الدین نے سلطان کی طرف روانہ کیے اور سلطان سے التماس کی کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگنا چاہتا ہے۔

سلطان نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور شہاب الدین کو ملنے اور ملاقات کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

یہ اجازت ملنے کے بعد اپنے چند محافظوں کے ساتھ شہاب الدین شہر سے نکل کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت اسے سلطان کے سامنے لایا گیا سب نے دیکھا وہ زخم خوردہ زبان، قتل گاہوں کے مقروض میدان جیسا چپ فضاؤں کے ماتم میں کٹی شاخوں کے قصوں جیسا ویران اور ریزہ ریزہ ہوتے ریت کے گھروندوں میں ہواؤں کے نوحوں جیسا افسردہ تھا۔ سلطان کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر طنزیہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" تیری عمر کی کل کمائی یہ بغاوت ہے جو تو نے میرے خلاف کر دی تو کیوں خواہشوں کی شہنائی کے تعاقب میں بھاگتا رہا۔ تو نے میری عزت اپنی رسوائی کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ میں نے سمرقند کا والی تمہیں اس لیے بنایا تھا کہ شمال کی طرف سے اگر کوئی دشمن حملہ آور ہو تو تم ان کے سامنے فصیل بن کر رہو۔ لیکن تو نے مسلم تہذیب کا دل پارہ پارہ علم وثقافت کے گہوارہ کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ میں نے تجھے سمرقند میں عفتوں کے آنچلوں کا امین اور مزرعِ خیر وشرع میں محبت کی فصیلیں کھڑی کرنے کے لیے یہاں کا والی مقرر کیا تھا۔ لیکن تو نے سلطنت کے تقدس اور خوابوں کی عصمت تک کا بھی کوئی خیال نہ کیا۔ تو نے زندگی کی حلاوتوں اور رفاقتوں کی امین چہروں کو پامال کر کے رکھ دیا۔"

تو جانتا ہے نیشاپور میں مجھے ارسلان کی سخت ضرورت تھی۔ جہاں کہیں بھی مہم درپیش ہوتی تھی یہ آڑے وقت ہر ٹیڑھے کام کو سیدھا کرنے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے۔ مگر میں نے تیرے کہنے پر تیری فرمائش پر اسے تمہارے پاس نیشاپور سے سمرقند بھیجا اس خواہش کے ساتھ کہ تیرے ماتحت جو لشکر یہاں کام کرتا ہے۔ یہ ان کی بہترین تربیت کرے گا اور شمال کی طرف سے اگر کوئی وحشی گروہ مسلمانوں کے ان علاقوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو تیرے ساتھ مل کر ارسلان مسلمانوں کے شہروں اور بستیوں کا خوب تحفظ کرے گا لیکن تو نے اس کا کیا صلہ دیا۔ تو خود ارسلان کے خون کا پیاسا بن گیا۔ اس کی زندگی اور محنت کا دشمن ہوا۔ اس کے لیے، اروبن کی داستانیں کھڑی کیں۔ کیوں؟

سلطان [illegible] لیے رکا۔ دوبارہ بڑی قہرمانیت میں شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

"شہاب الدین! تو سارے رشتوں کو فراموش کر کے مشیت کے راستوں سے

بھٹک کر سلطنت میں امراض پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا مہیب طاغوتی قوتوں کی زد میں آ کر تو نے نفرتوں کے طوفانوں اور عناد کی آگ بھرے افسوسناک ابواب کھڑے کرنے شروع کر دیے دیکھ میں تجھے کچھ نہیں کہتا تو نے سب سے زیادہ ظلم وجبر ارسلان کے ساتھ کیے ہیں اس کے اہل خانہ کا خاتمہ کیا ہے۔ لہٰذا تیرا معاملہ میں اسی کے سپرد کرتا ہوں جو فیصلہ یہ تمہارے متعلق کرے گا میرے لیے آخری ہوگا۔"

پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

" ارسلان میرے بیٹے۔ شہاب الدین کا معاملہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں کرو اس کا کیا فیصلہ کرتے ہو۔"

ارسلان بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ شہاب الدین کی آنکھوں میں اس لمحہ عاجزی اور دور تک معذرت طلبی کی پرچھائیاں تھیں۔ تھوڑی دیر تک ارسلان اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا پھر سلطان کی طرف مڑتے ہوئے کہنے لگا۔

" سلطان محترم! وقت کی فرہنگ میں نفرتوں کے رنگ بھرنا بڑا آسان ہے لیکن ہوس کی خواہش اور نفس کی ملامتوں سے بھرے دل کی پیاسی زمین میں محبت کی داستان رقم کرنا بڑا مشکل اور محال ہے۔ گو اس شہاب الدین نے ظلمتوں کی چھاؤں تلے میری زیست کے مرکز ومحور کو توڑا میرے اہل خانہ کا خاتمہ کر کے اس نے میری زندگی کو زنگ آلود آئینے اور ڈوبتے سورج کے مناظر سے بھی بدتر بنائے رکھا۔ لیکن اس کے سارے مظالم اس کی ان ساری کدورتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے سلطان محترم میں اسے معاف کرتا ہوں"

ارسلان کے ان الفاظ پر شہاب الدین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ جب کہ سلطان کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں ارسلان کی طرف دیکھتا رہا پھر تنبیہہ بھری آواز میں وہ شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

" شہاب الدین یہ ارسلان کی فراخ دلی ہے کہ تمہارے مظالم تمہاری دشمنی کو فراموش کرتے ہوئے یہ تمہیں معاف کر چکا ہے اور انتہائی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا تمہیں معاف کر دینا تمہارے لیے عبرت خیزی اور درس آمیزی کا باعث بننا چاہیے۔ شہاب الدین تمہارا جرم یقیناً ناقابل معافی تھا۔ میری نگاہوں میں تم گردن زدنی تھے۔ لیکن تمہارے معافی مانگنے کے انداز اور پھر ارسلان کے تمہیں معاف کر دینے کے باعث میں

تمہیں سمرقند کی امارت پر بحال رکھتا ہوں اور ساتھ ہی تمہیں تنبیہہ بھی کرتا ہوں کہ آئندہ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو یاد رکھنا تمہارا انجام بڑا عبرت خیز ہو کے رہ جائے گا۔ یاد رکھو وہ لوگ جو اپنی دھرتی پر اندھیرا پھیلاتے ہیں زندگی کے افق پر دکھ کا آسیب بن جاتے ہیں وہ لوگ اپنی ملت صبح کاذب کے دھندلکوں میں تنہا چمکنے والے ستارے کی روشنی میں رس گھولتے ہیں وہ لوگ جو اپنی قوم کی شادمان گلی کوچوں میں درد کے بستر کھولتے ہیں اور اپنے معصوم لوگوں کے ماحول میں مزاج خاک سے ناآشنا موسموں کی طرح زبان پر جھوٹ کے ذائقوں کے رنگ سجاتے ہیں۔ وہ ایک طرح سے ملت کی شعلہ فشاں آنکھوں کو بے نور کرتے ہیں اخوت کے چاند کو گہناتے ہیں۔ اپنے وطن کی ہواؤں کو سم آلودہ کرتے ہیں اور اپنی دھرتی پر بنجرپن کے سسکتے خواب سجاتے ہیں۔''

شہاب الدین آج جو ہم ستارہ راہبری بن کر جس قسم کی راہنمائی لوگوں کی کریں گے وہی ہماری نئی نسلوں کا ورثہ ہوگا۔ اگر ہم ظلم شب کے بانی بن کر اپنی آنے والی نسلوں کے لیے ظلم و جہالت کے در کھولیں گے تو ہماری آنے والی نسلیں ہمارا نام لے کر ہم پر تھوکیں گی۔ ہم پر لعنت بھیجیں گی اور اگر ہم خیر و آشتی کے طالب بن کر انصاف محبت نیکی اور سچائی کی وراثت اپنے پیچھے چھوڑیں گے تو یاد رکھنا ہماری آنے والی نسلیں اپنی تاریخ کے اوراق میں ہمارے نام سنہری حروف سے فخر یہ انداز میں لکھیں گی۔

شہاب الدین تم نے بغاوت کھڑی کر کے ایک قبیح فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ ارسلان بھی تمہیں معاف کر چکا ہے۔ میں بھی تمہیں معاف کرتے ہوئے سمرقند کی امارت پر بحال کر چکا ہوں مگر یاد رکھنا اس سرائے خانہ دنیا میں قبولیت کی ساعتیں روز روز نہیں ملتیں بے لحاظی سے بھری اس دنیا کے تعلق کے گھنے جنگل میں خوابوں کی اچھی تعبیریں بار بار نصیب نہیں ہوتیں۔ جو موقع تمہیں ملا ہے اس سے فائدہ اٹھانا اور آئندہ کبھی کے کہنے پر یا اپنے ضمیر کے بہکاوے پر بھٹکنے کی کوشش نہ کرنا۔ اب تم جاؤ سمرقند کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کرو۔

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جب کہ سلطان نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے لیے اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کے لیے ترمذ شہر

سے باہر ہی پڑاؤ کر لیا تھا۔

ترمذ شہر کے نواح میں پڑاؤ کے دوران سلطان کی خدمت میں مختلف سمتوں سے اس کے مخبر حاضر ہوئے جنہوں نے سلطان کی سلطنت کے اطراف میں نمودار ہونے والی تبدیلیوں سے سلطان کو آگاہ کیا۔

پہلی خبر دیار بکر سے متعلق تھی جہاں ایک شخص ابن مروان حکمران تھا۔ یہ شخص حلب کے حکمران مسلم بن قریش کا عم زاد تھا۔ اس سے متعلق سلطان کو اطلاع دی گئی کہ یہ حکمران آپ کی رعایا پر ظلم کرنے کے ساتھ ساتھ سلطنت کے خلاف بھی ساز باز کرنے میں مصروف ہے اپنے لوگوں سے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ اس کا سلوک بہتر نہیں اور آمد کے نصرانی حکمران کے ساتھ اس کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ اسی کے ساتھ مل کر وہ اسلامی سلطنت کے خلاف ساز باز کرنے پر تلا ہوا ہے۔

دوسری خبر جو مخبروں نے دی وہ بغداد سے متعلق تھی۔ بغداد میں سلطان کے وزیر اور مشیر اعلیٰ نظام الملک طوسی کا داماد ابومنصور خلیفہ بغداد کا وزیر تھا۔ سلطان کو اس کے مخبروں نے ترمذ شہر کے باہر یہ بھی اطلاع دی کہ خلیفہ بغداد نے ابومنصور کو وزارت سے معزول کر دیا ہے۔ کبھی ابومنصور کا باپ ابونصر محمد بھی خلیفہ بغداد کا وزیر ہوا کرتا تھا۔ لیکن اسے بھی معزول کر دیا گیا تھا۔

یہ خبریں سننے کے بعد سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو طلب کر لیا جب سارے سالار اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے وہ ساری تفصیل انہیں بتا دی تھی جو تھوڑی دیر قبل مخبروں نے اسے دی تھیں۔

سارے حالات اپنے سالاروں کو بتانے کے بعد سلطان نے کوئی فیصلہ کیا پھر وہ ان سب کو مخاطب کر کے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من! لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے پڑاؤ ختم کر کے کوچ کرے گا۔ میں اس حصے کے ساتھ جس نے جنگ میں میری کمانداری میں کام کیا ہے اصفہان کا رخ کروں گا۔ ابھی تھوڑی دیر تک میں کچھ تیز رفتار قاصد بغداد کی طرف روانہ کرتا ہوں اور نظام الملک طوسی کے داماد ابومنصور کی طرف پیغام بھجواتا ہوں کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ اصفہان پہنچ جائے۔ قیم الدولہ بھی میرے ساتھ جائے گا اور جو لشکر اس جنگ میں اس کے

ماتحت کام کرتا رہا ہے وہ بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ گویا لشکر کے دو حصوں کو لے کر میں اور قیم الدولہ اصفہان کا رخ کر جائیں گے۔

ارسلان میرے بیٹے! اس کے بعد ساری ذمہ داری تم پر پڑتی ہے۔ تم برسق اور بدران کے ساتھ لشکر کے دوسرے حصوں کو لے کر نیشاپور کی طرف چلے جانا۔ حالات پر کڑی نگاہ رکھنا۔ وہاں پہلے سے نظام الملک طوسی موجود ہے۔ اور میری غیر موجودگی میں وہ سلطنت کے کام کو احسن طریقے سے چلاتا رہے گا۔ اس سلسلے میں اسے اگر تمہاری طرف سے مدد کی ضرورت ہو تو فی الفور اس کی مدد کرنا۔''

اس فیصلے کے بعد سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان اور قیم الدولہ دونوں اپنے حصوں کے لشکر کو لے کر اصفہان کا رخ کر رہے تھے۔ جب کہ ارسلان لشکر کے باقی دو حصوں کو لے کر برسق اور بدران کے ساتھ نیشاپور کا رخ کر رہا تھا۔

====☆☆☆☆====

ارسلان اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اپنی حویلی میں داخل ہوا حویلی کا صدر دروازہ ان محافظوں میں سے ایک نے کھولا تھا جو سلطان کی طرف سے اخیموت اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت پر مامور تھے۔

گھوڑے کی باگ تھامے ارسلان اصطبل کی طرف گیا۔ اور اس اصطبل میں داخل ہوتے ہی وہ دنگ رہ گیا اس لیے کہ اصطبل میں جو اخیموت کے دو گھوڑے پہلے سے بندھے ہوئے تھے حسین و پر جمال ضوباہ ان کے آگے چارہ ڈال رہی تھی۔ اس نے جب اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ارسلان کو اصطبل میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ چونکی، کام چھوڑ کر ارسلان کی طرف مڑی۔ انتہائی مٹھاس اور شیرینی بھری آواز میں اس نے ارسلان کو سلام کیا۔ ارسلان آگے بڑھ کر اپنے گھوڑے کو کھونٹے سے باندھنا چاہتا تھا کہ ضوباہ نے پھر ارسلان کو مخاطب کیا۔

'' امیر ارسلان اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ اپنے گھوڑے کی باگ مجھے دے دیں میں اسے باندھتی ہوں اس کے چارے پانی کا اہتمام کرتی ہوں۔ زین کے ساتھ جو آپ کی خرجین لٹک رہی ہے اسے لے کر آپ اپنے کمرے کی طرف چلے جائیں میں اس کی زین بھی اتار دیتی ہوں۔''

جب تک ضوباہ بولتی رہی ارسلان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تو کسی قدر مسکراتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

'' تم جیسی نازک لڑکی یہ سارے کام کرے گی؟''

جواب میں ضوباہ کے لبوں پر توبہ شکن مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کھلکھلاتی سی آواز میں وہ کہنے لگی۔

'' امیر ارسلان میں اتنی نازک نہیں ہوں جتنی آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں ایک عمدہ گھڑ سوار ہوں۔تلوار اور تیغ زنی کے فن میں یکتا نہ سہی لیکن ماہر ضرور ہوں امیر یوں جانیں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنا میرے سب سے پسندیدہ مشاغل میں سے ہے اور مجھے امید ہے کہ میری اس پیشکش کو آپ ٹھکرائیں گے نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی ضوباہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر جب ارسلان سے اس کے گھوڑے کی باگ لینا چاہی تو ارسلان نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ چپ چاپ گھوڑے کی باگ اسے تھما دی تھی۔ضوباہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی دوبارہ کھلکھلاتی آواز میں کہنے لگی۔

'' امیر آپ کا شکریہ''

ضوباہ نے گھوڑے کی باگ لے لی پہلے اس نے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی ارسلان ابھی تک وہیں کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کہنے لگا۔

'' تم اس کا دہانہ اتارو اس کو کھونٹے سے باندھو اس کے دانے پانی کا اہتمام کرو میں اتنی دیر تک زین اتارتا ہوں۔''

'' ضوباہ لپک کر زین کی طرف آئی۔زین کا تنگ اس نے پکڑ لیا اور کہنے لگی۔''

'' نہیں امیر اس کی زین بھی میں ہی اتاروں گی۔ میں نے کہا نا زین کے ساتھ۔ لٹکتی ہوئی خرجین آپ اتار لیجئے یہ دونوں گھوڑے جو ہمارے ہیں اور اس وقت اصطبل میں بندھے ہوئے ہیں۔ ہم گھر کے جو چار افراد ہیں یہ دونوں گھوڑے سب سے زیادہ مجھ سے مانوس ہیں اس لیے کہ میں ہی ان کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ جس طرح وہ دونوں گھوڑے مجھ سے مانوس ہیں۔ اس طرح اس حویلی میں رہتے ہوئے آپ کا گھوڑا بھی مجھ سے مانوس رہے۔ یاد رکھیے گا گھر میں جب کوئی خطرہ ہوتا ہے تو اپنی مخصوص آوازیں نکالتے ہوئے گھوڑے اپنے مالکوں کو مطلع کرنے کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی حرکت کرتے ہیں۔ اسی بناء پر میں ان کی خوب دیکھ بھال کرتی ہوں تا کہ یہ مجھ سے مانوس رہیں۔ اور اگر گھر میں کوئی خطرہ ہو تو کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور دیں۔''

ارسلان مسکرا دیا کہنے لگا۔

'' تمہاری گفتگو تمہارے انداز سے لگتا ہے کہ تم ایک انتہائی عقلمند اور زیرک لڑکی ہو۔''

ضوباہ کھلکھلا کے ہنس دی کہنے لگی۔

'' امیر یہ تو آپ کہہ رہے ہیں ورنہ میرے گھر کے سارے افراد تو مجھے احمق اور بے وقوف ہی خیال کرتے ہیں۔ لوگ اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ میں بہت خوبصورت اور حسین ہوں لیکن میرے گھر والے تو میرے اس حسن اور خوبصورتی کو بھی اپنے لیے وبال جان خیال کرتے ہیں اور ایسا کہنے میں وہ حق بجانب بھی ہیں۔ اس لیے کہ میری ذات ہی ان کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کا باعث بنی۔ لیکن ان ٹھوکروں کا ہمیں ایک فائدہ بھی ہوا کہ یہاں نیشاپور میں آ کے اسلام قبول کر لیا اور میں سمجھتی ہوں کہ یہاں ہم اب محفوظ و مامون ہیں۔''

ضوباہ خاموش ہو گئی اور بڑے غور سے ارسلان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ارسلان جب چپ چاپ اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرجین اتار رہا تھا تو ضوباہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

'' آپ نے میرے اس انکشاف پر کسی تجسس کا اظہار نہیں کیا کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔''

ارسلان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا۔

'' ضوباہ میں نے غلط نہیں کہا تھا کہ تم ایک انتہائی زیرک اور عقلمند لڑکی ہو میں جانتا تھا تم مجھ سے ایسا ہی سوال کرو گی لیکن شہر میں داخل ہونے کے بعد محترم نظام الملک طوسی مجھے آپ لوگوں کے متعلق بتا چکے ہیں کہ آپ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ بہرحال میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔''

اچانک ارسلان کو اپنی پشت کی جانب سے آواز سنائی دی۔

'' بیٹے آپ بھی اس مبارکباد کے حقدار ہیں۔''

چونکتے ہوئے ارسلان نے جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو پیچھے اخیموت اس کی بیوی صفینا اور دوسری بیٹی غریاد کھڑے ہوئے تھے۔ غریاد نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

'' بھائی آپ کس وقت آئے۔''

" ابھی ابھی آیا ہوں میری بہن اور میرے آنے پر ضوباہ اصطبل میں دونوں گھوڑوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ میرے گھوڑے کی بھی باگ اس نے لے لی کہنے لگی مجھے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے کا بہت شوق ہے۔ اور اس نے یہ بھی پیشکش کی کہ یہ میرے گھوڑے کو اپنے ساتھ مانوس کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا میں نے باگ اسے تھما دی۔"

غریاد مسکرادی کہنے لگی۔

" بھائی اسے یہ کام کرنے کا شوق نہیں بلکہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جنون ہے۔ بہر حال یہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ اور اپنے آپ کو فارغ نہیں رہنے دیتی۔ کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی ہے۔"

ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ارسلان نے ضوباہ پر ڈالی جو گھوڑے کو باندھ کر فارغ ہو چکی تھی اور گھوڑے کے منہ سے اس نے دہانہ بھی اتار دیا تھا۔ پھر غریاد کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

" جہاں تک میں نے ضوباہ کا جائزہ لیا ہے۔ یہ ایک انتہائی عقلمند اور زیرک لڑکی ہے۔ اس کے علاوہ........."

غریاد نے ایک قہقہہ لگایا کہنے لگی۔

" بھائی اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہم تو اسے احمق اور بے وقوف ہی خیال کرتے ہیں۔"

احتجاجی سے انداز میں ارسلان نے غریاد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

" نہیں کسی کی شخصیت کو یوں پامال نہیں کیا جانا چاہیے۔ اور ضوباہ سے متعلق میرا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

ضوباہ نے اتنی دیر تک گھوڑے کے سامنے پانی رکھ دیا تھا۔ گھوڑا جب پانی پی کر فارغ ہوا تو اس کے آگے چارہ بھی ڈال دیا تھا۔ اس بار ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے اخیموت کہنے لگا۔

" بیٹے! گھوڑے کی دیکھ بھال تو ہو چکی میرے خیال میں اب اندر چل کر بیٹھتے ہیں میں نے بھی ایک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنی ہے۔"

پھر حویلی کے اندرونی حصے کی طرف سب ہو لیے۔ ضوباہ بھی ان کے ساتھ تھی۔

سب ان دو کمروں میں سے ایک میں بیٹھ گئے جو ارسلان کے تصرف میں تھے۔ اور جن میں سے ایک نشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جب سب وہاں بیٹھ گئے تو اخیموت نے ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

" ارسلان میرے بیٹے جن حالات میں تم سمرقند سے نیشاپور کی طرف بھاگے وہ انتہائی کسمپرسی کی حالات تھے میں پہلے کھل کر اس موضوع پر تم سے گفتگو نہیں کر سکا اس لیے کہ تم صرف ڈیڑھ دن ہی حویلی میں رہے اس کے بعد سمرقند کی طرف کوچ کر گئے۔ تمہاری غیر موجودگی میں باغ کی آمدنی کا کچھ میں نے حساب کیا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس میں جو رقم بنتی ہے اس کے دو حصے آپ لے لیں ایک ہمیں دے دیں۔ ہم اس سے گزر بسر کر لیں گے۔"

لمحہ بھر کے لیے ارسلان نے بڑی تیز نگاہوں سے اخیموت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

" محترم اخیموت آپ میری ذات کا غلط اندازہ لگا رہے ہیں اگر میرے ماں باپ، بہن بھائی میرے ساتھ ہوتے تو میں باغ کی آمدنی میں سے زیادہ سے زیادہ آدھا حصہ آپ سے قبول کر لیتا۔ اب جب کہ میرا کوئی آگے پیچھے نہیں اکیلی جان ہے۔ تو مجھے آپ کی طرف سے کسی رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ نیشاپور میں داخل ہونے کے بعد سلطان کی طرف سے مجھے اچھی خاصی رقم مل گئی تھی اور پھر آئندہ جو جنگیں ہوں گی۔ ان میں بھی مجھے خاصی رقوم ملتی رہیں گی۔ لہٰذا باغ کی آمدنی میں سے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ بلکہ آئندہ جنگوں میں جو کچھ میرے حصے آیا اس میں آپ بھی حصہ دار ہوں گے۔ میں باغ کی ساری آمدنی آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ بالکل بے فکر رہیں کوئی آپ سے باز پرس نہیں کر سکتا۔"

اخیموت نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

" امیر ارسلان!........."

ارسلان نے فوراً اس کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

" یہ آپ بار بار مجھے امیر ارسلان کیوں کہتے ہیں۔ صرف میرا نام ارسلان پکاریں ساتھ ہی مجھے بیٹا بھی پکارتے ہیں اور بیٹے کے ساتھ جو آپ لفظ امیر استعمال کرتے ہیں یہ

بڑا غیر معقول سا لگتا ہے۔"

ارسلان کے ان الفاظ پر سب کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔ اخیموت نے پھر کہنا شروع کیا۔

" بیٹے! بات کچھ یوں ہے کہ اگر ہم باغ کی آمدنی سے تمہیں کچھ نہ دیں تو یہ ایک طرح کی زیادتی اور ناانصافی ہے.........."

اخیموت کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ ارسلان بول پڑا۔

" محترم اخیموت آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ زیادتی تب ہو جب آپ میری حق تلفی کر رہے ہوں میں اپنا حق مانگوں آپ نہ دیتے ہوں۔ جتنا میرا حق بنتا ہو اس سے کم مجھے دیا جا رہا ہو جب میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ میں بخوشی باغ کی ساری آمدنی آپ کے سپرد کرتا ہوں پھر کیسی حق تلفی کیسی زیادتی کیسی ناانصافی؟"

اخیموت خاموش سا ہو رہا کچھ کہہ نہ سکا اس موقع پر اس کی بڑی بیٹی غریاد بول پڑی۔

" بھائی جو فیصلہ آپ کر رہے ہیں یہ آپ کی بڑی فراخدلی ہے۔ ورنہ اس غریب الوطنی میں کوئی کسی سے ایسا سلوک نہیں کرتا۔ ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ یہاں آنے کے بعد نہ صرف یہ کہ ہم اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے بلکہ سلطان نے کمال فراخدلی اور رحمدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں رہنے کے لیے آپ کی حویلی اور آپ کا باغ ٹھیکے پر دیا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے ہمارے لیے بڑی رحمدلی کا مظاہرہ کیا باغ ہمارے حوالے کر دیا۔ اس حویلی میں رہنے کو اپنے سے زیادہ جگہ دی۔ بھائی آپ کی غیر موجودگی میں ہم نے ایک فیصلہ کیا تھا........"

غریاد رک گئی اس لیے کہ بیچ میں ارسلان بول پڑا۔

" کیسا فیصلہ، مجھے حویلی سے نکالنے کا۔"

ایک بار پھر سب نے قہقہہ لگایا۔ غریاد پھر بولی۔

" نہیں بھائی ایسے کیونکر اور کیسے ہو سکتا ہے۔ دراصل ہم سب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے لیے دو کمرے تھوڑے ہیں۔ حویلی میں ایسے بہت سے کمرے ہیں جو پوری طرح ہمارے تصرف میں نہیں ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ ساتھ والے دو کمرے بھی آپ

کے تصرف میں دے دیے جائیں۔"

ارسلان نے غور سے غریاد کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

" غریاد میری بہن! ابھی مجھے ان دو کے علاوہ مزید کمروں کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ہوگی میں خود ہی آپ لوگوں سے کہہ دوں گا۔ ابھی تو میرے خیال میں یہ دو کمرے بھی میری ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں۔"

غریاد مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی ماں صفینا بول پڑی۔

" غریاد! بھائی کو باتوں ہی میں مشغول رکھو گی یا کھانے کا بھی کچھ اہتمام ہوگا۔"

غریاد نے پھر ارسلان کو مخاطب کیا۔

" بھائی کھانا تو ہم نے تیار کر کے رکھا ہوا ہے۔ ہم کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے کہ ترمذ کی طرف سے آنے والا لشکر جو آپ کی کمانداری میں تھا وہ تو دوپہر سے پہلے کا شہر میں داخل ہو چکا ہے۔ اور آپ اس وقت سورج غروب ہونے کے بعد حویلی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

"میری بہن میں ذرا مستقر میں رک گیا تھا۔ وہاں لشکر کے کچھ معاملات تھے جو اپنے سالاروں کے ساتھ مجھے نمٹانے تھے۔" ارسلان نے بڑی شفقت سے غریاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

" غریاد میں اس موقع پر آپ لوگوں سے مزید ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ معاملہ کچھ یوں ہے کہ میرے کھانے کا اہتمام کرتے ہوئے آپ کو ضرور زحمت ہوتی ہوگی اور میں آپ کو اس زحمت میں نہیں ڈالنا چاہتا.........."

غریاد نے ارسلان کو بات مکمل نہ کرنے دی فوراً بول پڑی۔

" بھائی کسی زحمت وحمت کا ذکر مت کیجئے گا اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنے کھانے کا اہتمام علیحدہ کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا اگر آپ ایسا کرنا چاہیں گے بھی تو پھر ہم اس حویلی میں نہیں رہیں گے۔ آپ کے باغ میں دو کچے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ہم وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ ہمارے یہاں رہتے ہوئے اگر آپ خود اپنے کھانے کا اہتمام کریں تو یہ کم از کم ہمارے لیے انتہا درجہ کا باعث شرم اور قابل عار ہے۔ اور اسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ بھائی میری آپ سے التجا ہے کہ آئندہ کبھی اس موضوع

پر گفتگو نہ کیجئے گا۔''

ارسلان ہنس دیا کہنے لگا۔

'' اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھیں کھانا کھائیں مجھے بھی بھوک لگی ہے۔''

غریاد اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

'' آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ساتھ والے کمرے میں کھانے کے برتن لگاتی ہوں۔'' پھر اس نے ضوباہ کو اشارہ کیا۔ ضوباہ اپنی جگہ سے اٹھی چپ چاپ غریاد کے ساتھ ہولی۔ دونوں بہنیں اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد دونوں بہنوں نے کھانا لگنے کی اطلاع دی پھر سب اٹھے اور ساتھ والے کمرے میں جا کر اکٹھے بیٹھ کر پرسکون ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

☆☆☆

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ارسلان اپنا جنگی لباس پہن کر مستقر کی طرف جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ان مسلح جوانوں میں سے ایک اس کے کمرے میں داخل ہوا جو سلطان نے اخیموت اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کے لیے ارسلان کی حویلی کے گرد مقرر کئے ہوئے تھے۔

اسے دیکھتے ہی ارسلان کی پیشانی پر پریشانی کی لکیریں اور چہرے پر فکرمندی کی پرچھائیاں نمودار ہوئیں۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' خیریت تو ہے۔ تمہارا اس وقت میرے کمرے میں یوں آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔''

وہ مسلح جوان مزید قریب ہوا اور ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' امیر آپ کا کہنا درست ہے۔ رات کو حویلی کے باہر ایک حادثہ پیش آ گیا تھا لیکن اس وقت ہم آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتے تھے آپ کو نہیں جگایا اب جب کہ آپ اٹھ چکے ہیں تو میں آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دینے آیا ہوں۔''

انتہائی فکرمندی کے انداز میں ارسلان نے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

'' کیسا حادثہ؟''

مسلح جوان ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

'' امیر محترم! لگ بھگ آدھی رات کے وقت ایک مسلح جوان حویلی سے باہر نمودار ہوا۔ دبے پاؤں چھپتے ہوئے اس نے حویلی کا ایک چکر لگایا۔ ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں سے دیوار پھلانگ کر وہ اندر آ سکے۔ ہم نے اس پر نگاہ رکھی۔ اسے نہ تنبیہ کی نہ للکارا اسے موقع دیا کہ حویلی کے اندر آئے۔ دراصل ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ ہے کون۔ پھر ایک جگہ اس نے اپنے لیے منتخب کی اور بڑی جدوجہد کے بعد وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ کوئی ایسا شخص لگتا تھا جو دیواریں پھلانگنے کا ماہر ہو۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا ہم نے اسے گرفتار کر لیا۔''

امیر ہم نے اس سے پوچھا نہیں ہے۔ کہ وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے کیوں حویلی کے اندر پھلانگا ہے ہم نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک جگہ ڈال دیا تھا۔ ویسے میرا اور میرے اپنے ساتھیوں کا اندازہ ہے کہ وہ امر موسیٰ کا آدمی ہے۔ یا تو وہ اپنے کچھ دیگر ساتھیوں کے ساتھ محترم اخیموت کی چھوٹی بیٹی ضوباہ کو اٹھانے کے لیے آیا ہے یا یہ دیکھنے کے لیے آیا ہے کہ حویلی کا استحکام کیا ہے اور اخیموت کی بیٹی ضوباہ کو کیسے اور کس وقت اس حویلی سے نکال کر اور اٹھا کر لے جایا جا سکتا ہے۔

غصے میں ارسلان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پھر اس مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

'' جس شخص کو تم نے پکڑا ہے اسے یہیں میرے کمرے میں لے آؤ۔''

وہ مسلح شخص باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ لوٹا دونوں ایک شخص کا بازو پکڑے ہوئے تھے جو بڑا توانا مضبوط اور جفاکش لگتا تھا۔ دونوں نے اسے ارسلان کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ارسلان کے سامنے آ کر اس کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔

ارسلان نے تھوڑی دیر تک انتہائی غصے سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

'' بیٹھ جاؤ۔''

وہ شخص فرش پر بیٹھ گیا۔

ارسلان اس کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' دیکھو جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں اس میں دروغ گوئی سے کام نہ لینا جھوٹ مت

بولنا اگر ایسا کرو گے تو یاد رکھو میں تمہیں ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔ تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا یہ بتاؤ تم کون ہو۔ کیوں میری حویلی میں داخل ہوئے ہو۔ اگر میں اندازہ لگانے میں غلطی پر نہیں تو تم امر موسیٰ کے آدمی ہو اور تم محترم اخیموت کی بیٹی ضوباہ کو یہاں سے نکال لے جانے کے سلسلے میں آئے ہو اور اسی نیت سے دیوار پھلانگ کر حویلی میں داخل ہوئے ہو۔“

اس شخص نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

” امیر ارسلان جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ آدھا سچ، آدھا جھوٹ ہے۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ ہم لوگ آپ کو اچھی طرح جانتے ہیں یہ حویلی بھی آپ کی ہے جس میں اخیموت اور اس کے اہل خانہ نے قیام کر رکھا ہے۔ امیر ارسلان جو کچھ آپ نے کہا اس میں سچ یہ ہے کہ میں واقعی امر موسیٰ کا آدمی ہوں اس کا نمائندہ ہوں۔ یہ بھی سچ ہے کہ امر موسیٰ مسلمانوں کے خلاف کام کر رہا ہے اور اس نے اپنے فدائی اور نمائندے مختلف سمتوں میں مسلمانوں کی خبریں حاصل کرنے کے لیے اور ان کے سرکردہ لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے پھیلائے ہوئے ہیں۔ اور یہ خبریں وہ انطاکیہ الروہا اور آمد کے نصرانی حکمرانوں کو مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مسلمان حکمران بھی اندر ہی اندر امر موسیٰ سے تعاون کر رہے ہیں۔“

آپ نے جو کچھ کہا ہے اس میں غلط یہ ہے کہ میں آپ کی اس حویلی میں اخیموت کی بیٹی کے سلسلے میں آیا۔ اخیموت نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ جو یہاں سلطان سے کہہ کر آپ کی حویلی میں پناہ لیے ہوئے ہے تو یہ ایک دھوکا اور فریب ہے۔ یہ چاروں دراصل امر موسیٰ کے خاص آدمی ہیں۔ امر موسیٰ نے ان چاروں کو نیشاپور اس لیے بھیجا تھا کہ یہ یہاں رہیں مسلمانوں کی خبریں حاصل کریں پھر امر موسیٰ کے نمائندے ان سے رابطہ کرتے ہوئے ان سے خبریں حاصل کر کے امر موسیٰ تک پہنچاتے رہیں۔ امیر ارسلان اخیموت نے آپ اور سلطان کو یہی بتایا تھا کہ امر موسیٰ کے علاوہ انطاکیہ کے حکمران فردوروس کی نگاہ اس کی حسین و پر جمال بیٹی ضوباہ پر تھی یہ سب کچھ فریب ہے۔ اصل میں اخیموت امر موسیٰ کا ایک فدائی ہے۔ یہاں آ کر بظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ باطن میں ابھی تک یہودی ہے۔ اور یہ چاروں امر موسیٰ کے خاص آدمی ہیں اور اسی کے لیے کام کرنے کے

لیے انہوں نے یہاں آ کر پناہ لی۔“

وہ شخص جب خاموش ہوا تو اسے مخاطب کر کے ارسلان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ارسلان نے باہر پہلے برتن گر کر ٹوٹنے اور اس کے بعد زوردار انداز میں کسی کے گرنے کی آواز سنی۔

چونک کر ارسلان اپنی جگہ پر اٹھا بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکلا۔ اس نے دیکھا دروازے کے قریب ہی برتن ٹوٹے پڑے تھے اور ان برتنوں میں کھانے کی اشیاء بھی تھیں جب کہ گرتی پڑتی ضوباہ حویلی کے اس حصے کی طرف بھاگ رہی تھی جہاں ان کی رہائش تھی۔

ارسلان تھوڑی دیر تک بڑے دل شکن سے انداز میں ضوباہ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی گردن جھک گئی دوبارہ وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس شخص کے سامنے بیٹھ گیا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

” سن شیطان کے گماشتے تو نے کہا تھا کہ میری گفتگو میں کچھ سچ ہے اور کچھ جھوٹ اور جھوٹ کی تم نے تفصیل بھی بتا دی ہے۔ اب میں بھی کہتا ہوں کہ تمہاری گفتگو میں کچھ سچ ہے کچھ جھوٹ۔ سچ یہ ہے کہ تم امر موسیٰ کے آدمی ہو اس میں کچھ شک نہیں اور جھوٹ یہ ہے کہ تم نے جو اخیموت اور اس کے اہل خانہ پر الزام لگایا ہے کہ وہ یہاں رہتے ہوئے امر موسیٰ کے لیے کام کر رہے ہیں تو یہ بالکل جھوٹ، بکواس اور بے بنیاد ہے۔ اگر یہ امر موسیٰ کو یہاں کی خبریں پہنچا بھی دیں گے تو یہاں کی خبریں امر موسیٰ کے لیے کیسے سودمند ثابت ہو سکتی ہیں۔ دیکھو میں بڑا برا آدمی ہوں زیادہ دیر تک جھوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا سچ اگل دو“

اس شخص نے غصیلے انداز میں ارسلان کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

” سچ یہی ہے جو میں نے کہہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں۔ چاہے آپ میری چمڑے الٹی اتار دیں تب بھی جو باتیں میں نے کہی ہیں میں یہی کہوں گا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں۔“

گھورنے کے انداز میں ارسلان نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

” تیری میں الٹی چمڑی تو نہیں اتاروں گا اس کے بغیر ہی میں اپنا کام نکال لوں گا۔

اور تو یہ بھی جھوٹ بکتا ہے کہ تیرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں تیرے پاس بہت کچھ ہے جو تو چھپا رہا ہے اور جو تو اگلنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

اس شخص نے ضد اور ہٹ دھرمی میں ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

'' یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ میں نے کہا جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا کہہ چکا اب آپ مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔ لیکن مجھ سے مزید کچھ اگلوا نہیں سکتے۔''

طنزیہ سے انداز میں ارسلان نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

'' تم تو کیا امر موسیٰ بھی یہاں ہوتا تو وہ بھاں بھاں کرتا ہوا سب کچھ کہنے پر مجبور ہو جاتا'' پھر ایک نگاہ ارسلان نے اپنے سامنے کھڑے مسلح جوانوں پر ڈالی پھر ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' اپنے خنجر نکالو پہلے اس شخص کی دونوں رانوں پر خنجر سے گہرے زخم لگاؤ۔ اس کے بعد نمک اور مرچ لے کر آؤ اس کے زخموں میں نمک اور مرچ بھر دو۔ اس کے بعد اسے اٹھا کر حویلی کے صحن میں ڈال دو۔ پھر جاؤ اور لشکر گاہ میں جن لوگوں نے کتے رکھے ہوئے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ خونخوار کتا ہے اسے لے کر آؤ۔ اور اس کتے کو اس پر چھوڑ دو جونہی وہ خون بہتے اس کے زخموں کو دیکھے گا اس پر جھپٹے گا پھر جو اس کا حشر کرے گا وہ اس ابلیس کے لیے بڑا عبرت خیز ہوگا اس کے ہاتھ پاؤں بندھے رہنے دو۔ بس خنجر نکالو۔ اس کی دونوں رانوں پر باہر کی جانب گہرے زخم لگاؤ۔''

وہ نوجوان حرکت میں آنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ اس کمرے میں اخیموت اس کی بیوی صفینا، غریاد اور ضوباہ داخل ہوئی تھیں۔ ضوباہ بری طرح رو رہی تھی پھر اخیموت نے ارسلان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

'' امیر ارسلان یہ شخص جو ہم پر الزام لگا رہا ہے یہ کم از کم ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔ خدا کے لیے ہمیں کہیں اور بھیج دیں امر موسیٰ خواہ ہمیں تباہ و برباد کر دے ہمارے حلقوم کاٹ دے لیکن ہم اس الزام کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں جو یہ شخص ہم پر لگا رہا ہے کہ ہم امر موسیٰ کے آدمی ہیں اور اس کے کہنے پر ہم نے پناہ لی ہے اور یہ کہ اس کے آدمی کو ہم خبریں مہیا کریں گے۔''

ارسلان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

'' محترم اخیموت آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ضوباہ کو میں نے برتن گرا کر بھاگتے دیکھ لیا تھا۔ دراصل اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ میں جانتا ہوں یہ دراصل میرے لیے صبح کا کھانا لے کر آ رہی تھی۔ پھر اس کے ساتھ میری گفتگو پر یہ چونک کر دروازے پر کھڑی ہوگئی ہوگی اور جو کچھ اس شخص نے کہا ہے اسے سنتے ہی وہ چکرا گئی ہوگی اور برتن گرانے کے ساتھ ساتھ یہ خود بھی باہر گری پھر اٹھ کر بھاگی۔

محترم اخیموت ضوباہ کا یہ فعل فطری ردعمل ہے۔ آپ ایسا کریں یہاں دائیں جانب میرے پاس نشستوں پر بیٹھ جائیں۔ پھر دیکھیں آپ سب کی موجودگی میں یہ مانے گا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ پر الزام لگایا ہے اور یہ کہ امر موسیٰ کا آدمی ہے۔ اور ضوباہ پر نگاہ رکھنے یا یہ جاننے کے لیے ادھر آیا ہے کہ ضوباہ کو کیسے اور کس طرح یہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔''

ارسلان کی اس گفتگو سے اخیموت، صفینا، غریاد اور ضوباہ چاروں مطمئن ہو گئے تھے ضوباہ نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں۔ اب اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اور بڑی شکر گزاری کے انداز میں امیر ارسلان کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

ارسلان نے پھر اپنے مسلح جوان کو مخاطب کیا۔

'' اب تم اپنے کام کی ابتدا کرو''

اس مسلح جوان نے اپنا خنجر نکالا وہ ایک چمکتا ہوا بھاری اور چوڑے پھل کا خنجر تھا۔ امر موسیٰ کے آدمی کے پاس وہ بیٹھ گیا جب اس نے اپنے خنجر سے ران پر اس کا لباس پھاڑا تب وہ چیخ اٹھا اور ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'' امیر ارسلان آپ مجھ پر ایسا جبر نہ کریں میں سب کچھ سچ سچ آپ کو بتا دیتا ہوں۔''

ارسلان نے اپنے مسلح جوان کو پھر حکم دیا۔

'' اس کی دوسری ران پر بھی چرکا لگاؤ۔ اور پھر دونوں رانوں پر گہرے گھاؤ لگا دو میں دیکھتا ہوں یہ کیسے سچ نہیں اگلتا۔''

امر موسیٰ کا وہ آدمی اپنے جسم کو گھسیٹتا ہوا ارسلان کے قریب آیا اپنا سر اس نے

ارسلان کے پاؤں پر رکھ دیا پھر کہنے لگا۔

'' مجھ پر ایسا جبر اور ظلم نہ کریں میں سب کچھ سچ بتا تا ہوں۔''

ارسلان نے اس کے شانے پر پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر لگائی وہ تھوڑا سا پیچھے گر گیا تھا۔ دھاڑتی ہوئی آواز میں ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

'' جلدی بتاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے یہاں کہاں اور کس سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ جہاں سے نکل کر رات کو تم ادھر آئے۔''

اس شخص نے ارسلان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

'' شہر کے مغرب میں جو سرائے ہے وہاں میں نے قیام کر رکھا ہے اور وہیں سے نکل کر میں ادھر آیا۔''

ارسلان نے اس بار دوسرے مسلح جوان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' بھاگ کر جاؤ بدران کو میرا پیغام دو کہ مسلح جوان اپنے ساتھ لے کر جائے اور شہر کے مغرب میں جو سرائے ہے اس کا مکمل طور پر محاصرہ کرے۔ نہ کسی کو سرائے سے نکلنے دے نہ کسی کو سرائے کے اندر جانے دے۔''

ارسلان کا یہ حکم سنتے ہی وہ مسلح جوان بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ ارسلان نے پھر قیدی کو مخاطب کیا۔

'' آپ بولو کیا کہتے ہو۔''

'' امیر ارسلان آپ کا اندازہ درست ہے میں امر موسیٰ کا آدمی ہوں اسی نے مجھے بھیجا تھا۔ دراصل وہ ہر صورت ضوباہ کو حاصل کرنے کا تہیہ کیئے ہوئے تھا۔ میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ اخیموت نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ کہاں قیام کر رکھا ہے۔ اور اس کی قیام گاہ سے اس کی بیٹی ضوباہ کو کیسے اٹھایا جا سکتا ہے۔ بے پناہ غصے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔''

'' اور تو نے یہ الزام تراشی کیوں کی کہ یہ چاروں امر موسیٰ کے آدمی ہیں۔ امر موسیٰ نے انہیں یہاں پناہ لینے کے لیے اس لیے بھیجا ہے کہ اس کے نمائندے ان سے خبریں لے کر امر موسیٰ تک پہنچائیں۔''

اس نے ارسلان کی طرف دیکھے بغیر بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

'' اپنا آپ بچانے کے لیے اس کے سوا میرے پاس کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔''

ارسلان نے کچھ سوچا پھر امر موسیٰ کے آدمی کے قریب آ کر اپنے مسلح جوان کو مخاطب کیا کہنے لگا۔

'' تم یہاں اس کے پاس ہی کھڑے رہو چوکس رہنا، یہ لوگ بڑے فریب کار ہوتے ہیں۔ میں ذرا اپنے گھوڑے پر زین ڈال کر اسے تیار کرلوں اسے لے کر میں اس سرائے کی طرف جاؤں گا جہاں اس نے رات بسر کی میرا دل کہتا ہے کہ وہاں اس کے کچھ اور ساتھی بھی ہوں گے۔ میں ابھی واپس آتا ہوں اس کے بعد اس کی دونوں رانوں پر زخم لگا کر اس پر خونخوار کتا چھوڑنے کا عمل شروع کرتا ہوں۔''

یہ جملہ شاید ارسلان نے اس لیے دہرا دیا تھا کہ شاید وہ اس سے مزید سچائی اگلوانا چاہتا تھا اور اس کا خاطر خواہ ردعمل ہوا وہ فوراً بول اٹھا۔

'' امیر ارسلان میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔ میں آپ کو یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ میرے چار اور ساتھی ہیں جنہوں نے اسی سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ اب میں آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔''

ارسلان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

'' بس میں تم سے یہی اگلوانا چاہتا تھا۔ فکر نہ کرو یہاں تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جائے گا جو پہلے میں نے تجویز کیا تھا۔ اب میں تمہیں شہر کی غربی سرائے کی طرف لے کر جاؤں گا تمہارے ساتھ تمہارے ان چاروں ساتھیوں سے بھی نمٹوں گا۔''

اپنی جگہ سے اٹھ کر ارسلان جب باہر نکلنے لگا تو اخیموت کھڑا ہو گیا۔

'' ارسلان بیٹے! اس شخص کے ساتھ سرائے کی طرف جانے سے پہلے کھانا کھالو۔ ضوباہ آپ کے لیے کھانا ہی لے کر آ رہی تھی کہ جو کچھ اس شخص نے کہا اسے سن کر چکرا کر گری برتن بھی ٹوٹ گئیے پھر غریاد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔''

'' بھائی آپ ساتھ والے کمرے کی طرف جائیں۔ میں آپ کا کھانا وہیں لے کر آتی ہوں۔''

ضوباہ بھی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے تشکر آمیز لہجے میں ارسلان کو مخاطب کر

کے کہنے لگی۔

" امیر ارسلان ہم سب آپ کے انتہا درجہ کے شکر گزار ہیں کہ جو الزام اس شخص نے ہم پر لگایا اس سے آپ نے ہماری بڑے خوب انداز میں برات کرائی۔ غریاد بہن آپ کے لیے کھانا لاتی ہے آپ دوسرے کمرے میں جا کر کھانا کھائیں۔ اتنی دیر تک میں آپ کے گھوڑے کو تیار کرتی ہوں۔"

باری باری ارسلان نے شکر گزاری کے انداز میں غریاد اور ضوباہ کی طرف دیکھا۔ دونوں بہنیں باہر نکل گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد غریاد نے ساتھ والے کمرے میں کھانا رکھنے کی اطلاع دی۔ دوسرے کمرے میں جا کر ارسلان کھانا کھانے لگا۔

کھانا کھانے کے بعد ارسلان لوٹا اس شخص نے کمر میں جو پیٹی باندھ رکھی تھی اس پیٹی میں ہاتھ ڈال کر ارسلان نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اٹھایا اسے اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ جو مسلح جوان وہاں کھڑا تھا انکساری میں ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" امیر آپ رہنے دیں اسے میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

" تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں تم صرف میرے ساتھ آؤ۔"

دروازے پر جا کر ارسلان نے مڑ کر دیکھا پھر اخیموت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" محترم اخیموت آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ یہ خیال مت کیجیے گا کہ اس شخص کی الزام تراشی سے آپ کی قدر میری نگاہوں میں گر جائے گی۔ ہرگز نہیں میں جانتا ہوں آپ بے گناہ ہیں اور اس شخص نے آپ پر الزام لگا کر اپنا آپ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال آپ سب لوگ مطمئن رہیں۔ میں اسے لے کر جاتا ہوں جا کر اس کے دوسرے ساتھیوں سے نمٹوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی ارسلان باہر نکل گیا تھا۔

جب وہ اصطبل کے قریب گیا تو اس نے دیکھا وہاں ضوباہ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑی تھی۔ اس نے گھوڑے پر زین ڈال دی تھی۔ اسے دہانہ بھی چڑھا دیا تھا۔ اور وہ گھوڑے کے پاس ہی کھڑی کبھی اس کے منہ پر ہاتھ پھیر رہی تھی کبھی پیار سے اس کی گردن تھپتھپا رہی تھی۔

ارسلان مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کے قریب گیا امر موسیٰ کے آدمی کو اس نے گھوڑے پر بٹھایا زین کا تنگ گھوڑے کے پیٹ کے پاس سے انگلی ڈال کر دیکھا پھر ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

" تم نے زین تو خوب ڈالی تنگ بھی خوب کسا ہے لگتا ہے تم اچھی گھڑ سوار ہو۔ تمہاری اس کارگزاری کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

ضوباہ نے مسکراتے ہوئے ارسلان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

" امیر! آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم گھر کے افراد ہیں اور گھر کا فرد گھر کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو میرے خیال میں اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جانا چاہیے۔"

ارسلان نے کوئی جواب نہ دیا مسکرا کر رہ گیا۔ پھر اس مسلح جوان کو اس نے مخاطب کیا جو اس کے ہمراہ تھا۔

" تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں رہو اور حویلی پر نگاہ رکھو۔ میں اسے لے کر جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی ایک جست کے ساتھ ارسلان امر موسیٰ کے آدمی کے پیچھے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی پھر وہ حویلی سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ارسلان جب نیشا پور کے مغرب میں جو سرائے تھی اس کے قریب گیا تو سرائے کے صدر دروازے کے قریب ہی اسے اپنا ساتھی سالار بدران مل گیا۔ اسے دیکھتے ہی ارسلان گھوڑے سے اتر گیا۔ بدران نے متجسس انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

" ارسلان میرے بھائی کیا معاملہ ہوا۔ جو مسلح جوان آپ نے میری طرف بھیجا اس نے تھوڑی بہت تفصیل تو بتائی ہے میں نے اس سے مزید کچھ جاننا پسند نہیں کیا۔ فوراً اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اس سرائے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ نہ کوئی اندر جا سکا ہے نہ کسی کو باہر آنے دیا گیا ہے۔ آپ مزید کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

ارسلان نے بڑے غور سے بدران کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

" بدران میرے بھائی یہ امر موسیٰ کا آدمی ہے۔ اس کے کچھ ساتھی اس سرا

میں قیام کیئے ہوئے ہیں۔ یہ سب ضوباہ کو اٹھانے کے لیے نیشاپور کی طرف آئے ہیں۔ سرائے کا محاصرہ جاری رہنے دو تم میرے ساتھ سرائے کے اندر آؤ۔'' اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ارسلان سرائے کے اندر داخل ہوا۔ صحن کے ایک طرف وہ کھڑا ہو گیا پھر بدران کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ اتنی دیر تک سرائے کا مالک بھاگا بھاگا ارسلان کی طرف آیا شاید وہ ارسلان کو جانتا تھا۔ اور ارسلان کا بھی وہ جاننے والا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ارسلان بول اٹھا۔

'' میرے محترم! برا مت ماننا ہم تمہیں ایک زحمت دینے کے لیے آئے ہیں۔ ایک خاص وجہ سے تمہاری سرائے کا محاصرہ کر لیا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم اس زحمت کا برا نہ مانو گے یہ جو آدمی گھوڑے پر بندھا بیٹھا ہے ذرا اس کو غور سے دیکھو کیا یہ تمہاری سرائے میں ٹھہرا تھا۔''

سرائے کا مالک آگے بڑھا بالوں سے پکڑ کر قیدی کا منہ اوپر کیا پھر کہنے لگا۔

'' امیر ارسلان جو آپ نے اس شخص کے ہاتھ پشت پر باندھ رکھے ہیں تو لگتا ہے یہ کوئی بڑا خونی مجرم ہے۔'' پھر نفرت بھرے انداز میں اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے سرائے کا مالک کہہ رہا تھا۔

'' امیر ارسلان یہ اکیلا نہیں اس کے ساتھ چار اور بھی ہیں یہ سورج غروب ہونے کے بعد میری سرائے میں داخل ہوئے اور یہاں انہوں نے قیام کیا۔ یہ شخص کس وقت سرائے سے نکلا اور اس نے کس جرم کا ارتکاب کیا میں نہیں جانتا نہ ہی میں اس کے کسی فعل کا ذمہ دار ہوں۔''

ارسلان نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

'' تم پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ڈالی جائے گی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا اس کے ان چار ساتھیوں کو تو بلا کر لاؤ جنہوں نے اس کے ساتھ ہی قیام کیا تھا۔''

ارسلان کے کہنے پر سرائے کے مالک نے ایک ملازم کو بھیجا اور وہ انہیں بلانے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ملازم بھاگا بھاگا آیا اور سرائے کے مالک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' میں نے ان چاروں کو آپ کا پیغام دیا وہ آنے سے انکار کرتے ہیں۔''

سوالیہ سے انداز میں سرائے کے مالک نے ارسلان کی طرف دیکھا اس موقع پر بدران بھی عجیب سے انداز میں ارسلان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر ارسلان نے سرائے کے مالک کو مخاطب کیا۔

'' تم ذرا مجھے ان چاروں کے پاس لے کر چلو دیکھتا ہوں وہ کیسے آنے سے انکار کرتے ہیں۔''

اس موقع پر بدران نے اپنے چھ مسلح جوانوں کو ساتھ لیا دو کو امر موسیٰ کے اس گرفتار شدہ آدمی کی نگرانی پر چھوڑا۔ باقی کے ساتھ وہ ارسلان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

سرائے کا ملازم ان کی راہنمائی کرتے ہوئے سرائے کے ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں چار جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ سرائے کے مالک نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

'' یہ اس شخص کے چاروں ساتھی ہیں جنہیں آپ نے بلا بھیجا تھا۔''

ملازم جب خاموش ہو گیا تو ارسلان نے براہ راست ان چاروں کو مخاطب کیا۔

'' تمہیں باہر سرائے کے صحن میں بلایا گیا تھا۔ تم چاروں نے آنے سے انکار کیوں کیا؟''

ان چاروں میں سے ایک بڑی بد دماغی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور کسی قدر چھاتی تانے ہوئے کہنے لگا۔

'' ہم نہ کسی کے غلام ہیں نہ کسی کے دبیل۔ ہماری مرضی ہے کسی کے بلانے پر جائیں نہ جائیں۔''

ارسلان نے لمحہ بھر کے لیے کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کھولتے لہجے میں کہنے لگا۔

'' تو گویا تم صرف امر موسیٰ کے بلانے پر آتے جاتے ہو۔''

امر موسیٰ کا نام سن کر ان چاروں کے رنگ ہلدی ہو گئے تھے۔ پھر اچانک جس نے ارسلان سے گفتگو کی تھی۔ ارسلان اس کے قریب گیا اس پر گھونسوں اور مکوں کی بارش کر دی تھی وہ جب زمین پر گر گیا تب ارسلان پر گویا دیوانگی طاری ہو گئی تھی اس نے باقی تین کو بھی اپنے گھونسوں اور مکوں پر رکھ لیا اور مار مار کر چاروں کو کمرے کے فرش پر لٹا کے رکھ دیا

تھا۔

ارسلان سنبھلا پھر سرائے کے ملازم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' تم سے جانے کے لیے انکار کس نے کیا تھا۔؟''

سرائے کا ملازم آگے بڑھا۔

'' امیر جس شخص نے پہلے آپ سے گفتگو کی تھی۔ اسی نے جانے سے انکار کر دیا۔''

ارسلان نے آگے بڑھ کر اسے پھر پکڑ لیا اور اسے اتنا مارا کہ وہ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگا تھا۔ بدران کے پیچھے جو مسلح جوان کھڑے تھے ان کو حکم دیا گیا کہ ان چاروں کو گھسیٹتے ہوئے سرائے کے صحن میں لایا جائے۔

اس کے ساتھ ہی ارسلان اور بدران وہاں سے نکل گئے۔ واپس اس جگہ آئے جہاں سرائے کے مالک کے علاوہ امر موسیٰ کا گرفتار ہونے والا شخص تھا۔ تھوڑی دیر تک ارسلان کے مسلح جوان بھی ان چاروں کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے وہاں لے آئے تحکمانہ انداز میں ارسلان نے انہیں مخاطب کیا۔

'' چاروں اپنی جگہ کھڑے ہو جاؤ۔''

پھر ارسلان نے آگے بڑھ کر امر موسیٰ کا وہ پانچواں ساتھی جو ابھی تک گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پشت پر بندھے ہاتھ کھول دیئے تھے پھر اس کو دھکا دے کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور کہنے لگا۔

'' اب تم بھی اپنے ان چاروں ساتھیوں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ پھر دیکھو تم پانچوں کا کیا تماشہ لگتا ہے۔''

ارسلان کچھ رکا پھر ان چاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا جنہیں اس نے سرائے کے اندر سے گرفتار کیا تھا۔

'' اب تم لوگ شاید مجھ سے یہ سوال کرو کہ تمہیں اس حالت میں یہاں کیوں لایا گیا۔ تم پر ہاتھ کیوں اٹھایا گیا۔ اور تم پر یہ سختی کیوں کی جا رہی ہے۔ میرے خیال میں اب پانچویں ساتھی کو دیکھ کر تم اپنے سارے سوالوں کا جواب جان چکے ہو گے۔ تمہارا یہ ساتھی ہمارے ہاتھوں گرفتار ہوا ہے اس کی گرفتاری جاننے کے بعد تم یہ بھی جان چکے ہو گے کہ تمہیں کیوں یہاں لایا گیا ہے اور کیوں تم پر سختی کی گئی ہے۔''

امر موسیٰ کے بدترین ساتھیو تمہارا یہ گرفتار ہونے والا ساتھی پوری تفصیل ہمارے سامنے اگل چکا ہے۔ دیکھو اس سے پہلے تمہارا یہ پانچواں ساتھی بھی اکڑا تھا اور کچھ بتانے سے انکار کر رہا تھا لیکن میرے پاس تم جیسے لوگوں سے راز اگلوانے کے بہت طریقے ہیں۔ بس تم سے ایک سوال کرتا ہوں جھوٹ مت بولنا نہ ہی مجھے بہلانے کی کوشش کرنا۔ اگر نہیں بولو گے سچ جواب نہ دو گے تو یاد رکھنا میں اپنا سختی کا پہلا کلیہ تم پر استعمال کروں گا۔

کلیے کی تفصیل میں تمہیں بتا دوں جو سوال میں کروں گا اگر تم نے اس کا جواب دینے سے انکار کر دیا یا اس کا جو جواب تم نے دیا میرے حرکت میں آنے کے بعد وہ تمہارا جواب غلط ثابت ہوا تو پھر میں ایسا کروں گا کہ اپنے کچھ ساتھیوں کو حکم دوں گا کہ وہ تم پانچوں کی دونوں رانوں پر گہرے زخم لگائیں۔ ان زخموں کے اندر خوب نمک اور تیز مرچیں بھر دی جائیں پھر چند خونخوار کتوں کا انتخاب کیا جائے گا اور وہ کتے تم پر چھوڑے جائیں تا کہ تمہارے جسم کو بھنبھوڑنے کی ابتدا وہ تمہاری رانوں کی اس جگہ سے کریں جہاں ہم زخم لگائیں گے دیکھو یہ بڑی بھیانک اور عبرت خیز موت ہوگی۔ اگر اس سے بچنا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ اس وقت امر موسیٰ کا قیام کہاں ہے۔؟''

وہ سب عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر ارسلان نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

'' یاد رکھنا تمہارے امر موسیٰ کا دامن امن خوشحالی اور آزادی سے بالکل خالی ہے وہ ایک متعصب وجنونی، غیر سنجیدہ و اوہام پرست انسان ہے۔ یاس و ناامیدی پھیلانا اور امن کے دروازوں آزادی کی دہلیز پر مایوسی کی بھیانک سیاہی پھیلانا اس کا پیشہ ہے۔ لیکن اب ہم اس کی درندگی کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کر چکے ہیں۔ یاد رکھنا ہم مسلمان امن اور خوشحالی کے پیغامبر ہیں اور ہمارا اتحاد ہمارا عزم ہے۔ اب وہ وقت دور نہیں جب امر موسیٰ جیسے فاسق و فاجر جنہیں اپنے گناہوں پر اصرار ہوتا ہے ہم ان کی طبیعت کے توازن میں اعتدال بھر کے رکھ دیں۔ ان کے جسم سے مزا کا تلون اور عقل کی حیوانیت نکال کے رکھ دیں گے۔ یاد رکھنا تمہارا امر موسیٰ صرف بخت و اتفاقات کے ہاتھوں کھیل رہا ہے۔ ہمارا برے سے برا مسلمان بھی اس کا نام سن کر شجاعت کا جوہر آبدار بن کر اسے اپنے لمبے برچھے کی نوک پر رکھنا پسند کرے گا امر موسیٰ ان دنوں اپنے جن آقاؤں کی اندھی عقیدت

میں مسلمانوں کے خلاف برسرِپیکار ہے۔ یاد رکھنا اس کے وہ آقا بھی اب جزا و سزا
سے گزریں گے اور امر موسیٰ کے ساتھ ساتھ ہم اس کے آقاؤں کو بھی ان کے لیے موت
آخری قسط پیش کریں گے۔''

لمحہ بھر کے لیے ارسلان رکا پھر دوبارہ ان سے دھمکی آمیز لہجے میں مخاطب تھا۔

'' میں زیادہ دیر اب تمہارے جواب کا انتظار نہیں کروں گا۔ اگر بتاتے ہو تو
ورنہ میں نے تمہارے لیے جو سزا تجویز کی ہے اس کی میں اپنے ساتھیوں کے ذریعے
کرنے لگا ہوں۔''

اس پر وہ چونک پڑے اور ان میں سے ایک ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' مسلمانوں کے امیر آپ اپنی سزا کی ابتدا نہ کرائیں۔ امر موسیٰ ان دنوں
اور جرجان کے درمیان کوہستانی سلسلے کے قریب طوس سے جرجان جانے والی شاہراہ
کنارے ایک سرائے میں قیام کیے ہوئے ہے۔ اسی نے ہمیں ادھر بھیجا ہے اور اس سرا
میں قیام کر کے وہ نیشاپور میں ہماری کارگزاری کا منتظر ہے۔''

اس کے اس جواب سے ارسلان خوش ہو گیا تھا۔ اپنا منہ بدران کے کان کے قر
لے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' اپنے ساتھیوں سے کہو کہ انہیں سرائے سے باہر لے جا کر ان کا خاتمہ کر دیں۔

بدران کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ مسلح جوانوں کو اس نے رازدارانہ
حکم دیا جوان سب کو پکڑ کر باہر لے گئے اور ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد بدرا
مخاطب کرتے ہوئے ارسلان نے کہنا شروع کیا۔

'' بدران میرے بھائی کسی سے ذکر مت کرنا میں آج رات ہی لشکر کے ایک
کے ساتھ طوس سے جرجان جانے والی شاہراہ کے کنارے اس سرائے کا رخ کر
جہاں امر موسیٰ نے قیام کر رکھا ہے۔ یقیناً اس کے ساتھ یا اس کے اردگرد اس کے کا
جوان بھی ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں وہیں اس سے نمٹا جائے اور اس طرح عالم اسلام
جو تعصب اور بے یقینی کا زہر پھیل رہا ہے اسے ختم کیا جا سکے گا۔''

بدران مسکرایا اور کہنے لگا۔

'' ارسلان میرے بھائی نیشاپور میں برسق رہ لے گا جو دستے لے کر تم نیشاپو

طوس کا رخ کرو گے ان میں تمہارے ساتھ میں بھی ہوں گا۔ میں تمہیں اکیلے نہیں جانے
دوں گا۔''

اس پر ارسلان نے اتفاق کیا پھر دونوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ شہر کی طرف جا
رہے تھے۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان پہنچا اسنے خواجہ نظام الملک کے داماد ابو منصور اور اس کے باپ فخر الدولہ سے بہترین سلوک کیا۔ اصفہان میں ا رہائش کا عمدہ اہتمام کیا۔ پھر چند دن بعد ان سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد فخر الد ایک خاصا بڑا لشکر دیا اور سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ دیار بکر پر اس لشکر کے ساتھ حملہ ہو ساتھ ہی سلطان نے فخر الدولہ کو یہ رعایت دی کہ دیار بکر کو فتح کرنے کے بعد فخر ال ہی وہاں کا حاکم ہوگا۔

دیار بکر پر اس وقت حلب کے والی مسلم بن قریش کا بھائی حکمران تھا۔ جو سازشی انسان تھا۔

دیار بکر کے حکمران مروان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان کی طرف سے فخر الدولہ ا حملہ آور ہونے کے لیے لشکر لے کر بڑی برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھ رہا ہے نے اپنی مدد کے لیے اپنے عم زاد اور حلب کے حکمران مسلم بن قریش سے مدد طلب اس مدد کے بدلے اسے بہت سی مراعات دینے کا بھی عہد کیا۔

فخر الدولہ نے آگے بڑھ کر دیار بکر پر حملے شروع کئے لیکن اس کو خاطر خواہ کا حاصل نہ ہوئی۔ یہ خبریں اصفہان میں سلطان کے پاس بھی پہنچ گئی تھیں لہٰذا سلطان اپنے ایک سالار امیر ارتق کو ایک اور لشکر دے کر فخر الدولہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سلطان کی طرف سے ارتق کے آنے کے باعث فخر الدولہ کی طاقت میں خاطر خواہ اض ہوا تھا۔

دیار بکر کے والی ابن مروان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان کی طرف سے ارتق کی سرکردگی میں ایک اور لشکر فخر الدولہ کی مدد کے لیے پہنچ گیا ہے تو اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ فخر الدولہ سے صلح وصفائی کی گفت وشنید کرے گا۔

فخر الدولہ اس گفت وشنید پر آمادہ بھی ہو گیا لیکن فخر الدولہ کا یہ رویہ ارتق کو پسند نہ آیا۔ لہٰذا فخر الدولہ سے صلاح مشورہ کیے بغیر اس نے اپنی پوری عسکری قوت سے ابن مروان اور حلب کے حکمران مسلم بن قریش کے متحدہ لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

ارتق جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ مسلم بن قریش اور ابن مروان کے متحدہ لشکر نے اپنی طرف سے بہتیری کوشش کی کہ ارتق کو پسپا ہونے پر مجبور کریں لیکن انہیں ناکامی ہوئی اور ارتق کے ہاتھوں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ارتق نے آگے بڑھ کر متحدہ لشکر کے پڑاؤ کو لوٹ لیا۔ اس ساری واردات میں چونکہ اصل اور بڑا مجرم مسلم بن قریش تھا جو لشکر میں شامل تھا۔ اگر وہ ابن مروان کی مدد کے لیے نہ آتا تو ابن مروان یقیناً فخر الدولہ کے سامنے ہتھیار پھینک کر دیار بکر اس کے حوالے کر دیتا اور ارتق کے سلطان کی طرف سے آنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

شکست کھا کر مسلم بن قریش بھاگ کھڑا ہوا۔ فخر الدولہ اور ارتق دونوں نے بڑی برق رفتاری سے اس کا تعاقب کیا۔

مسلم بن قریش آمد شہر کی طرف بھاگا تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ فخر الدولہ اور ارتق دونوں اس کے تعاقب میں ہیں اور اسے چھوڑنے والے نہیں ہیں تو اس نے خفیہ انداز میں ارتق سے رابطہ قائم کیا اور اسے یہ پیغام بھیجا کہ مجھ سے جتنا مال چاہے لے لو مگر میرا تعاقب ترک کر دو۔ مجھے فرار ہو جانے دو۔

مسلم بن قریش نے جو کچھ کہا تھا وہ صریحاً سلطان سے بغاوت کے مترادف تھا۔ اب چونکہ اسے شکست ہو چکی تھی بھاگ رہا تھا لہٰذا سلطان کو ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار تھا لیکن ارتق پر مال ودولت کی حرص غالب آ گئی اور اس نے ایک خطیر رقم لے کر مسلم بن قریش کو بچ نکلنے کا موقع فراہم کر دیا۔ مسلم وہاں سے نکل کر رقہ شہر کی طرف چلا گیا۔

فخر الدولہ کو امیر ارتق کا یہ رویہ قطعی پسند نہ آیا تاہم وہ خاموش رہا۔ ابن مروان اور

مسلم بن قریش کو شکست دینے کے بعد اس نے میافارقین شہر کا رخ کیا۔

سلطان کو جب دیار بکر کے حالات کا علم ہوا تو اس نے اپنے ایک اور جرنیل کی کمانداری میں فخر الدولہ کے لیے مزید لشکر روانہ کر دیا۔ اس لشکر کو سلطان نے حکم دیا تھا کہ وہ موصل پر حملہ آور ہوتا کہ مسلم بن قریش کی عسکری طاقت کو باندھ دیا جائے اور فخر الدولہ کو دیار بکر فتح کرنے میں آسانیاں پیدا ہوں۔ کیونکہ موصل مسلم بن قریش کی عملداری میں آتا تھا۔

یہ نیا لشکر ابھی راستے ہی میں تھا کہ ارتق بھی اس لشکر میں آن شامل ہوا۔ اس لشکر کے سالاروں سے ارتق کو خبر ہوئی کہ اس نے مسلم بن قریش سے جو بھاری رقم لے کر فرار ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کی خبر سلطان کو ہو گئی ہے۔

ارتق نے جب یہ خبر سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ سلطان اسے اس کی حرکت پر عبرت ناک سزا دے گا۔ لہٰذا وہ اس لشکر کو جو اس کی کمانداری میں تھا چھوڑ بھاگا اور شام کا رخ کیا۔ شام کے حکمران تاج الدولہ کے پاس جا کر پناہ لی۔ چونکہ ارتق ایک بہادر اور بہترین تیغ زن تھا حاکم شام تاج الدولہ نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ اور اس کی عزت افزائی کر کے اس کو بیت المقدس کا والی مقرر کر دیا تھا۔ سلطان کو جب حاکم شام تاج الدولہ کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو وہ تاج الدولہ سے بھی کسی قدر کبیدہ خاطر ہو گیا تھا۔

یہ حالات سلطان کے لیے ناقابل برداشت تھے لہٰذا جو لشکر اس نے موصل کی فتح کے لیے روانہ کیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ بذات خود بھی ایک لشکر کے ساتھ موصل کی طرف روانہ ہوا تھا۔

جو لشکر موصل کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا تھا وہ جب موصل پہنچا تو موصل شہر کے لوگوں نے جنگ پر صلح کو ترجیح دی اور جونہی سلطان کا وہ لشکر موصل کے قریب نمودار ہوا لوگوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے۔ یوں موصل پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔

ادھر سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے موصل کا رخ کیے ہوئے تھا۔ راحبہ نام کے ایک قصبے کے قریب قیام کے دوران سلطان نے مسلم بن قریش کی طرف ایک قاصد بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا۔ مسلم بن قریش گو ایک فسادی انسان تھا لیکن ٹھوکریں کھا چکا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان بہ نفس نفیس ایک لشکر کے ساتھ

موصل کی طرف بڑھ رہا ہے تب اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو۔

جو قاصد سلطان کا پیغام لے کر مسلم بن قریش کے پاس پہنچا تھا۔ مسلم بن قریش نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ اور اس سے عمدہ سلوک کیا۔ سلطان کی طرف سے جو تحریری پیغام گیا تھا۔ مسلم بن قریش نے اسے بوسہ دیا اپنے سر پر رکھا پھر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معافی طلب کی اور عفو تقصیر کی انتہائی عاجزانہ التجا کی۔ اس کی اس التجا کو سلطان نے قبول کرتے ہوئے اس کو معاف کر دیا اور اسے حلب کی امارت پر بحال کر دیا تھا۔

سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے کے لیے موصل کے نواح میں ہی قیام کر لیا تھا۔

☆☆☆

اخیموت اس کی بیوی صفینا بیٹی غریاد اور چھوٹی بیٹی ضوباہ چاروں ایک کمرے میں بیٹھے گھریلو معاملات پر گفتگو کر رہے تھے کہ کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

اخیموت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو دروازے پر خواجہ نظام الملک طوسی کھڑا تھا اسے دیکھتے ہی اخیموت دنگ رہ گیا۔ اور کسی قدر حیرت سے پوچھا۔

”خواجہ بزرگ آپ یہاں اندر آئیں نا۔ یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہیں۔“

نظام الملک طوسی مسکراتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے داخل ہونے پر صفینا، غریاد اور ضوباہ نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر اس کا بہترین استقبال کیا۔ اخیموت کے پاس خواجہ نظام الملک طوسی بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز نظام الملک طوسی نے کیا تھا اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اخیموت میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہاری طرف آیا ہوں۔ نیشا پور سے اصفہان کی طرف جاتے ہوئے سلطان نے میرے ذمے یہ کام لگایا تھا۔ لیکن میں چند مصروفیات کی بنا پر جلد تمہارے پاس نہ آ سکا۔“

دیکھو سلطان کے لشکر میں ایک سالار ہے۔ بہت اچھا سالار ہے۔ عمدہ تیغ زن ہے نام اس کا ارتق ہے۔ جب تم لوگ نیشاپور میں داخل ہوئے اور امر موسیٰ کے خلاف سلطان سے پناہ کی درخواست کی اس موقع پر سلطان کے اس سالار نے نام جس کا ارتق ہے ضوباہ کو دیکھا اور اسے پسند کرلیا۔ پھر کسی مناسب موقع پر اس نے سلطان سے التجا کی کہ ضوباہ سے نکاح کا خواہاں ہے۔ یہ بھی سلطان پر واضح کیا کہ وہ ضوباہ کو پسند کرتا ہے۔ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔ لہٰذا سلطان نے اصفہان کی طرف جاتے ہوئے میرے ذمے کام لگایا کہ میں اس سلسلے میں تم سے گفتگو کروں اور ارتق کے لیے ضوباہ کا رشتہ مانگوں آج میں اسی سلسلے کے لیے حاضر ہوا ہوں میری خوش قسمتی ہے کہ تم گھر کے چاروں افراد یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ آپس میں مشورہ کرلو۔ جہاں تک ارتق کا معاملہ ہے میں اسے ذاتی طور پر جانتا ہوں بہت بہادر ہے۔ عمدہ تیغ زن ہے۔ سلطان کے لشکر میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ میرے خیال میں ضوباہ کے لیے یہ رشتہ انتہائی مناسب رہے گا اور وہ.........''

یہاں تک کہتے ہوئے نظام الملک طوسی کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ اخیموت بول پڑا۔

'' خواجہ بزرگ اگر آپ برا نہ مانیں تو جب تک امیر ارسلان یہاں نہ ہوں میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اسی کی حویلی میں ہم نے قیام کیا ہے اور میرے اہل خانہ اسے اپنے گھر کا ایک فرد خیال کرتے ہیں۔ یہ ضوباہ کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہے۔ میں یہاں کے حالات سے واقف نہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا ارتق کیسا انسان ہے۔ میری بیٹی ضوباہ اس سے یہ رشتہ جوڑنے پر آمادہ بھی ہے کہ نہیں۔''

نظام الملک طوسی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

'' فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ارسلان میرے ساتھ ہی آیا ہے۔ دراصل امر موسیٰ نے جن لوگوں کو ضوباہ کے اٹھانے کے لیے بھیجا تھا۔ ان میں سے ایک کو تو یہاں پکڑا باقی کو اس نے جا کر شہر کی غربی سرائے میں پکڑا ہے۔ اور وہاں ان سب کا خاتمہ کرنے کے بعد وہ شہر میں داخل ہوا راستے میں ہی اس سے میری ملاقات ہوئی وہ اس وقت اپنے کمرے میں تیاری کر رہا ہے۔ وہ ایک مہم پر روانہ ہونے والا ہے۔ لشکر کا ایک حصہ بھی اس کے ساتھ ہوگا۔''

نظام الملک طوسی کے اس انکشاف پر اخیموت، صفیناہ اور غریاد حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن ضوباہ کے چہرے پر دور دور تک سوالات ہی سوالات، استفسار ہی استفسار کی دھند پھیل گئی تھی۔ پھر اخیموت نے نظام الملک طوسی کو مخاطب کیا۔

'' خواجہ بزرگ میں فی الحال یہاں کے لوگوں سے پوری طرح واقف تو نہیں ہوں ارتق جس کا آپ نے نام لیا ہے میں اسے جانتا تک نہیں۔ پھر میری بیٹی ضوباہ کے اس سے متعلق کیا خیالات ہیں اس سے بھی میں آگاہ نہیں.........''

اخیموت کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بیچ میں نظام الملک بول پڑا۔

'' اخیموت اس سلسلے میں مجھ سے بھی کوتاہی ہوئی۔ دراصل اس موضوع پر بات مجھے کئی روز پہلے شروع کردینی چاہئے تھی اس لیے کہ اصفہان کی طرف جاتے ہوئے مجھے سلطان نے کہا تھا کہ میں اس موضوع پر تم سے بات کروں پھر جو تمہارا جواب ہو اس سے سلطان کو آگاہ کروں۔ اب میں کل صبح سویرے سلطان کی طرف روانہ ہو رہا ہوں چاہتا ہوں کہ جو جواب تم دو اس سے میں سلطان کو آگاہ کردوں۔''

اخیموت اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

'' خواجہ بزرگ اگر آپ برا نہ مانیں تو اس سلسلے میں کیا میں امیر ارسلان سے صلاح مشورہ کرسکتا ہوں۔''

نظام الملک مسکرا دیا۔

'' اخیموت اس سلسلے میں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ تم بتا چکے ہو ارسلان اب تمہارے گھر کے ایک فرد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں ارسلان سے بات کرلو۔''

ضوباہ بھی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

'' بابا! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں''

اخیموت کے بولنے سے پہلے ہی نظام الملک طوسی بول پڑا۔

'' اخیموت! ضوباہ کے علاوہ غریاد اور اپنی بیوی صفیناہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ چاروں مل کے اس سلسلے میں ارسلان سے بات کرو۔ سب مل کر تم فیصلہ کرو اس سے مجھے یہاں آکر آگاہ کرو۔''

اخیموت، ضوباہ، غریاد اور صفیناہ اس کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ارسلان کے کمرے میں داخل ہوئے تو ارسلان اس چرمی خرجین میں اپنا کچھ سامان ڈال رہا تھا۔ جسے وہ گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھتا تھا۔ چاروں کو اکٹھے کمرے میں دیکھ کر وہ کسی قدر پریشان کسی قدر حیرت سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم اخیموت خیریت تو ہے۔ آپ چاروں ایک ساتھ میرے کمرے میں آئے ہیں اور بڑے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھ رہے ہیں۔"

اخیموت مسکرا دیا کہنے لگا۔

"بیٹے معاملہ ہی کچھ ایسا درپیش ہے اور پھر مجھے تم سے ایک شکوہ بھی ہے۔ تم امر موسیٰ کے آدمیوں کے پیچھے گئے اور لوٹ بھی آئے اور ہمیں اطلاع ہی نہیں کی اور اپنے کمرے میں آکر تیاری میں لگ گئے ہو۔ وہ تو ہمیں نظام الملک نے بتایا ہے کہ تم ایک مہم پر نکل رہے ہو۔" اس موقع پر ضوباہ کو نجانے کیا سوجھی غریاد کا ہاتھ تھام کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ جسے سن کر غریاد مسکرائی پھر اپنی ماں کے کان میں سرگوشی کی جواب میں صفیناہ بھی اسی کے انداز میں مسکرائی۔ صفیناہ نے اپنے شوہر اخیموت کے کان میں کچھ کہا۔ پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز اخیموت نے کیا تھا۔ اور نظام الملک کی گفتگو کی تفصیل بتا دی تھی۔

ارسلان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"محترم اخیموت جو کچھ آپ نے کہا میں نے بڑے غور سے سنا۔ امیر ارتق کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا اس لیے کہ میرے نیشاپور سے سمرقند جانے سے پہلے وہ میرے ساتھ میرے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔ ایک اچھا اور عمدہ تیغ زن ہے۔ رزم گاہ میں اگلی صفوں پر رہتے ہوئے۔ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والا شخص ہے۔ گو ہر عیب سے پاک میرے خداوند قدوس کی ذات محترم ہے۔ ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی عیب تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مجھ میں نجانے کس قدر عیب ہوں گے لیکن ارتق کا جو عیب مجھے ناپسند ہے وہ یہ ہے کہ وہ مال و دولت اکٹھی کرنے کا بڑا حریص ہے۔ دولت ملنی چاہیے خواہ جائز طریقے سے یا ناجائز۔"

ارسلان رکا پھر دوبارہ اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے ارتق کے متعلق جو کچھ جانتا تھا کہہ دیا ہے۔ اب فیصلہ کرنا آپ کا اور ضوباہ کا کام ہے۔ اس لیے کہ اس میں ضوباہ کی زندگی کا مسئلہ ہے۔ آپ اس کے باپ ہیں لہٰذا آپ سے مشورے کے بغیر ضوباہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اگر نظام الملک طوسی آج ہی آپ سے جواب چاہتا ہے تو ضوباہ سے مشورہ کر لیں جو کچھ یہ کہتی ہے وہی خواجہ بزرگ سے کہہ دیں۔"

ارسلان جب خاموش ہوا تب اخیموت نے کہنا شروع کیا۔

"بیٹے! نظام الملک طوسی کے پاس تو ضوباہ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ لیکن یہاں آکر اس کا جواب مجھے مل گیا ہے۔ اس سلسلے میں بیٹے میں تم سے بھی مشورہ چاہتا ہوں اس لیے کہ میں تمہیں اپنے گھر کا ایک فرد خیال کرنے لگا ہوں۔ میرے خیال میں تمہارا فیصلہ ہم سب کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔"

ارسلان نے غور سے اخیموت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"آپ اس سلسلے میں کسی اور کے فیصلے کو ترجیح مت دیں۔ جو فیصلہ ضوباہ کرتی ہے وہی آخری ہے۔"

اخیموت جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ضوباہ نے غور سے ارسلان کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"امیر ارسلان! میرا جواب تو میرا باپ سن چکا ہے لیکن میں آپ کی طرف سے ایک تحفظ چاہتی ہوں امیر میں اپنی بہن، اپنی ماں اور باپ تینوں سے کہہ چکی ہوں کہ میں اس رشتے پر راضی نہیں اس لیے کہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں کسی اور سے محبت کرتی ہوں ابھی تک میں نے اپنی ماں، بہن اور باپ کو اس ہستی کا نام نہیں بتایا۔ جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ بہر حال نظام الملک طوسی نے جو پیشکش کی ہے میں اسے قبول کرنے کو تیار نہیں۔"

امیر جو تحفظات میں آپ سے چاہتی ہوں وہ کچھ اس طرح ہیں کہ اگر میں اس رشتے سے انکار کرتی ہوں تو سلطان ملک شاہ سلجوقی تو ناراض نہ ہوں گے۔

ارسلان نے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اگر تم اس رشتے پر رضامند نہیں۔ انکار کرتی ہو تو کوئی بھی تمہارے ساتھ زبردستی

کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ رہا سوال سلطان کا تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں یقین دلاتا ہوں کہ تم اس رشتے سے اگر انکار کرتی ہو تو سلطان ہرگز تم سے ناراض نہ ہوں گے۔''

ضوباہ پھر بول اٹھی۔

'' اگر اس رشتے سے میں انکار کرتی ہوں تو کیا امیر ارتق میرے خلاف کوئی جوابی کارروائی تو نہ کرے گا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ مجھے حاصل کرنے کی وجہ سے امر موئ کے ساتھ مل کر میرے خلاف کوئی کارروائی کرے۔''

ارسلان کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

'' ضوباہ! تم میری حویلی میں قیام کئے ہوئے ہو اس لحاظ سے میرے تحفظ میں ہو۔ ارتق تو کیا اس سے بڑے کسی سالار نے بھی اگر ایسی جرات کرنے کی کوشش کی تو میں ارسلان تمہیں یقین دلاتا ہوں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ تم میری حویلی میں بالکل محفوظ ہو۔ ارتق کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جاؤ۔ وہ نہ تمہارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرے گا نہ امر موئ کے ساتھ مل کر کسی ردعمل کا اظہار کرے گا۔ محترم اخیموت کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ارتق نے کہیں تمہیں دیکھا۔ تمہیں پسند کیا سلطان سے اس نے اس رشتے کے لیے کہا ہوگا اور سلطان نے نظام الملک طوسی سے کہہ دیا۔ اب جب تم اس رشتے سے انکار کردو گی تو یاد رکھنا سلطان اور ارتق کی طرف سے کسی بھی قسم کے منفی ردعمل کا اظہار نہ ہوگا۔ اس کی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔''

ارسلان کے اس جواب سے ضوباہ ہی نہیں اخیموت، صفیناہ اور غریاد سب خوش ہو گئے تھے۔ ضوباہ نے پھر ارسلان کو مخاطب کیا۔

'' امیر ہمارے کمرے میں نظام الملک ہمیں بتا رہے تھے کہ آپ کسی مہم پر روانہ ہونے والے ہیں۔''

ارسلان مسکرایا کہنے لگا۔

'' نظام الملک نے درست کہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔ میرا ہدف امر موئ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو ٹھکانے لگا دوں تاکہ عالم اسلام کے خلاف سازشوں کی کمی ہو۔''

ضوباہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اخیموت بول پڑا۔

'' بیٹے حویلی میں داخل ہونے کے بعد تم کو کم از کم ہمیں تو بتانا چاہیے تھا کہ تم کسی مہم پر روانہ ہونے والے ہو اس لیے کہ.........''

اخیموت اپنی بات مکمل نہ کرسکا اس لیے کہ ارسلان بول پڑا۔

'' دراصل میں نے ارادہ کیا تھا کہ جو سامان میں لینا چاہتا ہوں وہ خرجین میں ڈال کر اور ضرورت کی چیزیں لینے کے بعد آپ لوگوں کی طرف جاؤں گا اور آپ کو اپنے کوچ کی خبر دوں گا اب جب کہ آپ لوگ آ ہی گئے ہیں تو میں آپ پر انکشاف کروں کہ تھوڑی دیر تک میں یہاں سے کوچ کروں گا۔''

ضوباہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر ارسلان کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

'' امیر اگر آپ برا نہ مانیں تو میں اصطبل میں جا کے آپ کے گھوڑے پر زین ڈالوں''

ارسلان ہنس دیا۔ '' تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تم جانتی ہو میں ابھی ابھی غربی سرائے کی طرف سے آ رہا ہوں گھوڑے کی زین میں نے نہیں اتاری تاہم میں نے اسے اصطبل میں باندھ کر اس کا دہانہ نکال دیا ہے تاکہ وہ چارہ کھالے پانی پی لے۔''

ضوباہ پھر آگے بڑھی ارسلان کے قریب جو چمڑے کی خرجین پڑی ہوئی تھی اسے اٹھایا اور کہنے لگی۔

'' کیا آپ نے اس خرجین میں اپنی ضرورت کا سارا سامان ڈال لیا ہے؟''

ارسلان نے مسکراتے ہوئے ضوباہ کی طرف دیکھا منہ سے کچھ کہے بغیر اس نے جب اثبات میں گردن ہلا دی تب ضوباہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

'' امیر آپ کی خرجین لے کر میں اصطبل کی طرف جاتی ہوں آپ کے گھوڑے کی زین سے خرجین باندھتی ہوں ایک کونے میں مشکیزہ پڑا ہوا ہے میں یہ بھی لے جانے لگی ہوں پانی کا بھر کے آپ کی زین سے باندھ دوں گی امیر اگر آپ کو زادِ راہ کی ضرورت ہو تو میں اور غریاد جلدی جلدی تیار کرسکتی ہیں۔''

مسکراتے ہوئے ارسلان نے جب نفی میں گردن ہلا دی تب ضوباہ باہر نکلتے ہوئے کہنے لگی۔

'' اگر یہ بات ہے تو میں اصطبل کی طرف جاتی ہوں آپ کے گھوڑے کو دہانہ

چڑھا کر کوچ کے لیے تیار کرتی ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی ارسلان کا جواب سنے بغیر ضو وہاں سے نکل گئی تھی۔''

اس کے جانے کے بعد ارسلان، اخیموت، صفیناہ، غریاد اس کمرے میں سے نظام الملک طوسی کے پاس آئے پھر نظام الملک کی طرف دیکھتے ہوئے اخیموت کہنے لگا۔

'' خواجہ بزرگ! ضوباہ کے رشتے کے سلسلے میں میں نے امیر ارسلان سے بھی بات کی ہے۔ ضوباہ سے بھی گفتگو ہوئی۔ ضوباہ نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے۔ دراصل وہ کسی اور کو چاہتی ہے اس سے محبت کرتی ہے وہ کون ہے جسے وہ چاہتی ہے۔ فی الحال اس کا نام تو نہیں بتاتی لیکن بہرحال ارتق کے ساتھ اس نے شادی کرنے سے انکار کر ہے۔ مجھے امید ہے آپ برا نہیں مانیں گے۔''

نظام الملک مسکراتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

'' اس میں برا ماننے کی کون سی بات ہے۔ میں خوش ہوں کہ ضوباہ نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود اپنی زندگی کا فیصلہ کیا ہے۔ اب میں جاتا ہوں ضوباہ کے فیصلے سے سلطان کو آگاہ کر دوں گا اور یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ سلطان بھی یقیناً اس فیصلے کو پسند کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی ارسلان اور اخیموت سے مصافحہ کر کے نظام الملک طوسی وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد ارسلان بھی اس کمرے سے نکلا۔ اخیموت۔ غریاد اور صفیناہ اس کے ساتھ تھے سب اصطبل میں آئے۔ ارسلان نے دیکھا ضوباہ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑے اصطبل سے باہر لے آئی تھی۔

سب نے یہ بھی دیکھا کہ ضوباہ، ارسلان کے گھوڑے کی کبھی گردن تھپتھپاتی تھی کبھی اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتی تھی۔ اور کبھی اس کے ہونٹوں کے آگے اپنے ہاتھ رکھ دیتی تھی۔ اور گھوڑا بڑے پیارے انداز میں اس کے ہاتھوں کو پپولنے لگتا تھا۔

قریب آ کر ارسلان نے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

'' لگتا ہے میرا گھوڑا تمہارے ساتھ خاصا مانوس ہو چکا ہے۔ اب تم لوگ آرام کرو میں کوچ کرتا ہوں۔'' ارسلان نے جب ضوباہ سے اپنے گھوڑے کی باگ لے لی تب ضوباہ

نے ایک بھرپور نگاہ ارسلان پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

'' امیر! اس امر موئیٰ سے نمٹنے میں احتیاط کیجئے گا۔ وہ بڑا عیار اور چالاک آدمی ہے۔ جہاں کہیں بھی قیام کرتا ہے۔ چاروں طرف اپنے نمائندے اور فدائی پھیلا دیتا ہے۔''

ایک جست کے ساتھ ارسلان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'' ضوباہ! تمہاری اس پیشگی اطلاع کا شکریہ فکرمند نہ ہو اگر یہ امر موئیٰ مجھے کہیں مل گیا تو میں اس سے خوب نمٹوں گا۔ اس کے کسی حواری اس کے کسی فدائی کو زندہ نہ رہنے دوں گا اس لیے کہ یہ عالم اسلام میں گندگی کا ڈھیر بنتا جا رہا ہے۔''

پھر اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

'' محترم اخیموت! میں آپ کی ڈھارس کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کے اہل خانہ میری غیر موجودگی میں بالکل فکرمند اور پریشان نہ ہونا آپ کی حفاظت کے لیے حویلی کے اطراف میں میں کچھ اور مسلح محافظوں کو بھی مقرر کر کے جا رہا ہوں۔ میں یہاں سے سیدھا مستقر کی طرف جاؤں گا وہاں بدران اس لشکر کے ساتھ میرا منتظر ہو گا جس نے میرے ساتھ جانا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی ارسلان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پھر وہ وہاں سے کوچ کر گیا۔''

====☆☆☆☆====

ارسلان اور بدران دونوں بڑی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے جب اپنے لشکر
کے ساتھ طوس سے جرجان کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے امر موسیٰ کے ساتھیوں
کی بتائی ہوئی سرائے کے قریب پہنچے تو کچھ مسلمان مخبران کے سامنے آئے جن کو دیکھتے
ہوئے ارسلان اور بدران دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لیں۔ پیچھے لشکری بھی
رک گئے تھے۔ ارسلان اور بدران دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ آنے والے
مخبروں میں سے ایک نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

"امیر! اس سرائے کے اندر امر موسیٰ اور اس کا نائب قیام کیے ہوئے تھا۔ ان کے
ساتھ ان کے سینکڑوں فدائی بھی تھے۔ جو سرائے کے اطراف میں مختلف بستیوں کی اند
پھیلے ہوئے تھے۔"

امر موسیٰ کو خبر ہوگئی تھی کہ اس نے جو اپنے فدائی نیشاپور کی طرف بھجوائے ہیں
پکڑے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ پہلے ہی اس سرائے سے اپنے چند محافظوں کے ساتھ کوچ کر گیا
تاہم اس کے نائب نے نام جس کا کازرون ہے۔ امر موسیٰ کے جانے کے بعد صرف ایک
شب یہاں قیام کیا اور اگلے روز اس نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ سرائے کے جنوب
میں ایک بستی پر حملہ کر دیا۔ پوری بستی کو انہوں نے لوٹ لیا بہت سے لوگوں کو انہوں نے
کیا۔ کچھ لڑکیوں کو بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ہم نے امر موسیٰ کے ایک فدائی جو مخبر
کا کام کر رہا تھا اسے پکڑ لیا۔ وہ ہم سے ٹکرایا مگر ہم نے اس پر قابو پا لیا۔ اس نے ہمیں
خبریں دی ہیں اس نے ایک نیا اور انوکھا انکشاف بھی کیا ہے۔

امیر اس کا کہنا ہے کہ اخیموت کی صرف ایک ہی بیٹی ہے۔ نام اس کا غریاد ہے۔ وہ
اس کی واحد اور اکلوتی اولاد ہے۔ بیٹا اس کا کوئی نہیں ہے۔ اس امر موسیٰ کے مخبر کا یہ بھی کہنا
تھا کہ ضوباہ اخیموت کی بیٹی نہیں ہے۔

وہ کہہ رہا تھا کہ ضوباہ اگر اخیموت کی بیٹی ہوتی تو وہ ہرگز اسے اتنی اہمیت نہ دیتے
کہ کچھ مسلح جوانوں کو نیشاپور بھجوایا جاتا اور پھر امر موسیٰ اور اس کا نائب کازرون اس سرائے
میں اپنے ساتھیوں کی کارکردگی کا انتظار کرتے اور ساتھ سینکڑوں مسلح جوان بھی لے کر
آتے۔"

ارسلان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھ لیا۔

"اگر ضوباہ اخیموت کی بیٹی نہیں ہے تو پھر وہ کون ہے؟"

وہ مخبر لمحہ بھر کے لیے رکا پھر وہ اپنا گلا صاف کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"امیر! ضوباہ انطاکیہ کے نصرانی بادشاہ شاہ فردوروس کی بیٹی ہے۔ امر موسیٰ کے
اس آدمی کا کہنا تھا کہ فردوروس ایک ظالم اور بدکردار حکمران ہے۔ اور اس کے مظالم سے
انطاکیہ کے بیشتر سالار اور شہری انتہا درجہ کے نالاں ہیں۔ یہ بھی کہنا ہے کہ فردوروس نے
کسی معمولی بات پر بگڑ کر اپنے سگے بیٹے اور ضوباہ کے بڑے بھائی کو زندان میں بند کر دیا۔
اس پر ضوباہ نے جب سخت احتجاج کیا تو فردوروس نے ضوباہ کی گردن کاٹ دینے کا حکم
دے دیا۔"

ضوباہ کی خوش قسمتی کہ وہ بھاگ کر انطاکیہ کے نواح میں ایک مسلمان گھرانے میں
چھپ گئی۔ چند ماہ اس نے وہیں قیام کیا۔ وہاں قیام کی دوران ہی اس نے نصرانیت ترک
کر دی اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر کسی نہ کسی طرح فردوروس کے مخبروں کو خبر ہوگئی کہ
فردوروس کی بیٹی نے مسلمانوں کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ لہٰذا فردوروس کے مسلح جوان
اس مسلمان گھرانے کے پاس پہنچے اس سے پہلے چند مسلمانوں نے ضوباہ کو صورت حال
سے آگاہ کر دیا تھا لہٰذا اس مسلمان گھرانے کے سربراہ نے ضوباہ کو اخیموت کی طرف روانہ
کر دیا جو ایک نزدیکی بستی کا رہنے والا تھا۔ اور اس مسلمان کا گہرا دوست تھا۔

اس اخیموت نے اس اپنی مسلمان دوستی کو خوب نبھایا اور اس کے کہنے پر ضوباہ اپنی
بیٹی اور بیوی کو لے کر نیشاپور کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کی خوش قسمتی کہ وہ ضوباہ، اپنی بیوی

اور بیٹی کو لے کر نیشاپور پہنچ گیا اور سلطان کی پناہ حاصل کر لی۔

امر موسیٰ کے اس مخبر نے ہم پر یہ بھی انکشاف کیا کہ انطاکیہ کے نصرانی باد
فردوروس نے اپنے جس بیٹے کو زندان میں ڈالا تھا اس نے فردوروس کے ایک سالار
ساز باز کی جو شہر کی حفاظت پر مامور تھا۔ اور اس ساز باز کے تحت وہ زندان سے نکل جا
میں کامیاب ہو گیا۔ اب کچھ پتہ نہیں کہ فردوروس کا وہ بیٹا کہاں ہے۔ امر موسیٰ کے ذ
فردوروس نے یہ کام لگایا ہے کہ اگر وہ اس کی بیٹی کو واپس انطاکیہ پہنچا دے تو جس قدر دو
مانگے گا وہ اسے دی جائے گی اب ایسا ہی انعام فردوروس نے زندان سے بھاگ جا
والے اپنے ایک بیٹے کے لیے بھی مقرر کر رکھا ہے۔

امیر یہی وجہ ہے کہ امر موسیٰ اس قدر تگ و دو کر رہا ہے کہ اپنے سینکڑوں مسلح جوانو
کے ساتھ سرگرداں ہے۔ ورنہ ضوباہ اگر اخیموت کی بیٹی ہوتی تو امر موسیٰ ہرگز اس قدر زحم
نہ کرتا نہ ہی اپنے آدمیوں کو نیشاپور بھجوانے کا خطرہ مول لیتا اور نہ ہی سینکڑوں مسلح جوانو
کے ساتھ اس سرائے میں آ کر قیام کرتا۔

اب صورتحال مزید واضح ہوئی ہے کہ امر موسیٰ کا نائب جس نے سرائے کی قر
بستی کو لوٹا وہ بار برداری کے جانوروں پر بستی سے لوٹا جانے والا مال لے کر واپس جا
ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے طوس سے جرجان جانے
زحمت نہیں کی۔ بلکہ سرائے سے نکل کر تھوڑا سا مغرب کی طرف گیا۔ جرجان سے پہلے
وہ شاہراہ جو استرآباد اور طبرستان سے ہوتی ہوئی قزوین کے کوہستانی سلسلوں کی طرف جا
ہے اس پر ہو لیا۔ جس رفتار سے وہ اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا اس سے میں وثوق کے ساتھ
یہ کہہ سکتا ہوں کہ ابھی وہ استرآباد نہ پہنچا ہوگا۔

ارسلان نے کچھ سوچا لمحہ بھر کے لیے اس نے بدران کی طرف دیکھا پھر آ
والے مخبر کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

” میرے عزیزو! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی امر موسیٰ اور اس کا نائب
کازرون کیسے اپنے سینکڑوں مسلح جوانوں کے ساتھ اسلامی سلطنت کے اندر مسافت طے
کرتے ہوئے ان علاقوں میں پہنچ گئے۔ اور پھر امر موسیٰ نے اور اس کے نائب کازرون
نے سرائے میں قیام کیا۔ جب میرے آنے کی خبر امر موسیٰ کو ہوئی تو بھاگ گیا اور اس ک

نائب کازرون سرائے کی ایک قریبی بستی کو تباہ و برباد کر کے اور لوٹ مار کا ہدف اس بستی کو بنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخیریت و عافیت یہاں سے کوچ کر گیا۔ مجھے یہ عجیب سا معاملہ لگتا ہے کہ اس قدر بڑی واردات کرنے کے بعد وہ اپنی راہ لینے میں کامیاب ہو گیا اور طوس اور جرجان شہر کے حاکموں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔“

اس مخبر نے لمحہ بھر کے لیے ارسلان کی طرف دیکھا پھر اس نے کہا۔

” امیر یہ امر موسیٰ اور کازرون دونوں بڑے عیار دونوں بڑے فریب کار انسان ہیں یہ یونہی منہ اٹھائے اپنے سینکڑوں مسلح جوانوں کے ساتھ ادھر نہیں آ گئے بلکہ ان کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ان علاقوں کی طرف آتے ہوئے انہوں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ چرواہے ہیں خانہ بدوش ہیں جگہ جگہ چراگاہوں کی تلاش کرتے ہیں اور اپنے ریوڑ کی گزر بسر کا سامان کرتے ہیں۔ ان علاقوں میں بھی وہ چرواہوں کی حیثیت سے آئے۔“

کیونکہ ان کے ساتھ بہت بڑا ریوڑ ہے جس میں میرے خیال میں سینکڑوں نہیں ہزاروں جانور ہوں گے۔ اب جانوروں کی حفاظت کے لیے لازمی بات ہے سینکڑوں جوان بھی ہونے چاہئیں اور اس ریوڑ کی حفاظت کے لیے جس قدر جوان ہیں وہ سارے امر موسیٰ کے مسلح جوان ہیں گویا انہوں نے دیکھنے والوں کو یہ فریب دے رکھا ہے کہ ہمارے ساتھ ریوڑ ہے بظاہر ہم چرواہے ہی ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ امر موسیٰ کے فدائی ہیں اور جہاں جی چاہتا ہے اپنی واردات کرتے پھرتے ہیں۔

جس وقت امر موسیٰ اور اس کے نائب کازرون نے سرائے میں قیام کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھی اور فدائی اطراف میں اپنے ریوڑ کو چراتے پھرتے رہے اور جب امر موسیٰ آپ کی آمد کا سن کر چلا گیا تو انتقامی طور پر کازرون اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ قریبی بستی پر حملہ آور ہوا اس بستی میں خوب لوٹ مار کی اور جس قدر سامان ملا وہ لے کر یہاں سے کوچ کر گیا۔

اب اس کے کوچ کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں مسلح جوان ہیں ان میں سے آدھے سادہ لباس میں اس کی سرکردگی میں ریوڑ کو ہانک رہے ہیں۔ آدھے جوان ریوڑ کے ساتھ ساتھ ریوڑ کے دائیں جانب گھات میں رہتے ہوئے سفر

کرتے ہیں۔ تاکہ اگر ان کے ساتھیوں کو کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ اوٹ اور گھات سے نکل کر حادثے کا باعث بننے والی قوت پر حملہ آور ہو سکیں۔

مخبر کے اس انکشاف پر ارسلان مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر بدران کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" بدران میرے بھائی اب امر موسیٰ کے نائب کازرون کے قافلے کی پوری بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ یقیناً انہوں نے یہاں تک سفر چرواہوں کی حیثیت سے کیا ہے اور اب چرواہوں کی حیثیت سے واپس جا رہے ہیں۔ لیکن ہم ان کو ان کی منزل تک واپس نہیں پہنچنے دیں گے۔"

بھائی میرے میری ایک بات غور سے سنو۔ جس بستی کو امر موسیٰ کے آدمیوں نے لوٹا ہے اس کی تو واپسی پر ہم خبر لیں گے اس وقت فی الفور ہم دونوں اکٹھے یہاں سے کوچ کریں گے اور یہ مخبر ہماری راہ نمائی کریں گے۔

جس وقت ہم امر موسیٰ کے نائب کے ریوڑ کے قریب پہنچ جائیں گے تب لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصے کے ساتھ تم گھات میں چلے جانا۔ اور اپنے حصے کے ساتھ میں اس ریوڑ کی راہ روک کھڑا ہوں گا ظاہر ہے ریوڑ کی حفاظت پر جو مسلح جوان ہوں گے وہ اکٹھے ہو کر میرا مقابلہ کریں گے اور مجھے امید ہے کہ میں انہیں پیس کر رکھ دوں گا اس دوران جو جوابی کارروائی ہوگی وہ یہ کہ امر موسیٰ کے وہ جوان جو گھات میں رہتے ہوئے پیش قدمی کر رہے ہیں وہ پشت کی طرف سے یا کسی ایک سمت سے مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے جب ایسا کریں تو تم ان پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جانا۔ اس طرح وطن و دین کے ان دشمنوں کا ہم مکمل طور پر صفایا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

بدران کے علاوہ ان مخبروں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر ان مخبروں کی راہ نمائی میں ارسلان اور بدران دونوں اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

دونوں نے بڑی برق رفتاری سے سفر کیا۔ یہاں تک کہ استر آباد سے پہلے ہی وہ امر موسیٰ کے ان مسلح جوانوں کے قریب پہنچ گئے۔ مخبروں نے جو آگے آگے سفر کر رہے تھے جب اطلاع کی کہ صرف ایک فرسنگ آگے کازرون کا قافلہ جا رہا ہے تب ارسلان نے لشکر

کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کے ساتھ بدران گھات میں چلا گیا۔ وہ اس طرح کہ وہ پہلے اس شاہراہ کی طرف گیا۔ جس پر سفر کرتے ہوئے امر موسیٰ کے آدمی استر آباد کی طرف جا رہے تھے وہ چاہتا تھا کہ اس ریوڑ کے پیچھے پیچھے آگے بڑھے۔ اور جونہی گھات سے نکل کر امر موسیٰ کے آدمی ارسلان پر حملہ آور ہوں تو وہ ان کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد ارسلان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ بدران دائیں جانب اس شاہراہ کی طرف گیا جس پر امر موسیٰ کے آدمی سفر کر رہے تھے اور کوہستانی سلسلے کے اونچے نیچے ٹیلوں میں وہ امر موسیٰ کے آدمیوں کے پیچھے لگ گیا تھا۔

بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ارسلان ایک جگہ امر موسیٰ کے آدمیوں کی راہ روک کر کھڑا ہوا۔ جب اس نے ایسا کیا تو امر موسیٰ اور کازرون کے وہ آدمی جو ریوڑ کے آگے آگے چل رہے تھے وہ رک گئے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے پیچھے ریوڑ کو روک لینے کا حکم دے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لشکر کے آگے سینکڑوں کی تعداد میں چرواہے جمع ہو گئے۔ بظاہر وہ سادہ لباس میں تھے لیکن ارسلان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنے لباس کے نیچے بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھے۔ جب ارسلان نے ان کی راہ روکی تب ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت چند قدم آگے بڑھا جو ارسلان کو جو اپنے لشکر کے آگے تھا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" اے عزیز تو نے کیوں ہماری راہ روکی ہے۔ تو کون ہے کن سرزمینوں کی طرف سے آیا ہے۔ اپنا تعارف تو کہو۔ اور پھر ہماری راہ روکنے کا کیا مقصد ہے۔ ہم بے ضرر چرواہے ہیں نگر نگر بستی بستی اپنے ریوڑ کو چراتے پھرتے ہیں نہ کسی سے ہماری دشمنی ہے نہ عداوت پھر کیوں تم ہماری راہ روک کر کھڑے ہوئے۔"

جب وہ خاموش ہوا تب ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

" اگر میں غلطی پر نہیں تو تم کازرون ہو۔"

وہ شخص لمحہ بھر کے لیے سٹپٹا سا گیا۔ مگر جلد ہی ایک جھرجھری لیتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ کہنے لگا۔

" یہ کازرون کون ہے۔ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔"

ارسلان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"یہ بھی تم نے خوب کہا۔تم کازرون کونہیں جانتے اس کا مطلب ہے تم اپنے آپ کونہیں جانتے۔ اگر تم اپنا تعارف نہیں کرانا چاہتے اپنی پہچان کو دھند میں رکھنا چاہتے ہوتو میں تمہارا تعارف کرا دیتا ہوں۔سنو!تم بستے شہروں کو کھنڈر، تابندہ بستیوں کو مقبروں میں تبدیل کرنے والے لوگ ہو۔آباد راستوں کو ویرانیوں میں اور کھلکھلاتی وادیوں کو بخار زدہ کرنے والے شیطان ہو۔تم لوگ ہجوم آشنا راہوں کو موت کے سکوت رواں میں تبدیل کر دینے کے شوقین ہوتمہاری وجہ سے کئی ستارے لحد میں اتر گئے۔تم لوگوں نے کہکشاں جیسے کئی گھروں کو ماتم کناں کیا میں جانتا ہوں تمہارا مقصد غم کی یلغار اور جور کی ترکتاز کے علاوہ کچھ نہیں۔"

وہی شخص پھر ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز میں نہیں جانتا تم کون ہو کن سرزمینوں کی طرف سے آئے ہو۔اور کس شہر سے تمہارا تعلق ہے۔مگر تم نے ہمارا تعارف غلط کرایا ہے۔ میں اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ تو صحن گلستان میں مہکتی کسی شاخ تمنا کی طرح بے ضرر راستوں کی جھلمل میں کسی خواب گریزاں اور دوریوں کی منزلوں کو عیاں کر دینے والی صبح گل ترجیسے غیر مسلح سے لوگ ہیں۔ ہماری راہ روکنے والے کسی نے تمہیں ہمارے متعلق شبہات اور دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ہم چرواہے ہیں۔بے چراغ صفحات پر دائرے بناتی کلک اور رفتگاں کے بکھرے سایوں میں ماضی کی طرح ہم آج تک کسی کے لیے نقصان کا باعث نہیں بنے۔پھر یہ جو تم ہم پر الزام لگا رہے ہو اس کے لیے تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔"

ارسلان نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"یہ بھی تم نے خوب کہی۔کازرون اور پھر امر موسیٰ کے آدمی ہو کر جھوٹ بولنا تو تمہاری فطرت ہے۔ میں جانتا ہوں تم وہ لوگ ہو جو منفی اعمال کو اپنی فطرت اور عروس فکر کو موت کے مناظر سے سجانے کے عمل کے ماہر ہو۔دیکھو تم کیسے بھی اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرو۔ یاد رکھنا تمہاری اصلیت تمہاری حقیقت ہم پر عیاں ہو چکی ہے۔ یاد رکھو فردوس کی جس بیٹی کو نیشا پور سے اٹھانے کا تم نے لائحہ عمل طے کیا تھا۔اس کی حفاظت کا سامان سلطان ملک شاہ سلجوقی نے خوب کر رکھا ہے۔ وہ تمہارا صرف ایک جرم تھا کہ تم نے اپنے آدمی نیشا پور بھجوائے جنہوں نے اس حویلی میں داخل ہونے کی کوشش کی جس میں اس

لڑکی نے رہائش کر رکھی ہے۔اس سے بھی بڑا تمہارا جرم یہ ہے کہ تم لوگوں نے بھیڑیے پن کا ثبوت دیتے ہوئے طوس کے نواح میں ایک بستی کو جی بھر کے لوٹا۔اب بھی تم کہتے ہو کہ تم لوگ بے ضرر ہو۔کسی کے نقصان کا باعث نہیں بنتے۔ دیکھو میں زیادہ دیر تک اس حالت میں کھڑا رہنا پسند نہیں کروں گا۔ بتاؤ تم میں سے کازرون کون ہے۔اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرے سامنے جھوٹ بول کر تم لوگ بچ نکلو گے اور آگے بڑھ جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

جو شخص پہلے ارسلان سے مخاطب ہوا تھا وہ کہنے لگا۔

"اگر تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہی ہو تو پھر سنو! ہم میں سے ہر کوئی کازرون ہے۔اگر تم ہم سے الجھو گے تو یاد رکھنا ہم تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا سر کاٹ کر بھی تمہاری لاشوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف نکل جائیں گے۔"

ارسلان نے پھر ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"واہ میرے دوست ایسی گفتگو کر کے تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔اب میں تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر حملہ آور ہونے لگا ہوں پھر خود ہی پتہ چل جائے گا کہ تم میں سے کازرون کون ہے اور تم سب امر موسیٰ کے ساتھی ہو یا نہیں۔" اس کے ساتھ ہی اپنے لشکریوں کو ارسلان نے تلوار سے مخصوص اشارہ دیا اور یہ اشارہ ملتے ہی لشکری ارسلان کی راہ نمائی میں امر موسیٰ کے آدمیوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے جس طرح بھنور کی گرہیں اور شعور ولاشعور کے پیچ کھولتے اضطراب کے نمود اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔جس طرح برف کے ڈھیر پر خون کے نشان لگاتے شدید اور شدت بھرے موسم اپنا رنگ دکھاتے ہیں اور جس طرح بے نام مسافتوں میں زیست کے عنوان کو لہولہو کرتی قیامت کی ہمہ خیزیاں حرکت میں آتی ہیں۔"

ارسلان کا یہ حملہ اس قدر زوردار اور جان لیوا تھا کہ ایک ہی حملے میں امر موسیٰ کے کئی آدمیوں کو اس نے ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا۔جو شخص ارسلان سے مخاطب ہوا تھا وہ اب اپنے ساتھیوں کے وسط میں چلا گیا تھا اور انہیں ارسلان اور اس کے ساتھیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہدایات جاری کرنے لگا تھا۔جس سے ارسلان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہی کازرون ہے۔لہٰذا جنگ کے دوران ہی اس نے اپنے سارے لشکریوں کی طرف

پیغام بھجوا دیا تھا کہ کازرون کو ہر صورت میں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے۔

ارسلان اور اس کے ساتھیوں کے حملے کے جواب میں کازرون اور اس کے ساتھی بھی دشت کے وحشت کے جلتے دشت میں ظلم کے لمبے ہاتھوں کی طرح اپنی کارروائی کرنے لگے تھے۔ لیکن لمحہ بہ لمحہ ارسلان بڑی تیزی سے ان پر غالب آنے لگا تھا۔

جس وقت ارسلان امر موسیٰ کے آدمیوں کا قتل عام کر چکا تھا اسی وقت دائیں جانب سے امر موسیٰ کے مسلح جوان نمودار ہوئے وہ چاہتے تھے کہ ارسلان کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوں لیکن بدران جو پہلے سے گھات میں تھا۔ وہ اچانک چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی اوٹ سے نکلا پھر وہ نئے نمودار ہونے والے امر موسیٰ کے مسلح جوانوں پر قلب حرض کے بدترین افسانوں بے ثمر موسموں کی خونی داستانوں زیست کے تاریک زندان میں ناچتی فضا کے وسوسوں کی پرچھائیوں اور نفرتوں کے سلگتے سپنوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس طرح ارسلان ریوڑ کے ہانکنے والوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنے لگا تھا۔ اسی طرح بدران کوہستانی سلسلے سے نمودار ہونے والے امر موسیٰ کے آدمیوں کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جب کہ باقی نے امان طلب کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ہتھیار ڈالنے والوں میں امر موسیٰ کا دست راست کازرون بھی شامل تھا۔

اس ٹکراؤ کے بعد ارسلان اور بدران دونوں نے اپنے لشکروں کو یکجا کیا۔ پھر امر موسیٰ کے جن لوگوں کو زندہ گرفتار کر لیا تھا اور جنھوں نے ہتھیار ڈالے تھے۔ ایک جگہ جمع کیا گیا۔ ارسلان اور بدران دونوں ان کے سامنے آئے پھر انہیں مخاطب کر کے ارسلان کہنے لگا۔

”تم میں سے امر موسیٰ کا دست راست کازرون کون ہے۔ یاد رکھو میرا نام ارسلان ہے میں نیکی اور بدی دونوں کو اس کے مقام پر رکھ کر بات کرنے والا شخص ہوں۔ اگر تم میں سے کسی نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی یا میرے سامنے جھوٹ بولا تو ایسی عبرتناک مار ماروں گا کہ تم چیختے چلاتے رہو گے اور موت کچھ لمحوں کے لیے تم پر وارد نہ ہوگی تم دعائیں مانگو گے کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بولو! تم میں سے کازرون کون ہے؟“

ارسلان کی اس گفتگو نے ان سب کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ لہٰذا ایک ساتھ کئی جوانوں نے درمیان میں کھڑے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ یہ وہی تھا جو ارسلان سے اس وقت ہمکلام ہوا تھا۔ جب ارسلان نے ریوڑ کی راہ روکی تھی۔

اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ بدران اس کے ساتھ تھا۔ ارسلان اور بدران کے مسلح جوانوں نے ان سب کو اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔ کازرون کے پاس جا کر ارسلان رک گیا۔ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بڑی تیزی سے اس کی حالت بدلنے لگی۔ آنکھوں میں قہرمانیت چہرے پر غضبناکیاں اپنے رنگ گہرے کر گئی تھیں۔ پھر کازرون کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان نے کہا۔

”تم اور تمہارا سرکردہ امر موسیٰ اپنے ساتھیوں اپنے فدائیوں کے ساتھ اب تک مختلف جگہوں پر نفرت کی پیوند کاری کرتے رہے ہو۔ لیکن اب تمہاری کارروائیاں ساون رت کی برکھا میں ریت کے گھروندوں سے بھی نازک ثابت ہوں گی۔ اب تک تم زندگی کی خوشبو سے الجھتے رہے ہو شیطان کی خونی اشاروں پر لفظ انسانیت، عصمتوں کے آنچل اور عظمتوں کی ردا پر بدنما داغ ثبت کرتے رہے ہو۔ روز وشب کی مسافتوں میں تم لوگ نفرت کی فصلیں بوتے رہے ہو یہ فصلیں بوتے بوتے اب تمہارے اپنے سر پک گئے ہیں جن کے کٹنے کا وقت آ چکا ہے۔ اب تک تم گھر بار راکھ کرتے رہے ہو۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ تمہیں امر موسیٰ اور تمہاری سارے فدائیوں کو راکھ کر کے اڑا دیا جائے۔“

تم نے کچھ قوتوں کی اشارے پر مختلف جگہوں پر کافی خونی کھیل کھیلا اب سماں آ گیا ہے کہ تم جیسے سچائی کے سنکوں کی ناقدری کرنے والوں کے سایوں تک کو چھید ڈالا جائے تمہارے تقویم میں کوئی فردا نہ رہنے دیا جائے۔ تمہارے دل کی تہوں میں مکافات کے رنگ بھر دیے جائیں اور انسانیت کو امن عطا کرنے کے لیے عذاب کے گہرے سورج تلے تمہارے جسموں کو پگھلنے کے عمل سے گزارا جائے۔

”بولو! امر موسیٰ کہاں ہے۔“

کازرون کچھ نہ بولا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی۔ خاموش رہا۔

اس کی اس حرکت کو ارسلان نے ناپسند کیا تھا۔ پھر اس کا دایاں ہاتھ اٹھا اور دائیں

ہاتھ کے الٹے حصے کا طمانچہ اس نے اس زور سے کازرون کے منہ پر مارا کہ کازرون پلٹیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کے ساتھی مزید خوفزدہ اور لرزاں ہو کے رہ گئے تھے۔

آگے بڑھ کر بالوں سے پکڑ کر ارسلان نے کازرون کو اوپر اٹھایا۔ مزید کئی طمانچے اس کے منہ پر مارے پھر کہنے لگا۔

" میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا۔ اس کا جواب مجھے تم سے چاہیے تھا۔ مجھے تمہاری خاموشی کی تو ضرورت نہ تھی۔"

کازرون نے جب دیکھا کہ ارسلان انتہا درجہ کی سختی اور بے رحمی پر اتر آیا ہے تب وہ بول اٹھا۔

" امر موسیٰ نے میرے ساتھ طوس اور جرجان کے درمیان ایک سرائے میں قیام کر رکھا تھا۔ جب ہمارے ساتھیوں نے خبریں دیں کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ ہم سے نمٹنے کے لیے نیشاپور سے نکلنے والے ہو تو تب امر موسیٰ جبل قزوین کی طرف چلا گیا میری بھی منزل کوہستان قزوین ہی تھی۔ لیکن میری بدقسمتی کہ تم میری راہ روک کھڑے ہوئے۔"

ارسلان کچھ دیر خاموش رہا فیصلہ کیا پھر اس کے وہ مسلح جوان جو وہاں ایک حلقہ سا بنائے کھڑے تھے ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" ان سب کو ایک طرف لے جاؤ اور ان کا کام تمام کر دو"

اس کے ساتھ ہی ارسلان کے آدمی حرکت میں آئے۔ کازرون اور اس کے آدمیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے وہ ایک طرف لے گئے۔ اور ان سب کا انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

ایسا کرنے کے بعد ارسلان نے بدران کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" بدران جن لوگوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ امر موسیٰ کے آدمیوں کے ساتھ ہمارے ٹکراؤ کی درمیان جس قدر آدمی مارے گئے ہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان سب کی تلاشی لو۔ جس کسی کے پاس جتنی بھی رقم نکلتی ہے جمع کرو مرنے والے کے پاس جو بھی کام کی چیزیں ہیں فالتو کپڑے ہیں وہ بھی اکٹھے کر لو مرنے والوں کے گھوڑے دوسری

اشیاء کو بھی ایک جگہ جمع کرو اور ان کے ریوڑ کے اردگرد اپنے آدمی پھیلا دو تا کہ کوئی جانور بھاگنے نہ پائے۔"

بدران یہ ساری کارروائی کرنے کے بعد ہم واپس اس بستی کی طرف جائیں گے جس پر امر موسیٰ کے آدمیوں نے حملہ آور ہو کر اسے برباد کیا اور اس کی لوٹ مار کی، وہ بستی ہماری عملداری میں ہے۔ لہٰذا اس بستی کی حفاظت ہمارا فرض تھا۔ اس بستی کی چونکہ ہم حفاظت نہیں کر سکے لہٰذا ان کے نقصانات کو پورا کرنا ہم پر واجب ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں میں سلطان سے بات کر کے طوس اور جرجان کے حاکموں سے بھی بازپرس کروں گا کہ جب ان کے علاقوں میں بستی کو تہس نہس کیا گیا تو کیا وہ سو رہے تھے۔ انہیں حاکم اس لیے تو نہیں مقرر کیا گیا کہ وہ اپنے اطراف سے آنکھیں بند کر کے شہروں پر حکمرانی کرتے رہیں اور ان شہروں اور ان کے ماتحت بستیوں کے لوگ شرافت نسبی کھوتے رہیں۔ ان کی آزادی بے وقار ہوتی رہے۔ سینے دھواں دھواں آنکھیں بے نور ہوتی رہیں اور اغیار ان کی جواں ہمتوں کو کچلنے اور زیست کی بدترین تہمتوں کے داغ لگاتے رہیں۔ ہرگز نہیں ہر والی اپنے شہر اپنے قریوں اپنی بستیوں اور ان کے کھیتوں اور شاہراہوں کی حفاظت کا امین ہوتا ہے۔

جس طرح تن زندہ کے لیے سانس لازم ہے اسی طرح ایک حاکم پر اپنے ماتحتوں کی حفاظت اور پاسبانی بھی لازم ہے۔ ہر حاکم پر لازم ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی بربادی کے نقش ابھارتے تیرہ و تار حادثات، آفات و آلام بولتے زخموں کے سیلاب کے سامنے ایک عمدہ پاسبان اور چارہ گر دعاؤں جیسا ثابت ہو۔ اسے ہمہ وقت اپنے ذہن کو بیدار رکھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ اور اس سلسلے میں کسی دوسرے کا منت کش نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ باہر سے وارد ہو کر ان کے شہریوں کے لیے ٹھوکروں کی پذیرائی ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے انہیں اپنی سماعت میں بے حسی کی انگلیاں نہیں ڈال لینی چاہئیں۔

"بدران! میرے بھائی جو کچھ ہوا اس کا سدباب تو ہم بعد میں کر لیں گے پہلے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کیا جائے"

بدران اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ لڑائی کے دوران جس قدر امر موسیٰ

کے آدمی مارے گئے تھے ان سب کی تلاشی لی گئی۔ ان سب سے اچھی خاصی اور بڑی تعداد میں نقدی ملی۔ فالتو سامان تک ان کا سمیٹ لیا گیا۔ ان کے گھوڑوں کو بھی یکجا کیا پھر ان کے ساتھ جو بہت بڑا ریوڑ تھا۔ اور اس کے اندر جو بار برداری کے جانور سامان سے لدے ہوئے تھے۔ سب کو ہانکتے ہوئے۔ ارسلان اور بدران اس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے جس پر کازرون حملہ آور ہوا تھا۔

☆☆☆

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ارسلان اور بدران دونوں اس بستی کے قریب پہنچے تو لوگوں کو ان کے آنے کی خبر ہو گئی تھی۔ لہٰذا لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر اپنے آپ پر ظلم ہونے والی داستانیں سنا رہے تھے۔ بے بس عورتیں جن کے گھروں کو لوٹ لیا گیا تھا۔ سارے سامان کا صفایا کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو اٹھائے ان دونوں کے سامنے فریاد کرنے لگی تھیں۔

ارسلان نے سب کی باتوں کو نم آلود آنکھوں سے سنا پھر بستی کے سرکردہ لوگوں کو اس نے ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" میرے عزیزو! جو کچھ ہوا میں مانتا ہوں اس میں ہماری کوتاہی ہے۔ یوں ہم تمہاری حفاظت کرنے میں ناکام رہے اور ہمیں تمہاری حفاظت کا فرض پورا کرنا چاہیے تھا۔ جس کے لیے بعد میں ذمہ دار لوگوں سے باز پرس ضرور کی جائے گی۔"

فی الحال میں تم پر یہ انکشاف کروں کہ اپنی بستی کے سارے لوگوں کے نقصان کا جائزہ لو جس قدر کسی کا نقصان ہوا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اس سے اس کے نقصان کی دگنی تلافی کی جائے گی۔

یہ فیصلہ سن کر بستی کے سارے لوگ خوش ہو گئے تھے۔ پھر بستی کی سرکردہ لوگوں نے ہر گھر کے نقصان کا جائزہ لیا۔ ہر ایک کی فرداً فرداً ارسلان اور بدران نے تلافی کی کازرون کا جو بہت بڑا ریوڑ تھا۔ اس میں زیادہ تر جانور بستی کے ضرورت مندوں میں بانٹ دیے گئے تھے۔ کچھ دن ارسلان اور بدران نے اپنے لشکر کے ساتھ احتیاط کے تحت وہاں قیام کیے رکھا۔ اس دوران سلطان ملک شاہ سلجوقی کو ارسلان اور بدران کی اس مہم کی خبر

گئی تھی۔ لہٰذا سلطان کی طرف سے تیز رفتار قاصد آئے جن کے ذریعے سلطان نے ارسلان کی اس کارروائی کی تعریف و توصیف کی۔ اور سلطان نے دونوں کو اپنے پاس حلب طلب کر لیا تھا۔

یہ پیغام ملتے ہی ارسلان کازرون کے ریوڑ کے بچے کھچے جانوروں کے علاوہ ان سارے گھوڑوں کو لے کر جو کازرون کے مرنے والے ساتھیوں کے تھے اپنے لشکر کے ساتھ جرجان کی اس نواحی بستی سے حلب کا رخ کر گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ہاں سے بھاگ کر حسن بن صباح مصر پہنچا مصر کے باطنی خلیفہ المستنصر باللہ کو اس کے سارے حالات کا علم ہو چکا تھا اس نے حسن کی بڑی خاطر مدارت کی۔ حسن نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور تقریباً ڈیڑھ سال تک باطنیوں کے دارالحکمہ میں تعلیم پاتا رہا۔

اسی زمانے میں وہاں باطنیوں کے حکمران المستنصر کی جانشینی کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا وجہ یہ ہوئی کہ مستنصر نے پہلے اپنے بیٹے نزار کو اپنے بعد باطنیوں کی امامت اور خلافت کا وارث قرار دیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس سے ناراض ہو کر اس نے اپنے دوسرے بیٹے ابوالقاسم کو جانشین مقرر کر دیا۔

اس پر باطنی جو مصر میں موجود تھے وہ دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک حصے نے ابوالقاسم کا ساتھ دیا۔ اور دوسرا نزار کا طرف دار ہو گیا اور اسی کو باطنیوں کا امام برحق تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ نزار کے طرفداروں میں حسن بن صباح بھی شامل تھا۔

نزار کے حامیوں کا کہنا تھا کہ ایک دفعہ امامت نزار کو منتقل ہو گئی تو پھر کبھی ردائے امامت اس کے کندھوں سے نہیں اتر سکتی۔ حسن بن صباح اسی گروہ کا پرجوش حامی تھا۔ اس کا بیان تھا کہ ایک دفعہ میرے استفسار پر خود مستنصر نے اسے بتایا کہ اس کے بعد نزار اس کا جانشین ہوگا۔

اب مصر میں ایک نیا تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ باطنی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور پھر مصر کے باطنی حکمران المستنصر کا جو امیر الجیوش تھا۔ نام جس کا بدر جمالی تھا۔ وہ ابوالقاسم

زبردست حامی تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ حسن بن صباح لوگوں کو در پردہ نزار کی امامت کی دعوت دے رہا ہے تو اس نے اس کو دمیاط نام کے قلعہ میں قید کر دیا۔

اتفاق سے اس کے قید اور اسیری کے ایام میں قلعہ کا ایک برج گر پڑا۔ لوگوں نے اسے حسن کی کرامت پر محمول کیا۔ امیر الجیوش بدر جمالی نے یہ چرچا سنا تو اس نے حسن کو مصر سے خارج البلد کرنے کی ٹھانی۔ اور اسے زبردستی ایک قافلے کے ساتھ ارض شام کی طرف ایک بحری جہاز میں روانہ کر دیا۔

اسے اتفاق کہا جائے یا حسن بن صباح کی خوش قسمتی کہ سفر کے دوران جہاز کو ایک خوفناک بحری طوفان نے آن لیا۔ اور وہ طوفانی لہروں میں بری طرح تھپیڑے کھانے لگے۔

اہل جہاز کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی اور وہ بدحواس ہو گئے۔ ان یاس انگیز لمحات میں حسن نے آگے بڑھ کر لوگوں کا حوصلہ بندھایا اور ان سے کہا کہ گھبراؤ نہیں مجھے امام نزار نے بشارت دی ہے کہ جہاز ہرگز نہیں ڈوبے گا اور کسی مسافر کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔

درحقیقت حسن نہایت زیرک اور دوراندیش شخص تھا۔ اس نے جب طوفان میں جہاز کو ڈانواں ڈول دیکھا تو اس نے سوچا اگر جہاز ڈوب گیا تو میری تکذیب کرنے والا کوئی نہ رہے گا سب مر جائیں گے اور اگر جہاز ڈوبنے سے بچ گیا تو لوگ میری ولایت میری کرامت کے قائل ہو جائیں گے۔

حسن اتفاق سے کچھ دیر بعد طوفان تھم گیا اور جہاز حسب معمول عافیت سے چلنے لگا۔ اب تو حسن کا بول بالا ہو گیا۔ لوگ اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اس کو ولی قرار دے دیا۔

چند دن بعد جہاز ساحل شام پر لگا اور حسن جہاز سے اتر کر مختلف دیار میں باطنی مذہب کی دعوت دیتا ہوا اصفہان پہنچا۔

اس کی غیر موجودگی میں اس کے اور باطنیوں کے ایک گروہ کے امام نزار نے امیر الجیوش بدر جمالی کی سختیوں سے تنگ آ کر قاہرہ سے اسکندریہ کی طرف ہجرت کر لی۔ وہاں کے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اپنا امام اور حکمران تسلیم کر لیا۔

اسی دوران باطنیوں کے حکمران المستنصر کے انتقال کے بعد لوگوں نے ابوالقاسم کو

مصر کا حاکم مقرر کر لیا۔ ایسا ہوتے ہی ابوالقاسم کے وزیر شاہین نے نزار پر لشکر کشی کی اور کامیاب ہو کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور وہاں سے قاہرہ بھیج دیا گیا۔ جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔ نزار کے قتل کے بعد اس فرقے کو اور زیادہ قوت حاصل ہوئی۔ کیونکہ نزار کے بعد اس فرقے کو حسن بن صباح جیسے طاقتور شخص کی حمایت حاصل ہو گئی تھی۔

اصفہان میں قیام کے دوران حسن بن صباح نے خفیہ طور پر اپنے داعی صوبہ رودبار کے کوہستانوں اور دوسرے علاقوں کی طرف لوگوں کو باطنی مذہب کی طرف راغب کرنے کے لیے روانہ کرنا شروع کر دیے تھے۔

اس دوران عالم اسلام میں ایک اور بڑا حادثہ اٹھ کھڑا ہوا سمرقند کے حاکم شہاب الدین نے اس سے پہلے جو بغاوت کھڑی کی تھی۔ اسے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے فرو کر دیا تھا۔ اور شہاب الدین کے معافی مانگنے پر اسے سمرقند کی ولایت پر بحال رکھا تھا۔

انہی دنوں جب کہ سلطان ملک شاہ اور اس کے بڑے بڑے سالار نیشاپور سے باہر تھے شہاب الدین والی سمرقند پر پھر شیطان نے اپنا غلبہ کر لیا اور اس نے سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کا عزم کر لیا۔ یہ سوچتے ہی اس نے سرکشی پر کمر باندھی ایک بڑے لشکر کی ساتھ وہ سمرقند سے نکلا۔ مختلف مقامات پر قبضہ کرتے ہوئے وہ سرخس شہر کی طرف بڑھا اور شہر کی قریب ایک قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے اس قلعے کا حاکم مسعود بن امیر تھا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ شہاب الدین کے جرار لشکر کا مقابلہ کر سکتا۔ لہٰذا اس نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے شہاب الدین کے حملے اور اپنی نازک حالت کی اطلاع نیشاپور بھیج دی۔

نیشاپور میں نہ تو اس وقت کوئی اتنا بڑا لشکر تھا جسے استعمال کرتے ہوئے مسعود بن امیر کو کمک بھیجی جا سکتی۔ اور نہ سلطان کے صاحب اثر امراء میں سے کوئی وہاں موجود تھا۔ لے دے کے صرف ایک حصے کے ساتھ برسق موجود تھا اور وہ اس لشکر کے ساتھ جو نیشاپور میں تھا۔ صرف نیشاپور ہی کی حفاظت کر سکتا تھا۔

امیر مسعود والی قلعہ کی خوش قسمتی کہ گو نظام الملک طوسی نیشاپور سے نکل کر سلطان کی طرف چلا گیا تھا لیکن نیشاپور میں اس وقت اس کا ایک مصاحب اور ساتھی ابوالفتوح طوسی

وہاں موجود تھا وہ ایک دانا اور صاحب تدبیر شخص تھا۔ اس نے ایک خط قلعہ کے حاکم مسعود کے نام نظام الملک طوسی کی طرف سے اس مضمون کا لکھا کہ اپنا حوصلہ بلند رکھو اور مقابلے پر ڈٹے رہو میں سلطان کی ہمرکابی میں عنقریب ایک زبردست لشکر کے ساتھ تمہاری مدد کو پہنچ رہا ہوں۔

ابوالفتوح نے یہ خط ایک سانڈنی سوار کو دیا اور اسے ہدایت کی کہ تم یہ خط لے کر شہاب الدین کے لشکر کے قریب سے اس طرح گزرنا کہ وہ تم پر مخبر ہونے کا شک کریں۔ اور تم جب گرفتار کر لیے جاؤ اور تم سے پوچھ گچھ کریں تو یہ خط ان کو دے دینا اور کہنا سلطان ایک لشکر لے کر مسعود کی مدد کے لیے چل پڑا ہے۔

اس سانڈنی سوار نے ایسا ہی کام کیا۔ جو کچھ اس کو سمجھایا گیا تھا اس کے مطابق اس نے نہایت عمدگی سے اپنے کام کو سرانجام دیا۔ شہاب الدین کے لشکر کے پاس وہ پکڑا گیا۔ مخبر سمجھا گیا۔ جو خط اس کو دیا گیا تھا وہ اس نے پیش کر دیا۔ چونکہ ابوالفتوح کا خط نظام الملک طوسی کی تحریر سے حد درجہ مشابہہ تھا لہٰذا حاکم سمرقند شہاب الدین دھوکا کھا گیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک بہت بڑا لشکر لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

سلطان کی آمد کی وجہ سے شہاب الدین اور اس کے ساتھیوں پر کچھ ایسی پریشانی اور سراسیمگی کا عالم طاری ہوا کہ شہاب الدین نے فوراً اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ شہاب الدین کی فوج کو بھاگتے وقت اپنے خیمے سامان حتیٰ کہ چولہوں پر چڑھی ہوئی ہانڈیاں اتارنے کا بھی ہوش نہ رہا۔ اور قلعہ کے نواح سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے جانے کے بعد اہل قلعہ نے قلعہ سے نکل کر ان کی ساری چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ سرخس شہر کے نواح سے بھاگ کر حاکم سمرقند شہاب الدین نے ونج کے مضبوط شہر اور قلعے میں پناہ لے لی تھی اور وہ وہاں محصور ہو کے بیٹھ گیا تھا۔

دوسری جانب ان تکلیف دہ حالات کی خبر سلطان کو بھی ہو گئی تھی۔ لہٰذا سلطان نے بڑی برق رفتاری سے ونج کا رخ کیا آتے ہی اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

سلطان کی ہمرکابی میں ارسلان، قیم الدولہ، بدران جیسے محترم سالار تھے۔ برسق کو نیشاپور کی حفاظت کے لیے وہیں چھوڑا گیا تھا۔ جس روز سلطان ونج کے نواح میں پہنچا

وہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اور شام کو سلطان نے اپنے سارے سالاروں کی علاوہ اپنے مشیروں اور دیگر سرکردہ لوگوں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا۔ جب سب لوگ سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے شروع کیا۔

''رفیقانِ من! اس شہاب الدین نے سمرقند کے والی کی حیثیت سے ہمارے خلاف بار بار بغاوت کھڑی کر کے ایک طرح سے ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی حرکتیں بار بار برداشت نہیں کی جا سکتیں۔ اب تم لوگ دیکھتے ہو کہ شہاب الدین اپنے لشکر کی ساتھ ونج میں محصور ہو کے رہ گیا ہے۔ اور اس کا خیال یہ ہے کہ ہم شہر کا محاصرہ لیں گے۔ اندر سے وہ دفاع کرے گا۔ محاصرہ طول پکڑ جائے گا اور ہم اس طوالت سے تنگ آ کر واپس نیشاپور چلے جائیں گے۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں جانتا ہوں ایک لمبا سفر کرتے ہوئے لشکری تھکے ہوئے ہیں۔ لیکن میں ان کی تھکاوٹ پر اس مہم کو ترجیح دیتا ہوں جو اس وقت ہمیں درپیش ہے۔ میں آج رات ہی ونج پر حملے کی ابتداء کرنا چاہتا ہوں۔ تم میں سے کسی کو اعتراض ہو تو بولے''

کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا سب نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ تب سلطان نے نظام الملک طوسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''خواجہ بزرگ رات کو جب میں ارسلان، قیم الدولہ اور بدران قلعہ پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے کام کی ابتداء کریں گے تو ہماری غیر موجودگی میں پڑاؤ کی حفاظت آپ کے ذمے ہوگی۔ میرا بیٹا احمد بھی آپ کے ساتھ ہوگا۔ لشکر کا ایک حصہ آپ کی کمانداری میں ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ آپ احمد کی راہنمائی کرتے ہوئے یہ کام احسن طریقے سے سرانجام دیں گے۔ میں اس مہم پر زیادہ وقت صرف نہیں کرنا چاہتا اور اس سر کر کے فوراً نیشاپور لوٹ جانا چاہتا ہوں۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس تجویز سے نظام الملک طوسی کے علاوہ سارے سالاروں اور دیگر عمائدین سلطنت نے جو اس وقت سلطان کے خیمے میں موجود تھے اتفاق کیا۔ اس کے بعد وہ مجلس ختم ہوئی۔ نظام الملک طوسی سلطان کے بیٹے احمد کے ساتھ پڑاؤ کی حفاظت کے انتظامات کرنے لگا تھا۔ جب کہ سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ

باہر نکلا اور قیم الدولہ، ارسلان اور بدران کو اس نے حکم دیا کہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کو خیمہ گاہ سے باہر نکالیں۔ یہ حکم ملتے ہی آن کی آن میں لشکریوں تک یہ خبر پہنچ گئی کہ تھوڑی دیر تک شہر پر حملے کی ابتداء کی جائے گی۔ لہٰذا لشکر کا ایک حصہ خیمہ گاہ کی حفاظت پر مامور رہا جب کہ لشکر کا باقی حصہ خیمہ گاہ سے باہر اس جگہ آ جمع ہوا تھا۔ جہاں سلطان، ارسلان، قیم الدولہ، بدران کھڑے تھے۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی دکھ اور غمزدہ سی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''رفیقانِ دیرینہ! اکثر و بیشتر شیرازہ انسانیت میں شامل بدی اور برائی کے داعی کم عقل انسانوں کو خاک و خون میں لپٹی ہوس کاری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہی حالت اس شہاب الدین کی ہے اس نے ابھی تک بغاوت کے بیابانوں اور سرکشی کے دشت فسوں میں ہجر کے ذائقوں اور تلخی کی اصل کڑواہٹوں کے نتائج کو نہیں دیکھا۔ کاش اس کا پندار اس کار دنیا میں اسے مہلت دیتا کہ وہ دلوں کو مضطرب کرتی الم خیزیوں کے نوحوں سے اپنا دامن بچاتا۔''

میرے عزیزو! ایسے لوگ زندگی کی کسی بھی معراج پر پہنچ جائیں ذہنی افق کی انتہا کو چھو لیں۔ ہفت افلا کی رفعتوں پر پہنچ جائیں اپنے برے اعمال کی وجہ سے ان کے اندر ہزیمت کی کمزوری اور ہمت کی پستگی ضرور نمودار ہوتی ہے۔ اور بے وفائی، بددیانتی کے نتائج منطقی اثرات ایک نہ ایک روز انہیں گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔ افعال شنعیہ کی وجہ سے ایسے لوگ شجاعت اور خصائص انسانیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انصاف اور رحم اور اتحاد عمل کی شہ نشین سے اتر کر شہاب الدین جیسے لوگ نسلی و گروہی عصبیت اور ستم بالائے ستم پر اتر آتے ہیں۔ حصول اقتدار کی خاطر ایسے لوگ دینی و نسلی یکجہتی کا بندھا ہوا شیرازہ تار تار کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ ایسے لوگ اپنے خبث باطن کی وجہ سے مشیت الٰہی سے دور رہ کر کبھی اور کسی بھی موقع پر درویش صفت مجاہد نہیں بن سکتے۔ یہی حال سمرقند کے باغی شہاب الدین کا بھی ہے اور اسے اس کی اس بار بار کی بغاوت اور سرکشی کی سزا ہم نے ہر صورت دینی ہے۔

لمحہ بھر کے لیے سلطان خاموش رہا اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے

ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''جس قدر لشکر ہمارے سامنے کھڑا ہے۔اس کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کرنا لشکر کا ایک حصہ پڑاؤ میں چھوڑ دیا گیا ہے جو نظام الملک طوسی اور میرے بیٹے سرکردگی میں پڑاؤ کی حفاظت کرے گا۔ باقی لشکر کو میں چاہتا ہوں دو برابر حصوں میں کیا جائے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے۔ میں اپنے ساتھ قیم الدولہ کو رکھ لوں گا اور میرے بیٹے ایک حصہ تمہارے پاس ہوگا۔ بدران تمہاری مدد کے لیے تمہارے پاس ہو اب ان دو حصوں میں سے ایک کورسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ کر فصیل محافظوں کو زیر کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ دوسرا حصہ شہر سے باہر دروازہ کھلنے انتظار کرے گا دروازہ کھلتے ہی شہر میں داخل ہوگا اور جو بھی مسلح جوان سامنے آئے گا ا خاتمہ کرتا چلا جائے گا۔''

ارسلان میں یہ فیصلہ تم پر اور بدران پر چھوڑتا ہوں اگر تم لوگ فصیل کے سا دروازے پر کھڑا ہونا پسند کرتے ہو تو میں اور قیم الدولہ رسیوں کی سیڑھیوں کے ذر فصیل پر چڑھیں گے اور ہر صورت میں فصیل کے محافظوں کو زیر کر کے دروازہ کھو گے۔اس لیے کہ..........

سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ اس کی بات کا ارسلان بول پڑا۔

''سلطان محترم جس آخری فیصلے پر عمل کیا جائے گا میرا دل چاہتا ہے کہ وہ کچھ ہو کہ میں اور بدران دونوں رسیوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھیں گے آپ محترم قیم الدولہ سامنے پڑنے والے شہر پناہ کے دروازے پر اپنے حصے کے لشکر کے سا مستعد رہیں۔ مجھے امید ہے کہ میں اور بدران بہت جلد شہر پناہ کا دروازہ کھولنے کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد شہاب الدین کے سامنے ہم سے معافی مانگنے ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ رہے گا۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے مسکراتے ہوئے ارسلان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر بڑی شفقت بڑی محبت میں ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

''ارسلان میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں لشکر کے دو حصے جو ہم نے یہاں

کیے ہیں انہیں مستعد اور چوکس رکھا جائے گا۔شہر پر شب خون اور حملے کی ابتداء آدھی رات کے بعد کی جائے گی فصیل کی جس سمت ہم کھڑے ہیں۔ اپنے کام کو ہم اسی سمت سے شروع کریں گے۔ سامنے والے دروازے کے دائیں جانب جو دو برج ہیں ان کو اپنا ہدف بنایا جائے گا۔''

لشکر کا وہ حصہ جو میرے اور قیم الدولہ کی سرکردگی میں کام کرے گا وہ رات کے وقت ان دونوں برجوں پر موسلا دھار بارش کی طرح تیر اندازی کرے گا۔تیر اندازی کرتے ہوئے یہ احتیاط برتی جائے گی کہ تیر صرف برجوں پر لگیں۔ دونوں برجوں کے درمیان اور شہر پناہ کے دروازے کے درمیان جو حصے ہیں ان کی طرف کوئی تیر نہیں جائے گا۔

اسی تیر اندازی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم اور بدران اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے اور برجوں کے درمیان جہاں تیز اندازی نہ ہوگی وہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے شہر پناہ پر چڑھنے کی کوشش کرو گے۔ میں جانتا ہوں ایک بار تم اور بدران شہر پناہ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو دشمن تمہاری راہ روکنے میں کامیاب نہ ہوگا۔

ساتھ ہی مجھے یہ بھی امید ہے کہ ونج شہر میں پہلے سے جو لشکر ہے وہ کسی بھی صورت شہاب الدین کا ساتھ نہیں دے گا۔طوعاً کرہاً اس سے ڈرتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہوئے وہ جنگ میں ضرور حصہ لیں گے لیکن وہ جس طرح دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے عادی ہیں اس طرح اپنی کارگزاری کا اظہار نہیں کریں گے۔ اور ان کا یہ ردعمل بھی ہمارے لیے سود مند ہوگا اب لشکر کے ساتھ جہاں ہم ہیں یہیں مستعد رہا جائے گا آرام نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ کسی صورت نیند ہم پر غالب ہوگئی تو ہمارے حملہ آور ہونے کی وہ قوت نہ رہے گی۔

سارے سالاروں نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر لشکر کے دونوں حصے وہیں رک کر رات کے گذرنے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

سرما کی وہ رات اداسیاں بھرے پت جھڑ کی پتیاں اڑاتی رت کی طرح بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ فضاؤں میں اڈتا سناٹا دلوں میں خوف کی کسک کھڑی کر رہا تھا۔ ہواؤں سے برہم درختوں کے پتوں کا بے پایاں خروش چاروں سمت اس طرح پھیلنے لگا تھا جس طرح قبرستانوں کے نوحے گھروں پر نزول کرتے ہیں۔

ٹھٹھرتی کانپتی ونج شہر کی میلی فصیل اور پرانے بوڑھے اداس برج کالی رات کی
زینت کا سامان بنے ہوئے تھے۔

رات جب آدھی گذر گئی تب ان دستوں نے جنہوں نے شہر پر حملہ آور ہونا تھا۔ بے
ساعتوں سے آزاد دیمک اور مکوڑوں کی سرسراہٹ اور اداسی کی خنک راتوں میں کسی بے
نام خواہشوں کی سرگوشیوں کی طرح زمین پر لیٹتے ہوئے رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے
تھے۔

فصیل کے قریب جا کر اچانک وہ دستے جن کا تعلق سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حصے
سے تھا زمین پر لیٹے ہی لیٹے اور اپنے سروں پر اپنی ڈھالیں رکھے ان دونوں برجوں پر تیر
اندازی کرنے لگے تھے جن کی نشاندہی سلطان نے کی تھی۔

یہ تیر اندازی اتنی تیز اور ہولناک تھی کہ ان برجوں میں بیٹھے محافظوں نے جوابی تیر
اندازی نہیں کی بلکہ اپنی جانیں بچانے کے لیے وہ دبک گئے تھے۔ یہ صورت حال ارسلان
اور بدران کے لیے بڑی حوصلہ افزا تھی۔ ایک دم وہ اپنے حصے کے لشکر کی ساتھ فصیل کے
قریب گئے آناً فاناً رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی گئیں اور پھر ارسلان اور بدران کی سرکردگی
میں لشکر کا وہ حصہ بڑی تیزی سے شہر کی فصیل پر چڑھ رہا تھا۔

سلطان کے حصے کے وہ دستے جنہوں نے برجوں پر تیز اندازی کی تھی انہوں نے
جب دیکھا کہ ارسلان اور بدران دونوں اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ فصیل پر چڑھ
گئے ہیں تب وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئے اور سلطان کے لشکر کے حصے میں جا شامل ہوئے
تھے۔

شہر کے وہ لشکری جو شہاب الدین کے تحت کام کر رہے تھے انہوں نے جب دیکھا
کہ حملہ آور فصیل پر چڑھ گئے ہیں تو انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے حملہ آوروں کو روکنے کی
ناکام کوشش کی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ حملہ آوروں کو روکنے میں بے دلی کا اظہار کر رہے ہوں
پھر وہ ایک دم پیچھے پسپا ہوتے ہوئے فصیل سے نیچے اتر گئے تھے۔

اس صورتحال سے ارسلان اور بدران دونوں نے فائدہ اٹھایا جو تھوڑے بہت لشکری
ان کے مقابل آئے ان میں سے کچھ کو کاٹتے ہوئے کچھ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے شہر پناہ سے
نیچے اتر گئے اور شہر کا دروازہ انہوں نے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی سلطان اور قیم الدولہ

اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ شہر کے
چاروں دروازوں پر اپنے دستے بھجوا دیے تاکہ کوئی بھی شہر سے نکل کر بھاگنے نہ پائے۔ شہر
کے اندر شہاب الدین کی سرکردگی میں جو لشکر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان بذات خود
ونج شہر میں داخل ہو چکا ہے تو اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ وہ جانتے تھے کہ سلطان ان
سب کو کاٹ کے رکھ دے گا۔ جو اس کے مدمقابل آئیں گے۔

شہر کے چاروں دروازوں پر چونکہ شہر میں داخل ہوتے ہی سلطان نے مسلح دستے
پھیلا دیے تھے لہٰذا شہر سے کسی کو بھاگنے کا موقع ہی نہ ملا۔ رات جب ختم ہوئی اور سورج
طلوع ہوا تب شہر مکمل طور پر فتح ہو چکا تھا۔ باغی شہاب الدین کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اسے
سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی تھوڑی دیر تک بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتا
رہا پھر کسی قدر غصے اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

''شہاب الدین تم نے کیا سمجھ کر اپنی ملت کے جوانوں کو خون میں تر بتر کیا۔ مسلم قوم
کی آنکھوں میں آنسوؤں کی بوندیں ترازو کیں۔ کیوں تو نے بدی کا سراب بن کر اپنوں
کے لیے خون کی قبائیں کھولیں۔ وہ کیا عوامل تھے جن کے تحت تو غم واندوہ کے بوجھ تلے
اور گراں بار تلخی افکار کے نیچے دب کر مسلم قوم کے حرف مقصود کو لہولہو کر گیا۔ کیوں تو نے مسلم
قوم کی تمناؤں کے نگر کو بے داغ سحر کو اداسی کی دہکتی لہر اور سرسبز وشاداب، حسین مناظر کو
زرد تپتی ریت کا شکار کیا۔ کیا تیرے پاس محبت کا قحط ہو گیا تھا یا تیرے ہاں بار آور نفرتیں
بڑھ گئی تھیں۔ کہ تو صبر وضبط کی ڈوری چھوڑ کر کشاکش ہائے حرص وہوس میں ڈوب گیا۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس گفتگو کے سامنے شہاب الدین دن کے تپتے راستوں
گھور اندھیری رات کی طرح چپ اور خاموش کھڑا تھا۔ اس کی گردن اس غمزدہ کی طرح
جھکی ہوئی تھی جو شاید فکر کی گرہیں کھولنے میں کھو گیا ہو۔''

سلطان تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

''شہاب الدین کیا تو رقص و درمان میں ڈوب گیا تھا۔ جو ہماری طرز حکمرانی کو
فراموش کر کے ہمارے خلاف بغاوت کھڑی کر بیٹھا۔ اور تو نے ایک نہیں ایک سے زائد بار

ایسا کیا۔ اب تو دیکھ تیرے دامن میں دور و قریب کی کوئی خوشگوار آہٹ نہیں۔ کوئی آو صدا نہیں۔ جو تیرے لیے خیر کی خبر لائے۔ تو جانتا تھا کہ ہم نافرمانی کو شیطنت سے بدتر بغاوت کو آتشی بگولوں سے زیادہ ہولناک اور سرکشی کو پرآشوب نقوش سے بھی زیادہ برا خیال کرتے ہیں۔ پھر بھی تو نے اپنی ملت کے لیے بے یقینی کی فضاء، اپنی مملـ کے لیے زرد رتوں کا ماحول اور دہشت پرستی کی رت بننے کی کوشش کی۔''

شہاب الدین تجھے سمرقند کا والی مقرر کرنے سے پہلے ہم نے تجھے کچھ اصول بتا تھے تو ان اصولوں کو فراموش کر گیا۔ دیکھ حکمرانی کرتے وقت کچھ سماجی پابندیوں کو ا پاؤں کی زنجیر بھی بنانا پڑتا ہے۔ لیکن تو نے ایسا نہیں کیا اب تو جو میرے سامنے ویران و شجر دشت کی طرح چپ اور نامساعد سفر اور شدائد سے تھکے ہارے مسافر کی طرح کھڑا تو تیری یہ کیفیت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ تو مجرم ہے۔

دیکھ پہلے تو نے جو بغاوت کی ہے میں نے اپنے سالاروں کے کہنے پر نرم دلی مظاہرہ کرتے ہوئے تجھے معاف کر دیا تھا۔ لیکن میں تیری بار بار کی بغاوت سے اب تنگ اور نالاں ہو چکا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو حرص و ہوس کا بندہ ہے۔

سلطان نے پھر تھوڑی دیر تک اپنے سالاروں اور سرکردہ لوگوں سے مشورہ کیا اس کے بعد کچھ فیصلہ ہوا اور سلطان نے شہاب الدین کو اپنے بیٹے احمد کے حوالے کر دیا۔ جس نے شہاب الدین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ اور پھر زندان میں ڈال دیا یوں اس سرکشی اور بغاوت کا خاتمہ ہوا۔ شہاب الدین کے بعد سلطان نے ایک شخص ا خان بن خضر خان کو سمرقند کا حاکم مقرر کیا تھا۔

☆☆☆

ونج میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہاں کے حالات اور انتظامات کو سلطان درست کیا۔ سمرقند کے نئے حاکم کو سمرقند کی طرف روانہ کیا اور جس روز سلطان نے ونج نیشاپور کی طرف کوچ کرنا تھا۔ اسی روز سلطان کے محافظ دستوں کا سالار سلطان کے پا آیا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! ایک نوجوان جو اپنے آپ کو انطاکیہ کے نصرانی بادشاہ فردوروس

بیٹا کہتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے شہر میں داخل ہوا ہے اس کے ساتھ آپ کے چچا سلیمان بن قتلمش کے کچھ آدمی بھی ہیں وہ اپنا نام لیوکس بتاتا ہے۔ کسی کے خلاف نالش اور شکایت لے کر آیا ہے۔ میں نے اس سے تفصیل جاننا چاہی مگر اس کا کہنا ہے جو کچھ میں کہوں گا آپ کے سامنے کہوں گا۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے آپ کے سامنے پیش کروں۔''

سلطان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

''اگر وہ واقعی فردوروس کا حقیقی بیٹا ہے تو اسے روکا نہیں جانا چاہئے تھا۔ اسے فی الفور میرے پاس لے کر آؤ۔'' محافظ دستوں کا سالار وہاں سے ہٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سالار چند جوانوں کے لے کر سلطان کے پاس آیا۔ سلطان اس وقت اپنے سالاروں اور عمائدین کے ساتھ شہر کی فصیل کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ آنے والوں سے سلطان نے اٹھ کر مصافحہ کیا پھر بہترین انداز میں استقبال کیا سارے سالاروں اور عمائدین نے بھی پرجوش انداز میں ان سے معانقہ کیا۔ پھر سلطان بیٹھ گیا۔ ان سب کو بھی اپنے سامنے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان میں سے ایک نوجوان بول پڑا۔ سلطان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''سلطان محترم میں انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس کا بیٹا ہوں میرا نام لیوکس ہے اور میرے ساتھ یہ آپ کے چچا سلیمان بن قتلمش کے آدمی ہیں۔''

سلطان محترم میں جانتا ہوں گو آپ کی روایت اور آپ کی تہذیب کے مطابق کسی بیٹے کا باپ کے خلاف بات کرنا بڑا عجیب اور معیوب ہے۔ مگر مجبوری ہے اس لیے کہ سچ بات کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

سلطان محترم میرا باپ فردوروس یعنی انطاکیہ کا حاکم ایک ظالم اور انتہا درجہ کا بدکردار شخص ہے۔ اس کے مظالم سے انطاکیہ ہی نہیں گردونواح کے لوگ بھی انتہا درجہ کے نالاں ہیں۔

سلطان محترم میرا باپ فردوروس اپنی رعایا کے اندر ظلم کی ان کہی داستانیں کھوئے لمحوں کی بے انت کہانیاں بریدہ شاخوں کے قصے زرد پتوں کی رودادیں اور جبر کے سوکھے موسموں کا سماں پیدا کرنے پر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس نے انطاکیہ شہر نہیں اپنی سلطنت کے دیگر شہروں اور قصبوں میں بھی ظلم کی برسات ستم کی طیلسان دراز کر رکھی ہے۔ جراحتوں

کے ایسے سبب کھڑے کرتا ہے کہ اس کی رعایا کی حیثیت اس کے سامنے خشک پودوں سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے۔

سلطان محترم! کوئی بھی بیٹا اپنے باپ کے خلاف بغیر کسی وجہ کے اس قسم کی الزام تراشیاں نہیں کرتا۔ مگر یہ میری بدقسمتی ہے کہ میرے باپ نے لوگوں کے ضمیر پر کالک پھیلانا شروع کر رکھی ہے۔ عصمتوں پر گندگی اچھالتا ہے۔ وحشت کی گونجیں برہنہ شیطانی قہقہوں کی طرح چاروں طرف گونجتی ہیں۔ سلطان محترم! اگر میرا باپ اسی طرح انطاکیہ پر حکمرانی کرتا رہا تو خدشہ اور ڈر ہے کہ وہ آدمیت کے چیتھڑے اڑاتا رہے گا اگر ایسا سماں رہا تو ماؤں کے دودھ کے ذائقے بدل جائیں گے ان کی گود کی گرم آسودگیاں خارزار ہو جائیں گی۔ چشم انسانیت لہولہو ہو کے رہ جائے گی۔ سلطان محترم! میں آپ سے اپنے باپ کے خلاف کارروائی کرنے کی التجا کرتا ہوں۔

سلطان محترم! میں نے اپنے باپ کے کالے قانون اور ظلم کے خلاف بغاوت کھڑی کی۔ جس کے نتیجے میں اس نے مجھے زندان میں ڈال دیا۔ بھلا ہو انطاکیہ کے ایک سالار کا کہ اس سے ساز باز کر کے میں زندان سے جان چھڑانے میں کامیاب ہو گیا۔

سلطان محترم میں انطاکیہ سے نکل کر اناطولیہ کی طرف گیا۔ جہاں آپ کا چچا سلیمان بن قتلمش حکومت کرتا ہے۔ میں نے اس سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے کہا کہ وہ اکیلا انطاکیہ کی نصرانی سلطنت کے خلاف حرکت میں نہیں آ سکتا۔ اور پھر ایسا کرنے کے لیے اسے آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔ اسی بناء پر وہاں سے نکل کر میں آپ کی طرف روانہ ہوا یہ جو میرے ساتھ آدمی ہیں یہ آپ کے چچا سلیمان بن قتلمش ہی کے ہیں۔ (سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق سلطان کا چچا تھا اور سلطان نے ایشیائے کوچک کے بعض علاقوں کو فتح کر کے اسے وہاں کی حکومت دے رکھی تھی۔ جس کا صدر مقام نیقیہ تھا۔ سلیکان نے ایشیائے کوچک میں جس عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی ۷۰۰ھ تک قائم رہی۔ سلیمان اور اس کے جانشین سلاجقہ ارض روم یا سلاجقہ روم کہلاتے ہیں۔ ان کے جانشین ترک عثمانی ہوئے۔ ترکی کی اسلامی سلطنت انہی ترکان عثمانی کی یادگار ہے)

لیوکس لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”سلطان محترم! میں خلوص دل سے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ انطاکیہ ہی نہیں اس کے گرد نواح کے بے بس و مظلوم لوگوں کو میرے باپ کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ سلطان محترم! میں امید رکھتا ہوں کہ انسانیت کی بہتری کے نام پر آپ ہم لوگوں کو مایوس نہیں کریں گے۔“

سلطان نے کچھ سوچا پھر اپنے سالاروں نظام الملک طوسی اور دیگر عمائدین کے ساتھ مشورہ کیا اور لیوکس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نوجوان میں اپنے لشکر کی ساتھ آج تھوڑی دیر تک نیشاپور کی طرف کوچ کر رہا ہوں تم بھی ہمارے ساتھ نیشاپور چلو تمہارا قیام شاہی مہمان خانے میں ہو گا وہاں میں فیصلہ کروں گا۔ بہرحال مطمئن رہو۔ تمہیں مایوس نہیں کیا جائے گا۔“

لیوکس مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر سلطان نے اس کے اور اس کے ساتھ آنے والے لوگوں کے کھانے کا اہتمام کیا اس کے تھوڑی دیر بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ونج سے نیشاپور کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی کو اپنے لشکر کی ساتھ ونج سے نیشاپور داخل ہوئے تین چار دن ہو گئے تھے۔ کہ سورج غروب ہونے کے بعد ارسلان اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ سیدھا اصطبل کی طرف گیا۔ جب وہ اپنے گھوڑے کے منہ سے لگام نکالنے لگا تب چونک سا پڑا اس کے لیے اچانک کسی نے اس کے ہاتھ سے گھوڑے کی لگام لے لی۔ چونک کر ارسلان نے دیکھا وہ ضوباہ تھی۔ اصطبل کے اندر جلتی چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں ارسلان نے دیکھا ضوباہ کے چہرے پر انتہا درجہ کی ناپسندیدگی کے اثرات تھے۔ ارسلان سے کہے بغیر اس نے پہلے گھوڑے کے منہ سے لگام نکالی۔ پھر ناند کے ساتھ جو لکڑی کا بڑا کھونٹا تھا اس کے ساتھ جو پہلے سے رسہ بندھا ہوا تھا اس کے ایک سرے میں اس نے گھوڑے کا پاؤں ڈال کر کس دیا۔ ارسلان اسے عجیب سے انداز میں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا گھوڑے کو باندھنے کے بعد ضوباہ مزید حرکت میں آئی گھوڑے کے ساتھ بندھی

خرجین اور دوسرا سامان اس نے اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ پھر زین اتاری اسے زین رَ
کی ایک بلند جگہ پر اس نے رکھا پھر گھوڑے کے قریب آئی پہلے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھ
گردن تھپتھپائی پھر اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

''امیر اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک احتجاج کروں گی۔ لشکر کو ونج شہر کے مید
جنگ سے نیشاپور لوٹے آج تیسرا دن ہے۔ ہمارے پاس یہ بھی اطلاع پہنچ چکی تھی
آپ لشکر کے ساتھ آئے ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں آپ تین
اجنبیوں کی طرح کہاں رہے اور حویلی میں کیوں داخل نہیں ہوئے؟''

ارسلان کچھ جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحے اصطبل میں اخیموت، صفیناہ
غریاد داخل ہوئے پھر ضوباہ کی تائید کرتے ہوئے اخیموت بول پڑا۔

''ارسلان میرے بیٹے! جو سوال تم سے ضوباہ سے کیا ہے۔ میں اس کی تائید کر
ہوں۔ اگر یہ سوال نہ کرتی تو ایسا سوال میں تم سے کرتا۔ تین دن سے لشکر شہر میں داخل
چکا ہے۔ اور تمہارا کہیں اتا پتا نہیں۔ صفیناہ روز تمہارا پوچھتی تھی۔ ضوباہ پریشان تھی۔ غر
بھی ہر روز سوال کرتی تھی۔ کہ بھائی کہاں چلے گئے ہیں جب کہ شہر میں یہ خبریں پھیل چ
تھیں کہ بیٹے تم لشکر کے ساتھ آئے ہو پھر دونوں بہنوں کے کہنے پر میں باہر نکلا تمہارا پتہ
اور یہ معلوم ہوا کہ تم لشکر سے لوٹے ہوئے ہو اور مستقر میں ہو کیا ہم سے کوئی ناراضگی ہو
ہے۔''

عین اسی لمحہ حویلی میں بدران اور برسق دونوں سالار نمودار ہوئے ان کے ساتھ کو
اور بھی تھا۔ لمحہ بھر کے لیے صحن میں جلتی مشعل کی روشنی میں ارسلان کی طرف دیکھا پھر انہ
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بدران اور برسق تم دونوں میرے استعمال کے اس کمرے میں چلے جاؤ جو نشس
گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔''

وہ تینوں ارسلان کی نشست گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔ پھر اخیموت کو مخاط
کرتے ہوئے ارسلان کہہ رہا تھا۔

''محترم اخیموت میری آپ سے کیا ناراضگی ہو سکتی ہے۔ دراصل کچھ انتہائی ا
کاموں کے سلسلے میں مجھے مستقر میں قیام کرنا پڑ گیا تھا اور پھر ایک دن صبح سے لے کر ش

تک لگاتار سلطان کے پاس رہنا پڑا اس لیے کہ یہاں سے ایک لشکر انطاکیہ پر حملہ آور
ہونے کے لیے روانہ ہو رہا ہے اور اس لشکر کی کمانداری مجھے سونپی گئی ہے۔ میں کل یہاں
سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا۔''

ارسلان کے ان الفاظ پر ضوباہ دنگ رہ گئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اخیموت آگے
بڑھا اور ارسلان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے چلو پہلے آرام سے بیٹھتے ہیں پھر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔''

اخیموت کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ضوباہ بڑی تیزی سے حرکت میں آئی پہلے
جلدی جلدی ارسلان کے گھوڑے کو پانی پلایا پھر اس کے آگے اس نے چارہ ڈال دیا تھا۔
اسی دوران چپ چاپ ارسلان اخیموت کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ضوباہ بھی ان کے پیچھے پیچھے
تھی۔

حویلی میں داخل ہونے کے بعد اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''اس کمرے میں بیٹھتے ہیں جو میری خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔
دوسرے کمرے میں برسق اور بدران کے ساتھ کچھ مہمان بھی ہیں۔''

ارسلان کا کہا مانتے ہوئے سب اس کمرے میں داخل ہوئے اور نشستوں پر بیٹھ
گئے گفتگو کا آغاز ضوباہ نے کیا۔ ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دھیمی دھیمی مسکراہٹ
میں کہنے لگی۔

''امیر اس حویلی میں آپ کے آنے سے یوں جانیں رونق آ جاتی ہے آپ
نجانے حویلی کو چھوڑ کر باہر رہنا کیوں پسند کرتے ہیں۔ امیر میں آپ سے دو گذارشات یا
دو التجائیں کرنا چاہتی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میری کسی عرضداشت کو ٹھکرائیں گے نہیں''

ارسلان نے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

ضوباہ مسکرائی کہنے لگی۔

میری پہلی گذارش آپ سے یہ ہے کہ کل جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ کی
طرف روانہ ہوں تو میں آپ کے ساتھ جانا پسند کروں گی۔ آپ کی مہربانی ہوگی مجھے بھی
لشکر میں شامل کر لیں۔ انطاکیہ میں میرے کچھ عزیز و اقارب ہیں میں ان سے مل لوں گی۔''

تیر نگاہوں سے ارسلان نے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''کیا صرف تمہارے وہاں عزیز واقارب ہیں؟''

ضوباہ سٹپٹا سی گئی فوراً کہنے لگی۔

''میرا مطلب ہے ہمارے وہاں عزیز واقارب ہیں۔ باغ کی دیکھ بھال بابا ماں اور بہن تو یہیں رہیں گے مگر میں ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ مجھے امید آپ انکار نہیں کریں گے۔''

ارسلان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تمہارے اس سوال کا جواب تو میں بعد میں دوں گا۔ پہلے اپنا دوسرا سوال کر

لمحہ بھر کے لیے ضوباہ نے بڑے غور سے ارسلان کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ

''میری دوسری التجا آپ سے یہ ہے کہ ہمیں کئی ہفتے ہو گئے ہیں نیشاپور میں ہوئے ابھی تک ہمیں کسی نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حالات نہیں سنائے۔ میں ہوں کہ اس سے پہلے جو ان کے حالات ہیں وہ آپ سے بہتر ہمیں کوئی نہیں سنا سکتا۔ امید ہے آپ میری بات ضرور مانیں گے۔''

صرف ایک لمحے کے لیے بڑے غور سے ارسلان نے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر لگا۔

''پہلے میں تمہیں تمہارے کہنے پر سلطان کے حالات اختصار کے ساتھ سناتا اس کے بعد سب سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تمہیں انطاکیہ جانا یا نہیں تو سنو! میں تمہیں اختصار کے ساتھ سلطان کے حالات سناتا ہوں۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی اور اس کے خاندان کا تعلق وسط ایشیا سے تعلق رکھنے غز ترکوں کے ایک قبیلے سے ہے۔ وسط ایشیا میں ان ترکوں کا مرکز ابتداء میں ترکستان بلاد چین کے درمیان ایک کوہستانی سلسلے کے اندر تھا۔ بعد میں یہ لوگ اس کوہستانی سے نکل کر ترکستان کے شہروں میں آن کر آباد ہوئے۔ ان کی سرحد اسیجاب سے دریائے سیحوں اور خوازم سے لے کر اہلستان تک پھیلی ہوئی تھی۔

اسلام قبول کرنے سے قبل وسط ایشیا میں رہنے والے تقریباً تمام ترک قبائل طور پر خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ ان کے ہاں تہذیب وتمدن نام کی

شے تھی نہ ان کے سامنے مذہب کا کوئی تصور تھا۔ بس وہ بھیڑ بکریاں گھوڑے اور دوسرے جانور پالتے تھے جن کے لیے ان کے پاس چراگاہیں افراط کے ساتھ موجود تھیں۔

ترک قدرتی طور پر نہایت سادہ اور محنت کش بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے بالوں سے اپنا لباس بنا لیتے ہیں۔ اور انہی کی کھالوں سے اپنے خیمے تیار کر لیتے ہیں جن کے اندر رہائش رکھتے ہیں۔ تیغ زنی اور جنگجوئی کے دوسرے طریقے انہیں ورثے میں ملتے ہیں یہ اکثر وبیشتر آپس میں ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ اور کبھی کبھار اسلام قبول کرنے سے پہلے قافلوں کو بھی لوٹ لیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا رہن سہن اور عادات وخصائل عام طور پر عرب کے بدوؤں سے حیرت انگیز طور پر ملتے جلتے ہیں۔

پھر ایسا ہوا کہ مسلمان تاجروں اور مبلغوں نے ان ترکوں کے علاقوں میں جانا شروع کیا جس کے نتیجے میں اس میل جول کی وجہ سے ترکوں نے آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور جو قبیلے اسلام قبول کرتے وہ مسلمانوں کی سلطنت کے ہمسائے میں آ کر آباد ہو جاتے تھے۔

مسلمان عموماً ان لوگوں کو ترکمان کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

اپنے وطن سے نکل کر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قبیلے غز نے بھی اپنے آبائی بستیوں کو چھوڑ کر ماوراالنہر کا رخ کیا۔ وہاں ایک جگہ انہوں نے اقامت اختیار کر لی۔ اور وہیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام چونکہ سلجوق تھا لہٰذا یہی سلجوق سلطان ملک شاہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ اور اسی کے نام کی نسبت سے اس کے خاندان اور نسل کو سلجوقی آل سلجوق، سلاجقہ یا سلاجیق کہا جاتا ہے۔

غز قبیلے کے سردار سلجوق کے پانچ بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام میکائیل تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک طغرل بیگ دوسرا چغری بیگ، چغری بیگ کے تین بیٹے تھے۔ کاورد بیگ، سلیمان اور الپ ارسلان، الپ ارسلان ہی سلطان ملک شاہ سلجوقی کا باپ تھا۔ اور الپ ارسلان کے بعد سلطان اپنے باپ کا جانشین بنا۔

ارسلان لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چھ بھائی ہیں۔ ارعفرن، ایاز، ارسلان شاہ، تتش ارغون اور بوری برس۔

سلطان الپ ارسلان نے اپنے بیٹے ملک شاہ سلجوقی کی تعلیم وتربیت کا عمدہ انتظام کیا اور محترم خواجہ بزرگ یعنی نظام الملک طوسی کو ان کا اتالیق مقرر کیا الپ ارسلان کی شہادت کے بعد سلطان سلجوقی سلطنت کا مالک بنا۔ سلطان بنتے ہی اور اپنے باپ کی وراثت پر بیٹھتے ہی سلطان کے لیے جگہ جگہ ابتلاؤں اور مصیبتوں کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے سمرقند میں ایک بغاوت اٹھی لیکن اسے فرو کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک چچا قاورد بیگ تھا اس نے اپنے بھائی الپ ارسلان کا تاج وتخت حاصل کرنے کے لیے ملک شاہ سلجوقی کے خلاف علم بغاوت کھڑا کیا۔ کرج کے مقام پر سلطان اور قاورد بیگ کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس میں سلطان ملک شاہ سلجوقی فتح مند رہا اور باغیوں کو سلطان نے کچل کر رکھ دیا۔

لمحہ بھر ارسلان مسکراتے ہوئے ضوباہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"دراصل جس وقت ونج میں ہم نے سمرقند کے باغیوں کو شکست دی تھی تو انطاکیہ کے کچھ لوگ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انطاکیہ کے نصرانی بادشاہ فردوروس کے مظالم سے سلطان کو آگاہ کیا تھا۔ ساتھ ہی سلطان سے التجا کی تھی کہ فردوروس ایک ظالم اور جابر شخص ہے اور لوگوں کو اس کے ظلم وجبر سے نجات دلائی جائے۔ آنے والے قاصد جس روز ونج پہنچے تھے۔ اسی روز ہمارے لشکر نے وہاں سے نیشاپور کی طرف کوچ کیا تھا۔ راستے میں بھی انہوں نے کچھ تفصیل بتائی۔ اس تفصیل کے مطابق قلعہ جعبر کا جعفر فردوروس کے ساتھ ملا ہوا ہے اور مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا کرنے کے لیے انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ باطنیوں کا جو داعی کبیر ان دنوں عراق میں ہے اور جس کا نام شیخ عبدالملک بن عطاش ہے اس کے اور باطنیوں ہی کے نمائندے اور حمص کے والی ابن ملاعب کی بھی فردوروس پشت پناہی کر رہا ہے اور ان کے ذریعے وہ مسلمانوں کے اندر انتشار پھیلانے میں کوشاں ہے اور فردوروس کی کوششوں میں آمد کا نصرانی حکمران اپولس اور الرہا کا عیسائی بادشاہ کلپس بھی شامل ہے۔ وفد انطاکیہ سے آیا تھا۔ انہوں نے بڑی منت سماجت کی کہ انطاکیہ پر حملہ آور ہو کر لوگوں کو فردوروس کے ظلم وستم سے نجات دلائی جائے۔ اب فیصلہ یہ ہوا ہے کہ پہلے انطاکیہ پر حملہ کیا

جائے گا فردوروس جن لوگوں کی مدد کرتا رہا ہے اور جن کے ذریعے مسلم مملکت میں وہ انتشار پھیلانا چاہتا تھا ان سے بعد میں نپٹا جائے گا۔ اس کے علاوہ انطاکیہ سے نپٹنے کے بعد امروہا اور آمد کی بھی باری آئے گی۔"

ضوباہ یوں جانو اس وقت بہت سے عوامل ہیں جو سلطان ملک شاہ کے خلاف کام کر رہے ہیں ان میں سرفہرست انطاکیہ کا بادشاہ فردوروس پھر آمد کا بادشاہ اپولس پھر الرہا کا کلپس پھر حمص کا باطنی حکمران ابو ملاعب، پھر قلعہ جعبر کا حاکم بنوقیشر سے تعلق رکھنے والا جعفر اسی کے ہاں امرموسیٰ نے قیام کیا ہوا ہے۔ جس نے یہودیوں کی ایک تنظیم بنا رکھی ہے۔ جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی اور سب سے بڑھ کر باطنیوں کا داعی کبیر شیخ عبدالملک بن عطاش جو عراق میں مقیم ہے۔ وہ بھی اسلامی سلطنت کے خلاف سرگرم ہے۔ اب باری باری ہمیں ان ساری قوتوں کے خلاف حرکت میں آنا ہے اور اس کی ابتداء ہم انطاکیہ کے نصرانی بادشاہ فردوروس سے کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہی ساری برائیوں کی جڑ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان خاموش ہو گیا تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ضوباہ! تمہارے چہرے کا اندازہ لگاتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں انطاکیہ پر حملہ آور ہونے کے اس فیصلے سے خوشی نہیں بلکہ دکھ ہو رہا ہے۔"

ضوباہ چونک سی پڑی کہنے لگی۔

"امیر یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھے بھلا انطاکیہ پر حملہ آور ہونے سے کیوں دکھ ہوگا۔ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ انطاکیہ کا نصرانی بادشاہ فردوروس ایک ظالم اور جابر شخص ہے تو پھر ظالم کو اس کے ظلم، جابر کو اس کے جبر کی سزا ہر صورت میں ملنی چاہیے۔"

تیز نگاہوں سے ارسلان نے ضوباہ کی طرف دیکھا اور اس کی ان نگاہوں کی تیزی کا ضوباہ سامنا نہ کر سکی۔ نگاہیں جھکا لیں۔ مسکراتے ہوئے ارسلان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ضوباہ یہ تم نے جو میری گفتگو کے دوران نگاہیں نیچے کر کے گردن جھکا لی ہے تو یاد رکھنا یہ کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔"

ضوباہ پھر چونک سی پڑی تھی۔ دوسری جانب اخیموت، صفیناہ اور غریاد بھی خدشات بھرے انداز میں اسلان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ارسلان پھر بول پڑا۔

''ضوباہ تمہارا کہنا ہے کہ تمہیں انطاکیہ پر حملہ آور ہونے کے فیصلے سے کسی قسم کا دکھ نہیں ہوا اور یہ تو کہو کہ انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس سے جو تمہارا رشتہ ہے اس کا کیا بنے گا۔''

ارسلان کے ان الفاظ پر ضوباہ چونک سی پڑی ایک طرح سے اپنی جگہ پر اچھل پڑی تھی۔ اخیموت، صفیناہ اور غریاد بھی انتہائی پریشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ارسلان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر خوش کن انداز میں ضوباہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''دیکھ ضوباہ! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں تم محترم اخیموت کی بیٹی نہیں ہو۔ بلکہ تم انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس کی بیٹی ہو۔ اس کے ظلم اور جبر سے بھاگ کر تم نے ایک مسلمان خاندان کے ہاں پناہ لی اس خاندان کو فردوروس نے اپنا نشانہ بنایا تو تم بھاگ کر محترم اخیموت کے پاس آ گئیں جو اس مسلم گھرانے سے بہترین تعلق رکھنے والے ہیں اس کے بعد محترم اخیموت نے جو سب سے بڑا نیک کام کیا وہ یہ کہ انطاکیہ کے نواح سے نکل کر یہاں تمہاری خاطر انہوں نے پناہ لے لی۔ ضوباہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچ ہے یا جھوٹ''

میرا اندازہ ہے کہ یقیناً تم کہو گی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔

ارسلان مزید کچھ نہ کہہ سکا اس لیے کہ ضوباہ بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

امیر یہ میں کیسے کہہ سکتی ہوں کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں سچ ہے مگر اس سچ نے مجھے ایک تکلیف اور اذیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو خبر ہو گئی کہ میں فردوروس کی بیٹی ہوں اور اپنے آپ کو محترم اخیموت کی بیٹی بتا کر میں نے ان سے دھوکہ اور فریب کیا ہے تو نجانے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے مجھے میرے اس جھوٹ کی کیا سزا دیں گے اور آپ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ میں فردوروس کی بیٹی ہوں۔''

تھوڑی دیر تک ارسلان مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ضوباہ! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں محترم اخیموت، صفیناہ اور غریاد بھی پریشانی کا شکار ہیں۔ جو حالات میں نے تم سے کہے ہیں ان سارے حالات کی خبر سلطان کو پہلے سے ہے۔ تم لوگوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا بلکہ اخیموت نے جو تمہیں اپنی بیٹی ظاہر کیا تو میں سمجھتا ہوں انہیں ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ اسی میں بہتری اور بھلائی تھی۔ بہر حال پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضوباہ میں تمہارے لیے ایک اچھی خبر بھی رکھتا ہوں۔ تمہارے بھائی کو نام جس کا لیوکس ہے تمہارے باپ فردوروس نے زندان میں ڈال دیا تھا۔ وہ وہاں اپنے کسی سالار سے ساز باز کر کے زندان سے بھاگ نکلا اور یہاں ہمارے پاس پہنچ گیا ہے۔''

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ضوباہ ایک طرح سے اپنی جگہ اچھل پڑی پھر بڑے شوق سے وہ ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر! میرا بھوئی لیوکس کہاں ہے؟''

ارسلان نے اس موقع پر اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔

''بدران یہاں آ جاؤ''

تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں بدران، برسق اور ضوباہ کا بھائی لیوکس داخل ہوئے۔ لیوکس کو دیکھتے ہی ضوباہ اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر دونوں بہن بھائی بھاگے اور اپنے بھائی سے لپٹ کر ضوباہ دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ لیوکس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا پھر دونوں بہن بھائی نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ ضوباہ علیحدہ ہوئی اور لیوکس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی آپ نے انطاکیہ کے زندان سے کیسے اپنی جان چھڑائی؟''

لیوکس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ارسلان نے دخل اندازی کی اور ضوباہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ضوباہ! یہ بہت بری حرکت ہے۔ تم نے فوراً اپنے بھائی پر سوال داغ دیا ہے اسے

بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا۔“

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ضوباہ مسکرا دی۔ لیوکس کو پکڑ کر اس نے اپنے ساتھ بٹھا پھر لیوکس نے اسے مخاطب کیا۔

ہمارے باپ نے تو مجھے زندان میں ڈال دیا تھا لیکن میری خوش قسمتی کہ ایک سالار سے میں نے ساز باز کی اور مجھے وہ زندان سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔ زندان سے رہائی کے بعد میں انطاکیہ سے نکلا ایشیائے کوچک کا رخ کیا اور وہاں سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چچا سلیمان بن قتلمش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے باپ کے مظالم بیان کرتے ہوئے اس سے انطاکیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے کہا۔

لیکن اس نے مجھے سلطان کی طرف بھیج دیا۔ راستے ہی میں مجھے پتہ چلا کہ سلطان سمرقند کی بغاوت فرو کرنے کے لیے گیا ہوا ہے۔ لہٰذا میں نے ادھر کا رخ کیا میرے ساتھ سلیمان بن قتلمش نے بھی اپنے کچھ آدمی بھجوائے تھے۔ ہم سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے سارے حالات بیان کئے اور سلطان نے انطاکیہ پر حملہ آور ہو کر وہاں کے لوگوں کو میرے باپ کے مظالم سے نجات دلانے کی حامی بھرلی ہے۔

لیوکس رکا پھر اپنی بہن ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

اب صورتحال یہ ہے کہ سلطان نے میری موجودگی میں آج صبح ہی صبح امیر ارسلان کو انطاکیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے مقرر کیا ہے۔ ساتھ ہی آج صبح تیز رفتار قاصد ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کردیے گئے ہیں اور سلیمان بن قتلمش کو سلطان نے پیغام بھیجا ہے کہ ارسلان ایک لشکر کی ساتھ انطاکیہ کا رخ کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے مرکزی شہر قیقیہ سے نکل کر انطاکیہ کا رخ کرے۔ اور دونوں مل کر انطاکیہ پر حملہ آور ہوں۔

میں خوش ہوں کہ سلطان نے میری عرضداشت کو قبول کر لیا ہے۔ ایک امیر ارسلان، برسق اور بدران دونوں سالاروں کے ساتھ کل انطاکیہ کی طرف روانہ ہوں گے میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا۔“

ضوباہ نے فوراً لیوکس کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

”اور میں............“

لیوکس مسکرا دیا کہنے لگا۔

”تم اکیلی نہیں محترم اخیموت، اور ان کے اہل خانہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گے۔ انطاکیہ کی فتح کے بعد میں اس شہر میں حکمرانی نہیں کرنا چاہتا ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور تم لوگ میرے ساتھ رہو گے۔“

پھر ضوباہ سے نگاہیں ہٹا کے لیوکس نے اخیموت کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”محترم اخیموت مجھے آپ کے سارے حالات کی خبر ہو چکی ہے۔ آپ نے جن حالات میں میری بہن کو پناہ دی اور پھر اسے یہاں لے کر آئے اس کے لیے میں جتنا بھی آپ کا شکریہ ادا کروں کم ہے۔ دراصل مجھے اس کمرے میں آتے ہی ایسا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ضوباہ نے مجھے باتوں میں لگا لیا۔ بہرحال کل ضوباہ اور آپ تینوں بھی میرے ساتھ لشکر میں شامل ہوں گے۔ انطاکیہ کی فتح کے بعد ہم انطاکیہ شہر ہی میں قیام کریں گے شہر کی فتح کے بعد وہاں ہمارے لیے کوئی خطرہ نہ رہے گا۔“

انطاکیہ کے علاوہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے امیر ارسلان کے ذمے کچھ اور مہمات بھی لگائی ہیں۔ پہلی آمد کی فتح ہے۔ آمد کا حکمران نصرانی اپولس ہے۔ یہ بھی میرے باپ کی طرح انتہا درجہ کا ظالم اور جابر شخص ہے۔ میری موجودگی میں سلطان نے جو امیر ارسلان کو احکامات جاری کئے ہیں۔ ان کے مطابق امیر ارسلان انطاکیہ کی فتح کے بعد آمد پر حملہ آور ہوں گے۔ اس سلسلے میں سلطان نے دیار بکر کے حاکم فخر الدولہ کی طرف بھی قاصد بھجوا دیے ہیں کہ آمد کے علاوہ میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کی تسخیر کے سلسلے میں امیر ارسلان کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے۔

لیوکس جب خاموش ہوا تو ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان بول پڑا۔

”کیا ایسا ممکن نہیں کہ باتیں ختم کر کے ہمیں کھانا کھلا دیا جائے۔“

اس پر ضوباہ ہنس دی پھر صفیناہ، ضوباہ اور غریاد کمرے سے نکل گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اسی کمرے میں انہوں نے کھانا لگا دیا تھا۔ سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے اور اگلے روز ارسلان، برسق اور بدران ایک لشکر کو لے کر انطاکیہ کا رخ کر گئے تھے۔ لیوکس، ضوباہ، اخیموت، صفیناہ اور غریاد بھی ان کے لشکر میں شامل تھے۔

====☆☆☆☆====

انطاکیہ موجودہ جنوب مشرقی ترکی کا ایک شہر ہے جو دریائے عاصی کے کنارے بحیرۂ روم سے لگ بھگ چودہ میل کے فاصلے پر واقع ہے اس کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ تین سو قبل مسیح میں یہ شہر سلیوکس اول نے آباد کیا تھا۔ چونسٹھ قبل مسیح میں پوپی کے اس شہر پر قابض ہونے کے بعد ایشیا میں رومنوں کا سب سے اہم شہر اور سلطنت روما کی ایشیائی ولایات کا صدر مقام بن گیا تھا۔

اس شہر کی انحطاط کی تاریخ ایران میں ساسانیوں کی سلطنت کے قیام سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس نے دجلہ اور فرات کی وادی میں انطاکیہ کی سیاسی اور اقتصادی اہمیت کو بہت کم کر دیا تھا اور ایران کے پے در پے حملوں کا تختہ مشق بنا دیا۔ شاپور اول نے اسے پہلے ۲۵۸ء میں پھر ۲۶۰ء میں فتح کیا۔ یہاں کے بہت سے بسنے والوں کو اپنی سلطنت میں جا کے آباد کر دیا۔

۲۶۶ء سے ۲۷۲ء تک اس شہر پر قدمر کی ملکہ زنوبیا کا قبضہ رہا لیکن باوجود سلطنت داخلی جھگڑوں اور تباہ کن زلزلوں کے اس علاقے میں جو عموماً آتے رہتے ہیں اس شہر کی زیب و زینت قائم رہی آخر ۵۴۰ء میں خسرو اول امینی نوشیروان نے اس شہر کا محاصرہ کیا اور اسے بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اس کے باشندوں کو وہاں سے نکال کر ایرانی سلطنت کے مختلف حصوں میں آباد کر دیا۔

رومنوں کے شہنشاہ جسٹنین نے اسے دوبارہ تعمیر کروایا۔ مگر ایرانی پھر ۶۰۲ء اور ۶۱۱ء میں اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے کافی نقصان پہنچایا۔ ایرانیوں کے بعد عربوں نے اس شہر

پر قبضہ کر لیا۔ اور خلفائے اسلام کے ابتدائی دور میں اس کا ذکر بہت کم ملتا ہے تاہم یہ شہر عربوں کی سرحدی فوجی نظام کا صدر مقام اور ایک علمی خطہ بنا رہا۔

ہجری ۲۶۵ء میں احمد بن طولون نے شمالی شام کے ساتھ اس شہر کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اور یہ ہجری ۲۸۵ تک اس کے جانشینوں کے قبضے میں رہا۔ پھر ۳۳۳ھ میں سیف الدولہ آل حمدان کے قبضے میں چلا گیا۔ ۳۵۸ھ میں رومنوں نے اسے فتح کر لیا اور ۴۷۷ھ تک اس شہر پر رومن ڈیوک حکمرانی کرتے رہے۔ ایسے ہی حکمرانوں میں آخری فردوروس تھا۔ اس کے بعد یہ شہر سلجوقیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ پھر ۴۹۱ھ میں صلیبیوں نے اس شہر پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک نارمن خاندان جو بوہیمان کی اولاد میں سے تھا یہاں حکومت کرنے لگا یہاں تک کہ مصر کے بادشاہ سلطان رکن الدین بیبرس نے اس پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔

اس کے بعد انطاکیہ حلب کی مملوک نیابت میں رہا۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی افواج نے اس پر قبضہ کر کے شام کے علاقوں میں شامل کر لیا۔ ۱۹۳۹ء کے بعد یہ شہر ترکوں کے قبضے میں رہا۔

☆☆☆

اپنے لشکر کے ساتھ ارسلان نے انطاکیہ پہنچ کر باب فارس کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اس کے سامنے کوہ سلفیوس کا سلسلہ تھا۔ جس کے اوپر انطاکیہ شہر کی فصیل بنی ہوئی تھی۔ دوسرے روز ملک شاہ سلجوقی کا چچا سلیمان بن قتلمش بھی پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ پہنچ گیا۔ ارسلان نے اس کے لشکر اور اس کا بہترین استقبال کیا۔ سلیمان بن قتلمش کے آنے کے بعد اس کے لشکر کو پورا دن آرام کرنے کا موقع دیا گیا۔ شام کے قریب ارسلان کے کہنے پر سارے سالار اس کے خیمے میں جمع ہوئے۔ ان میں بدران، برسق کے علاوہ سلیمان بن قتلمش اور اس کے سرکردہ سالار بھی تھے۔ اس موقع پر انطاکیہ کے نصرانی بادشاہ شاہ فردوروس کا بیٹا لیوکس بھی ارسلان کے خیمے میں موجود تھا۔ جب سارے سالار ارسلان کے خیمے میں جمع ہو گئے۔ تو ان کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! لشکر کو سارا دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ میرا پہلے ہی تازہ دم تھا۔ میرے محترم سلیمان بن قتلمش کے لشکر نے بھی پورا دن آرام ہے۔ لہٰذا آج رات ہی ہم انطاکیہ پر اپنے حملے کی ابتداء کریں گے میں نے اس سے یہ شہر نہیں دیکھا ہوا۔ میرا عزیز لیوکس چونکہ اسی شہر کا رہنے والا ہے لہٰذا میں اس سے ا کروں گا کہ سب کے سامنے یہ اس شہر کی فصیل اور اس کے اندرونی حصے کی جو کیفیت وہ تفصیل سے ہمیں بتائے۔ تاکہ اس کی روشنی ہی میں ہم انطاکیہ شہر پر حملہ آور ہوں۔''

ارسلان جب خاموش ہوا تو اس کے کہنے پر لیوکس بولا اور کہنے لگا۔

عزیزانِ من! انطاکیہ ایک نہایت وسیع شہر ہے۔ اس کی اندرونی اور بیرونی فصیلیں ہیں۔ فصیل میں تین سو ساٹھ برج ہیں۔ جہاں ہر وقت چار ہزار کے قریب پہرے دار مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ اور یہ پہرہ نوبت بہ نوبت جاری رہتا ہے۔ انطاکیہ کی آبادی نقشہ نیم دائرے کی صورت میں ہے۔ شہر کے جنوب کے سمت کوہ سلفیوس ہے۔ اور شہر فصیل اس پہاڑ کے اوپر کی چوٹی تک چڑھی ہوئی ہے۔ آگے جا کر یہ فصیل میدانی قطعہ نیم دائرے کو پورا کرتی چلی جاتی ہے...........

لیوکس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹ کر ارسلان بول پڑا۔

''لیوکس میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے شہر سے متعلق تفصیل بتائی میرے خیال میں ہمارے لیے اتنی تفصیل کافی ہے۔ اب میرے ایک سوال کا جواب دو۔ فصیل وہ حصہ جو کوہستان سلفیوس کے اوپر سے گزرتا ہے کیا وہاں بھی دوہری فصیل ہے؟''

لیوکس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''نہیں کوہستانی سلسلے کے اوپر ایک ہی فصیل ہے لیکن بہت بلند اور بڑے بڑے مضبوط پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔''

ارسلان مسکرایا لیوکس کا شانہ تھپتھپایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''لیوکس تمہاری مہربانی کہ تم نے اس قدر تفصیل مجھ سے کہی۔ پھر ارسلان نے سب کو جانے کی اجازت دے دی صرف اشارے سے اس نے سلیمان بن قتلمش کو بیٹھنے لیے کہہ دیا تھا۔''

جب سب خیمے سے نکل گئے تب سلیمان بن قتلمش کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان

کہنے لگا۔

''سلیمان میرے محترم! حملہ آور ہونے کے لیے جو لائحہ عمل میں اختیار کرنا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ لائحہ عمل میرے اور تمہارے درمیان راز رہے اور دونوں مل کر اس پر عمل کریں۔''

جیسا کہ لیوکس بتا چکا ہے کہ شہر کی دوہری فصیل ہے۔ لیکن جس جگہ فصیل جبل سلفیوس کے اوپر سے گزرتی ہے۔ وہاں فصیل اکیلی ہے۔ فصیل کے اسی حصے کو میں اپنا ہدف بنانے کی کوشش کروں گا۔

آج رات کے پچھلے پہر لشکر حرکت میں آجائیں گے۔ ابن قتلمش تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ باب فارس کے سامنے مستعد رہنا۔ جب لوگ گہری نیند سو رہے ہوں گے میں بڑے رازدارانہ انداز میں اپنے لشکر کے ساتھ جبل سلفیوس پر چڑھ جاؤں گا اور وہاں سے کوشش کروں گا کہ فصیل پر چڑھنے کے بعد فصیل کے محافظوں کا خاتمہ کر کے باب فارس کو کھول دیا جائے جس کے ذریعے تم بھی شہر میں داخل ہو جاؤ۔ ایک بار ہم دونوں اپنے لشکریوں کی ساتھ انطاکیہ شہر میں اگر متحد ہو گئے تو فردوروس کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہمیں روک نہیں سکے گی۔

ابن قتلمش میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے انطاکیہ کے نصرانی حکمران فردوروس کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگا لیا ہے۔ اگر اس کے پاس شہر کے اندر کوئی بہت بڑا لشکر ہوتا یا........

ارسلان کی بات کاٹتے ہوئے سلیمان بن قتلمش بول اٹھا۔

''میرا خیال ہے آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر اس کے پاس کوئی بڑا لشکر ہوتا تو وہ شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرتا۔''

اس پر جب ارسلان نے اثبات میں گردن ہلائی تو سلیمان بن قتلمش پھر کہہ رہا تھا۔

''امیر ارسلان یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شہر میں محصور رہ کر جنگ کو طول دینا چاہتا ہو۔ اور یہ امید رکھتا ہو کہ اس کی مدد کے لیے قسطنطنیہ سے قیصر روم کی کمک پہنچ جائے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ شہر کے اندر اس نے اپنے لشکریوں کو خوب مستحکم اور منظم کر دیا ہو اور جب ہم شہر پناہ کا دروازہ کھول کر شہر میں داخل ہوں تو وہ اچانک ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابل

تلافی نقصان پہنچائے۔"

ارسلان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"فی الحال میں کسی تخمینے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتا۔ میرا اندازہ اب بھی یہی ہے ک… اس کے پاس کوئی بڑی طاقت ہوتی تو وہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرتا۔ اگر وہ جنگ کو طول دینا چاہتا ہے تو پھر اکیلے ہمارا کیا بگاڑے گا۔ ہم نے تو آج رات شہر پر حملہ آور ہو جانا ہے اور مجھے امید ہے کہ کل صبح کا سورج ہمیں انطاکیہ شہر کے اندر دیکھے گا۔"

سلیمان بن قتلمش نے ارسلان سے اتفاق کیا پھر تھوڑی دیر تک وہ شہر پر حملہ آور ہونے کے متعلق رازدارانہ سی گفتگو کرتے رہے اس کے بعد سلیمان بن قتلمش وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

☆☆☆

رات کافی گہری ہو چکی تھی۔ چاند غروب ہو کر اندھیروں کو کھلی چھٹی دے چکا تھا تاہم ٹمٹماتے ستاروں کی روشنی اندھیروں کے ساتھ ایسے ہی سماں باندھے ہوئے تھی جیسے اہل صدق کے عقیدے اور ابلیسی رسمیں آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔ جیسے شامتی کی روشنی ستم کے آلاؤ گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔ سورج غروب ہونے کے بعد آخر ستاروں کی ہلکی پھلکی روشنی پر تاریکیاں اسی طرح غالب آ گئی تھیں جیسے شام غم کی پنہائیوں کے سامنے ہر… نے کڑوی دوا کی چسکی لے لی ہو۔ آسمان سے گرتی تاریکیاں اس طرح چاروں طرف پھیلنے لگی تھیں جیسے دھواں اگلتے آتش فشاں کے سامنے اڈتی ندیوں اور برفانی علاقوں کی سفیدیوں نے تاریک چادر اوڑھ لی ہو۔ گہری ہوتی رات اور بکھرے اندھیروں نے ہر… کے حسن کے اندھیروں میں ایک اعصابی ہیجان سا برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

ایسے میں ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی رازداری کے ساتھ جبل سلفیوس کی بلندیوں پر اس طرح چڑھ رہا تھا جیسے سیاہ لمحوں کے سفر میں سحر کے مقیم استعارے حرکت میں آتے ہیں جیسے حقیقتوں کو اچھال کر روحوں کو آئینہ دکھانے والے پر تو حسن زیست چو… چوری اپنا رنگ دکھا جاتے ہیں جیسے صحراؤں کی شادابیوں میں مضطرب اور تشنگی کے خاموش نوحوں کے اندر طغیانیوں سے محروم ساگر بہہ جاتا ہے۔

دوسری جانب سلیمان بن قتلمش بھی بڑی رازداری کے ساتھ رات کی گہری تاریکی میں آگے بڑھا اور باب الفارس سے ذرا فاصلے پر وہ اور اس کے لشکری گھات لگا گئے تھے۔

کوہستان سلفیوس کے اوپر جانے کے بعد جب ارسلان نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کیا تو وہاں فصیل کے اوپر جو برج تھا اس میں پہرہ دینے والوں کو خبر ہو گئی تھی کہ دشمن کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ آیا ہے۔ لہٰذا وہ شور کرنے لگے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے پکارنے لگے تھے۔

یہ صورتحال یقیناً مسلمانوں کے لیے خطرناک تھی۔ لیکن ارسلان نے پہلے ہی اس کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جونہی انہوں نے شور کرنا شروع کیا ارسلان کے لشکر کے ایک حصے نے تیز تیر اندازی کی جس کے باعث برج سے نکل کر شر کرنے والے ڈھیر ہو گئے اور اسی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکروں نے رسیوں کی سیڑھیاں فصیل پر پھینکیں آناً فاناً لشکری فصیل پر چڑھنے لگے تھے۔

تیر اندازی کے باعث اردگرد کے جو دو تین برج تھے ان کے اندر پہرہ دینے والے چونکہ ڈھیر ہو چکے تھے لہٰذا فی الفور ارسلان اور اس کے ساتھیوں کی راہ روکنے کے لیے کوئی نہ آیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ارسلان کے لشکر کا کافی بڑا حصہ فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ اتنی دیر تک دوسرے برجوں کے محافظ آندھیوں کی طرح اڈتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

خاموش زمین پھیلتے اندھیروں اور آسمان پر مسکراتے ستاروں نے دیکھا مسلمان لشکری فصیل کے محافظوں کے پر قوی دست و بازو اور جوان پر عزم تیور رکھنے والے مجاہدوں کے خیر معصوم بے داغ چہرے اور اپنی جرات مندی سے چشم تہذیب کو حیرت میں ڈال دینے والے سرفروشوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ رات کی گہری تاریکی میں شب کے گونگے لبوں کو مسلمان لشکری اپنی تکبیروں سے لامحدود نطق عطا کرنے لگے تھے۔ ان کے حملہ آور ہونے کا انداز کچھ اس طرح تھا جیسے خاموشی کے پیچ و تاب میں زندگی کی کشاکش، دہشت پرستی کے امکان میں سیماب یا زیست داخل ہونا شروع ہو گئی ہو۔ اور وہ درختوں پر سرسراتی خزاں کی آندھیوں کی طرح دشمن پر وارد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ فصیل کے محافظوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہوئے قدم

روکیں اور انہیں فصیل سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیں لیکن جس طرح ہوا کو چلنے سے
بہنے سے نہیں روکا جا سکتا جس طرح برق کو کوندنے سے رعد کو کڑکنے سے نہیں روکا
اسی طرح فصیل کے محافظ ارسلان اور اس کے لشکریوں کے آگے بڑھنے کی طاقت او
کو روک نہ سکے۔ کچھ دیر تک فصیل کے اوپر گھمسان کا رن پڑا۔ جس کے نتیجے میں ا
نے فصیل کے محافظوں کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا۔

اتنی دیر تک شہر کے اندر فردوروس کے بڑے بڑے سالار اپنے لشکر کو متعد
تھے اور وہ لشکر کو لے کر فصیل کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ مدہم روشنی میں یہ صورتحال
ہوئے ارسلان نے ایک فیصلہ کیا پھر وہ بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو جو فصیل پر پھیلے
تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ملت کے گھروں۔ قوم کے نگر کے پاسبانو! بے محافظ شہروں اجڑتی بستیوں
کے دامن کی ردا عطا کرنے والو فصیل کے اوپر دشمن کی قوت کو ہم نے نیست و نابود
ہے۔ شہر کی اندر سے ایک لشکر امڈتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ دیکھو! تم خیر کے
کنارے جراتمندی کا حاشیہ ہو۔ ملت کی شجاعت کا لباس مسلم قوم کی عظمت کا پیراہن
اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہوئے دشمن پر نگاہ رکھنا اور دشمن پر وارد ہوتے ہوئے اس طرح
کا سامنا کرنا جس طرح اندھیروں کی دہلیز پر شہابی شعلے اترتے ہیں۔ جس طرح
جہتوں پر برق تپائی اپنا رنگ جما جاتی ہے۔ جس طرح بصارت اور سماعت سے محروم لوگوں
آنکھوں میں روشنی اور کانوں میں رس گھولتے امرت بھرے الفاظ دینے والے
آتے ہیں۔ دشمن کی خوش گمانیوں کے خوابوں اور اس کی ذات کی اندرونی سطح
اچھوتے لمحوں کے انوکھے اسلوب کی طرح حملہ آور ہو جانا۔''

ارسلان کے ان الفاظ کا اس کے لشکریوں پر ایسا اثر ہوا کہ زوردار انداز میں
تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔ انہی تکبیروں کے اندر ایک زندہ دل مجاہد کی آواز
تھی۔

''امیر ہم آپ کے ساتھ ہیں اپنی ملت اپنی قوم کے خلاف ہم دکھوں کی
بڑھنے نہ دیں گے۔ ظلم کی طیلسان کو پھیلنے نہ دیں گے۔ ستم کی برسات کو اپنے اوپر
دیں گے۔''

جب وہ خاموش ہوا تو ایک اور منچلا ارسلان کو مخاطب کر کے بلند آواز میں کہہ رہا
تھا۔

''امیر محترم! ہم دشمن کے سامنے عداوتوں کی سرزمینوں کو اپنے سامنے خون سے
لالہ زار کریں گے لمحوں کی تقویم اور وقت کے مقتل میں ہزیمت بھرے میدانوں کی کوکھ میں
نارسائی دھند پھیلا دیں گے بجل طغیانیاں بن کر دشمن کے سامنے عمروں کو کھاتی صحرائی
وحشتوں کی طرح جم کر شکست اور ہزیمت کو اس کا مقدر بناتے چلے جائیں گے۔''

جب وہ جوان خاموش ہوا تب اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان پھر
کہہ رہا تھا۔

''رفیقان دیرینہ! آسمان پر یہ مسکراتے ہوئے ستارے تمہیں تمہاری فتح مندی کی
پیشگی خبر دے رہے ہیں۔ آؤ اپنے خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کریں۔ اپنے جنگی نعرے
ماریں۔ مہربانو! غمگسارو آؤ مہربان قدرت انطاکیہ شہر میں فتح مندی اور کامیابی کو تمہارا
مقدر بنانے والی ہے۔ آؤ میرے پیچھے آؤ فصیل پر چڑھنے کے لیے پیش قدمی کرتے دشمن
کے لشکر کو شہر کی اندر ہی روک دیں۔'' ساتھ ہی اپنی تلوار سونتے ارسلان فصیل کی سیڑھیاں
اترنے لگا تھا۔

چونکہ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھے۔ لہٰذا اس کے اس فعل اس عمل سے لشکریوں
میں ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہوا کہ کچھ لشکری بھاگ کر اس کے آگے ہو گئے ایک طرح سے
انہوں نے اسے اپنے وسط میں لے لیا تھا کچھ منچلے اس طرح حرکت میں آئے کہ انہوں
نے سیڑھیوں کے راستے نیچے اترنے کی بجائے فصیل کے اوپر سے چھلانگیں لگانا شروع کر
دیں۔ اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان گنت لشکری فصیل کے اوپر سے اس طرح چھلانگیں
لگانے لگے تھے جس طرح کسی پر حملہ آور ہونے کے لیے شاہین پروں کو باندھ کر دھرتی کی
طرف اترتے ہیں۔

فصیل کی طرف بڑھتے فردوروس کے لشکری اور سالار مسلمانوں کو اترتے دیکھ کر
دنگ رہ گئے تھے اور انہوں نے دیکھا ارسلان کی سرکردگی میں جو مسلمان سیڑھیوں کے
ذریعے اتر رہے تھے وہ انہیں ایسے لگ رہے تھے جیسے وسعت شب کے خاموش خوف میں
روشنی بکھیرتی کرنیں اپنا نزول کرتی ہیں جیسے وہ اداسی بھری گھمبیر رات میں پاتال کے سیلے

اندھیروں تک کو روند دینے والے خواب والہام کے بگولے ہر شے کو بے سمت ر والے انداز میں آگے بڑھتے ہیں۔ دوسری جانب جب انہوں نے فصیل سے نیچے کی طرح چھلانگیں لگانے والے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ انہیں ایسا لگا گویا آسمان سے ثاقب گرنے لگے تھے۔ دشت وفا کی صدائیں فتح مندی کا اعجاز بن کر نزول کرنے لگی اور ریشمی خوابوں کی لہروں میں موت کی سوداگری کرنے کے لیے آسمان سے سرخرو نوشتے اترنے لگے ہوں۔

دشمن کے لشکر کے قریب جا کر اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے ایک با ارسلان نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو تم ہی میرا آئینہ میرا عکس ہو تم ہی میرا الفاظ تم ہی میری زبان میرا گیان، دھیان، میرا یقین اور گمان اور میرا اصل اصول سبھی تم ہی ہو۔ میری نشاط کی کیفیت سب تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔ تم ہی میری تکبیروں کا زمزمہ میری نعروں کی پیاس ہو۔ میرا ساتھ دو۔ آؤ مل کر خداوند قدوس کی تکبیر کے نعرے بلند کر اور دشمن کے حیلہ خواب میں ازل وابد کے حجاب بن کر اتر جائیں۔ آؤ دشمن پر ثابت کر کہ لہو کی دلدل اور مرگ کے سکوت میں بھی پیش قدمی کرنا ہمارے لیے زندگی کا زمزمہ اور پسپائی کو ہم موت کی دردبھری گہر سے بھی بدتر خیال کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی ارسلان کی سرکردگی میں مسلمان لشکری فردوروس کے لشکر پر طرح حملہ آور ہونے لگے تھے جیسے خاموشیوں کے جنگل میں تیز جذبوں کی کشش صداؤں کے ساغر اور درد کے اڑتے طوفانی بگولے کھڑے ہوتے ہیں جیسے امید کشمکش میں آزادی وحرمت کے پاسبان اپنی ساری آتش مزاجی اپنے سارے خودسری کو شجاعت کا جوہر آبدار بنا کر دشمن کی بدقسمتی کے نوشتے لکھنے شروع کر دیتے ہیں

فردوروس کے لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنے پر حاوی ہو مسلمانوں کو ایک بار روک کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں۔ لیکن انہیں ناکامی رہی لہٰ مسلمان مجاہد ان کے لیے نفرت کے بارود سے بھی بدتر ثابت ہو رہے تھے اور وہ ہواؤں کی شاؤں شاؤں متحیر ومدہوش کر دینے والی صداؤں کے ہذیان اور سرسام کی طر ان کے لشکر کے وسطی حصے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

تہذیب وتاریخ کے اوراق پر فنا کے دہکتے مناظر اگنے لگے تھے۔ بربادی کے دراز دست چارسو فنا کی تحریریں رقم کرنے لگے تھے۔ موت کی اشتہا بڑھتی رہی تھی۔ جسموں کے سائے بڑی تیزی سے غول درغول ختم ہوتی کرنوں کی طرح گھٹنے لگے تھے۔

اب مسلمان مجاہدوں کے تیز حملوں کے سامنے فردوروس کے لشکریوں کی حالت فرار ہوئی بے کراں روحوں ارض وسما کی خاموشی میں پھیلتی شام ظلمت سے بدتر اور جبر کی کالی دھرتی پر زندان کی کالی سلاخوں سے بھی زیادہ ہولناک دکھائی دے رہی تھی۔ پھر فردوروس کے سالاروں نے جب دیکھا کہ ناکامی اور شکست ان کا مقدر بنتی جا رہی ہے تو وہ درد کی پھیلی کہر میں خوابوں کے مسافر کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے جب کہ ارسلان برسق اور بدران تینوں اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں اس طرح لگ گئے تھے جیسے جاڑے کی ٹھٹھرا دینے والی راتیں سرما کی پیلی دھوپ کا تعاقب کرتی ہیں۔

جب فردوروس کا لشکر پسپا ہو کر پیچھے ہٹا تب ارسلان اور بدران نے تو دشمن کا تعاقب شروع کر دیا۔ جب کہ برسق کو چند دستوں کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھولنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ برسق نے جلد ہی یہ کام کر دکھایا اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی سلیمان بن قتلمش بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا تھا شہر کی اندر جو حفاظتی لشکر تھا جلد ہی اس کا مکمل طور پر قلع قمع کر دیا گیا۔ فردوروس نہ جانے بھاگ کر کہاں چلا گیا تھا۔

ارسلان، سلیمان بن قتلمش بدران اور برسق شہر کے نظم ونسق میں لگ گئے تھے۔

اگلے روز عشاء کی نماز کے بعد ارسلان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا اس کے خیمے میں پہلے سے اخیموت، صفیناہ، ضوباہ اور غریاد کی علاوہ لیوکس بیٹھے ہوئے تھے۔ ارسلان کو دیکھتے ہی سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک خالی نشست جو اخیموت کی قریب تھی اس پر ارسلان بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز ضوباہ نے ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کیا تھا۔

”امیر! ہم صبح سے آپ کے خیمے میں بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کا خیمہ جونہی نصب ہوا ہم کھانا کھا کر یہاں آ کے بیٹھ گئے۔ دوپہر کا کھانا بھی ہمیں یہیں ملا۔ شام کا کھانا بھی ہم نے مل کر یہیں کھایا پہلے یہ بتائیں آپ نے کھانا کھایا ہے؟“

ارسلان مسکرایا کہنے لگا۔

''کھانا تو میں کھا چکا ہوں تم لوگ یوں اجنبیوں کی طرح میرے خیمے میں بیٹھے ہو یہ تو تمہارا اپنا شہر ہے تمہیں اپنی آبائی رہائش گاہ میں قیام کرنا چاہئے۔''

ارسلان کی اس گفتگو کا جواب ضوباہ دیتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر ہم تو آپ کو فیصلے کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں۔ شہر آپ کے ہاتھوں فتح ہو ہے۔ میرا باپ اب اپنی زندگی کے آئندہ دن کہیں گمنامی میں ہی بسر کرے گا میں، اخیموت، صفیناہ اور غریاد خصوصیت کے ساتھ اور میرا بھائی لیوکس عمومیت کے ساتھ یہ لگائے بیٹھے ہیں کہ جب آپ انطاکیہ شہر کو فتح کریں گے تو انطاکیہ کے حاکم کی حیثیت آپ یہاں قیام کریں گے ہم یہ بھی امید اور آس لگائے بیٹھے ہیں کہ اس شہر کی فتح کی میں سلطان ملک شاہ سلجوقی آپ کو انطاکیہ کا اپنی طرف سے حاکم مقرر کر دے گا اس طر کم از کم ہمیں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع مل جائے گا۔''

ارسلان مسکرایا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری کہنے لگا۔

''تم سب کی سوچیں غلط ہیں مجھے نہ کسی شہر کا حاکم بنایا جا رہا ہے اور نہ میں کسی حاکم بننا پسند کرتا ہوں۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ آپ لوگ انطاکیہ میں لو آئے ہیں۔ گو اخیموت، صفیناہ اور غریاد انطاکیہ کے رہنے والے نہیں لیکن میرے خیال تم ان سب کو بھی اپنے ساتھ رکھ کر اپنی پرسکون زندگی کی ابتدا کرو گی۔ جہاں تک م ذات کا سوال ہے تو میں ملک شاہ سلجوقی کا ایک سالار ہوں جب تک زندہ ہوں اسلا مملکت کی بہتری اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کی فرمانبرداری کے لیے لشکریوں کی کمان کرتا رہوں گا کسی شہر کا حاکم بن جانا یا ایسی خواہش رکھنا ہرگز میری زندگی کے مقاصد سے نہیں ہے۔''

تم نے دیکھا ہوگا رات کے پچھلے پہر ہی ہم نے انطاکیہ کو فتح کر لیا تھا۔ پورا دن رات کا کچھ حصہ بھی میں لشکر میں اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ زخمیوں کی دیکھ بھال گئی ہے۔ جس قدر یہاں ہمیں مال غنیمت حاصل ہوا اس کا ایک حصہ چند محافظ دستوں ساتھ برسق اور بدران کی کمانداری میں سلطان کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے۔

میرے خیال میں نیشاپور سے روانہ ہوتے وقت بھی میں نے تم لوگوں پر واضح کر

کہ انطاکیہ کے علاوہ میرے ذمے مزید تین مہمات بھی لگائی گئی ہیں۔ اب میں یہاں سے کوچ کروں گا جو تین مہمات میرے ذمے ہیں ان میں سے ایک آمد کے حکمران اپولس کے خلاف حرکت میں آنا ہے۔ دوسری مہم میافارقین کی ہے۔ اور تیسری جزیرہ ابن عمر کی ہے۔ اور آخر دو مہمات پر بنو مروان قابض ہیں اور وہ بھی سلطان کے باغی اور سرکش ہیں۔

نیشاپور میں بھی میں نے تم لوگوں پر واضح کیا تھا کہ سلطان نے دیار بکر کے حاکم فخر الدولہ کی طرف تیز رفتار قاصد روانہ کر دیے تھے اور اسے حکم جاری کیا تھا کہ وہ ایک لشکر کے ساتھ آمد کے نواح میں مجھ سے ملے۔ اب دیار بکر سے ایک لشکر لے کر فخر الدولہ آمد کی طرف روانہ ہو چکا ہوگا میں بھی اپنا لشکر لے کر یہاں سے کوچ کروں گا اور آمد میں فخر الدولہ سے جا کر ملوں گا۔ اس کے بعد میں آمد شہر پر حملہ آور ہوں گا۔

رہا سوال انطاکیہ کا تو سلطان نے پہلے سے یہ فیصلہ دے رکھا ہے کہ انطاکیہ کی فتح کے بعد جن علاقوں کا سلطان نے اپنے چچا سلیمان بن قتلمش کو حاکم بنا رکھا ہے یہ انطاکیہ بھی اس کی حاکمیت کی حدود میں رہے گا۔

سلیمان بن قتلمش اپنے لشکر کے ساتھ یہیں انطاکیہ ہی میں چند دن رہے گا یہاں کے نظم و نسق کو مزید درست کرے گا لیکن میں آج رات بلکہ یوں کہیں تھوڑی دیر تک میں اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔

ارسلان کے اس انکشاف پر ضوباہ کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اداس ہو گئی تھی، غریاد اخیموت اور صفیناہ بھی پریشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ شاید جو تفصیل ارسلان نے ان سے کہی تھی وہ ان کی امیدوں کے خلاف تھی۔ پھر ارسلان نے لیوکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''لیوکس! میں سمجھتا ہوں کہ تم نے کافی عرصہ زندان میں گزارا ہے۔ شاید تمہیں انطاکیہ شہر میں نئی زندگی کی ابتدا کرنا پڑے اس سلسلے میں اگر تمہیں رقم کے علاوہ کسی اور شے کی ضرورت ہو تو کہو۔''

بڑی ممنونیت سے ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے لیوکس کہنے لگا۔

''امیر آپ کی بڑی مہربانی۔ میرے پاس نقدی کی کمی نہیں ہے۔ آپ بے فکر رہیں میں اپنی زندگی کے باقی دن اپنی بہن کے علاوہ اخیموت غریاد اور صفیناہ کے ساتھ بہترین انداز میں گزار سکتا ہوں۔ امیر محترم یہاں کے سرکردہ لوگوں سے میری بات ہو چکی ہے۔

انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں اپنے باپ کی رہائش گاہ میں قیام کروں
کے اندر جس قدر دولت اور دوسرا قیمتی اثاثہ تھا۔ وہ سب میں اپنے قبضے میں کر چکا ہوں
خوشی ہے کہ اس سلسلے میں کسی مسلمان نے مجھ سے مزاحمت نہیں کی۔''

ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

میرے عزیز انطاکیہ میں داخل ہونے سے پہلے جو سب سے پہلا حکم میں نے کیا تھا وہ یہ کہ محل کی ہر چیز کا وارث و مالک فردوروس کا بیٹا لیوکس اور بیٹی ضوباہ ہیں بناء پر کسی مسلمان نے محل کا رخ نہیں کیا۔ اس سلسلے میں میں سلیمان بن قتلمش سے بھی کر چکا ہوں اس محل میں زندگی بسر کرنے کے لیے اگر کسی چیز کی کمی رہ گئی ہوئی تو میری موجودگی میں سلیمان اسے پوری کرے گا۔

سلیمان بن قتلمش ایک نیک خو شخص ہے تم سے پورا پورا تعاون کرے گا اور پھر نے ان تعلقات کا بھی اس سے ذکر کر دیا ہے جو تم لوگوں کے میرے ساتھ رہے ہیں۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا میں نے سلیمان بن قتلمش کو یہ کہہ دیا ہے کہ وہ انطاکیہ کا نظم ونسق درست کر کے یہاں سے روانہ ہو اور اپنے مرکزی شہر طرف جائے تو جس شخص کو یہاں کا اپنی طرف سے والی مقرر کرے اس کو تم لوگوں متعلق سختی سے ہدایات جاری کرے کہ تم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جب تک ارسلان بولتا رہا۔ لیوکس، ضوباہ، غریاد، صفیناہ اور اخیموت بڑی منہ سے اسکی طرف دیکھتے رہے۔ اس موقع پر ضوباہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسلان اپنی جگہ کھڑا ہوا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم لوگ اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے جاؤ گے یا میں تمہیں چھوڑ کے آؤں لیے کہ میں تھوڑی دیر تک کوچ کرنے والا ہوں۔ لشکری آئیں گے اور میرا خیمہ اکھیڑ دیں گے۔''

ان الفاظ نے ان پانچوں کو مزید پریشان اور فکر مند کر دیا تھا۔ قبل اس کے کہ میں سے کوئی کچھ کہے باہر کچھ مسلح جوان نمودار ہوئے اور ارسلان کو مخاطب کر کے لگے۔

''امیر ہم کوچ کی تیاری کر چکے ہیں کیا آپ کا خیمہ اکھیڑ دیا جائے۔''

سب باہر نکل آئے ارسلان کے کہنے پر دیکھتے ہی دیکھتے ان جوانوں نے خیمہ اکھیڑ دیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد رات کی گہری تاریکی میں ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ سے کوچ کر گیا تھا۔ لیوکس اور ضوباہ دونوں بہن بھائی اخیموت، صفیناہ اور غریاد کو لے کر انطاکیہ کے محل کا رخ کر رہے تھے۔

☆☆☆

ارسلان جب اپنے لشکر کے ساتھ آمد شہر کے نواح میں پہنچا تو وہاں پہلے سے دیار بکر کا حاکم فخر الدولہ اور اس کا بیٹا اور نظام الملک طوسی کا داماد ابوالقاسم ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ ارسلان جب اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا تو فخر الدولہ اور ابوالقاسم دونوں باپ بیٹے نے بہترین انداز میں ارسلان کا استقبال کیا۔ ارسلان کے لشکر نے جب فخر الدولہ کے لشکر کے پہلو میں پڑاؤ کر لیا۔ خیمے نصب کر لیے تب فخر الدولہ اور اس کا بیٹا ابوالقاسم ارسلان کو اپنے خیمے میں لے گئے۔ تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے پھر فخر الدولہ نے ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''امیر ارسلان! یہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں بغداد سے نکال کر دیار بکر کا والی بنا دیا۔ ہم دونوں باپ بیٹے سے میرے عزیز تم جنگ کا زیادہ وسیع تجربہ رکھتے ہو۔ اسی بناء پر آمد میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کی تسخیر کا سارا معاملہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جو فیصلہ تم کرو گے اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔''

ارسلان نے کچھ سوچا پھر فخر الدولہ اور اس کے بیٹے ابوالقاسم کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''عزیزان من! آمد کے نصرانی حکمران اپولس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ جس کے ذریعے وہ ماضی میں شہر کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ تم لوگوں نے اچھا کیا کہ آمد شہر سے دور پڑاؤ کر کے رکھا۔ اگر تم آمد شہر کے قریب جاتے تو میرا اندازہ ہے اس وقت تک اپولس شہر سے باہر نکل کر تم پر حملہ آور ہو جاتا۔! شاید یہ بات تم باپ بیٹے کے لیے نئی ہو کہ میافارقین اور جزیرہ ابن عمر دونوں پر آل مروان کی حکومت ہے اور ماضی میں بلکہ اب بھی آل مروان کے آمد کے نصرانی حکمران اپولس کے نہایت عمدہ تعلقات رہے ہیں۔''

میری اس بات کو آپ اس انداز میں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے مطلب کی
کا نصرانی بادشاہ اپولس جزیرہ ابن عمر اور میافارقین کے آل مروان کے حکمرانو
تعلقات بہتر رکھتا رہا ہے اور ان کی مالی مدد بھی کرتا رہا ہے تاکہ برے وقت میں
ساتھ دیں۔

فخر الدولہ اور ابن القاسم میرے عزیز و میرا یہ طریقہ کار ہے کہ میں جس م
ہوں اس کے لیے میں اپنے آگے آگے اپنے مخبر ضرور پھیلاتا ہوں یہاں مجھے اطلاع
گئی ہے کہ اگر ہم آمد پر حملہ آور ہوتے ہیں تو میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کے حکمران
مروان خفیہ طور پر آمد کے عیسائی بادشاہ اپولس کی مدد ضرور کریں گے۔ اب ہم نے ک
عیاں بھی نہیں کرنا کہ ہمیں آل مروان کی اس نیت کا علم ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں
مروان کے لشکر کو آمد کے حکمران اپولس کی مدد کے لیے آنے ہی نہ دیا جائے جو میرا
کار ہے اس کے مطابق میں چاہتا ہوں کہ پہلے آمد پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کیا جا
کے بعد میافارقین اور میافارقین کے بعد جزیرہ ابن عمر کی تسخیر کا کام کیا جائے۔

اس سارے کام کی تکمیل کے لیے جو طریقہ عمل طے کیا ہے اس کے مطا
الدولہ میرے محترم جو لشکر آپ اور آپ کے بیٹے ابوالقاسم کے پاس ہے۔ اسے آپ
حصوں میں تقسیم کرلیں۔ ایک حصہ ابوالقاسم کو دیں جو میرے ساتھ کام کرے گا۔ لشکر
حصے لے کر آپ میافارقین کا رخ کریں اور شہر کے باہر پڑاؤ کرلیں۔ شہر پر حملہ
ہوں۔

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آل مروان اپنے لشکر کے ساتھ آمد کی طرف آنے کی
محتاط ہو جائیں گے انہیں جب خبر ہوگی کہ آپ ایک لشکر کے ساتھ میافارقین کا رخ ک
ہیں تو ان کو یہ بھی خدشہ ہوگا کہ مسلمانوں کا کوئی اور لشکر جزیرہ ابن عمر کا بھی رخ
ہے۔ لہٰذا اپنی ساری عسکری قوت کو وہ دو حصوں میں تقسیم کریں گے ایک حصہ میافار
دوسرا جزیرہ ابن عمر میں رکھیں گے۔ یوں وہ آمد کے نصرانی بادشاہ اپولس کی مدد
دونوں شہروں کے دفاع کو ترجیح دیں گے۔

اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمارے لیے بھی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ میں اس
کو تسلیم کرتا ہوں کہ اپولس کے پاس یہاں آمد شہر میں ایک بڑی عسکری قوت ہے۔ لہٰذا

ارادہ کیے ہوئے ہوں کہ اس کی عسکری قوت کو پاش پاش کر کے رہوں گا اب آپ دونوں
باپ بیٹا اگر کچھ کہنا چاہیں تو کہیں۔

فخر الدولہ نے کچھ سوچا پھر وہ ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ارسلان میرے عزیز! تمہارا لائحہ عمل ایک عمدہ تجویز ہے۔ لیکن میں یہ خدشہ بھی
ظاہر کروں گا کہ اگر میں اپنے لشکر کے دو حصے لے کر میافارقین کی طرف چلا جاتا ہوں تو کیا
یہاں آمد شہر کے باہر ہماری عسکری طاقت کمزور نہ ہو جائے گی۔ اور اگر آمد کے بادشاہ
اپولس کے ہاتھوں ہمیں پسپائی اختیار کرنی پڑی تو یہ ہمارے لیے سبکی اور بڑی بے عزتی کا
باعث ہوگی۔''

ارسلان مسکرایا کہنے لگا۔

میرے خداوند کو منظور ہوا تو بے عزتی اور سبکی کا کوئی لمحہ ہم اٹھنے نہیں دیں گے۔ آج
رات کی گہری تاریکی میں ہم اپنے متحدہ لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کریں گے۔ آمد شہر
کے نواح میں خیمہ زن ہوں گے۔ وہاں اگر ہمارے خیمہ زن ہونے کے اگلے روز آمد کا
نصرانی بادشاہ اپولس شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرتا ہے تو ہم تینوں ایک بار اس سے نبرد
آزما ہوں گے مجھے امید ہے کہ شہر سے باہر ہم اسے بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو
جائیں گے شکست کے بعد اگر وہ آمد شہر میں محصور ہو جاتا ہے تو اسی رات آپ چپکے سے
اپنے لشکر کے دو حصوں کو لے کر میافارقین کی طرف چلے جانا۔ جب کہ میں اور ابوالقاسم
آمد کا محاصرہ کرلیں گے اور مجھے امید ہے کہ اس محاصرے کو میں طول نہیں پکڑنے دوں گا۔
اگر آل مروان نے ہمارا رخ کرنے کی کوشش کی تو ان کا بھی بندوبست کرلیا جائے گا لیکن
مجھے امید ہے کہ آمد کا بادشاہ اپولس پہلے اکیلا ہم سے قسمت آزمائی کرے گا۔ اگر وہ
ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد شہر میں محصور ہو جاتا ہے تو پھر آل مروان کو ضرور
اپنی مدد کے لیے بلوائے گا۔ اور آل مروان مجھے امید ہے کہ بڑی تیزی سے اس کی مدد کو
پہنچنے کی کوشش کریں گے لیکن اپولس کے محصور ہونے کے بعد اگر آپ اپنے لشکر کے دو
حصوں کو لے کر میافارقین کا رخ کر چکے ہوں گے تو میں آپ کو وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ
آل مروان کا کوئی بھی لشکر آمد شہر کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اس لیے کہ انہیں
میافارقین کے ہاتھ سے نکل جانے کے لالے پڑ جائیں گے لہٰذا وہ اپنی عسکری قوت کو اپنے

ہی شہروں میں مضبوط و مستحکم کرنے کی کوشش کریں گے۔

فخر الدولہ اور اس کے بیٹے ابوالقاسم نے ارسلان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دن تینوں لشکروں نے وہاں قیام کیا۔ آنے والی شب کو رات جب گہری ہوگئی تب لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور آمد شہر کے شمالی دروازے کے سامنے انہوں نے پڑاؤ تھا۔

اگلے روز آمد کا حکمران اپولس شہر سے باہر نکلا اور مسلمانوں کے سامنے اس اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس وقت اپولس اپنے سالاروں کے ساتھ لشکر کی صفیں درست کر رہا تھا اور دونوں لشکریوں کے اندر جنگ کے طبل گونج اٹھے ارسلان تھوڑی دیر تک اپولس کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنے قریب کھڑے فخر الدولہ اس کے بیٹے ابوالقاسم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! اپولس کے لشکر کا جائزہ لینے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے مجھے امید ہے کہ تم دونوں باپ بیٹا میرے فیصلے سے اتفاق کرو گے۔''

محترم فخر الدولہ! جس قدر لشکر آپ دونوں باپ بیٹے کے پاس ہے اس میں سے حصے علیحدہ کر کے آپ اپنے لشکر کے پڑاؤ کے اندر رہیں گے جب کہ میں اور آپ کا ابوالقاسم آمد کے عیسائی بادشاہ اپولس سے ٹکرائیں گے۔

آپ کو جو لشکر کا حصہ دے کر پڑاؤ میں رکھا جا رہا ہے تو اس کے میں دو فائدے حاصل کرنا چاہتا ہوں پہلے یہ کہ آپ وہاں پڑاؤ کی حفاظت کر سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ مروان جو اپولس کے بہترین اتحادی ہیں اگر انہوں نے کہیں آس پاس گھات لگا رکھی خود اپولس کے کسی لشکر نے ہم پر اچانک حملہ آور ہونے کے لیے کہیں گھات لگائی ہو کے اچانک نمودار ہونے پر ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لیے کہ اگر ایسا کوئی واقعہ آتا ہے تو پڑاؤ سے نکل کر آپ ان پر حملہ آور ہو کر ان کی راہ روکتے ہوئے ان کو جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے میں اور ابوالقاسم دونوں مل کر اپولس کو پسپا میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

فخر الدولہ اور ابوالقاسم دونوں نے جب ارسلان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو ایک حصہ فخر الدولہ کو دے کر اسے پڑاؤ میں متعین کر دیا گیا تھا جب کہ ارسلان اور ابوالقاسم

دونوں اپولس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے لشکر کی صفوں کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

پھر ارسلان کے اشارہ دینے پر مسلمان لشکری اس کی اور ابوالقاسم کی سرکردگی میں آگے بڑھے۔ ارسلان اب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دائیں جانب جب کہ ابوالقاسم بائیں جانب تھا۔ سب سے پہلے ارسلان دشمن کے بائیں پہلو پر سرد راتوں کے تنہا اندھیروں میں گردش ایام کی نامہربانیوں، خوابوں کی گونجوں کو آرزوؤں کی کھنڈر بستیوں میں تبدیل کرتی فسوں کاری اور سناٹوں کے جنگل میں صداؤں کی گم خواہشوں کو برف اور جنم جنم کی بدی کو ذات کی محرومیوں میں مبتلا کر دینے والے ناآشنا سے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ارسلان کے ساتھ ہی ساتھ اسی کے انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے ابوالقاسم نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی اپولس کے لشکر کے دائیں حصے پر ذہنوں کی ساری یکسوئی کو لباس رسوائی میں تبدیل کر دینے والی ملامتوں کے طوفانوں آنکھوں کی راحتوں میں نابینا قانون رقم کر دینے والے تیز اور تجلیات کے برزخ کو وقت کے بدترین مقتل میں تبدیل کر دینے والے بدگمانیوں کے انگاروں اور مقدر کی بدترین سیاہی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے آمد شہر کے باہر توقع سے بھی کہیں بڑھ کر بے مروت قضا صفوں کے گھنے جنگل میں سرسراتے بچھوؤں کی طرح گھومنے لگی تھی۔ محبت کی گلاب رنگ حدت امن و آشتی کے کلیے زندگی کی تکریم سے خالی کھولتے سرابوں کی صورت اختیار کرنے لگے تھے۔

اپولس اور اس کے لشکریوں نے شروع شروع میں انتہائی درندگی اور سفاکی وحشت و ہولناکی اور چارسو کو بہ کو پھیلتی ہجر کی سیاہ راتوں سے بھی بڑھ کر حملے کرنے شروع کیے تھے۔ مسلمان لشکریوں نے بھی ان سے کہیں بڑھ کر ہولناکی کے انداز میں ان پر حملے کرنے شروع کیے تب اپولس اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے وقت کی آنکھوں کے منجدھار میں خزاں رتوں کے پھیلتے نشانات جبر کی اڑتی دھول دشت تمنا میں قدغن لگے بچوں کے خیالات، شبہات کے شعلوں سے اٹھتے دلدوز مناظر سے بھی بدتر ہونا شروع ہوگئی تھی۔ مسلمان اس جوش اس جذبے کے ساتھ حملہ آور ہو رہے تھے جیسے دریاؤں کی شہہ رگوں نے

خون اگلنا شروع کر دیا ہوا اور چاروں طرف ٹوٹے خوابوں کے انبار لگنا شروع ہو گئے۔

اپولس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح ہر حربہ استعمال ہوئے مسلمانوں کو پسپا کرے۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے آخر کار اپنے لشکر کو پسپا کیا اور آمد شہر کے اندر اس نے محصور ہو کر اپنا دفاع کرنا شروع تھا۔

دوسری جانب اپولس کو بدترین شکست دینے کے بعد ارسلان اور ابوالقاسم نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب کہ فخر الدولہ اپنے اس لشکر کے ساتھ جو اس کی کمانداری میں گیا تھا۔ میافارقین کی طرف چلا گیا تھا۔ اس موقع پر آمد کے نصرانی بادشاہ اپولس کی کہ آل مروان سے اسے کسی قسم کی کوئی مدد اور کمک نہ پہنچ سکی۔

آمد شہر میں محصور ہونے کے بعد اپولس کو اب دو قوتوں سے اپنی مدد کی امید پہلا الرہا کا نصرانی بادشاہ کلیپس اور دوسرا میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کے حکمران مروان شہر میں محصور ہونے کے بعد اپولس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ بڑی رازداری ساتھ اس نے تیز رفتار قاصد الرہا اور جزیرہ ابن عمر کی طرف روانہ کیے۔ اور کلیس اور مروان سے مسلمانوں کے خلاف اس نے مدد طلب کر لی تھی۔

اپولس کے قاصدوں کے پہنچتے ہی آل مروان نے ایک لشکر تیار کیا تھا اور ارادہ کہ اپولس کی مدد کی جائے گی۔ تاکہ ارسلان اور ابوالقاسم اس کا محاصرہ ترک کر دیں۔ آل مروان کی بدقسمتی کہ اسی دوران فخر الدولہ اپنے لشکر کو لے کر میافارقین کے قریب کر گیا تھا۔ لہٰذا آل مروان کو اپنے شہر میافارقین کی فکر ہو گئی تھی۔ انہوں نے جزیرہ کے ساتھ ساتھ میافارقین شہر کے دفاع کو بھی مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح مروان سے آمد کے نصرانی بادشاہ اپولس کو کسی قسم کی مدد ملنے کی امید نہ رہی تھی۔

باقی رہا الرہا کا نصرانی بادشاہ کلیپس تو اس کے پاس جب اپولس کے قاصد فی الفور اپولس کی مدد کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ جس وقت اپولس کی مدد کے لیے ایک لشکر ترتیب دے رہا تھا اس وقت آمد شہر میں ایک خونی اٹھ کھڑا ہوا۔ جس نے شہر میں داخل ہونے کے لیے ارسلان اور ابوالقاسم کے راستے صاف کر دیے۔

ہوا یوں کہ آمد شہر کے اندر مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ جب اپولس کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا تو اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ شہر کے اندر جو مسلمان ہیں ان پر کڑی نگرانی کی جائے تاکہ محاصرہ کرنے والے لشکر کے ساتھ وہ کوئی ساز باز نہ کرنے پائیں۔

وہ مسلمان جو برسہا برس سے آمد شہر میں رہ رہے تھے انہیں جب خبر ہوئی کہ اپولس نے لشکر کا ایک حصہ مسلمانوں کی نگرانی کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ مسلمان محاصرہ کرنے والے مسلمانوں سے کوئی رابطہ نہ کر سکیں تو اپولس کے اس فیصلے نے شہر کے اندر مسلمانوں کو غضبناک اور برافروختہ کر دیا۔

اس فیصلے سے شہر کے اندر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اپولس نے اپنے وہ لشکری جنہیں اس نے مسلمانوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کا مسلح ٹکراؤ ہونے لگا۔ اسی ٹکراؤ کے درمیان شہر کے اندر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہی بلوؤں کے دوران کچھ زندہ دل اور منچلے مسلح جوانوں نے شہر پناہ کے شمالی دروازے کے محافظوں کو قتل کر دیا اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ شہر پناہ کا دروازہ کھلتے ہی ارسلان اور ابوالقاسم اپنے لشکر کے ساتھ آمد شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال اپولس اور اس کے لشکریوں کے لیے یقیناً مایوس کن تھی۔ تاہم آخری حربے کے طور پر اپولس نے شہر کے اندر اپنی ساری عسکری قوت کو جمع کیا اور چاہا کہ زوردار حملے کرتے ہوئے مسلمانوں کو جہاں ہیں وہاں روک دیں اور پھر انہیں آہستہ آہستہ پسپا کرتے ہوئے شہر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے۔ اپولس کا ارادہ تھا کہ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ہو سکتا ہے محاصرہ کچھ طول پکڑ جائے اور اس دوران اسے الرہا کے نصرانی بادشاہ کلیپ اور میافارقین کے آل مروان کے حکمرانوں کی طرف سے کوئی مدد مل جائے۔

لیکن اپولس کی ساری امیدیں رائیگاں ہوتی دکھائی دیں۔ اس لیے کہ جونہی اس کے لشکر نے مسلمانوں کی راہ روکنا چاہی ارسلان اور ابوالقاسم کی سرکردگی میں مسلمان لشکری کھولتی آتش کی ردا میں لپٹی کڑی خوفناک دوپہر خیال واحساس کے اندر جراتمندی کے جذبوں کو لافنا کر دینے والے مشیت کے انقلابی عروج اور خواہشوں کی تپش جھلساہٹ میں

زندگی کے سوگ اور نوحہ گری کی صدائیں کھڑی کرتی بے روک طغیانیوں کی طرح حم
ہو گئے تھے۔

یہ حملے ایسے زوردار ایسے پر عزم تھے کہ اپولس اور اس کے لشکری ان حملوں کو روک
سکے۔

آمد شہر کی فضاؤں کے اندر لوریوں کی بجائے درد کی خاک اڑنے لگی
خاموشیوں کا لباس پہنے مفاہمت کے سمندر پر بڑی تیزی سے جذبوں کو منجمد کر دینے وا
بے کنار گھمبیر اندھیرے اپنا رنگ جمانے لگے تھے۔ بڑی تیزی کے ساتھ اپولس اور
کے لشکریوں کی حالت حسد اور نسلی تعصب کی ذلت سے زیادہ افسوسناک، احساسات
تفصیلوں سے زیادہ مایوس کن ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ آمد شہر کی اندر ارسلان اور ابوالقاسم نے اپولس کے سارے لشکر کا
کر دیا۔ اپولس کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

شہر کے اندر جو لوگ مسلح ہو کر سامنے آئے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ باقی سار
لوگوں کو امان دے دی گئی تھی۔ اور شہر کے اندر اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگر کوئی سرکشی
بغاوت اختیار نہ کرے تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا یوں آمد شہر مسلمانوں کے ہاتھ
فتح ہوا۔

اس فتح کے بعد جس وقت ارسلان اور ابوالقاسم شہر کی فصیل کے قریب ہی ایک
جگہ بیٹھے ہوئے تھے تب ارسلان کے کہنے پر زندہ گرفتار ہونے والے آمد کے نصرانی
اپولس کو ان کے سامنے پیش کیا گیا۔

اپولس ارسلان اور ابوالقاسم کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے گرفتار
والے چند سرکردہ سالار بھی تھے۔ جنہیں ارسلان کے مسلح جوان گھیرے ہوئے تھے۔

ارسلان نے پہلے ایک گہری نگاہ اپولس پر ڈالی وہ بوڑھی اداس گلیوں میں
گرتے سوکھے پتوں کی طرح ویران شب کی بھیدوں بھری خاموشی میں دھیمے سر کے
نغموں جیسا افسردہ اور شام کے گہرے سایوں میں ویران سرائے میں کھڑے کسی غ
الوطن اور بے مایہ مسافر کی طرح اجڑا اجڑا اداس سا کھڑا تھا۔ اس کے بعد ارسلان نے
نگاہ اس کے ساتھی سالاروں پر ڈالی پھر وہ اپولس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اپولس! تو نے خواہشوں کے نگار خانے میں اپنی عریانیوں کو ڈھانپنے کی بجائے
انطا کیہ کے فردوس الرہا کے کلپس کے ساتھ رہتے ہوئے امر موسیٰ اور عزرق میں باطنیوں
کے نمائندے عبدالملک بن عطاش کی تجویزوں اور ارادوں پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ
مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ تو نے ہمیشہ رات کی سخت گیر بانہوں کی طرح
اپنے اطراف میں آباد مسلمانوں کے مربوط ارادوں کو بے نوا کرنے کی کوشش کی اور اب
اپنی حالت دیکھ تو رفتگان کے بکھرے سایوں اور گرد ماضی کی طرح میرے سامنے کھڑا ہے
اور میں اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے شہر میں اذانوں کے جلو میں صبح نو کے قافلوں کی طرح
داخل ہو چکا ہوں۔''

اپولس! تو نے ہمیشہ مسلمانوں کے رگ گل میں زہر ان کے غزال جاں میں شکستگی
بکھیرنے کی کوشش کی۔ ان کی دست دعا کو سوالوں کے حروف سے محروم کرتا رہا۔ ان کے
حروف شناسائی کو اور ان کی ارادوں کو نفی میں بدلتا رہا۔ تو ہمیشہ مسلمانوں کی بربادی کے
قصے کھڑے کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے کٹھن ترین راستے استوار کرتا رہا۔

اپولس! کبھی کبھی رات کی تنہائی اور اداسی کے فسوں میں کہر آلود فضاؤں کے اندر
جگنو دہکتی زنجیریں بن جاتے ہیں۔ کبھی کبھی گل و شبنم اور عنادل کے سفیران چمن چاہتوں کو
راحتوں کا انوکھا اعتبار دیتے ہوئے اور خانوں میں منقسم لوگوں کو جوڑ کر امرت کی تلاش میں
اہل طلب و علم کو جنگجوئی اہل جاہ حشم کو حکمرانی اور قاتلوں کو قتل کے آداب سکھا جاتے ہیں۔
اپولس کبھی کبھی بے مایہ لوگ بھی اٹھ کر جب ہتھیار سنبھالتے ہیں تو شہرتوں کے راز کا نیا سلیقہ
کھڑا کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو نے کبھی بھی اپنے اعمال کا محاسبہ نہیں کیا۔ اور آج تو وہ
بدترین وقت دیکھ رہا ہے کہ ہم نے تیری صدائے چنگ کو غم کی متاع رائیگاں میں تیری
نظروں کو گدا کے کشکول اور تیرے ہونٹوں کو سرما کی کپکپاتی کوکھ میں تبدیل کر دیا ہے۔

جب تک ارسلان بولتا رہا اپولس چپ چاپ گردن جھکائے کھڑا رہا۔ ارسلان نے
پھر اسے مخاطب کیا۔

''اپولس! پتھر کی طرح چپ اور خاموش کیوں کھڑے ہو۔ کچھ بولو اپنے اردگرد دیکھو
اپنے ساتھیوں کا جائزہ لو ہمارے ہاتھوں فتح ہونے والے اپنے شہر پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو
کیسے ہم نے تمہارے ارادوں کو المیوں کے جنجال میں تمہارے عزائم کو بربادی کے چھپڑ

کھٹ کر تمہارے کذب دریا کو قضا کے نوشتوں تمہاری حکمرانی کی تزئین وسحر کاری کو خزاں کے پیوندوں میں تبدیل کیا ہے۔ اپولس! سوچ کبھی تو قابل دست انداز حاکم تھا مگر تو وقت ہم گام ہو کر نہ چل سکا اور آج تو میرے سامنے دھوپ مانگتے ابر کی طرح بے بس اور مجبور کھڑا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ اپولس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اپولس مسلمانوں کے خلاف تمہارے قبیح افعال اور جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے اور اس فہرست کو سامنے رکھتے ہوئے تمہیں کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اور تمہارے ان افعال اور تمہارے ان ارادوں میں تمہارے یہ سالار بھی شامل ہیں لہٰذا تم سب ہی کڑی سزا کے مستحق ہو۔“

اپولس اس سے پہلے تو نے انطاکیہ کے شہنشاہ فردوروس کا ہمارے ہاتھوں انجام دیکھا۔ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ وہ بڑا ناقابل تسخیر ہے۔ کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اس نے بھی اپنے آس پاس کے مسلمانوں اور خود اپنی رعایا پر ظلم کی بھٹی خوب گرم کی تھی۔ سو اس کا انجام برا ہوا۔ تم نے بھی اسی کا راستہ اپنایا اور تمہارا انجام بھی اب تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے بعد تمہارے نصرانی حکمران کلپیس جو کہ الرہا کا بادشاہ ہے کا انجام بھی تمہارے اور فردوروس سے مختلف نہ ہوگا۔

پھر اپنے چند چھوٹے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارسلان کہہ رہا تھا۔

”اپولس اور اس کے ساتھیوں کو آمد شہر کے چوراہے میں لے جا کر ان کا خاتمہ کر دو تا کہ آنے والا وقت اس چوراہے میں ان کی بربادی کے نوشتوں کو عیاں کر کے رکھے اور لوگ عبرت پکڑیں کہ جو ظلم کی بھٹی گرم کرتے ہیں ان کا انجام ایسا عبرت خیز اور ہولناک ہوتا ہے۔“

ارسلان کے کہنے پر اس کے کچھ سالار مسلح جوانوں کے ساتھ اپولس اور اس کے ساتھیوں کو شہر کے چوراہے میں لے گئے جہاں ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ارسلان اور ابوالقاسم نے آمد شہر میں قیام کر لیا اور دن رات محنت کرتے ہوئے وہ شہر کا نظم ونسق درست کرنے کے ساتھ ساتھ اہل شہر کی خوشحالی کا سامان بھی کرنے لگے تھے۔

جن دنوں ارسلان آمد کے نصرانی بادشاہ اپولس کے خلاف اور فخر الدولہ میافارقین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ان دنوں انطاکیہ میں بھی حالات نے عجیب وغریب صورت اختیار کر لی۔ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اسے ان علاقوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ جن پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کا چچا سلیمان بن قتلمش حاکم اور والی تھا۔

یہاں جو انتہائی بدقسمتی کی بات اٹھ کھڑی ہوئی وہ یہ تھی کہ حلب کا حکمران مسلم بن قریش انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس سے تعاون کرنے پر اس سے سالانہ ایک مخصوص رقم حاصل کیا کرتا تھا۔ جب سلیمان بن قتلمش انطاکیہ کا بھی حاکم بن گیا تب وہی رقم حلب کے حکمران مسلم بن قریش نے سلیمان بن قتلمش سے بھی مانگی۔

سلیمان بن قتلمش کو مسلم بن قریش کے اس مطالبے پر سخت غصہ آیا لیکن اس نے تحمل سے کام لیا اور مسلم بن قریش کو کہلا بھیجا کہ سلطان ملک شاہ کی اطاعت میرا شعار ہے اپنی قلمرو میں میں سلطان کی نیابت کرتا ہوں میرے مقبوضات بشمول انطاکیہ میں سلطان ہی کے نام کا سکہ چلتا ہے اور سلطان ہی کا نام خطبوں میں پڑھا جاتا ہے۔ رہا سوال تمہیں رقم کی ادائیگی کا تو میں اس کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ فردوروس غیر مسلم تھا۔ وہ اگر تمہیں کوئی رقم ادا کرتا تھا تو وہ اس کا ذاتی فعل تھا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہوں اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اس قسم کی رقوم فراہم نہیں کرتے۔

مسلم بن قریش کو سلیمان بن قتلمش کا یہ جواب پسند نہ آیا۔ بڑا برافروختہ ہوا اور اس نے انطاکیہ کے نواح میں چھاپے مارنے شروع کر دیے۔ سلیمان بن قتلمش نے اس کے

جواب میں حلب پرحملہ بول دیا اور اس کے کئی نواحی علاقوں اور بستیوں کو تاخت وتاراج ڈالا۔

حلب کے نواح کے وہ لوگ جو سلیمان بن قتلمش کے لشکریوں کے حملے سے ت... ہوئے تھے وہ مسلم بن قریش کی طرف تو نہیں گئے وہ جانتے تھے وہ ایک سخت گیر حاکم... وہ سلیمان بن قتلمش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مال واسباب کے لٹ جانے... شکایت کی۔ سلیمان بن قتلمش ایسا رحمدل تھا کہ اس نے اسی وقت حکم دیا کہ ان لوگوں کا... مال واسباب ان کو واپس کر دیا جائے چنانچہ وہ لوگ اپنا اپنا مال حاصل کر کے بخوشی ا... گھروں کو لوٹ گئے۔

یہ صورتحال حلب کے حکمران مسلم بن قریش کے لیے نا قابل برداشت تھی لہٰذا ا... نے ارادہ کرلیا کہ وہ اپنی پوری طاقت اور قوت سے سلیمان بن قتلمش سے نبرد آزما ہو... چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر مجتمع کیا اور ساز وسامان کے ساتھ اس نے انطاکیہ پر حم... آور ہونے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔

سلیمان بن قتلمش بھی مسلم بن قریش کے ارادوں سے غافل نہ تھا وہ بھی اس کا مقا... کرنے کے لیے دن رات اپنی جنگی تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔ چنانچہ جب مسلم بن قر... اپنے لشکر کو لے کر انطاکیہ کے قریب پہنچا تو سلیمان بن قتلمش خم ٹھونک کر اس کے مقاب... پر آن کھڑا ہوا۔

انطاکیہ کے باہر ایک کھلے میدان میں دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوا۔ عین اسوقت ج... کہ جنگ اپنے عروج پر تھی مسلم بن قریش کا ایک سرکردہ سالار مسلم بن قریش کے لشکر... نکل کر اپنے ساتھیوں سمیت سلیمان بن قتلمش سے مل گیا۔

اس سے جہاں سلیمان بن قتلمش کو فائدہ ہوا اور اس کے لشکریوں کے حوصلے ولولے جوان ہو گئے وہاں مسلم بن قریش کے لشکر میں ایک طرح کی افراتفری پھیل گئی... کے باعث مسلم بن قریش ہمت ہار بیٹھا اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

حلب سے نکل کر انطاکیہ پر حملہ آور ہوتے وقت مسلم بن قریش نے اپنے پیچھے... میں حکمرانی کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے ایک عباسی امیر ابن حسین کو مقرر کیا... سلیمان بن قتلمش کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد مسلم بن قریش نے بڑی تیزی...

...حلب کا رخ کیا۔ اپنے آگے آگے اس نے کچھ قاصد روانہ کر دیے اور حلب میں ابن حسین کو پیغام بھجوایا کہ اس کے پاس حلب میں جو لشکر ہے اسے لے کر باہر نکلے میں سمجھتا ہوں کہ سلیمان بن قتلمش حلب کی دیواروں تک میرا پیچھا کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو حلب کے نواح میں کم از کم اس پر حملہ آور ہو کر میں اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں کو محفوظ کر سکوں۔

لیکن مسلم بن قریش کی بدقسمتی کہ اس کے بھیجے ہوئے قاصد ابھی حلب میں ابن حسین کے پاس پہنچے بھی نہ تھے کہ راستے ہی میں سلیمان بن قتلمش نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے اسے جا لیا۔ اور مسلم بن قریش اور اس کے ساتھ جس قدر اس کے ساتھی تھے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چچا سلیمان بن قتلمش نے حلب کے حکمران مسلم بن قریش کا خاتمہ کر کے انطاکیہ کو حلب کی ترکتاز سے محفوظ کر دیا تھا۔

☆☆☆

ایک روز ضوباہ انطاکیہ کے قصر کے تاکستان میں بڑی پریشانی اور بے چینی میں ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف ٹہل رہی تھی کہ سکونتی حصے سے غریاد نکلی ایک پھلدار پودے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر تھوڑی دیر وہ بڑی بے چینی میں ٹہلتی ضوباہ کی طرف دیکھتی رہی آخر کھنکھارتے ہوئے اس نے اپنی موجودگی کا جب احساس دلایا تب ضوباہ ٹھٹھک کر اپنی جگہ کھڑی ہو گئی تھی۔ غریاد مسکراتے ہوئے اس کے قریب آئی اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر بڑے پیار میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میں نے ایک نئی بات سنی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اماں مجھے بتا رہی تھیں کہ تم نے انہیں ان سے کہا ہے کہ یہاں انطاکیہ میں تمہارا جی نہیں لگتا۔''

غریاد کے اس سوال پر ضوباہ کی گردن جھک گئی تھی منہ سے کچھ نہ بولی بس خاموش رہی۔ غریاد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''میری عزیز چھوٹی بہن یہ میرے سوال کا تو جواب نہیں ہے۔ میں تو تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتی ہوں کہ کیا انطاکیہ میں کسی نے تمہاری دل شکنی کی ہے۔ جو تمہارا جی یہاں نہیں لگتا کیا کسی نے تمہاری طبع کے خلاف کوئی بات کہہ دی ہے۔ جو تم انطاکیہ سے فرار

چاہتی ہو۔ یا انطا کیہ سے باہر تم کسی کو چاہنے لگ گئی ہو اور کسی سے محبت کرنے لگی ہو کی بناء پر انطا کیہ میں تمہارا جی نہیں لگتا دیکھو میں تمہاری نسبی، بہن نہ سہی لیکن حالات وقت نے ہم دونوں کے درمیان ایک رشتہ ضرور قائم کر دیا ہے۔ اس رشتے کے تحت تمہاری بڑی بہن ہوں بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ اپنا کوئی بھی راز مجھ سے چھپانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ دو گی تو یاد رکھنا اس میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے۔''

ضوباہ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا گردن جھکا کر زمین کی طرف دیکھتی رہی غریاد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''دیکھو وقت ضائع نہ کرو تمہارے دل میں جو خلجان اٹھ رہا ہے اسے نکالو تمہارے دل میں وہ راز جو منکشف ہونا چاہتے ہیں انہیں عیاں کر دو ہلکی پھلکی ہو جاؤ میرے سامنے اپنا مدعا کہہ دو۔ کیا تم کسی کو چاہتی ہو کسی سے محبت کرتی ہو۔''

ضوباہ نے چونکنے کے انداز میں غریاد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میری بہن تمہارا اندازہ درست ہے۔ انطا کیہ میں کسی کے بغیر میری حالت باغ میں ہاتھ بندھی خوشبو، وقت کے مقتل میں گیلے آنچل چاہتوں کی لے پر لٹے بچھڑے معنی سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے۔ میری بہن یہ ماہ وانجم کی ثناء کہکشاں بہاروں کی سحر صبا کا طلسم مجھے وقت کی چاہت بھری صداؤں کی طرح ان کی طرف ہے۔ ان کی محبت ہی میرے لیے لمس تازہ اور مرہم نوروز ثابت ہو سکتی ہے۔ ان کے بغیر میں موج رواں پر بنا بے شباب نقش ہوں۔''

میرے بہن ان کا متین لہجہ ان کی خود اعتمادی، ان کی نپی تلی چال ان کے اٹھنے کا انداز میری جان کا روگ بن کے رہ گیا ہے۔ جب سے میں نے قدم بلوغت کی رکھا ہے۔ میں نے پہلی بار انہیں چاہا ہے اور اب وہی میرے لیے صبح کاذب کے میں تنہا چمکنے والے ستارے سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی شخصیت کے میرے اندر خاموش محبت دبی دبی چاہت کے چراغ روشن کر دیے ہیں اب وہی میرا کا ارتکاز میری زندگی کے افق کا روشن ستارہ اور میری زیست کے حاشیوں کی چاہت شفق ہیں۔

کاش کوئی انہیں بتا دے کہ ان کے بنا میں نرم دوں کی ابڑی اجڑی مانگ سلگتی ریت پر لکھی تحریر پر سرابوں کا سمندر بھولے بسرے گیتوں کی گریہ زاری ہوں ان کی بنا میری ذات جہنم زار ہو کے رہ جائے گی۔

کاش کوئی ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ اب وہی میرے لیے وصال رتوں کی پہلی دستک رفاقتوں کا سنہری سورج ہیں۔ وہی میرے لیے گھمبیر اندھیروں میں چاہت کے جگنو ہیں۔ کاش کوئی انہیں یہ خبر بھی دے دے کہ میرا مرمریں جسم بھرے گال گداز تن بے مثال حسن میرے جمال کا پر افشانی میری چوڑی کی کھنک میرے بستر کی مہک میرا ریشمی تبسم میرا حریری جسم پھول چہرہ، ستارہ سی جبین ان کے بغیر آتش ہجراں پامال و پر آشوب ناامیدوں اور قعر مذلت سے بھی زیادہ بدتر اور ہولناک ہیں۔

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہلکا سا ایک قہقہہ غریاد نے لگایا پھر ضوباہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم نے بڑے عمدہ اچھے اور پرکشش الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیا ہے۔ اپنی ذات کی حالت عیاں کر دی ہے۔ لیکن اس قدر لمبی چوڑی تمہید باندھنے کے باوجود تم نے تو یہ تو بتایا ہی نہیں ہے یہ تو انکشاف کیا ہی نہیں ہے کہ وہ کون ہے؟ جو تمہاری چاہت اور محبت کا مرکز ہے کہاں ہے کیسے ریشمی دھاگوں کی طرح تم اس کی محبت میں الجھ کے رہ گئی۔''

غریاد کی اس گفتگو سے ضوباہ کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگی۔

''غریاد میری بہن! تم جان بوجھ کر کیوں میری زبان سے اگلوانا چاہتی ہو۔ جنہیں میں نے پسند کیا ہے جن سے میں نے محبت کی ہے انہیں تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔''

غریاد نے پھر ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

''اگر تمہارا اشارہ امیر ارسلان کی طرف ہے تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ امیر ارسلان انتہا درجہ کا خوش قسمت انسان ہے۔ جسے تم جیسی خوبرو لڑکی کی محبت میسر آ رہی ہے۔''

اس موقع پر ضوباہ نے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''غریاد بہن تمہارا کہنا درست ہے۔ لیکن امیر ارسلان کی نسبت میں زیادہ خوش قسمت اور خوش بخت ہوں گی اگر مجھے ان کی محبت اور چاہت مل جائے لیکن انہوں نے کبھی

اس نظریے سے میری طرف دیکھا ہی نہیں۔ کبھی اس موضوع پر گفتگو ہی نہیں کی ہوگا کہ میری محبت پا کر وہ خوش قسمت ہو جائیں گے اور ان کی محبت ملنے پر میں خوش وخوش بخت ہو کے رہ جاؤں گی۔ اب میں سوچتی ہوں کاش نیشاپور میں رہتے ہوئے نے کم از کم اشاروں کنائیوں ہی سے ان پر عیاں کر دیا ہوتا کہ میں انہیں چاہتی ہوں سے محبت کرتی ہوں لیکن میری بدقسمتی میں ایسا نہ کر سکی۔''

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے نے پوچھ لیا۔

''ضوباہ میری بہن اگر نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے تو پھر تم نے نیشاپور سے کر یہاں انطاکیہ میں رہنے کو کیوں ترجیح دی۔ میں اماں اور ابا تو کسی بھی صورت یہاں آنا چاہتے تھے۔ تمہاری وجہ سے ہمیں نیشاپور سے یہاں انطاکیہ آنا پڑا۔ ورنہ خدا ہے نیشاپور کے مقابلے میں میں انطاکیہ کو ہرگز پسند نہیں کرتی۔ اگر تمہیں امیر سے محبت چکی تھی تو پھر وہیں رہتی یہاں انطاکیہ میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہیں خبر نہ تھی انطاکیہ میں رہتے ہوئے تم امیر سے دور ہو جاؤ گی۔ تمہاری محبت اور چاہت کہر اور میں کھو کے رہ جائے گی۔''

ضوباہ نے عجیب سے انداز میں غریاد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میری بہن تمہارا اندازہ درست ہے۔ لیکن دو باتیں میرے سامنے آئی نیشاپور میں رہتے ہوئے میری محبت امیر سے اتنی عیاں نہیں ہوئی تھی۔ یہاں انطاکیہ آ کر جب ہم دونوں کے درمیان جدائی حائل ہوئی فرقت نے ہم دونوں کے درمیان مارا تب مجھے اس چاہت اور محبت کا بھرپور احساس ہوا جو مجھے امیر سے ہے۔''

اور پھر انطاکیہ کی طرف آنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ تھا کہ چونکہ امیر انطا پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور میں وثوق سے کہہ سکتی تھی کہ امیر ہر صورت میں انطاکیہ کو لیں گے اور انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد امیر ہی کو انطاکیہ کا حاکم مقرر کر دیا جائے گا بناء پر میرا اندازہ تھا کہ میں انطاکیہ میں امیر کے پاس رہتے ہوئے کسی نہ کسی روز ان محبت کو ظاہر کر دوں گی۔ لیکن میری بدقسمتی ایسا نہ ہوا۔ امیر انطاکیہ کو فتح کرنے یہاں سے چلے گئے اور میرے دل میرے من اور میرے ضمیر اور میرے جسم کے ایک

بدن میں ان کی محبت اور ان کی چاہت کے الاؤ بھڑک اٹھے۔

غریاد تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر ضوباہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میری بہن اگر تمہاری حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ تو کم از کم تم نے مجھ ہی سے اس کا اظہار کر دیا ہوتا۔ آخر میں تمہاری بڑی بہن ہوں مجھ پر تم نے اعتماد کیا ہوتا۔ اگر تم یہ بات مجھے اس وقت کہہ دیتی جس وقت امیر انطاکیہ میں تھے تو میں خود کم از کم اس موضوع پر امیر سے گفتگو کر لیتی۔ اور ان کے کان میں یہ بات ڈال دیتی کہ تم انہیں پسند کرتی ہو۔ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ تمہارے حق میں امیر کا ردعمل یقیناً مثبت ہوتا۔ بہرحال تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس موضوع پر میں پہلے ابا سے بات کروں گی۔ اور انہیں کہوں گی کہ وہ خود اس موضوع پر لیوکس سے بات کریں۔ لیکن ساتھ ہی تم مجھے یہ بھی بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے کیا تم انطاکیہ میں رہنا پسند کرو گی یا نیشاپور''

بڑی بے بسی اور لاچارگی میں ضوباہ نے غریاد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''غریاد میری بہن اب میرے لیے انطاکیہ میں کیا رکھا ہے۔ انطاکیہ کو سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چچا سلیمان بن قتلمش کی عملداری میں شامل کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بات تو طے شدہ ہے کہ امیر اب انطاکیہ کی طرف نہیں آئیں گے جب انہوں نے انطاکیہ کی طرف نہیں آنا تو یہاں میرے لیے انطاکیہ میں کیا رکھا ہے۔ یہاں میرے لیے کون سی جاذبیت ہو سکتی ہے۔ اور غریاد میرے لیے ایک اور تکلیف دہ امر بھی ہے اور وہ کچھ یوں کہ امیر اپنی موجودہ مہمات سے فارغ ہونے کے بعد جب واپس نیشاپور جائیں گے اور اپنی حویلی میں قیام کریں گے تو کون انہیں کھانا پکا کے دے گا۔ کون ان کے آرام کا خیال رکھے گا کون تکلیفوں میں ان کا حصہ دار بنے گا۔ ان سب امور کی بناء پر سوچتی ہوں کہ یہاں رہنے کی بجائے وقت ضائع کیے بغیر ہمیں نیشاپور کا رخ کرنا چاہیے اور حویلی کے اندر اپنی پہلی حالت کو بحال کر لینا چاہیے۔ باغ کی نگہبانی بھی کرنی چاہیے۔ مگر اب سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ معاملہ ابا کے ہاتھ میں نہیں میرے بھائی لیوکس کے ہاتھ میں ہے اور وہ پتہ نہیں مجھے یہاں سے نیشاپور جانے کی اجازت دیتا بھی ہے یا نہیں''

بڑے پیارے انداز میں غریاد نے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس موضوع پر میں ابا سے بات اور پھر وہ کوئی مناسب وقت نکال کر لیوکس سے بات کریں گے۔ مجھے امید ہے اگر خود تمہارے ساتھ نیشاپور نہ گیا تو تمہیں ہمارے ساتھ وہاں جانے کی اجازت دے دے گا۔''

ضوباہ! میری بہن! امیر ارسلان کے متعلق تم نے جن خدشات کا اظہار کیا سب خدشات سے بڑا ایک خطرہ بھی امیر کے لیے منڈلاتا ہے۔

غریاد کے ان الفاظ پر ضوباہ چونکی تھی۔ فکر مندی کے انداز میں اس نے غ طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میری بہن تمہارا اشارہ کس طرف ہے۔ وہ کون سے خطرات ہیں جو امیر کے اٹھ سکتے ہیں۔'' اس پر غریاد فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میری بہن تم جانتی ہو کہ امیر ارسلان نے امر موسیٰ کے ایک نائب جس کا کازرون تھا اس کو اس کے سینکڑوں ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا تھا۔ اور یہ امر کی قوت پر ایک بہت بڑی ضرب تھی۔ امر موسیٰ کے ایک اور نائب نے نام جس کا ذکر تھا یہاں انطاکیہ میں قیام کر رکھا تھا۔''

جس وقت اس زکریا بلخی کو خبر ہوئی کہ امیر ارسلان نے کازرون اور اس سینکڑوں ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو یہاں انطاکیہ میں قیام کے دوران نے اپنے چند جان نثاروں کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ وہ امیر ارسلان کو اپنے ہاتھوں کرے گا۔

یہ باتیں اس وقت لیوکس نے امیر ارسلان کو کہیں جب! امیر نے انطاکیہ کو لیا۔ اس سلسلے میں لیوکس نے امیر کو ذکریا بلخی کی طرف سے محتاط رہنے کی بھی تاکید کی ان ساری باتوں میں ابا بھی شامل تھے۔ انہوں نے مجھ سے ان باتوں کا ذکر کیا تھا میں نے آگے کسی سے ان کا ذکر نہیں کیا آج امیر ارسلان کے متعلق تمہارے رجحانات خیالات کو سن کر میں نے تم پر ان خدشات کا اظہار کر دیا ہے۔ ان سارے خطرات کی میں خود خیال کرتی ہوں کہ ہمیں وقت ضائع کئے بغیر انطاکیہ سے نیشاپور کا رخ

چاہیے۔ اور امیر ارسلان کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔

غریاد رکی پھر ضوباہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میری بہن تو جانتی ہے۔ امر موسیٰ کے گروہ میں زیادہ تر خونخوار یہودی شامل ہیں۔ یہ جہاں مشرقی عورتوں کے دل فریب حسن کے دلدادہ ہیں وہاں سرو انگیز شرابوں کی تحریص بھی رکھتے ہیں ان کے ہاں رحم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل کرنا عورتوں کے پیٹ چاک کرنا مسلمانوں کا قتل عام کرنا ان کے لیے روزمرہ کے فعل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ان سے ہر فعل شنیعہ کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ نجانے یہ لوگ کیسی عادات اور کس قسم کے عیوب و اوصاف سے آراستہ ہیں کہ ان کے ہاں کسی بھی مذہب کے عقائد اور ملت کے مدار کا کوئی احترام نہیں ہے۔ یہ ہر وقت اپنے شجرہ اقبال ہی کی خاطر ہر کام میں عمل دخل دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ بظاہر سادہ بدوی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اندر سے خونی قسم کے بے درد کارکن ہیں۔''

امر موسیٰ کے ان خونخوار ساتھیوں کے خلاف کارروائی کرنا بہت زیادہ اہم ہو گیا ہے اور فرزندان توحید ہی ان پرستاران باطل کی ہولناک یلغار کو روک سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک بلند ہمت قوی ارادوں کا مالک ہے۔ سپہ گری کی قابلیت بھی انتہا درجہ کی رکھتا ہے اور پھر جیحوں اور سیحوں سے دجلہ وفرات اور دجلہ وفرات سے نیل کے ڈیلٹا تک سب لوگ جانتے ہیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی زبردستوں کے لیے برق کی سونتی ہوئی تلوار زیردستوں کے لیے حرز جان ہے۔ مجھے امید ہے کہ اپنی جامع اور مربوط قوت کو استعمال کرتے ہوئے ایک نہ ایک دن سلطان امر موسیٰ کے خبث باطن کو مٹا کے رکھیں گے۔

میں نے تم پر خدشات کا اظہار تو کر دیا ہے لیکن میری بہن تم زیادہ فکر مند نہ ہونا۔

غریاد نے بڑے پیارے انداز میں ضوباہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میری بہن تو جانتی ہے امیر ارسلان سلطان ملک شاہ کی سونتی ہوئی تلوار میں وہ ایک درویش صفت مجاہد اور عمدہ فرزند جلیل ہیں۔ ایسے لوگ اپنے جوان حوصلوں کی وجہ سے اپنا ہمت کو ابدگیر اپنی جواں مردی کو ازل گیر بنا کے رکھ دیتے ہیں۔ اپنی شجاعت کے بل

بوتے پر کراں تا کراں کی حدود کو پھلانگتے ہوئے بے کراں اور جاوداں ہو جاتے۔ مجھے ہے امر موسیٰ کے بستیاں مٹانے والے اور آبادیاں جلانے والے ساتھیوں کے سلطان اور اس کے سالار خدائے خشک وتر اور کائنات کے کاتب تقدیر کا عذاب اور کی ہیبت وجلال بھری تصویر بن کر حرکت میں آئیں گے اور یہ امر موسیٰ اور اس کے سلطان اور اس کے سالاروں کا کچھ بگاڑ نہ پائیں گے۔''

تھوڑی دیر کے لیے غریادر کی پھر سوچتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میری بہن تم فکرمند نہ ہونا میں ابھی جا کے اس موضوع پر ابا سے بات ہوں۔ تم مجھ سے ذرا علیحدہ ہو جانا تاکہ خلوت میں مجھے ابا سے اس موضوع پر گفتگو کر موقع مل جائے اور پھر میں ابا سے یہ بھی کہوں گی کہ جلد کوئی مناسب موقع جان کر سے اس موضوع پر بات کریں۔ مجھے امید ہے کہ ہمارا کام ہو جائے گا۔ چلو اب اندر ہیں۔'' غریاد کی اس گفتگو سے ضوباہ مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر دونوں عمارت کے سکونتی حصے طرف جا رہی تھیں۔

☆☆☆

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی سلطنت میں ایک اور بہت بڑی تحریک نے بھی پروان چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ حسن بن صباح کی تحریک تھی۔ حسن بن صباح نے مصر اٹھ کر اصفہان شہر میں آ کر پناہ لے لی تھی۔ یہ شہر جو اپنی حسین مسجدوں کی وجہ سے مشہور کبھی صفویوں کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا۔ اسے بابل کے بادشاہ بنو نصر نے یہودیوں بسانے کے لیے آباد کیا تھا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت عمرؓ کے دور میں فتح کیا۔

اس شہر کے اندر ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم قلعہ نما عمارت تھی نیز شہر کے گرد فصیل تھی جس پر چار دروازے اور ایک سو مینارے تھے۔ شہر کی قرب وجوار میں چاندی، جست اور سونے اور چاندی کی کانیں تھیں۔

بعد میں یہ شہر عثمانیوں کے قبضے میں آیا پھر غزنویوں نے اسے اپنے قلمرو میں شامل کیا۔ مغلوں کے حملے کے دوران شاہ خوارزم جلال الدین منگو کے زیر کمان اس شہر کی دیواروں تلے ایک بہت بڑی جنگ لڑی گئی۔ بعد میں یہ شہر منگول سلطنت کا حصہ بن گیا۔

تیمور لنگ نے یہاں لگ بھگ ستر ہزار شہریوں کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد کئی حکمرانوں نے یہاں کے باشندوں کا قتل کیا یہاں تک کہ نادر شاہ کے عہد میں جا کر اس شہر میں کہیں امن وامان قائم ہوا۔

تاریخ کے اوراق میں اس شہر کو پہلی بار کسی حکومت کا مرکزی شہر بننے کا شرف عباس اول کی عہد میں حاصل ہوا۔ اس نے اس شہر کو خوبصورت بنا دیا۔ اس نے دریائے زندہ رود پر کئی خوبصورت پل تعمیر کرائے۔ ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کرائی۔ شاہ صفی اول نے اس پر چاندی کے پترے چڑھائے بعد کے کئی حکمرانوں نے یہاں خوبصورت عمارتیں تعمیر کروائیں جن میں شاہی محلات کاروان سرائے، قلعہ اور مدرسے شامل تھے۔

اب ہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر سلطان ملک شاہ سلجوقی ایسے باجبروت حکمران کے دور میں اس قسم کی سازشیں اور تحریکیں کیسے جنم لیتی رہیں اس کا مورخین جواب کچھ یوں دیتے ہیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے باپ سلطان الپ ارسلان نے کچھ وجوہ کی بناء پر خبر رسانی کا محکمہ توڑ دیا تھا اور تمام وقائع نویسوں اور سراغ رسانوں کو برخواست کر دیا تھا۔ بدقسمتی سے ملک شاہ نے بھی اس ضروری محکمہ کا احیاء نہ کیا۔ چنانچہ ملک میں جو واقعات ہوتے تھے ان کی اطلاع سلطان کو بہت دیر سے ملتی تھی۔ اور پھر اسماعیلیوں کی خفیہ تحریک کا پتہ چلنا تو اور بھی مشکل تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حسن بن صباح نے اندر ہی اندر اپنی جڑیں پکڑ لیں اور دن بدن اس کی تحریک زور پکڑتی چلی گئی تھی۔

بہرحال حسن بن صباح نے اصفہان میں بابل کے قدیم حکمرانوں کی بنائی ہوئی ایک انتہائی کہنہ عمارت کے اندر قیام کر لیا تھا۔ اس کے پیچھے چونکہ مصر کی باطنی حکومت تھی جہاں سے اس نے کافی دولت سمیٹ لی تھی اور اس دولت کو استعمال کرتے ہوئے حسن بن صباح نے قدیم دور کی اس عمارت کو خرید کر وہاں اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ اصفہان کے اندر کسی کو شک وشبہ نہ ہو سکا تھا کہ اس بوسیدہ اور قدیم عمارت کے اندر ایک ایسی تحریک جنم لے رہی ہے جو آنے والے دور میں قتل وغارت گری کی ساری حدود پھلانگ جائے گی۔

اصفہان کی اس قدیم عمارت میں قیام کرنے کے بعد حسن بن صباح نے اپنے بہت سے جاں نثاروں کو بھی وہاں جمع کر لیا تھا جو اصفہان اور اس کے گرد ونواح میں رونما ہونے والے اہم واقعات کی اسے خبریں دینا شروع کر چکے تھے۔

حسن بن صباح ایک روز اس قدیم عمارت کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا علاقوں میں باطنیوں کا سب سے بڑا داعی شیخ عبدالملک بن عطاش اس عمارت میں ہوا۔ اس کے آنے کی اطلاع حسن بن صباح کے آدمیوں نے حسن کو کردی تھی کمرے سے باہر نکل کر حسن بن صباح نے بڑے پرجوش انداز میں باطنی تحریک کے کبیر شیخ عبدالملک بن عطاش کا استقبال کیا تھا۔

حسن بن صباح ابن عطاش کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوا جس میں وہ پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے جاں نثار اس کمرے کے اطراف میں پھیل گئے تھے۔ دو نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابن عطاش نے گفتگو کا آغاز کیا اور حسن بن صباح کو مخاطب کر کہنے لگا۔

''شیخ محترم! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے اصفہان شہر میں اپنا ایک چھوٹا سا مسکن بنانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ مسکن آنے والے دور میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا کردے گا میں اس بات سے بھی خوش ہوں کہ آپ کے یہاں قیام کے دوران ہمارے جاں نثار بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ اور ہمارے ساتھیوں میں دن بدن اضافہ ہونے لگا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہمارے لیے کچھ مسائل بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ لوگ اس تحریک کے اصولوں کے متعلق مختلف سوال کرتے ہیں ساتھ ہی تحریک کے مستقبل کے عزائم کے متعلق بھی تفصیل جاننا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جاں نثاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد مختلف سوال مجھ سے کرتی رہتی ہے۔ اور انہی سوالات سے متعلق آج میں بحث کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ جو نظریات آپ پیش کریں وہی میں اپنے جاں نثاروں سے کہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ کہتے رہیں اور اصفہان سے باہر کام کرتے ہوئے کچھ اور کہتا رہوں اور ہمارے درمیان یکجہتی نہ رہے اس طرح ہمارے جاں نثار ہم سے بدظن ہو جائیں گے اور ہمیں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیں گے۔''

ابن عطاش جب خاموش ہوا تو اسے مخاطب کر کے حسن بن صباح کہنے لگا۔

''ابن عطاش! امام نزار کے مرنے کے بعد اب میں ہی باطنیوں کا امام اور رہبر ہوں۔ کیا تم میرے اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہو۔؟''

ابن عطاش مسکرایا کہنے لگا۔

''آپ کو یہ سوال پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ میں آپ کو اپنے شیخ اور امام کی حیثیت سے پہلے ہی تسلیم کر چکا ہوں۔'' حسن بن صباح مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر باطنی تحریک کے متعلق جو اصول میں نے یہاں قیام کے دوران وضع کیے ہیں وہ میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں اور اسی تفصیل کے مطابق آج کے بعد ہمارے جاں نثار کام کریں گے۔''

ابن عطاش! مسلمانوں کی اندر جو روایات اور اصول رواج پا چکے ہیں ان کے خلاف ہم بغاوت نہیں کر سکتے لیکن لوگوں کے سامنے اس کی تاویل اور اس کے باطنی معنی پیش کر کے اپنے مطلب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں مطمئن بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا دین کے جو مختلف مقامات اور ارکان ہیں ان کی توضیح ہم اپنے مقصد کے تحت کریں گے اور اس کا میں نے اہتمام کر لیا ہوا ہے۔ اگر تم چند روز اور یہاں نہ آتے تو میں خود تمہاری طرف آتا۔ یا کسی اپنے جاں نثار کے ذریعے یہ تفصیل تم تک ضرور پہنچاتا، تاکہ تم اپنے کارکنوں اور اپنے جانثاروں کو مطمئن کر سکو۔

آج کے بعد جو ہم نے دینی علامات استعمال کرنی ہیں وہ کچھ اس طرح ہوں گی۔

جس طرح مسلمانوں کی اندر کعبہ مشہور ہے۔ کعبہ کے باطنی معنی ہم لیں گے پیغمبر صفات کے باطنی معنی ہم لیں گے نبی مروہ کے باطنی معنی لیں گے وحی نماز کے باطنی معنی لیں گے امام کو یاد کرنا نماز باجماعت کے معنی لیں گے امام کی اطاعت کرنا۔ حج کے باطنی معنی لوگوں کو پیش کریں گے امام کی زیارت کرنا۔ زکوٰۃ کے باطنی معنی لوگوں سے کہیں گے کہ مال کا پانچواں حصہ امام کی نذر کرنا ہے۔ روزہ کے باطنی معنی لوگوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے کہ روزہ کے معنی ہیں امام کے فعل کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا۔ وضو کے معنی ہوں گے امام سے مذہبی تعلیم حاصل کرنا۔ تیمم کے باطنی معنی ہوں گے کہ امام کی غیر موجودگی میں اس کے داعی سے تعلیم حاصل کرنا۔ غسل کے باطنی معنی ہوں گے کہ عہد و پیماں کی تجدید کرنا اور اذان کے باطنی معنی ہوں گے کہ لوگوں کو امام کی اطاعت کی ترغیب دینا۔''

حسن بن صباح جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابن عطاش

کہنے لگا۔

''محترم شیخ میں امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ دین کے اندر اس قدر دور اند
سے کام لیتے ہوئے اپنے جاں نثاروں کے اطمینان کی خاطر ایسا اطمینان بخش فیصلہ کر
گے ان ساری چیزوں کے جو باطنی معنی آپ نے مجھ کو بتائے ہیں آپ سے رخصت ہو
وقت میں سب تحریری شکل میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ یہی با
معنی جب ہم اپنے جانثاروں کے سامنے پیش کریں گے تو وہ بخوشی اس پر عمل کرتے ہو
ہمارا ساتھ دیں گے۔ اور پھر ایسا کام ہم کر چکیں گے تو اپنی بہتری اور بھلائی کے لیے ج
شہر اور جس جگہ ہم چاہیں بغاوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ کھڑا کر دیں گے۔''

ابن عطاش کے خاموش ہونے پر حسن بن صباح نے مزید کہنا شروع کیا۔

''ابن عطاش ابھی میں نے اپنی گفتگو ختم نہیں کی۔ ابھی میرے پاس بہت تفصیل
ہے جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔''

لوگوں کے سامنے کہنا کہ ہماری باطنی تحریک کا جو سب سے اہم فرد ہوگا اسے ا
برحق کہیں گے۔ سب جانتے ہیں کہ اس سے پہلے نزار امام برحق تھا۔ اس کے بعد اس
بیٹے مستقر سے بیعت لی گئی امام برحق کی حیثیت واجبی سی ہوگی۔ اسے صرف لوگوں
مطمئن کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ ورنہ سارے کام تو ہم خود کریں گے۔

امام برحق کے جو بڑا عہدہ ہوگا وہ داعی الدعات کا ہوگا یعنی نائب امام (گر
ماسٹر) یہ اسماعیلی اور باطنی مذہب کا سب سے بڑا عالم ہوگا اور اس کے لیے دوسر
مذاہب کا عالم ہونا بھی ضروری ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ مصر کی باطنی حکومت کے عہد میں قا
القضاۃ اس عہدہ پر مقرر کیا جاتا تھا۔ اور اس کے ماتحت بارہ نقیب ہوتے تھے جب تک نز
کا بیٹا امام رہے گا میں خود داعی الدعات ہوں گا اور دراصل یہی عہدہ فی الحقیقت با
فرقے کا روح رواں ہوگا۔

تیسرا بڑا داعی کبیر ہوگا جس پر ابن عطاش اس وقت تم ہو۔ ہر مخصوص علاقے
علیحدہ داعی کبیر ہوگا اور یہ لوگ داعی الدعات کی طرف سے کسی صوبے یا خاص علاقے
افسر مقرر ہوں گے۔ ان کے لیے بھی باطنی مذہب کا متبحر عالم ہونا ضروری ہوگا اس کے علا
داعی کبیر کے لیے یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ دعوت و تبلیغ کے کام کے لیے بھی ماہر ہوں جیسا

خود ہو۔

چوتھا عہدہ داعی کا ہوگا یہ لوگ باطنی مذہب کے عام مبلغ یا مشنری کا کام سر انجام دیں گے۔ وہ تمام بلاد اسلام میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور بالعموم خفیہ طور پر اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہیں گے اور ان کو اختیار بلکہ حکم ہوگا کہ مذہب کے ہر حکم کی تاویل کریں۔

پانچواں عہدہ رفیق کا ہوگا یہ ایسے راسخ العقیدہ ہوں گے جو داعی الدعات کے نزدیک بے حد قابل اعتماد ہوں گے۔ ان کو سلسلہ کے تمام رازوں سے آگاہ کر دیا جائے گا۔

چھٹا عہدہ لسیق کا ہوگا یہ ابتدائی درجے کے مرید ہوں گے۔

ساتواں عہدہ فدائی کا ہوگا یہ وہ راسخ العقیدہ مرید ہوں گے جو امام نائب امام داعی الدعات، کے ادنی اشارے پر جان دینے کو ہنسی کھیل سمجھتے رہیں گے۔ یہی لوگ ہماری حقیقی قوت اور پشت پناہ ہوں گے۔ اور ہمارے حکم پر آنکھ بند کر کے ہر جائز اور ناجائز خطرناک سے خطرناک کام کر گزریں گے ان کی ایسی تربیت کی جائے گی کہ جاں بازی گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوگی۔ یہ فی الحقیقت دہشت گردوں کا ایک گروہ تھا۔ جس کو حسن بن صباح نے بڑی محنت سے منظم کیا اور نہ صرف اس نے خود بلکہ اس کے جانشینوں نے بھی اس سے عالم اسلام کی اہم شخصیات کو قتل کرانے کا کام لیا۔ یہ چھری بند خونخوار گروہ تقریباً دو سو سال تک عالم اسلام میں دہشت کی علامت بنا رہا۔ اس عرصے میں جو اکابر وقت ان کے ہاتھوں مارے گئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ خواجہ نظام الملک طوسی، ابو مسلم حاکم رے، ابوالفتح رئیسانی، امیر برسق، اتابک مودود، قاضی عبداللہ اصفہانی، وزیر فخر الملک بن خواجہ نظام الملک، قاضی ابو سعد ہروی معین الملک ابو نصر احمد وزیر سلطان سنجر علامہ عبداللطیف بن الخجندی، خلیفہ المستر شد باللہ عباسی، خلیفہ راشد باللہ عباسی، داؤد بن سلطان سنجر، سید دولت شاہ علوی حاکم اصفہان۔ عین الدولہ خوارزم شاہ داؤد بن سلطان محمد بن محمد سلجوقی

ابن عطاش تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ وہ حسن بن صباح کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''دین کے مختلف ارکان کے متعلق تو آپ نے وضاحت کر دی کل میں صبح جب

آپ کے ہاں سے رخصت ہوں گا تو انہیں تحریری شکل میں بھی اپنے پاس محفوظ کر لو
تا کہ اپنے پیروکاروں کو اس کے مطابق میں تعلیم دوں اور اپنے شاگردوں اور
حواریوں سے بھی کہوں کہ اسی نکتہ نظر کو پھیلائیں۔ اب میں آپ کے پاس دو انتہائی
کام لے کر آیا ہوں۔

شیخ محترم! عراق سے نکل کر میں شمالی علاقوں میں کوہستان البرز کی سمت گیا۔ وہاں
میں نے بحرہ خزر کا جائزہ بھی لیا۔ اس کے اردگرد کے علاقوں کا بھی معائنہ کیا۔ اس کے
علاوہ صوبہ زندان کے دوسرے بہت سے علاقوں کو دیکھنے کے علاوہ صوبہ رود بار میں
اکثر علاقوں میں گھوما۔ مجھے ان علاقوں میں گھومنے کے بعد کوہستان البرز اور صوبہ رودبار
میں کچھ چیزوں نے بے حد متاثر کیا ایسی نایاب چیزیں میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔"

پہلی چیز یہ کہ وہاں ایک قلعہ ہے۔ جس کو الموت کہتے ہیں۔ اپنے استحکام اور
مضبوطی کے لحاظ سے آج تک میں نے ایسا مستحکم قلعہ دیکھا ہی نہیں۔ شروع میں اس کو
الہاموت، یا آلاموت بھی پکارا گیا تھا۔ جس کے معنی "آشیانہ عقاب" کے بنتے ہیں بعد
میں یہ آلاموت کثرت استعمال سے الموت کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج کل اسے
الموت ہی کا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ اس قلعے کی مضبوطی اس کے استحکام کو دیکھ کر میں بے
حد متاثر ہوا ہوں۔ اس لیے کہ یہ قلعہ کوہستان البرز کی بھول بھلیوں کے اندر واقع ہے۔
اس قلعے میں داخل ہونا یا وہاں سے کچھ چیزیں حاصل کرنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم جوئے
شیر لانے کے مترادف ضرور ہے۔

دوسری چیز جو میں نے وہاں دیکھی جس نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ یہ کہ قزوین کے
نواح میں کچھ ایسے لوگوں سے بھی ملا جو بلی کا گوشت کھاتے ہیں اور بلی کا گوشت کھانے
والے وہ لوگ بے حد خونخوار اور جانباز ہیں۔

تیسری چیز جس نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ طالقان کا علاقہ ہے جس کی وادیاں
جنت نظیر ہیں چاروں طرف سرسبز و شاداب اور بلند پہاڑی سلسلہ ان وادیوں کا احاطہ کیے
ہوئے ہے اور ان کے دامن میں جگہ جگہ پانی کے چشمے ابلتے ہیں اور ہر طرف بہار کی
رنگینیوں کی فراوانی ہے۔

میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے تین چیزوں نے بے حد متاثر کیا لیکن اب

گفتگو کرتے ہوئے میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ایک چوتھی چیز بھی ہے جس نے مجھے متاثر
کیا اور اس سے مستقبل میں بہت بڑا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

چوتھی چیز حشیش ہے۔ یہ وہ پودا ہے جس کی پتیاں اگر پانی میں گھول کر پی لی جائیں
تو نشہ اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ طالقان کی وادیوں میں کافی تعداد میں پایا جاتا
ہے۔ قلعہ الموت کے آس پاس بھی میں نے دور دور تک حشیش کے پودے پھیلے ہوئے
دیکھے ہیں۔ جو خودرو ہیں

حسن بن صباح کی حالت سے لگتا تھا کہ وہ ابن عطاش کی گفتگو سے بڑا محظوظ ہوا
ہو۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر ابن عطاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا

"میرے عزیز تو نے میرے خیالات کا رخ ہی یکسر بدل کے رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتا
ہوں کہ تیرا آنا میرے لیے مبارک ہے۔ اس لیے کہ تو نے کافی حد تک میری مشکلات کو
آسان کر دیا ہے۔"

پہلے یہ بتاؤ کہ قلعہ جس کا نام تم نے الموت بتایا ہے۔ اس کا موجودہ حاکم کون ہے
کس نے اس قلعے کو تعمیر کیا۔ اور کیا اس قلعے کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔؟

ابن عطاش نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"قلعہ الموت کا موجودہ حاکم اور والی ایک شخص مہدی علوی ہے۔ بڑا سادہ لوح
شخص ہے۔ دلیر اور بہادر بھی ہے۔ جہاں تک اس قلعے کا تعلق ہے تو اسے ہجری ۲۴۶ میں
دیلمی امراء نے تعمیر کیا تھا۔ یہ قلعہ اپنے محل وقوع اور استحکام کے لحاظ سے ناقابل تسخیر خیال
کیا جاتا ہے اور یہ ایران کے مشہور شمالی شہر قزوین سے آگے البرز کے سلسلہ کوہ کی پیچیدہ
گھاٹیوں کے اندر ایک بلند اور نہایت محفوظ مقام پر واقع ہے۔ اس کے قرب وجوار میں
طالقان کی جنت نظیر وادیاں ہیں اور چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا ہے۔"

ابن عطاش کے خاموش ہونے پر حسن بن صباح نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"اگر کبھی مجھے استطاعت ہوئی اور جس تحریک کا میں نے بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ اس
میں کامیاب ہو نکلا تو پھر میں ایک نہ ایک روز اس قلعہ الموت کو ضرور اپنا کے رہوں گا۔"

جہاں تک وہاں کے کچھ لوگوں کا بلیوں کا گوشت کھانے کا تعلق ہے تو یہ بہت اچھی
خبر ہے۔ ہم نے اپنی تحریک میں جو فدائی کا عہدہ مقرر کیا ہے ان سے ہم خونخواری ہی کا

کام لیں گے یہاں سے واپس جانے کے بعد جو لوگ تمہاری تحریک میں شامل ہوں ان میں عہدوں کو تقسیم کرو۔ اور جن لوگوں کو فدائی مقرر کرو ان کو بلی کا گوشت کھلانا شروع کر دو تاکہ وہ خونخواری میں اپنا جواب نہ رکھیں اور جس کی طرف بھی ہم انہیں اشارہ کریں ان پر درندوں کی طرح جھپٹ پڑیں اور اپنی جان تک کی پرواہ نہ کریں۔

جہاں تک قلعہ الموت کے قرب و جوار میں طالقان کی جنت نظیر وادیوں کا تعلق ہے تو مطمئن رہو ان وادیوں پر بھی قبضہ کرنا میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا کے رکھوں گا۔

جہاں تک تم نے حشیش کا ذکر کیا ہے تو یہ بھی ہمارے لیے بڑی سود مند ثابت ہوگی۔ ابھی میں اس کی تفصیل ظاہر نہیں کروں گا ایک بار الموت نام کا قلعہ میرے قبضے میں آ گیا تو پھر دیکھنا میں طالقان کی جنت نظیر وادیوں کو کیسے استعمال کرتا ہوں بلی کا گوشت کھانے والے جو فدائی تم تیار کرو گے ان سے کیا کام لیتا ہوں اور حشیش کیسے میرے لیے سود مند ثابت ہوتی ہے۔

ابن عطاش تو جانتا ہے کہ میں اپنے وقت کا ایک لاجواب اور بے مثال ساحر ہوں اپنی ساحری کے ساتھ ساتھ جب میں ان چیزوں کو بھی استعمال کروں گا تو یاد رکھنا دنیا کا ایک نایاب شخص بن جاؤں گا۔

اس کے بعد حسن بن صباح نے ایک لمبا سانس لیا۔ دوبارہ ابن عطاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم ایک لمبا اور دشوار گزار سفر کر کے آئے ہو تھکے ہارے ہو گے میں چاہوں گا صرف آج کی شب تم میرے پاس قیام کرو کل یہاں سے رخصت ہو جاؤ دین کے ارکان کی جو توضیح میں نے تم سے کہی ہے وہ کل صبح ہی صبح تمہیں تحریری شکل میں مل جائے گی وہاں جا کے زیادہ سے زیادہ عقیدت مند بناؤ انہیں اپنے گروہوں میں تقسیم کرو اور ان کی استطاعت اور قابلیت کے مطابق انہیں ان عہدوں میں بانٹتے رہو جن کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی کسی کو آواز دے کر حسن بن صباح نے اندر بلایا ایک شخص اندر آیا تو اسے مخاطب کر کے حسن بن صباح کہنے لگا۔

''میرے محترم ابن عطاش کو ساتھ لے جاؤ ان کے کھانے اور ان کے قیام کا عمدہ اہتمام کرو۔''

اس کے ساتھ ہی ابن عطاش وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ رات اس نے وہاں بسر کی۔ دوسرے روز وہاں سے اٹھ کر وہ کوہستان البرز کی طرف چلا گیا تھا۔

☆☆☆

آمد شہر کو فتح کرنے کے بعد ارسلان نے اپنے لشکر کے ساتھ چند دن تک وہاں قیام کیا اور شہر کا نظم و نسق درست کرتا رہا اس دوران دیار بکر کے حاکم فخر الدولہ نے میافارقین کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا۔ میافارقین اور جزیرہ ابن عمر دونوں پر ابن مروان کی حکومت تھی۔ میافارقین کا استحکام ابن مروان کی نگاہوں میں ناقابل تسخیر تھا۔ شہر پر تابڑ توڑ حملے کرتے ہوئے فخر الدولہ نے اسے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

آمد سے فارغ ہونے کے بعد ارسلان نے بھی میافارقین کا رخ کیا۔ ساتھ ہی سلطان کی طرف سے بھی کچھ کمک پہنچ گئی۔ پھر متحدہ لشکر نے تازہ دم ہو کر شہر پر حملے شروع کر دیے اور بڑی سختی سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

اہل شہر کی بدقسمتی کہ جس وقت ارسلان اور فخر الدولہ بڑی سختی سے شہر کا محاصرہ کیئے ہوئے تھے فصیل سے ایک پتھر شہر کے اندر آن گرا جس پر اہل شہر خوفزدہ ہو گئے اور اسی خوف اور ڈر کی وجہ سے انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں ارسلان اور فخر الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ شہر پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ ابن مروان میافارقین سے جزیرہ ابن عمر کی طرف بھاگ گیا۔ شہر کے خزانے سے جو کچھ حاصل ہوا اسے جمع کر کے ارسلان اور فخر الدولہ نے حفاظت کے لیے چند دستے بھی مقرر کیے پھر ان دستوں کے ہمراہ فخر الدولہ کے بیٹے ابو منصور کی سرکردگی میں وہ سارا مال سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف چلا گیا تھا جب کہ اپنے لشکر کے ساتھ ارسلان نکلا میافارقین سے اس نے کوچ کیا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ جزیرہ ابن عمر کا رخ کیا۔

ارسلان نے جزیرہ ابن عمر کی قریب پڑاؤ کیا وہ چاہتا تھا کہ لشکر کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرے۔ اس کے بعد تازہ دم ہو کر شہر کی فصیل پر حملوں کی ابتدا

کھڑے۔

☆☆☆

اگلے روز مغرب کی نماز کے بعد جس وقت ارسلان اپنے خیمے میں اپنے چند مو
سالاروں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ لشکر گاہ کی حفاظت پر لشکر کا جو حصہ مامور تھا اس میں سے
مسلح جوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اندر آنے کی اجازت چاہی خیمے کے اندر
مشعل کی مدہم روشنی میں جب ہاتھ کے اشارے سے ارسلان نے اسے اندر آنے
لیے کہا تب وہ خیمے میں داخل ہوا۔ ارسلان نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا
بیٹھ گیا۔ پھر ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

''خیریت تو ہے؟''

آنے والے اس مسلح جوان نے کچھ سوچا پھر ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر ایک شخص جو اپنے آپ کو جزیرہ ابن عمر کے مسلمانوں کا سر کردہ کہتا ہے اور
نام شیبان بتاتا ہے ہماری لشکر گاہ میں داخل ہوا ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ وہ رازدارانہ انداز
آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے آپ کے خیمے سے باہر کھڑا کر دیا ہے۔
آپ کہیں تو میں اسے بلا کر لاؤں''

اس انکشاف پر ارسلان فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس مسلح جوان کو مخاطب
کے کہنے لگا۔

''اگر وہ جزیرہ ابن عمر کے مسلمانوں کا سر کردہ ہے تو تم نے اسے خیمے سے باہر
کر کے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان اور خیمے میں بیٹھے دیگر سالار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے
ہوئے پھر بڑی تیزی سے ارسلان باہر نکلا خیمے سے ذرا فاصلے پر ادھیڑ عمر ایک شخص کھڑا
ارسلان اس کی طرف بڑھا اس کے قریب جا کر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام ارسلان ہے میں اس لشکر کا امیر ہوں۔ جو مسلح جوان میرے پاس
کے آنے کی اطلاع دینے کے لیے گیا اس نے مجھے آپ کا نام شیبان بتایا ہے۔ اس
آپ کو خیمے سے باہر کھڑا کر کے ایک طرح سے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ

آئیں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے'' ساتھ ہی ارسلان نے اس سے مصافحہ کیا پہلے گلے ملا
پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کے اندر لے گیا تھا۔
جب وہ نشست پر بیٹھ گیا تب ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے محترم آپ کہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ کا ہلکا سا تعارف تو میرا مسلح
جوان کرا چکا ہے کہ آپ جزیرہ ابن عمر کے مسلمانوں کے سر کردہ ہیں اور کسی اہم موضوع پر
گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

اس پر اس شخص نے دائیں بائیں دیکھا پھر سوالیہ سے انداز میں اس کی نگاہیں
ارسلان پر جم گئیں ارسلان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے
لگا۔

''فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں اس خیمے میں اس وقت کوئی فالتو آدمی نہیں ہے۔
یہ میرے سالار ہیں اور انتہائی قیمتی سے قیمتی راز کے متعلق بھی ان پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔
آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں'' اس پر وہ شخص گلا صاف کرتے ہوئے بول پڑا۔

''امیر ارسلان بات کچھ یوں ہے کہ اگر آپ نے جزیرہ ابن عمر کو فتح کرنے میں
تاخیر کی تو حالات بڑی تیزی کے ساتھ بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔''

میں پہلے آپ پر یہ انکشاف کروں کہ میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کا حکمران ابن
مروان ایک انتہا درجہ کا غیر ذمہ دار ظالم اور غیر منصف شخص ہے۔ اس نے کبھی کسی کے
ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ظلم و بربریت برپا کر کے رکھی۔ دولت سمیٹنے کا بڑا ماہر ہے۔ چاہے وہ
جس طریقے سے بھی اسے حاصل کرنی پڑی۔ ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی انکشاف کروں
کہ اس کے تعلقات عبدالملک بن عطاش سے بھی ہیں جو باطنیوں کا نمائندہ ہے۔ یہودیوں
کی تنظیم کے سربراہ امرموسیٰ کا نائب ذکریا بلخی بھی اکثر و بیشتر اس کے پاس آتا رہا ہے۔
سردست جو خطرات منڈلا رہے ہیں وہ یہ کہ الرہا کا نصرانی بادشاہ کلپس ابن مروان کی مدد
پر آمادہ ہے۔ آپ جانتے ہوں گے میافارقین کی فتح کے بعد ابن مروان وہاں سے بھاگ
کر یہاں جزیرہ ابن عمر میں آ چکا ہے۔ یہاں اس نے ایک بہترین لشکر ترتیب دے رکھا
ہے۔ وہ آپ کے مقابل آنا چاہتا ہے۔ اور اس وقت اس کو جو سب سے بڑی شہہ مل رہی
ہے وہ باطنیوں کے داعی عبدالملک بن عطاش کے علاوہ امرموسیٰ اور الرہا کے بادشاہ کلپس

کی طرف سے ہے۔

آج دن کے وقت الرہا کے عیسائی بادشاہ کلپیس کی طرف سے ایک قاصد
مروان کے پاس آیا تھا۔ اس قاصد کا تعلق یہودیوں کی تنظیم سے ہے اور یہ ذکریا
آدمی ہے۔ یہ شخص ابن مروان سے ملا اور پیش کش کی کہ وہ محصور رہ کر مسلمانوں کا
کرے اور اگر وہ پسند کرے تو الریا کا بادشاہ کلپیس ایک لشکر لے کر الرہا سے نکلے گا۔
ہی باطنیوں کے داعی عبدالملک بن عطاش کے پاس جو خفیہ طاقت ہے اس کو بھی حرکت
لایا جائے گا۔ یہودیوں کی تنظیم کے سربراہ امر موسیٰ کے پاس بھی خفیہ تنظیم کے طور پر
بڑی مسلح طاقت ہے۔ اسے بھی وہ حرکت میں لا کر ابن مروان کی مدد پر آمادہ ہیں۔ ا
بادشاہ، عبدالملک بن عطاش اور امر موسیٰ کسی بھی صورت نہیں چاہتے کہ جزیرہ ابن عمر
مروان کے ہاتھوں سے نکل کر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے پاس چلا جائے۔ اس لیے
علاقوں میں عبدالملک بن عطاش اور امر موسیٰ کے آدمی پناہ لیتے رہے ہیں اور ابن م
ان کی خاصی مدد بھی کرتا رہا ہے۔

آپ کا مسلح جوان میرا تعارف کرا چکا ہے کہ میرا تعلق جزیرہ ابن عمر کے مسلما
سے ہے۔ نام میرا شیبان ہے۔ یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا میرا مقصد
کہ آپ شہر پر حملہ آور ہونے میں بالکل تاخیر نہ کریں۔ اس لیے کہ الریا کی طرف
قاصد آیا تھا۔ اسے ابن مروان نے واپس بھیج دیا ہے اور اس کے ہاتھ کہلایا ہے کہ ا
بادشاہ کلپیس الرہا سے نکل کر باہر کی طرف سے آپ پر حملہ آور ہو جائے۔ ساتھ ہی
طے کیا گیا ہے کہ عبدالمالک بن عطاش اور امر موسیٰ کے فدائی آپ کے لشکر پر شبخون
آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں تاکہ آپ جزیرہ ابن عمر کا محاصرہ ترک کر کے
جانے پر مجبور ہو جائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیبان لمحہ بھر کے لیے رکا کچھ سوچا اس کے بعد سلسلہ
جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''امیر ارسلان اب آپ کے پاس آنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم جزیرہ ابن ع
مسلمان اس سلسلے میں بڑے فکرمند ہیں۔ ہم کسی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ ا
نصرانی بادشاہ کی کوئی سازش ہمارے خلاف کامیاب ہو لہٰذا جزیرہ ابن عمر کے مسلمانوں

ملاح مشورہ کرنے کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جس طرح میں شہر
سے نکلا ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں شہر میں صبح سویرے سبزی اور پھل بیچنے والے داخل
ہوتے ہیں اور سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے شہر سے نکلتے ہیں میں ان کے ساتھ
ہی بھیس بدل کر پھل فروشوں اور سبزی فروشوں کے ساتھ نکلا کچھ دیر تک ان کے ساتھ گیا
تاکہ مجھ پر کوئی شک نہ کرے۔ سورج غروب ہونے کے بعد میں ان سے علیحدہ ہوا اور
یہاں آپ کے پاس آ گیا۔''

ہم سب مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل عشاء کی نماز کے بعد شہر پناہ کا وہ
دروازہ جس کے سامنے آپ نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہ کھولا جائے گا آپ اپنے لشکر کے
ساتھ مستعد رہیے گا اور جونہی شہر پناہ کا دروازہ کھلے آپ شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر
لیں۔ اس طرح الریا کے نصرانی بادشاہ کلپیس کی سازش ناکام ہو جائے گی۔

یہ کام آج رات نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ میں اب شہر میں داخل نہیں ہو سکتا کل
صبح سویرے میں پھل اور سبزی فروشوں کے بھیس ہی میں شہر میں داخل ہوں گا اور آنے
والی شب کو اپنے کام کی ہم ابتداء کریں گے کچھ مسلح جوان عشاء کے وقت شہر پناہ کے
دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہوں گے اور دروازہ کھول دیں گے دروازہ کھلتے ہی آپ
شہر میں داخل ہو کر اپنی کارروائی شروع کر دیں۔

لمحہ بھر کے لیے ارسلان نے مسکراتے ہوئے شیبان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے محترم! سب سے پہلے تو میں آپ کے ارادوں اور آپ کی اس ہمدردی کو
سلام پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد جو لائحہ عمل آپ نے مرتب کیا ہے۔ میں اس میں تھوڑی
کی تبدیلی چاہوں گا میں لشکر کے ساتھ مستعد تو ضرور ہوں گا لیکن شہر پر حملہ آور ہونے کے
لیے ہمیں ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے اب مجھے اور میرے لشکریوں کو یہ جستجو رہے گی کہ
نجانے آپ عشاء کی نماز کے بعد کس وقت شہر پناہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوتے
ہیں۔ اس سلسلے میں میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ کے دل کو لگے تو اس پر عمل
کیجئے گا۔''

جس وقت جزیرہ ابن عمر کی مسجدوں میں عشاء کی اذانیں ہوں یا یوں سمجھیں کہ جس
وقت جزیرہ ابن عمر میں کسی بھی مسجد کے اندر عشاء کی نماز کے لیے پہلی اذان سنائی دے اسی

وقت آپ کے آدمی حرکت میں آئیں۔ شہر پناہ کے آدمیوں پر حملہ آور ہو کر شہر کا
کھول دیں۔ اس کے بعد میں اپنی کارروائی مکمل کرلوں گا یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں
از کم ایک وقت کا تعین ہوگا کہ جونہی جزیرہ ابن عمر کی مسجدوں سے عشاء کی اذان کی
صدا سنائی دے ہم نے اپنے کام کی ابتداء کر دینا ہے۔ اس طرح ہمارے خیال میں
بہتر انداز میں اور زیادہ مستعدی کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر اپنی کارروائی کر سکیں گے۔

بوڑھے شیبان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''امیر ارسلان آپ کا کہنا درست ہے۔ بلکہ آپ نے جو تدبیر پیش کی ہے
موثر ہوگی۔ بہرحال یہ امر طے شدہ ہے کہ عشاء کی پہلی اذان کے ساتھ ہی کارروائی شروع
کی جائے گی۔''

شیبان جب خاموش ہوا تب کسی قدر مطمئن انداز میں اسے مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں آپ شہر کے اردگرد سرگرداں رہے ہوں گے۔ تھکاوٹ محسوس کر
رہے ہوں گے۔ آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا۔ لہٰذا میرا ایک چھوٹا سالار آپ کو اپنے
ساتھ لے جائے گا آپ کے کھانے اور آپ کے قیام کا بھی عمدہ بندوبست کرے گا اور
یہاں فجر کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے بعد رخصت ہو جایئے گا۔''

شیبان نے اس سے اتفاق کیا پھر ارسلان کے کہنے پر اس کا ایک چھوٹا سالار شیبان
کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

===☆☆☆===

اگلے دن کا سورج غروب ہو گیا تھا۔ سیل وقت فطرت کے صحیفوں میں گھٹا بن کر
برستا اندھیرا پیاس کے صحرا کی طرح نرم اجالے کو نگل گیا تھا۔ آسمان کے چاروں طرف
برگ گل پر لہو کی تازہ لکیروں کی طرح شفق پھول گئی تھی۔ بے وطن مسافروں جیسے پرندے
اپنے گھونسلوں کو جا چکے تھے۔ تادیب اور حدود الٰہی سے بے پرواہ شیطانی اور بدی کی محرک
قوتیں مستور اور ماورا رہ کر سفلی خواہشات کے ساتھ دھواں دھواں شام غم کی طرح پھیلنا
شروع ہو گئی تھیں۔ شہر کی فصیل ہوا کے سفر میں ادھورے خوابوں کی تعبیروں اور بے چہرہ
تصویروں کی طرح چپ اور ملول تھی۔

ایسے میں شہر کی مسجدوں میں جب عشاء کی پہلی اذان سنائی دی تب شہر کے اندر
ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ کچھ مسلح جوان ان چاہے اندھیروں میں بے تنویر شمعوں اور دشت
ویران میں ابد کے مسافروں کی طرح نمودار ہوئے اور شہر پناہ کے جس دروازے سے باہر
ارسلان نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اس دروازے کے محافظوں پر وہ شکستوں کے غبار میں بے
سود تمناؤں ہجر کی کالی راتوں میں دہر کے خوفناک فتنے کی طرح حملہ آور ہوئے اور شہر پناہ
کے محافظوں کو انہوں نے اپنے سامنے ریت پر لکھی تحریروں اور خشک آنسوؤں کی لکیروں کی
طرح مٹا کے رکھ دیا۔ اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے فصیل کا دروازہ انہوں نے کھول دیا
تھا۔

شہر پناہ کا دروازہ کھلتے ہی ایک دوسرا انقلاب رونما ہوا اس لیے کہ ارسلان شہر پناہ کا
دروازہ کھلنے ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی حملہ آوروں نے شہر پناہ کے محافظوں کا خاتمہ کر

کے شہر کا دروازہ کھولا۔ ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ تکبیریں بلند کرتا ہوا شہر میں داخل
اور تکبیروں کی ان آوازوں نے شہر کے لوگوں پر ایک سناٹا اور ایک ہولنا کی طاری
رکھ دی تھی۔

شہر کا حاکم ابن مروان اس وقت شہر کے اندر موجود تھا۔ اس کے پاس خاصا
بھی تھا۔ وہ اس لشکر کے ساتھ نکلا اور ارسلان کی راہ روک کھڑا ہوا شہر کی فصیل کے
اس کا محافظ لشکر تھا اسے بھی اس نے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے فصیل سے
اترنے کا حکم دے دیا تھا۔

شہر میں داخل ہوتے وقت ارسلان نے اپنے لشکر کی تنظیم کو برقرار رکھا تھا۔
ابن مروان اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آیا۔ ارسلان اس پر اندھیروں کی
بپھرے ہوئے دریا کی پرتلاطم موجوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ شہر کے اندر زور کا
شروع ہو گیا تھا۔

ارسلان اور اس کے لشکری خاک کے ذروں کو کندن بھوری دھوپ کو زہر بھر
میں تبدیل کر دینے والے کیمیا گروں اور آفاق کے اسرار میں فطرت تک کوزیوں کر
والے وقت کی کائنات کے ہولناک نقیبوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے
آنے والی ابن مروان کے لشکر کی صفوں کو تخیل کے نقش ونگار تپتی راہ گذر کے غبار
دھواں خدوخال وسوکھی شاخوں کی زرد پتوں کی طرح کاٹنے اور توڑنے لگے تھے۔

یوں جزیرہ ابن عمر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ وہاں کا حاکم ابن مروان
سلطان کے خلاف بغاوت کرنے والے جس قدر لشکری تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور
نظم ونسق درست کیا جانے لگا۔

====☆☆☆☆====

انطاکیہ شہر میں ایک روز لیوکس اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کمرے
میں اچانک اخیموت داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی لیوکس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑے
احترام اور بڑی ارادتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے قریب ایک نشست پر بیٹھنے کے
لیے کہا۔ اخیموت آگے بڑھ کر بیٹھ گیا کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر اخیموت نے
لیوکس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"لیوکس بیٹے! میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس
موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے گزشتہ کئی دنوں سے میں ارادہ باندھ رہا تھا لیکن یوں جانو
مناسب الفاظ نہیں تلاش کر پا رہا تھا جنہیں استعمال کر کے میں اس گفتگو کا آغاز کر سکوں۔"

لیوکس میرے بیٹے کبھی کبھی انقلاب زمانہ لہو میں بھاگتی خواہشوں کو خود بخود امیدوں
کے سرسبز ساحلوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور کبھی کبھی انسان کے اندر اٹھنے والی تبدیلیاں اس
کے لیے تقسیم ہوتے زاویوں کی طرح سورج سے خالی بھی کشف سحر کر دیتی ہیں کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ تاریکی کے آبشاروں میں گھوڑے کے سموں کی چیختی آوازیں دل کے لیے کہنہ
زنجیر کی مثل ہو جاتی ہیں۔ معاشرے کے اندر رونما ہونے والی تبدیلیاں کبھی فرش پر امید پر
بجھے ستاروں کو معصوم تمناؤں کا حجاب بنا کر کھڑا کر دیتی ہیں اور کبھی کبھی مٹی کی آنکھوں میں
آنسوؤں کی نمی یکمشت پھول اور شبنم کو بھی یکجا کر دیتی ہے۔ بیٹے! میں تمہارے ساتھ ایک
ایسی ہی تبدیلی ایک ایسے ہی انقلاب کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حوصلہ نہیں کر پا رہا تھا
آج ہمت کر کے آیا ہوں۔

بیٹے اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ضوباہ کسی کو پسند کرتی ہے کسی سے محبت کرتی ہے تمہارے کیا جذبات ہوں گے؟

اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے لیوکس ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ چہرے پر کی ناپسندیدگی اور افسردگی کے آثار تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اخیموت پھر بول پڑا۔

''بیٹے یہ محبت بھی بڑا عجیب وغریب جذبہ ہے۔ کیا نہیں جاتا ہو جاتا ہے بلکہ ہی جیسے چاند خود بخود ابر کی شفاف گٹھڑی میں کھو جاتا ہے۔ بیٹے یہ جذبہ کبھی کبھی آپ آپ کسی کی خوش وصفی اور خوش وصالی کو بنیاد بناتے ہوئے رنگوں کی لہروں کی طرح کی علامت بنا دیتا ہے۔''

بیٹے محبت کے حسین نغمے خود ہی گہری خوابناکی کو نمود صبح جمال سرد مہری کی شب خواب وخیال کی بے ربطی کو وصال کے گیتوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس جذبے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسے ٹھکرایا ضرور جا سکتا ہے۔ لیکن یہ جذبہ دھواں دھواں شامو آلاؤ میں روٹھی ہوئی تمناؤں کو بھی نور مہتاب کی طرح چمکا کے رکھ دیتا ہے۔ بس ایسا واقعہ ایسا ہی ایک حادثہ ہماری بیٹی ضوباہ کے ساتھ پیش آ گیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں تمہا چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ہیں تم سنجیدہ بھی ہو گئے ہو۔ جس سے میں یہ مطلب سکتا ہوں کہ تم نے اس میری گفتگو کو ناپسند کیا ہے۔

لیوکس چونک پڑا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''نہیں میرے محترم ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میں نے اپنے ذہن میں ا ضوباہ کے لیے ایک نوجوان کو منتخب کر لیا تھا۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنی اس سے بیاہ دوں گا۔ ابھی میں نے اس موضوع پر اس شخص سے بات نہیں کی۔ اگر جائے تو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ اپنی بہن کو اس کی زندگی کا بناؤں۔ اب اپ نے جو اس موضوع پر گفتگو شروع کی ہے تو میں افسردہ ہو گیا نجانے وہ کون ہے۔ جس کو میری بہن ضوباہ پسند کرنے لگی ہے۔''

اخیموت کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر لیوکس کو مخاطب ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''لیوکس میرے بیٹے! جس شخص کو میری بیٹی ضوباہ نے منتخب کیا ہے اور جے

زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے وہ ایک ایسا بے مثال نوجوان ہے جو اپنی جراتمندی سے ذرہ بے شعور کو ناوک کی جراحت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ جو وقت کے ان دیکھے موڑ پر کھڑے ہو کر اپنی شجاعت سے موسموں کی دستکوں کی طرح کرب کی منزلوں کو صبح نو کے جلوؤں میں تبدیل کر سکتا ہے۔ جو اپنی بے باکی اپنے مصمم ارادوں کے باعث قضا کی سہمی وادیوں کے خوفناک کوہستانوں پر بھی زندگی کی علامت بن کر دستک دے سکتا ہے۔''

اخیموت مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لیوکس اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

''میرے محترم! ابھی تک آپ مجھے پہیلیاں ہی بجھوا رہے ہیں پہلے مجھے صاف صاف بتائیں وہ کون ہے جس کو میری بہن پسند کر چکی ہے۔ پہلے مجھے اس کا نام اس کا پتہ بتائیں میں اس سے ملوں گا اور جانوں گا کہ وہ واقعی میری بہن سے پرخلوص محبت کرتا ہے پھر جس جوان کو اپنی بہن کے لیے پسند کر چکا ہوں اس سے متعلق میں خود ضوباہ سے بھی بات کروں گا اور معاملہ اس پر چھوڑ دوں گا۔ وہ جسے چاہے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کرے ویسے میں نے ایک نوجوان کو اس کے لیے پسند کر لیا تھا اور اگر ضوباہ اس سے شادی نہ کرنا چاہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ضمانت دیتا ہوں کہ اس سلسلے میں اپنی بہن ضوباہ پر کسی قسم کا جبر نہیں کروں گا۔ اب آپ بتائیں کہ ضوباہ نے اپنے لیے کسے پسند کیا ہے۔''

لمحہ بھر کے لیے اخیموت نے بڑے غور سے لیوکس کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''لیوکس میرے بیٹے! ضوباہ نے اپنی زندگی کے لیے اپنی محبت کے محور کے طور پر امیر ارسلان کا انتخاب کیا ہے وہ امیر کو پسند کرتی ہے اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ اس کا اظہار خود اس نے غریاد سے کیا ہے۔ غریاد نے اس سلسلے میں چند دن پہلے مجھ سے گفتگو کی۔ لیکن میں سوچتا رہا کہ کسی مناسب موقع پر اس موضوع پر تم سے گفتگو کروں گا اور آج تم نے یہ گفتگو کر دی ہے۔ اب بیٹے فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے کہ تم ضوباہ کے بھائی ہو اور آخری فیصلہ کرنے کے مجاز تم ہی ہو۔''

اخیموت کی اس گفتگو سے لیوکس کی آنکھوں میں چمک چہرے پر سکون کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ لمحہ بھر کے لیے عجیب سے انداز میں اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ بھاگتے لمحوں کے تاثر سے رشتوں کی ریشمی ڈوریاں استوار کرنے لگا ہو۔

پھر اچانک اس نے اخیموت کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''محترم اخیموت آپ نے میری ساری ہی دشواریاں دور کر دی ہیں قسم ہے
کی امیر ارسلان ایک ایسا شخص ہے جو اسیر ذات تک کو آزاد کرانے کا ہنر جانتا ہے
اور وجود کے درمیان بھی وہ سایوں کی جستجو کو امرت کی برکھا میں تبدیل کر سکتا ہے۔''

میں نے خود اپنی بہن ضوباہ کے لیے جس جوان کو پسند کیا تھا وہ امیر ارسلان ہی
میں سمجھتا ہوں میری بہن نے اپنے لیے ایک انتہائی مناسب جوان کا انتخاب کیا ہے
موسموں کے بدلتے بے رنگ احساس میں مسرتوں کے جگنو بن کر چمک سکتا ہے
یقین ہے امیر ارسلان میری بہن ضوباہ کو آتے جاتے موسموں کے قافلوں میں بھی
وختہ بے مال و بے نوا نہ رہنے دیں گے۔ میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ ضوباہ ان کے
ہونٹوں پر درزیدہ تبسم پھیلاتی خوشیوں جیسی پرسکون رہے گی۔ میں نے اکثر مواقع پر
بہن کی گفتگو اس کے انداز امیر ارسلان کی طرف دیکھنے ان کی خدمت کرنے کے انداز
اندر اپنی بہن کی میں نے ان سے محبت کی جھلک دیکھی تھی۔ میں خوش اور مطمئن ہوں
امیر ارسلان ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو دھوئیں کی بوجھل سانسوں تک میں میری
شاخوں سے کھیلتی رنگین تتلیوں جیسا پرسکون رکھ سکتے ہیں۔ جو بد سے بدترین حالات میں
میری بہن کے لیے رگ و پے میں خوشیوں کی برسات اور سانسوں میں سکون کے
سموں جیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔

اخیموت میرے محترم میں سمجھتا ہوں آپ نے اس گفتگو کا آغاز کر کے
سارے ہی وسوسے میری ساری ہی دشواریاں دور کر دی ہیں۔ اس سے پہلے میں سوچ
تھا کہ کیسے میں اپنی بہن سے اس موضوع پر گفتگو کا آغاز کروں کیسے میں جان سکوں
واقعی امیر ارسلان کی طرف مائل ہے۔ یا نہیں اب جب کہ یہ معاملہ طے ہو چکا ہے
بہن امیر کو پسند کرتی ہے تو آپ اس کے باپ کی حیثیت سے اس کے متعلق جو فیصلہ
کریں گے میرے لیے آخری ہوگا میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔

لیوکس کی اس گفتگو سے اخیموت ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر اس نے لیوکس کو
ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا
''لیوکس میرے بیٹے! تم نے اپنی اس گفتگو سے میرا دل خوش کر دیا ہے۔

مسئلہ بھی ہے جس پر ابھی فیصلہ ہونا باقی ہے۔''

لیوکس نے تیز نگاہوں سے اخیموت کی طرف دیکھا۔

''کیسا فیصلہ؟''

''بیٹے! اس بات کا تو فیصلہ ہو چکا کہ تم اس بات پر رضامند ہو کہ ضوباہ کو امیر
ارسلان کی امانت سمجھا جائے۔ بیٹے! ضوباہ کی یہ بھی خواہش ہے کہ ہمیں واپس نیشاپور جا
کر امیر ارسلان کی اس حویلی میں قیام کرنا چاہیے۔ جہاں سے نکل کر ہم ادھر آئے ہیں۔
ران کے باغ کی بھی دیکھ بھال کرنی چاہیے یوں جانو یہاں ضوباہ امیر ارسلان کے بنا
اس اور افسردہ ہے۔ میری بیوی صفیناہ اور غریاد بھی دونوں واپس نیشاپور جانا چاہتی ہیں۔
ں سلسلے میں کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

لیوکس پھر لمحہ بھر کے لیے مسکرایا کہنے لگا۔

''یہ کوئی ایسا اہم موضوع نہیں ہے جس پر کوئی فیصلہ کرنا باقی رہے۔ جب میں نے
وباہ کے سارے معاملات آپ کے سپرد کر دیے ہیں تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ آپ
وباہ غریاد اور صفیناہ جب اور جس وقت چاہیں نیشاپور جا سکتے ہیں۔ میں فی الحال یہیں
یام رکھوں گا وہاں نیشاپور میں رہتے ہوئے آپ کو میری طرف سے اجازت ہوگی کہ آپ
ب اور جس وقت چاہیں ضوباہ کو امیر ارسلان کے عقد میں دے دیں۔ اب بولیں مزید
پ کیا چاہتے ہیں۔''

اخیموت منہ سے کچھ نہ بولا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں اس
نے لیوکس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

جن دنوں ارسلان فخر الدولہ کے ساتھ میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کی تسخیر ب مصروف تھا اور سلطان اصفہان میں قیام کیئے ہوئے تھا۔ حلب کا ایک متنازعہ مسئلہ اٹھ ہوا۔

دراصل حلب کا حکمران مسلم بن قریش ایک جنگ میں سلیمان بن قتلمش کے ہاتھ مارا جا چکا تھا۔ اس کے مارے جانے کے بعد حلب شہر پر ایک عباسی امیر ابن حسین قبضہ کر لیا اور حلب شہر کی مزید بدقسمتی کہ شہر کا جو قلعہ تھا اس پر مسلم بن قریش کا چچازاد سالم بن ملک قابض ہوگیا یوں حلب شہر میں بیک وقت دو حکمران بن گئے۔ شہر کا حکم ابن حسین اور قلعہ کا حکمران سالم بن ملک رہا۔

حلب کا حکمران مسلم بن قریش چونکہ سلیمان بن قتلمش کے ساتھ جنگ میں مار تھا اور سلیمان بن قتلمش نے اسے شکست دی تھی۔ لہٰذا حلب کا صحیح دعوے دار سلیمان قتلمش ہی تھا۔ سلیمان بن قتلمش کا بھی خیال تھا کہ مسلم بن قریش کے مارے جانے بعد اب اس کے حلب پر قبضہ کرنے کی راہ میں کوئی اور مزاحم نہ ہوگا اور اگر کسی نے مزا کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کو مسلم بن قریش ہی کی طرح کچل کے رکھ دے گا۔

انہی ارادوں کے تحت سلیمان بن قتلمش نے حلب پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ ش والی ابن حسین کو جب خبر ہوئی کہ سلیمان حلب شہر کو اپنے علاقے میں شامل کرنا چاہتا اس نے شہر کے دروازے بند کر لیے اور تیز رفتار قاصد اس نے سلیمان بن خدمت میں روانہ کیے ساتھ ہی تحائف اور نذرانے بھی بھیجے اور سلیمان سے استدعا کی

حلب شہر پر قبضہ کرنے کے لیے طاقت کا استعمال نہ کرے کیونکہ وہ خود سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حکم کا انتظار کر رہا ہے اگر سلطان نے اجازت دے دی کہ حلب شہر کو سلیمان بن قتلمش کے حوالے کر دیا جائے تو بغیر کسی مزاحمت کے حلب شہر سلیمان کے حوالے کر دیا جائے گا۔

سلیمان نے ابن حسین کی اس پیش کش پر یقین کر لیا اور حلب شہر پر حملہ آور ہونے سے گریز کیا۔ لیکن ابن حسین بڑا چالاک اور عیار شخص تھا وہ دوہری چال چل رہا تھا۔ سلیمان بن قتلمش کو بہ طفل تسلی دینے کے بعد اس نے در پردہ شام کے حکمران تاج الدولہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف قاصد بھجوائے اور اسے پیغام بھیجا کہ وہ فوراً ایک جرار لشکر کے ساتھ پہنچے اور حلب شہر پر قبضہ کر لے (یہاں یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان دنوں پہلو بہ پہلو سلجوقیوں کی چار سلطنتیں یا حکومتیں قائم تھیں پہلی عراق وایران پر اس کو سلاجقہ بزرگ کہتے تھے اور اس سلطنت کا مالک سلطان ملک شاہ سلجوقی تھا۔ دوسری سلطنت کو سلاجقہ عراق کہتے تھے۔ اس میں عراق کے علاقوں کے علاوہ مشرقی ایران شامل تھا۔ اس پر مغیث الدین محمود سلجوقی حاکم تھا۔ تیسری سلطنت سلاجقہ کرمان کہلاتی تھی۔ اور اس پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چچا کاورد بن چغری بیگ کی اولاد حکمران تھی۔ چوتھی سلطنت سلاجقہ شام کہلاتی تھی اور اس کا حکمران تاج الدولہ تھا۔ پانچویں سلطنت سلاجقہ ارض روم کہلاتی تھی اور اس کا حکمران سلیمان بن قتلمش تھا)۔

سلجوقیوں کی رومی اور اناطولیہ کی سلطنت کے سربراہ سلیمان بن قتلمش کو دھوکہ دیتے ہوئے ابن حسین نے سلجوقیوں کی شامی سلطنت کے سربراہ تاج الدولہ کو لشکر لے کر آنے اور حلب پر قبضہ کرنے کی دعوت دے دی تھی۔ اب حالت یہ تھی کہ تاج الدولہ پہلے ہی شہر پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ وہ صرف اگر خوفزدہ تھا تو اناطولیہ کے سلجوقی حکمران سلیمان بن قتلمش سے تھا اور اسی کی وجہ سے وہ حلب پر لشکر کشی کرنے سے رکا ہوا تھا۔ اب جو ابن حسین نے خود اسے دعوت دی کہ وہ آ کر حلب پر قبضہ کرے تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور حلب کی طرف روانہ ہوا ساتھ ہی اس نے بیت المقدس میں اپنے والی امیر ارتق سے بھی کہا کہ وہ بھی ایک لشکر لے کر حلب کا رخ کرے۔ یہ وہی ارتق بن ارکسک تھا جس سے اس کے کچھ امور کی وجہ سے سلطان ملک شاہ سلجوقی ناراض ہوگیا تھا۔ یہ پہلے سلطان

کے سالاروں میں شامل تھا اور اس ناراضی کی بناء پر یہ ارتق بن ارکسک نیشاپور سے میں تاج الدولہ کے پاس چلا گیا تھا۔ اور تاج الدولہ نے اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے اسے بیت المقدس کا والی مقرر کر دیا تھا۔ یہ ساری کارروائی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی ناراضی کو نظر انداز کرتے ہوئے کی گئی تھی۔

بہر حال تاج الدین اور ارتق بن ارکسک آگے پیچھے بہت بڑے لشکروں کو لے حلب کا رخ کر رہے تھے۔ ادھر سلیمان بن قتلمش کو جب خبر ہوئی کہ حلب کے قائم حکمران ابن حسین نے اس کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے اور یہ کہ اس کو روک کر اس تاج الدولہ کو حلب پر قبضہ کرنے کی دعوت دے دی ہے۔ تب جلدی جلدی اس نے لشکر تیار کیا اور بڑی برق رفتاری سے وہ اناطولیہ کے میدانوں سے نکل کر آگے بڑھا چاہتا تھا کہ تاج الدولہ اور ارتق بن ارکسک کو حلب پہنچنے کا موقع ہی نہ دے۔ اور راستے ان کی راہ روک کھڑا ہو۔

یہ ارادہ کرنے کے ساتھ ہی سلیمان بن قتلمش نے حلب کی بجائے اس شاہراہ کا کیا جس پر بڑی تیزی سے تاج الدولہ حلب کا رخ کئے ہوئے تھا۔ اس بار سلیمان قتلمش کا ولی عہد اور اس کا بیٹا قلیچ بن سلیمان بھی اس کے ہمراہ تھا۔

حلب سے دور ویرانوں کے اندر سلیمان بن قتلمش شام کے حکمران تاج الدین راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں لشکر جنگ کی ابتداء کرنے کے لیے اپنے اپنے لشکر کی صف درست کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر سلیمان بن قتلمش سے جو جنگی خطا سرزد ہوئی وہ اس نے تاج الدولہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے آگے اپنے مخبر نہیں پھیلا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حلب کی طرف آنے والی شاہراہ کے کنارے جس لشکر کی راہ بن قتلمش نے روکی تھی وہ لشکر صرف تاج الدولہ کا تھا۔ جب کہ ارتق بن ارکسک اپنے کے ساتھ گھات میں چلا گیا تھا تاکہ مناسب وقت پر وہ سلیمان بن قتلمش کے لشکر پر ضرب لگائے۔

سلیمان نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس جب کہ دوسرا حصہ اپنے بیٹے قلیچ بن سلیمان کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ پھر جنگ کی ہوئی۔ ابتداء کے ساتھ ہی سلیمان بن قتلمش اور اس کا بیٹا قلیچ بن سلیمان دونوں تاج الدولہ

کے لشکر پر شاہراہوں ویرانوں، مکانوں و بازاروں، گلیوں اور کوچوں میں رینگتے آسیب کے سایوں، جسم روح کی جدائی کا تماشہ کرتی بربادی کی علامتوں اور ہر لحظہ و ہر لمحہ تہذیبوں کے حروف ارقام کو ریت پر لکھے حروف کی طرح مٹاتے وقت کے بدترین دشت وحشت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں تاج الدولہ نے بھی ایسے ہی ردعمل کا اظہار کیا وہ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلیمان بن قتلمش اور قلیچ بن سلیمان کے لشکر پر قضا کے نیم دائروں کی قوسیں کھڑی کرتے لہولہو حروف بادبانوں تک میں گرہیں ڈال دینے والی تیز زمستانی ہواؤں اور ظلم کی آندھیاں جبر کی سختیاں برپا کرتی بے نام وحشتوں کی کالی قضا کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

میدان جنگ میں دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر چیل کوؤں کی یلغار کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ ہر کوئی پارہ پارہ اور زخموں سے چھلنی ہونا شروع ہو گیا تھا۔ آفات و آلام میدان جنگ میں بحر بے کراں کی طرح ناچ اٹھے تھے۔

سلیمان بن قتلمش اور اس کے بیٹے قلیچ بن سلیمان کی بدقسمتی کہ جنگ جب خوب بھڑک اٹھی تو ایک طرف سے ارتق بن ارکسک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ سلیمان بن قتلمش کے لشکر پر افسردہ اور ملول کر دینے والی سنگین وحشت ناکی، کرب والم کھڑے کرتی ظلم و ستم کی یورش اور چہروں کو زرد جسموں کو لاغر، دلوں کو افسردہ اور آنکھوں کو پرنم کر دینے والے ابتلاؤں کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس حملے سے لمحوں کے اندر سلیمان بن قتلمش کے لشکر میں کمزوری کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں سلیمان بن قتلمش کے سامنے تاج الدولہ کے لشکر کی حالت ڈوبتے سورج کے دھندلکوں اور بے کفن لاشوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی وہاں اب خود سلیمان بن قتلمش اور اس کے بیٹے قلیچ بن سلیمان کی حالت تپش ولو میں جھلسے زندگی کے خمار سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سلیمان بن قتلمش اور اس کے بیٹے قلیچ بن سلیمان نے اپنے لشکریوں کو سنبھالنے کی پرزور کوشش کی چلا چلا کر انہیں اپنی پوری قوت سے حملہ آور ہونے کے لیے اکسایا لیکن تاج الدولہ اور ارتق بن ارکسک کے متحدہ حملوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ لمحہ بہ لمحہ ان

کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ یہاں تک کہ سلیمان بن قتلمش کے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلیمان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ اس کے لشکری کچھ اس بری شکست کھا کر بھاگ اٹھیں گے۔

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ سلیمان بن قتلمش ایک خوددار شخص تھا۔ لہٰذا اس نے بھاگنے یا دشمن کے ہاتھوں گرفتاری پر موت کو ترجیح دی۔ اس نے خود اپنے خنجر سے کاٹ کر اپنے آپ کا خاتمہ کرلیا۔ دوسرے مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلیمان بن قتلمش جنگ میں لشکر کے آگے رہتے ہوئے لڑائی کے دوران مارا گیا تھا۔ بہرحال شکست کی صورت میں اور سلیمان بن قتلمش کے مارے جانے کے بعد بچے کھچے لشکر کو لے کر سلیمان بن قتلمش کا بیٹا قلیچ بن سلیمان اناطولیہ کے میدان کی طرف بھاگ گیا تھا۔

سلیمان بن قتلمش کی ہلاکت کے بعد اناطولیہ کے سلجوقیوں کی حکومت ختم نہیں ہوئی بلکہ ان کے اندر بڑے بڑے نامور سلطان پیدا ہوئے۔ جن میں خاص طور پر سلطان الدین سلجوقی قابل ذکر ہے۔ اناطولیہ کے میدانوں میں ان کا آخری سلطان غیاث الدین مسعود تھا۔ جس کی سلطنت کو مغلوں نے حملہ آور ہو کر ختم کر دیا تھا۔ لیکن مغل بھی پاؤں نہ جما سکے اس لیے کہ سلجوقی ترکوں کی جگہ وہاں عثمانی ترکوں نے حکومت قائم تھی۔

دراصل عثمانی اور سلجوقی ترک ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا جد بھی ایک تھا۔ جس کا نام اغوث خان تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا۔ اغوث خان کی مناسبت سے ترکوں کو اغوث ترک یا قوم اغوث بھی کہا گیا۔ اغوث ترکوں کی ایک شاخ ترکمان بھی تھی جو ترک کی لفظ ہے اور اس کے معنی عظیم ترک کے ہیں۔ اغوث ترکوں نے دنیا میں عظیم الشان حکومتیں قائم کیں۔ سلجوقی، عثمانی، کالی بھیڑوں والے ترک، بھیڑوں والے ترک، صفوی اور ہندوستان کے قطب شاہی اور عادل شاہی خاندان اغوث یا ترکمان ترکوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

دراصل ترکوں کے جدامجد کا نام اغوز خان تھا جس کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی سے تین بیٹے تھے۔ ایک کا نام کون خان دوسرے کا نام آئی خان اور تیسرے کا نام خان تھا۔ کون خان سے عثمانی ترکوں کی نسل چلی اور دوسرے بھائیوں سے دوسرے

نسلیں پھلے پھولے۔

اغوز خان کی دوسری بیوی سے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ پہلے کا نام کوک خان۔ دوسرے کا نام تاغ خان، تیسرے کا نام تنگیز خان تھا۔ اسی تنگیز خان کی نسل سے ہی سلجوقی ترک نکلے۔ باقی دو بھائیوں سے بھی ترکوں کی مختلف شاخیں اور نسلیں مختلف خطوں میں آباد ہوئیں۔

اغوز خان کی بڑی بیوی سے جو اس کے تین بیٹے کون خان، آئی خان اور یلدیز خان تھے ان کے نام ان کے باپ اغوز خان نے بڑی سوچ بچار کے بعد رکھے تھے۔ کون کے معنی سورج اور دن کے ہیں۔ جب کہ آئی خان کے نام آئی کے معنی چاند کے ہیں۔ تیسرے بھائی یلدیز خان کے نام کے معنی ستارہ اور سیارہ کے ہیں۔

اسی طرح اس کی دوسری بیوی سے جو بیٹے تھے جن کے نام کوک خاں، تاغ خان اور تنگیز خان تھے۔ ان میں سے کوک کے معنی آسمان اور نیلے کے ہیں۔ تاغ کے معنی پہاڑ کے ہیں جب کہ تنگیز کے معنی سمندر کے ہیں۔ بعد میں اسی لفظ تنگیز کو بگاڑ کر منگولوں نے اپنے سردار کا نام چنگیز خان رکھ لیا۔

بہرحال اپنے باپ سلیمان بن قتلمش کے مارے جانے کے بعد اس کا بیٹا قلیچ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اناطولیہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں اس نے اپنی سلطنت کو مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری جانب حلب شہر کا والی ابن حسین بھی بڑا عیار اور بڑا تیز شخص تھا۔ سلیمان بن قتلمش کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے شام کے حکمران تاج الدولہ کو دعوت تو دے دی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ تاج الدولہ ایک بار حلب میں داخل ہوگیا تو پھر ابن حسین کی خیر نہیں ہے۔ اور پھر ارتق بن ارکسک بھی چونکہ ایک لشکر کے ساتھ تاج الدولہ کے ہمراہ تھا لہٰذا سلیمان بن قتلمش کے لشکر کا اندازہ لگاتے ہوئے ابن حسین نے جان لیا تھا کہ مختصر سے لشکر کے ساتھ سلیمان بن قتلمش تاج الدولہ اور ارتق بن ارکسک کے شہر کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ انہی اندیشوں کے تحت اس نے تیز رفتار قاصد سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف روانہ کئے۔ سارے حالات سے سلطان کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی سلطان سے یہ بھی التماس کی کہ میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گا کہ تاج الدولہ آگے بڑھ کر حلب پر قابض ہو۔ لہٰذا میں

سلطان سے التماس کرتا ہوں کہ سلطان خود اپنے لشکر کے ساتھ آئے اور حلب شہر تسلط میں لے لے۔

اس طرح جہاں ابن حسین نے تاج الدولہ کو سلیمان بن قتلمش کے خلاف کیا۔ اب اسی انداز میں وہ تاج الدولہ کا خاتمہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ہاتھوں کرا تھا۔

اب صورتحال یہ سامنے آئی کہ سلیمان بن قتلمش کو شکست دینے اور اس کے میدان جنگ سے بھاگ جانے کے بعد تاج الدولہ نے حلب کا رخ کیا۔ ابھی شہر کے قریب تھا کہ ابن حسین نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ میں نے ساری صو سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو مطلع کر دیا ہے۔ اگر سلطان نے مجھے اجازت دی کہ شہر تمہارے حوالے کر دوں تو میں کسی پس وپیش کے بغیر شہر تمہارے حوالے کر شہر سے نکل جاؤں گا۔

تاج الدولہ شاہد ابن حسین کی عیاری سے پہلے ہی واقف تھا اس نے ابن ان باتوں پر اعتبار نہ کیا۔ اور بڑی سختی سے اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کے دوران اہل شہر میں سے کچھ لوگوں نے در پردہ تاج الدولہ باز کر لی اس کے ساتھ ایک وقت مقرر کیا اور اسے یقین دلایا کہ وہ اسی وقت شہر دروازے کھول دیں گے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر۔

تاج الدولہ نے اس تجویز کو پسند کیا لہٰذا اہل شہر نے جو وعدہ تاج الدولہ سے پورا کر دکھایا۔ جو وقت انہوں نے مقرر کیا تھا اس وقت انہوں نے شہر پناہ دروازہ کھول دیا جس کے ذریعے تاج الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو حسین اپنی جان بچانے کے لیے شہر سے بھاگ گیا اور یوں تاج الدولہ کا حلب شہر ہو گیا تھا۔

شہر پر قبضہ کرنے کے باوجود تاج الدولہ کے لیے ایک الجھن بھی اٹھ کھڑ تھی۔ اس لیے کہ ابن حسین کا تسلط حلب شہر پر تھا جب کہ شہر کا قلعہ جو بڑا مضبوط او وہ ایک شخص سالم بن ملک بن مروان کے قبضے میں تھا۔

تاج الدولہ جب حلب شہر میں داخل ہوا ابن حسین اپنی جان بچا کر بھاگ گیا

تب تاج الدولہ نے قلعہ کے حاکم سالم بن ملک سے رابطہ قائم کیا اور اسے حکم دیا وہ بغیر کسی ٹکراؤ کے قلعہ تاج الدولہ کے حوالے کر دے۔ لیکن سالم بن ملک نے ایسا نے سے انکار کر دیا۔ اس نے تاج الدولہ کو جواب دیا کہ میں نے قلعہ کے دروازے بند لیے ہیں۔ ابن حسین نے تاج الدولہ کے شہر میں ورود سے پہلے ہی کچھ قاصد سلطان کی روانہ کر دیے تھے۔ میں قلعہ صرف سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حوالے کروں گا اس علاوہ اگر کسی نے قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی تو میں اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کی مزاحمت کروں گا۔

☆☆☆

ضوباہ ایک روز اسی کمرے میں جو اس کے لیے مخصوص تھا اکیلی اداس سر جھکائے ہوئی تھی کہ کھنکھارتے ہوئے کمرے میں غریاد داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی ضوباہ اس استقبال کے لیے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی غریاد قریب آئی ضوباہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ست پر بٹھایا خود اس کے قریب بیٹھ گئی پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''ضوباہ میری بہن! میں تمہارے لیے ایک خوشخبری لائی ہوں۔''

ضوباہ نے چونکنے کے انداز میں غریاد کی طرف دیکھا پھر اس کی گردن جھک گئی۔ اؤں کے ہجوم میں صبر ورضا کی دیواروں جیسی افسردہ دشت ویران میں کھڑے نڈھال لے شجر جیسی ویران اور آفاق کے اسرار میں پھنسے ابد کے مسافر جیسی ملول ہو کے رہ گئی پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور غریاد کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''غریاد میری بہن! میں ایک ایسی بدقسمت لڑکی ہوں جس پر شام سے پہلے شام ہو گئی ہے۔ جس کے چارسو اداسیاں بکل مارے بیٹھی ہیں۔ جس پر بے وقت خون بھرا طاری ہو گیا ہے اور جس کے چاروں طرف بربریت بھری جدائیوں کی آنکھ مچولی ش ہو گئی ہے۔ میری بہن میں تو بارش میں بھیگا ایک کاغذ ہوں میرے لیے کیا خوشخبری سکتی ہے۔''

اور پھر تو بھی میرے لیے کچھ نہیں کر رہی میں نے تجھ پر صاف الفاظ میں واضح کر

دیا تھا کہ امیر ارسلان کے بغیر میں زندگی گزارنا نہیں چاہتی اب وہ میرے لیے جو… کی فراوانی چاہت کی معتبر گھٹا میرے لب ورخسار کی مہک میری پہچان کی بساط اور… بھروسے کا تاکستان ہیں۔

غریاد میری بہن اگر وہ مجھے مل جائیں تو میں شبنم سے گفتگو کر سکتی ہوں… سے ہمکلام ہوسکتی ہوں۔ اس لیے کہ وہ میرا سرود جمال ہیں۔ وہ میرے ساتھ ہوں… خوابوں میں چاند ستاروں تک کی زبان سمجھ سکتی ہوں۔

ساتھ ہی میں یہ بھی انکشاف کروں کہ ان کے بنا میں بداعتمادی کا لق ودق… ہوں۔ ان کے بغیر میں جلد کی زہر بھری بوسیدگی دہکتی سرخ سلاخ کے جلنے کا رنگ اڑے… ہوئے حروف کی بے بسی اور بے چارگی ہوں۔ تم کہتی ہو کہ تم میرے لیے خوشخبری… آئی ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس دنیا میں کالے چہروں کے پیچھے بندشوں سے بگڑے… سانسوں کے سوا کچھ رکھا ہی نہیں ہے۔ میں نے یہاں آ کر بھول کی نیشاپور ہی میں… تو میری زندگی خوشگوار رہتی۔ یہاں میں یوں جانو دوزخ میں شب وروز گزار رہی… میری بھی حماقت ہے کہ نیشاپور سے چلتے وقت میں نے اپنے ضمیر اپنے دل کا جائزہ نہ… تھا۔ یہاں آ کر مجھ پر میری محبت نے مجھ پر انکشاف کیا کہ امیر ارسلان میری آنکھ… چراغ میرے لیے روشنی کا فشار اور میری زندگی کے لیے وہ گلاب کی طشتری پر لکھے… وصل سے بھی زیادہ محترم اور اہم ہیں“

غریاد نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ضوباہ کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑا اور خفگی… انداز میں کہنے لگی۔

”بے وقوف لڑکی جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ تو پہلے سن لو بعد میں اپنے جذ… اظہار کرتی رہنا۔ میں تو تم پر یہ انکشاف کرنے آئی تھی کہ چند روز تک ہم یہاں سے… روانہ ہو رہے ہیں۔ صرف میں تم، اماں اور بابا نیشاپور جائیں گے بھائی لیوکس یہیں… گا۔“

غریاد کے اس انکشاف پر ضوباہ سفید، سرخ، عنابی، گلابی پھولوں جیسی خوش کن… دیو مالا کی فتح کی اس دیوی جیسی پرمسرت ہو گئی تھی جس کے پر پھیلے رہتے ہیں… شادمانی میں اس کی کیفیت ایسی ہو گئی تھی جیسے صحرائے کہکشاں کو زیب داستان بنا…

…ہو۔ یا صدیوں کی خوشیوں کے ملبے تلے دبے نرالے انوکھے قافلے اچانک رواں دواں ہو کر رہ گئے ہوں۔

پھر اچانک ضوباہ حرکت میں آئی آگے بڑھی غریاد کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی علیحدہ ہوئی پھر اسے مخاطب کیا۔

”بہن یہ تو کہو یہ سارا معاملہ کیسے ہوا۔؟“

غریاد مسکرائی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

”دیکھو تمہاری محبت کا انکشاف میں نے بابا پر کیا چند روز پہلے بابا نے اس موضوع پر لیوکس بھائی سے گفتگو کی اور لیوکس کے انکشاف پر بابا دنگ رہ گئے۔ اس لیے کہ لیوکس نے خود تمہارے لیے امیر ارسلان ہی کا انتخاب کر رکھا تھا۔ لیوکس بھائی نے اجازت دے رکھی تھی کہ جس وقت اور جب بابا چاہیں تمہیں امیر ارسلان کے عقد میں دے دیں لیکن اس وقت میں نے تم پر یہ انکشاف نہیں کیا تھا اس لیے کہ لیوکس نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ وہ تو انطاکیہ ہی میں رہے گا ہم جس وقت اور جب چاہیں نیشاپور جا سکتے ہیں۔

لیوکس سے اس گفتگو کے بعد بابا نے اپنے کچھ جاننے والوں کو نیشاپور بھجوایا وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ امیر ارسلان کی حویلی واقعی پہلے کی طرح خالی ہے اور کسی کو انہوں نے اپنا باغ ٹھیکے پر نہیں دیا۔

وہ شخص آج ہی نیشاپور سے لوٹ کر یہاں آیا ہے اور اس نے بابا پر یہ انکشاف کیا ہے کہ امیر ارسلان تو نیشاپور سے باہر دشمنوں کے خلاف مہم میں مصروف ہیں۔ حویلی پہلے کی طرح خالی پڑی ہے۔

”باغ بھی ٹھیکے پر نہیں دیا گیا۔ بابا کے کہنے پر جو شخص وہاں گیا تھا اس نے وہاں یہ بتا دیا ہے کہ ہم واپس حویلی میں آ رہے ہیں اور باغ بھی ہم خود سنبھالیں گے آج جب وہ لوٹا تو بابا نے فیصلہ کر لیا کہ ہم کل یہاں سے نیشاپور کی طرف کوچ کریں گے لیوکس بھائی بھی اس سے متفق ہیں اب کہو تم کیا کہتی ہو؟“

جواب میں تھوڑی دیر تک ضوباہ گہری خوشی اور شادمانی میں ڈوبی رہی پھر اٹھی غریاد کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اسے کچھ دیر تک اپنے ساتھ لپٹائے رکھا پھر کہنے لگی۔

”غریاد میری بہن تو نے میری ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اب میرے

سامنے سب سے بڑی مہم یہ ہے کہ امیر ارسلان پر کیسے انکشاف ہو گا کہ میں انہیں چاہتی ہوں انہیں پسند کرتی ہوں۔"

غریاد اس موقع پر فوراً بول اٹھی۔

"یہاں تک میں نے تمہارا کام کر دیا ہے۔ اب امیر ارسلان پر اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کرنا تمہارا کام ہے۔ اب آؤ کھانے کا وقت ہو رہا ہے کھانا تیار کریں۔ اس کے ساتھ ہی غریاد اور ضوباہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔"

====☆☆☆☆====

ارسلان ایک روز جزیرہ ابن عمر کے باہر اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کی ساتھ چوگان کھیل رہا تھا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے چند قاصد وہاں پہنچے انہیں جب ارسلان کے سامنے پیش کیا گیا تو ارسلان نے پہلے تو ان کا جائزہ لیا۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! اگر تم سلطان کی طرف سے آئے ہو تو خیریت تو ہے؟" اس پر ان قاصدوں میں سے ایک بولا۔

"امیر! سلطان اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر چکے ہیں ان کا رخ موصل کی طرف ہے۔ شاید حلب کے حالات آپ تک پہنچ چکے ہوں گے۔ مسلم بن قریش کے مارے جانے کے بعد ابن حسین نے حلب شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ تاج الدولہ نے شہر اپنے قبضے میں لینا چاہا۔ سلیمان بن قتلمش نے مزاحمت کی جس کے نتیجے میں سلیمان بن قتلمش مارا جا چکا ہے۔ اور شہر پر تاج الدولہ کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ارتق بن ارکسک جو کبھی آپ کے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔ وہ بھی تاج الدولہ کے ساتھ مل چکا ہے۔ اس وقت تاج الدولہ اور ارتق کا قبضہ صرف شہر پر ہے۔ اس لیے کہ شہر کا حاکم ابن حسین اپنی جان بچا کر شہر چھوڑ چکا ہے۔ جب کہ حلب کے قلعے پر ایک شخص سالم بن ملک قابض ہے اور اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ قلعے کا قبضہ تاج الدولہ کی بجائے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو دے گا اور اس مقصد کے لیے اس نے سلطان کی طرف قاصد بھی روانہ کئے تھے۔ جس کے جواب میں سلطان اپنے لشکر کی ساتھ کوچ کر چکے ہیں۔"

امیر آپ کے نام سلطان کا پیغام یہ ہے کہ آپ سلطان سے موصل کے نواح میں ملیں۔ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر کے آپ کا انتظار کریں گے۔ سلطان آج نہیں تو کل تک موصل پہنچ جائیں گے۔"

قاصد مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ارسلان نے اپنے قریب کھڑے ایک چھوٹے سالار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"فی الفور یہاں سے کوچ کی تیاری کریں۔ لشکر آج ہی یہاں سے موصل کی طرف کوچ کرے گا۔"

اس کے ساتھ ہی ان قاصدوں کے ساتھ ارسلان شہر کی طرف جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ جزیرہ ابن عمر سے موصل شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

☆☆☆

ارسلان جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ موصل کے نواح میں پہنچا تو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ قیم الدولہ برسق اور بدران جیسے نامور سالار سلطان کے ہمراہ تھے۔ پہلے سے پڑاؤ کئے لشکر کے پہلو میں اپنے حصے کے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دینے کے بعد ارسلان اپنے سالاروں کے ساتھ سلطان کے خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ لشکر کے بیچ میں ہی اس کی ملاقات سلطان سے ہوگئی اس لیے کہ سورج غروب ہو رہا تھا۔ سلطان اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا۔ سلطان کے ساتھ اس وقت قیم الدولہ برسق اور بدران بھی تھے۔ پرجوش انداز میں سلطان ارسلان سے ملا۔ پھر ارسلان قیم الدولہ، برسق اور بدران سے گلے ملا۔ پھر سب کو لے کر سلطان اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ جب سب نے نشستیں سنبھال لیں تو سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ارسلان میں خصوصیت کے ساتھ تم سے مخاطب ہوں گا اس لیے کہ میرے یہاں آنے کی علت اور وجہ قاصدوں نے تمہیں بتا دی ہوگی۔ مجھے یہاں صرف تمہارا انتظار تھا۔ آج رات کے پچھلے حصے میں لشکر یہاں سے کوچ کرے گا ہمارا رخ حران کی طرف ہوگا۔ حران کا والی اور حکمران اس وقت ابن شاطی ہے۔ اگر اس نے کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی

کوشش کی تو اسے کچل کے رکھ دیا جائے گا۔"

دوسری بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ پہلے تو میں نے ارتق بن ارکسک کو معاف کر دیا تھا۔ اس نے بہت سے کام میری خواہشوں میری رضامندی کے خلاف کئے۔ اور پھر ڈر اور خوف کے مارے تاج الدولہ کے پاس بھاگ کر چلا گیا۔ تاج الدولہ نے حماقت یہ کی کہ میری رضامندی میری ناراضی کو پس پشت ڈالتے ہوئے ارتق کو بیت المقدس کا والی بنا دیا۔

اب ارتق اور تاج الدولہ نے گٹھ جوڑ کر کے حلب شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن حلب کے قلعے پر ایک شخص سالم بن ملک قبضہ کئے ہوئے ہے اور وہ قلعے پر تاج الدولہ اور ارتق کا قبضہ نہیں ہونے دے گا۔

مجھے سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ حلب کے قبضے کے لیے سلیمان بن قتلمش جنگ میں کام آ چکا ہے۔ اور اس کا بیٹا بچے کھچے لشکر کے ساتھ انطاکیہ کی طرف جا چکا ہے۔ اس سے تاج الدولہ اور ارتق کے حوصلے بلند ہو چکے ہیں۔ بہرحال ان دونوں سے ہم نے نمٹنا ہے۔ اس لیے کہ یہ عالم اسلام میں انتشار کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔

تیسری بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں جس کے متعلق میں پہلے ہی اپنے سالاروں سے گفتگو کر چکا ہوں وہ یہ کہ اب جب کہ ہم اپنے لشکر کے ساتھ نکل چکے ہیں تو ایک اور مہم کو ہم سر کر لیں گے۔ اور یہ مہم الرہا کا نصرانی شہر ہے۔ الرہا کا موجودہ نصرانی حکمران کلیپس ہمیشہ مسلمانوں کی خلاف سرگرمی میں ملوث رہا ہے۔ درپردہ اسلام کے خلاف باطنیوں کی مدد کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہودی تنظیم کے سربراہ امر موسیٰ کی بھی پشت پناہی میں ملوث ہے۔ اسی کے کہنے پر حمص کا باطنی حکمران ابن ملاعب بھی مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہا ہے۔ یہ ساری قوتیں ایسی ہیں جن سے ہمیں باری باری نمٹنا ہے۔ بہرحال موصل سے نکل کر ہم حران کا رخ کریں گے اس کے بعد ہماری منزل نصرانی شہر الرہا ہوگی اس سے نمٹنے کے بعد ہماری منزل حلب شہر ہوگی۔

دیکھو سورج غروب ہو رہا ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانے کا اہتمام کیا جائے گا۔ ارسلان میرے بیٹے میں جانتا ہوں تم سفر سے تھکے ہارے آئے ہوگے.........."

سلطان کی بات کاٹتے ہوئے ارسلان فوراً بول پڑا۔

''سلطان محترم آپ میری اور میرے لشکریوں کے تھکاوٹ کی کوئی پرواہ نہ کیجئے آج رات کے پچھلے پہر آپ کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے بالکل تیار اور مستعد ہو گے۔''

اس موقع پر سلطان نے کچھ سوچا پھر مسکراتے ہوئے ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ارسلان! میرے بیٹے آمد میافارقین اور جزیرہ ابن عمر کی مہمات کو جس خوش اسلوبی سے تم نے نمٹایا ہے اس کے لیے تمہاری ہمت تمہاری جوانمردی قابل تعریف ہے۔ ایک مزید بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس ارتق بن ارکسک کے حوصلے بڑے بلند ہو چکے ہیں۔ کچھ مخبروں نے مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ وہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ سلطان کا کوئی بھی سالار اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرات نہیں رکھتا۔ ارتق تمہارے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔ تم اس کے ظاہر باطن سے اچھی طرح واقف ہو۔ اگر اس کے ساتھ ٹکراؤ ہو ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ تم ہی اس پر ثابت کرو کہ اس کی حیثیت میرے معمولی سالاروں سے بھی بدتر ہے۔ میرے سالاروں میں سب سے بہتر انداز میں تم ہی اس سے نمٹ سکتے ہو اس لیے کہ تمہارے ہی ساتھ وہ کام کرتا رہا ہے۔''

اس موقع پر ارسلان کی چھاتی تن گئی اور وہ کہنے لگا۔

''سلطان محترم! کچھ لوگ قبر کی دوگز سسکتی تنہائی سے خوفزدہ ہو کر قسطوں میں مر پسند کرتے ہیں۔ ارتق بھی ان میں سے ایک ہے۔ ایسے لوگ اپنی کارگزاری کی چند نقوش کو حاصل عمر رواں سمجھ کر بھول جاتے ہیں کہ ابدیت ہی انسان کا اصل گھر ہے۔ اور وقت دریا میں بہتا ایک چرخ ہے۔ جو کسی بھی وقت قسمت اور مقدر کے دھاروں کا رخ بدل سکتا ہے۔''

سلطان محترم یہ ارتق اگر بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا ہے تو میں اگر کڑ دی راتوں پریشان دنوں جیسی اس کی جراتمندی کو خوابوں کے قحط میں اس کی مہکتی دہکتی سانسوں کو زند کے بدترین سانحے میں اور دھن کے بازار میں زر کی جھنکار پر لگے اس کے ارادوں کو اشکوں میں ڈھلتی امیدوں میں نہ بدل دوں تو اپنی تلوار اور خنجر کی پیٹی اتار کر پھینک دوں گا۔ اگر یہ ارتق اپنے ماضی کو بھول کر صرف اپنے حال کو ایک آئینہ خیال کرنے لگا ہے

تو اس کی ذات کی انا اور آن میں رفتگان کے خیالات اس کی ساری ترتیب ذات کو حالات کی صلیب پر لٹکا کے رکھ دوں گا آسمان کے دراز دست تلے اور زمین کے سیاہ سینے پر اس کے لیے ہجر و وصال کا کوئی لمحہ اور آب وسراب کا کوئی سماں نہ رہنے دوں گا۔

''اگر وہ میرے ساتھ ٹکراتا ہے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ انجام کے طور پر پیار کے راستوں کے وفا جذبے، شام کی درختوں پر جھانکتے لمحے کھڑکیوں سے جھانکتی ہوائیں، مخروطی باریاں نیلی جھاڑیاں، بادبانوں کی گرہیں کھولی آندھیاں ساعتوں پر اترتی آیات سب اس کی زنگ آلود سوچوں اور اس کی بےبسی اور اس کی لاچارگی کا تمسخر اڑائیں گے۔''

ارسلان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ لشکر میں مغرب کی اذان سنائی دی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز کے بعد کھانا کھایا گیا۔ لشکریوں کو ستانے کا موقع دیا گیا اور پھر اسی رات کے پچھلے پہر لشکر موصل کے نواح سے حران کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆☆☆

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب حران شہر پہنچا تو حران کا حکمران ابن شاطی کسی قسم کی مزحمت کرنے کی بجائے شہر سے نکلا اور اس نے بہترین انداز میں سلطان کا استقبال کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان نے حران اور اس کے گردونواح کے شہروں کا والی ایک شخص محمد بن مسلم کو بنایا اور اپنی ایک بہن کی شادی بھی اس سے کر دی۔

حران کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے عیسائیوں کے بڑے گڑھ الرہا کا رخ کیا۔ یہ جنگجو نصرانیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ قسطنطنیہ تک جتنے جنگجو عیسائی پھیلے ہوئے تھے وہ یہاں جمع ہو چکے تھے تاکہ کسی بھی صورت الرہا سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حملے کے باعث ان کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب الرہا کے نواح میں پہنچا تو الرہا کا حکمران کلپس ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا تاکہ مسلمانوں کو شہر سے دور ہی روکے۔

سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے قریب گیا تب کلپس کی سرکردگی میں پرانی شرابیں پی کر مسندوں پر تکیے لگاتے ہوئے مطربوں کے طائفوں اور ناچنے گانے والی

عورتوں سے راہ ورسم رکھنے والے سزا یافتہ یہودی بدمعاش اور بدعتی نصرانی پوری طاقت قوت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ الرہا شہر کے اطراف سے جو متبذل دنیہ النسب اوباش حکومت کا جوہر اور آقاؤں کا تشدد عام کرنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے تھے وہ آگ اور تلوار کا طوفان بن کر مسلمانوں پر ٹوٹے تھے۔ الرہا شہر میں خوبصورت کنیز کے برہنہ شانوں کے بوسے لینے والے جنونی دماغوں والے طالع آزما فریبی اور عام تعصب کی خصوصیت بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

لیکن جنونی نصرانیوں کے یہ خوفناک حملے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ یہ انسانیت کو روشنی عطا کرنے والے مجاہد مصحف یزداں کی آیتوں کی حفاظت کرنے والے پاسبان زہر پی کر اوروں کے لبوں کو امرت دینے والے سرفروش یزداں کی کتاب کے محافظ فخر یزداں جنگجو ابن آدم کا کمال اور مشیت کا راز بن کر نصرانیوں کے سامنے آئے تھے نصرانیوں کے حملوں کو روک کر انہوں نے اپنے کام کی ابتدا اس طرح کی تھی جیسے وہ ہفت آسمان کو اپنے سامنے سرنگوں کر دیں گے پھر وہ اس طرح جوابی انداز میں حرکت میں آئے کہ نصرانیوں پر الرہا شہر کے باہر چشم فطرت کو حیران کر دینے والے طوفانوں کی اتار ابد حروف سرمد کو کھول دینے والے صداقتوں کے بحر ہر سرکش و بالا کو ذلیل و پست کر دینے والی تلواروں کی جھنکار بہر جاہ پرست اور جنس زدہ کے رشتہ اتحاد اور قوت و جسارت کو پامال دینے والی قضا کی سنسنی خیزی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

الرہا شہر کے باہر رن بری طرح گونج اٹھا تھا۔ نعروں کی للکار کے شور اور تکبیروں کی گہری بازگشت کی گونجوں میں مسلمانوں کے جذبوں اور ولولوں کو جلا عطا ہونے لگی تھی۔ سحاب ابدیت کے خوفناک سایوں کی طرح ہر شے پر اپنی جراتمندی کے سایوں کو استوار کرتے چلے گئے تھے۔ ان کے حملوں سے ہر آنکھ نے دیکھا اندھیرے کی تلخیوں کو نوید صبح کا پیغام ملنے لگا تھا۔ ہر لشکری ہر مجاہد کس مضطر و خون بار حقائق آشنا اور آتش مزاج کی طرح صرف آگے بڑھنے کی دھن میں لگ گیا تھا۔

شہر کے باہر الرہا کی حکمران کلپس کے لشکر کی حالت آہستہ آہستہ شب کے دراز پر دستک دیتی کرب کی منزلوں، ان گنت جذبوں کے لمحوں کو زیست کا عنوان بناتی بے تاریکیوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مسلمان مجاہد اور لشکری کے لیے ہر موڑ ہر دوراہے پر صلیب ہر قدم پر ٹھوکر ثابت ہو رہے تھی۔

کلپس نے جب دیکھا کہ مسلمان حملہ آوروں کے سامنے ان کے لشکریوں میں بے حسی کی افیون ان کے ضمیر کو نشانہ بنانے لگی ہے شکست و ہزیمت کی ذلت سے بے خبر ان کی رگوں میں خوف کا زہر اترنے لگا تب ایک بار آخری کوشش کرتے ہوئے اس نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے انہیں ترغیب دی۔ پرجوش الفاظ میں اپنے لشکریوں کو اس نے یہ خوف بھی دلایا کہ شکست کی صورت میں مسلمان انہیں لخت لخت کر کے رکھ دیں گے۔

کلپس کے ان الفاظ کے جواب میں تھوڑی دیر کے لیے اس کے لشکری شکم گرستہ درندوں، تشنہ لب وحشیوں کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے پانسے کو انہوں نے پلٹنے کی پوری کوشش کی لیکن ان کے مقدر ان کی قسمت میں دور دور تک ناکامیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

گو انہوں نے اپنی پوری طاقت آزمالی تھی لیکن مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے میں وہ پھر بھی کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اور جب ان کا یہ وقتی جذبہ بھی ٹھنڈا ہوا تب انہوں نے دیکھا مسلمان لشکریوں نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کر لی تھی۔ وہ شب کی درزوں میں جھانکتے سویرے اور مچلتے جوان خون کی طرح ان خیالات میں سیماب یا شعلے بن کر داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اب کلپس کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے کارواں سے بچھڑے نگر نگر بھٹکتے برہنہ تن بے منزل مسافروں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ کلپس نے اندازہ لگا لیا کہ شکست اس کا مقدر بن رہی ہے لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو سمیٹا شہر پناہ کے دروازے کی طرف بھاگا شہر پناہ تک مسلمانوں نے کلپس کے لشکر کا بے سوز سینوں تک کو جھلسا دینے والی آگ کی خوفناک لپٹوں کی طرح تعاقب کیا یہاں تک کہ شہر پناہ کے دروازے بند کر کے کلپس محصور ہو گیا۔

سلطان نے اپنے لشکر کو شہر کے نواح میں دو دن تک لگاتار ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس دوران خود سلطان قیم الدولہ، ارسلان، بدران، برسق اور دیگر سالاروں نے ایک بہترین اہتمام کیا۔ جس کے تحت وہ بڑی آسانی سے الرہا شہر کو فتح

کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

دراصل الرہا کا نصرانی حکمران کلپس شہر میں محصور ہو جانے کے بعد مطمئن تھا۔ پہلے تو اس نے کوشش کی کہ شہر سے باہر مسلمانوں کو شکست دے کر مار بھگائے جب وہ اس میں ناکام رہا تو شہر میں محصور ہو گیا۔ مطمئن وہ اس بناء پر تھا کہ الرہا شہر کی فصیل مضبوط اور انتہائی مستحکم تھی۔ جس پر چڑھنا مشکل اور دشوار تھا۔ فصیل کے اوپر جگہ جگہ برج بنے ہوئے تھے۔ جہاں بیک وقت کئی کئی تیر انداز کھڑے ہو کر فصیل کی طرف بڑھنے والوں کو روک سکتے تھے۔ ان سارے انتظامات کی وجہ سے کلپس کو امید تھی کہ اس کے محصور ہو جانے کے بعد مسلمانوں کا سلطان ملک شاہ سلجوقی ناکام و نامراد لوٹ جائے گا۔

لیکن سلطان نے ایسے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ وہ دو دن جن میں اس نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا وہاں وہ بیکار بھی نہیں بیٹھا لشکر کے اندر باربرداری اور رسد کا سامان لے جانے کے لیے جو بڑے بڑے چھکڑے تھے سلطان نے ان سے کام لیا۔

ان چھکڑوں کو بڑی بڑی توانا خچریں کھینچتی تھیں۔ سلطان نے ان چھکڑوں کے اندر یہ ترمیم کی کہ ان کے اندر شہر کی فصیل کی بلندی کا اندازہ کرتے ہوئے ان کے اندر لکڑی کے برج بنانا شروع کئے یہ سارا کام لشکر گاہ کے جو خیمے تھے ان کی اوٹ میں کیا جاتا تھا۔ تاکہ دشمن کی نگاہ سے محفوظ رہیں۔

الرہا شہر کے نواح میں درخت عام تھے جن کو کٹوا کر اس کام کے لیے استعمال کیا گیا۔ کئی چھکڑوں پر برج تعمیر کئے گئے جن کے لیے موٹی بھاری لکڑی استعمال کی گئی تاکہ اگر شہر کی فصیل کے اوپر سے پتھر پھینکے جائیں تو ان پر اثر انداز نہ ہوں یہ لکڑی کے برج چھت دار بنائے گئے تھے اور چھت کو مٹی کی لپائی سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ تاکہ اگر ان برجوں پر اگر آگ پھینکی جائے تو مٹی کی لپائی کی وجہ سے وہ محفوظ رہیں اور ان کو آگ نہ لگنے پائے۔

وہ برج منیارہ نما تھے جن کے اندر نچلے حصے میں بیک وقت کئی مسلح جوان بیٹھ سکتے تھے۔ اور پھر ان کے اندر سیڑھیاں تھیں جن کے ذریعے برجوں کے اندر بیٹھنے والے جوان اوپر چڑھ سکتے تھے۔

دو دن تک جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تب کلپس اپنی جگہ مطمئن ہو گیا کہ شاید مسلمانوں کا سلطان دو دن آرام کرنے کے بعد واپس نیشاپور یا اصفہان کی طرف چلا جائے گا۔ انہیں خبر نہ ہوئی تھی کہ شہر کو فتح کرنے کے لیے سلطان بڑی تیزی سے اپنے انتظامات کو آخری شکل دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ تیسرے روز عشاء کی نماز کے بعد سلطان نے سارے سالاروں کو اپنے خیموں میں طلب کیا سب سالار جب آ کے بیٹھ گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"رفیقانِ دیرینہ! تم سب سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد جو برج ہم نے تیار کرنا شروع کئے تھے وہ مکمل ہو چکے ہیں اب انہیں حرکت میں لانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب بھی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرو کہ فصیل کے اوپر کس نے چڑھنا ہے اور شہر پناہ کے دروازے پر کس نے انتظار کرنا ہے کہ شہر پناہ کا دروازہ کھلے اور باقی لشکر شہر کے اندر داخل ہو۔"

سلطان کی ان الفاظ پر قیم الدولہ، ارسلان، برسق بدران اور دیگر سالار آپس میں کچھ دیر مشورہ کرتے رہے پھر قیم الدولہ جو تاریخ کے اوراق میں انتہائی محترم شخصیت گردانی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ سلطان عماد الدین زنگی کا باپ اور سلطان نور الدین زنگی کا دادا تھا۔

اس نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سلطان محترم آپ کے کہنے پر ہم سب سالاروں نے باہم مشورہ کیا ہے اور جس بات پر ہم متفق ہوئے ہیں وہ کچھ یوں ہے کہ میں ارسلان اور برسق تینوں شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔ سلطان محترم ہم نو چھکڑوں میں بڑے مضبوط اور مستحکم برج تیار کر چکے ہیں ہم تینوں میں تین برج تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ جنگ میں ہمارے ساتھ ان لشکری ہوں گے جو میرے اور ارسلان کے ماتحت جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں سب سے پہلے خود میں اور ارسلان حرکت میں آئیں گے فصیل پر چڑھنے والے بھی ہم دونوں ہی پہلے ہوں گے۔ ہمارے پیچھے پیچھے ہمارے ساتھ کام کرنے والے لشکری ہوں گے۔ میں فصیل کے دائیں جانب، ارسلان بائیں جانب کے حصے کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا برسق کا کام یہ ہوگا کہ جہاں فصیل کے ساتھ برج کھڑے کئے جائیں گے اور برجوں کے

ذریعے ہمارے آدمی فصیل پر چڑھیں گے وہ انہیں کمک کی صورت میں دائیں بائیں کرتا رہے گا اس طرح ہم لحہ بہ لحہ فصیل کے اوپر دشمن پر دباؤ بڑھانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

سلطان محترم! فصیل پر چڑھنے کے بعد اگر میں اور ارسلان فصیل کے ایک طرف بڑھتے ہیں تو ہمارے لیے خطرات اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں اس لیے کہ فصیل کے کچھ حصے سے الرہا کے محافظ ہماری پشت پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا فصیل پر چڑھنے کے بعد میرا دائیں جانب اور ارسلان کا بائیں جانب پیش قدمی کرنا ہمارے لیے سود مند ہے۔ اور برسق کا فصیل کے اوپر کھڑے ہو کر اپنے لشکریوں کو دائیں بائیں آگے پیچھے بھیجنا نہ صرف ہمارے لیے سود مند ہوگا بلکہ وہاں رہتے ہوئے برسق ایک اور کام کر سکتا ہے۔

یہ فصیل کے اندرونی حصے پر بھی نگاہ رکھے گا اگر یہ دیکھے گا کہ شہر کے اندرونی حصے سے کوئی لشکر فصیل پر چڑھ کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ بروقت ہمیں اس کی اطلاع کر دے گا۔ تاکہ ہم محتاط ہو جائیں اور ان کا کوئی سد باب کر سکیں۔ سلطان محترم اس کے بعد ہمارے سامنے دو طرح کی صورتحال نمودار ہوگی۔ پہلی یہ کہ فصیل کے اوپر کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد میں اور ارسلان شہر پناہ سے نیچے اتر کر متحد ہوں۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول دیں گے تاکہ اس کے ذریعے آپ باقی ماندہ لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو جائیں۔

اور اگر دشمن کا شہر کے اندر جو لشکر ہے فصیل کے اوپر چڑھنے کے بعد ہم سے الجھ جاتا ہے اور ہمیں فصیل سے نیچے نہیں اترنے دیتا تب برسق کے کام کی ابتداء ہوگی۔ برجوں کے ذریعے جو لشکری اوپر چڑھ رہے ہوں گے یہ انہیں اپنے پاس روکے گا جب دیکھے اس کے پاس خاصی تعداد ہو گئی ہے تو ان کے ساتھ شہر پناہ سے نیچے اتر کر شہر پناہ کے دروازے کو کھولے گا جہاں آپ اور بدران لشکر کے ساتھ منتظر ہوں گے۔

اگر برسق ایسا کرتا ہے تو اس کے ایسا کرنے میں بالکل کم خطرات حائل ہوں گے اس لیے کہ دشمن کی بہت بڑی قوت تو میرے اور ارسلان کے ساتھ مصروف کار ہوگی برسق کو بڑی آسانی سے اپنے کام کی تکمیل کی مہلت مل جائے گی۔

سلطان محترم جب برسق شہر پناہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جائے تب آپ اور بدران شہر میں داخل ہوں گے شہر کے اندر ایک شور اور غل اٹھ کھڑا ہوگا شہر میں کلپس کے پاس اتنی بڑی قوت نہیں ہوگی کہ وہ آپ کی راہ روک کر آپ کو شہر سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو جائے اور جب آپ شہر کے اندر پیش قدمی کرنی شروع کریں گے تو کلپس کے وہ لشکری جو فصیل کے اوپر ہم سے الجھ رہے ہوں گے وہ فکر مند ہو جائیں گے ان میں سے کچھ یقیناً نیچے اتر کر ان دستوں کے ساتھ مل جائیں گے جو آپ کی راہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ ایسی صورت میں فصیل پر راہ روکنے والوں پر ہم اپنا دباؤ بڑھائیں گے میں اور ارسلان اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے کہ انہیں پسپا کر کے ہم بھی فصیل سے نیچے اترتے ہوئے آپ سے آن ملیں اس طرح ہم سب جب متحد ہو جائیں گے تب شہر کے اندر بڑی سے بڑی قوت بھی ہمارا مقابلہ نہ کر پائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قیم الدولہ خاموش ہو گیا تھا۔ جب کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کچھ دیر سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! جو فیصلہ تم نے کیا ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ اب صورتحال کچھ یوں سامنے آئے گی کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد پورے لشکر سے کہہ دیا جائے گا کہ وہ آرام کریں۔ صرف لشکر کا وہ حصہ بیدار رہے گا جو معمول کے مطابق رات کے وقت لشکر کی حفاظت کے لیے جاگتا رہتا ہے"

آدھی رات کے بعد ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے ابھی سے اپنے لشکریوں کو سمجھا دو کہ کس طرح انھوں نے چھکڑوں پر بنائے گئے برجوں کے اندر بیٹھنا ہے۔ لشکریوں کا یہ بھی تقرر کر دو کہ کن کن لشکریوں نے چھکڑوں کو دھکیلتے ہوئے فصیل کے قریب لے کر جانا ہے۔ یہ بھی اپنے لشکریوں کو سمجھا دو کہ کس طرح برجوں کے اندر ہی سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جاتے ہوئے فصیل کے اوپر جانا ہے اور دشمن پر حملہ آور ہونا ہے۔

میں اور بدران بھی اپنے کام کی ابتدا کریں گے اور جو لشکری ہمارے ساتھ کام کریں گے انہیں سمجھا دیا جائے گا کہ رات کے وقت جب برج فصیل کی طرف بڑھیں گے تو تیر اندازوں کے کچھ دستے فصیل سے مخصوص فاصلے پر رہتے ہوئے شہر پر تیر اندازی کریں گے۔ ان تیر اندازوں کے لیے ابھی تھوڑی دیر تک مخصوص فاصلے پر دمدمے تیار کیے جائیں

گے ان دمدموں کے پیچھے رہتے ہوئے وہ شہر کے اوپر بنے برجوں پر تیراندازی کریں گے تاکہ جب ہمارے لشکری چھکڑوں پر بنائے گئے برجوں سے نکل کر فصیل پر چڑھیں تو فصیل کے محافظ ایک دم برجوں سے کھل کر ان پر ٹوٹ نہ پڑیں۔ جب ہم تیز تیراندازی کریں گے تو دشمن کے محافظ برجوں سے نکلنے کی کوشش نہ کریں گے اپنی جانیں بچانے کی خاطر وہ برجوں کے اندر ہی دبکے رہیں گے ایسی صورت میں ہمارے لشکر کے ایک بڑے حصے کو شہر کی فصیل پر چڑھنے کا موقع مل جائے گا اس کے بعد جو طریقہ تم لوگوں نے تجویز کیا ہے اس کے مطابق قیم الدولہ اور ارسلان اور برسق اپنے کام کی ابتدا کر دیں گے۔

یہ سارا معاملہ طے کرنے کے بعد سلطان اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔

"میرے خیال میں اٹھیں پہلے لشکر کے ساتھ کھانا کھائیں اس کے بعد جس طریقے سے شہر پر حملہ آور ہونا ہے۔ اس سے اپنے سارے لشکریوں کو آگاہ کر دیں۔" اس کے ساتھ ہی سلطان اور سارے سالار خیمے سے نکل گئے تھے۔

☆☆☆

ساگر کی سی گہری بھیگی بھیگی رات پلکوں کے ساحل پر آنسوؤں کے ڈھلکتے موتیوں کی طرح رواں دواں تھی۔ گمنام اندھیرے کسی مردم گزیدہ کی طرح وادی اور میدانوں کو اپنی آماجگاہ بنا چکے تھے۔ ہر شے حکایات خونچکاں کی طرح سکوت لب کا شکار تھی۔ چاروں طرف انمول خزانوں کے تجسس خوابوں کے کیف اور حروف خفی کی سی خاموشی تھی۔ لگتا تھا تھوڑی دیر بعد داستانوں کو زیب زینت دینے کے لیے کوئی قطرہ سیماب اور موج رواں کی طرح بزم ارواح کی طرح حرکت میں آئے گا اور کاروانوں کی آہٹ اور جرس کی صداؤں جیسی ہلچل برپا کر کے رکھ دے گا۔ رات کافی جا چکی تھی ایسے میں طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق مسلمان لشکر حرکت میں آیا تھا۔

الرہا شہر کی فصیل سے ذرا فاصلے پر جو دمدمے بنائے گئے تھے ان کے پیچھے بے خطا نشانے والے تیرانداز بٹھا دیے گئے تھے اور وہ اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لیے بالکل مستعد تھے........ پھر چھکڑوں کی اندر جو بلند برج بنائے گئے تھے جو اپنی بلندی میں الرہا

شہر کی فصیل سے بھی کچھ اونچے ہی تھے ان کو حرکت میں لایا گیا۔ انہیں کھینچا نہیں جا رہا تھا بلکہ دھکیل کر شہر کی فصیل کی طرف لے جایا جانے لگا پھر ان کے پیچھے پیچھے قیم الدولہ اور ارسلان کے وہ لشکری تھے جنہوں نے فصیل پر چڑھتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کرنی تھی۔

برجوں کے پیچھے پیچھے جو لشکری فصیل کی طرف بڑھ رہے تھے انہوں نے اپنے سامنے اپنی ڈھالیں کر رکھی تھیں تاکہ فصیل کے نالوں کے اندر سے یا برجوں سے ان پر تیراندازی کی جائے تو وہ اس تیراندازی کے نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔

اور وہ لشکری جو چھکڑوں پر بنے برجوں کو دھکیل رہے تھے۔ ان کے اوپر بھی شامیانہ نما چوبی چھت بنائی گئی تھی۔ تاکہ جب وہ برجوں کو دھکیل کر فصیل کی طرف لے جائیں تو اوپر سے ان پر کی جانے والی تیراندازی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

رات کی گہری تاریکی اور خاموشی میں تو چھکڑوں کے حرکت میں آنے سے فضاؤں کے اندر طرح طرح کی خوفناک آوازیں گونج اٹھی تھیں۔ برجوں کے اندر اور برجوں کے باہر الرہا شہر کی فصیل کے محافظ چوکنے ہو گئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ برج شہر کی فصیل کے قریب آ گئے ہیں تو انہوں نے عجیب سے انداز میں اپنے جنگی نعرے بلند کرتے ہوئے تیراندازی شروع کی تھی۔

جواب میں وہ مسلمان لشکری جو دمدموں کے پیچھے مستعد بیٹھے تھے انہوں نے ایسی زوردار ایسی تیز تیراندازی کی کہ اس تیراندازی نے نہ صرف یہ کہ فصیل کے خلال تک کو چھلنی کر کے رکھ دیا بلکہ فصیل کے اوپر بنے برجوں سے باہر آ کر جس محافظ نے بھی مسلمانوں پر تیراندازی کرنے کی کوشش کی اسے چھلنی کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ یوں تھوڑی دیر کے لیے فصیل کے اوپر سے تیراندازی کا سلسلہ مدہم پڑ گیا تھا۔

مسلمان لشکریوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور چھکڑوں کو بڑی تیزی سے دھکیلتے ہوئے وہ برجوں کو فصیل کے بالکل ساتھ لے گئے پھر برجوں کے پیچھے پیچھے جو لشکری اپنی ڈھالوں کو اپنے سامنے رکھے آگے بڑھ رہے تھے۔ بڑی برق رفتاری سے انہوں نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اپنی تلواریں سونتتے ہوئے وہ چھکڑوں پر چڑھتے ہوئے برجوں کی سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھنے لگے تھے۔ سب سے پہلے اوپر چڑھنے والوں میں پہلے قیم الدولہ اور ارسلان تھے۔ تیسرے برج سے جو درمیان میں تھا برسق بھی فصیل پر

چڑھ گیا تھا۔

اب اوپر چڑھنے کے لیے مسلمان لشکریوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ کچھ دیر فصیل پر اس حصے میں جہاں برج آ کر کھڑے ہوئے تھے۔ قیم الدولہ، برسق اور ارسلان کھڑے رہے۔ تاکہ فصیل پر چڑھنے والے ان کے ساتھیوں کی تعداد کافی بڑھ جائے انہیں ایسا کرنے کا موقع بھی مل گیا اس لیے کہ جو مسلمان تیر انداز دمدموں کے پیچھے رکے ہوئے۔ تیراندازی کر رہے تھے ان کی وجہ سے فصیل کے محافظ برجوں کے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ جو نکلتا تھا تیراندازی کی زد میں آ کر فصیل سے نیچے گر جاتا تھا۔ یہ صورتحال محافظوں کے لیے یقیناً خوفناک اور پر خطر تھی۔

جو مسلمان نیچے تیراندازی کر رہے تھے۔ ان کی تیراندازی سے اوپر چڑھنے والے مسلمان لشکری اس لیے محفوظ تھے کہ جو برج فصیل کے متصل کھڑے کر دیے گئے تھے ان کی اونچائی فصیل سے کہیں اونچی تھی۔ اور اوپر چڑھنے والے مسلمان لشکری قیم الدولہ ارسلان اور برسق کی سرکردگی میں ابھی تک ان برجوں ہی کی اوٹ میں اپنی قوت کو مجتمع کر رہے تھے۔

پھر اچانک ایک طوفان ایک تبدیلی ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس طرح کہ سب سے پہلے بیک آواز قیم الدولہ ارسلان اور برسق نے تکبیریں بلند کیں۔ ان تکبیروں کے جواب میں وہ لشکری جو فصیل پر چڑھ چکے تھے۔ انہوں نے بھی تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کی صداؤں سے نہ صرف یہ کہ سارا الرہا شہر بلکہ اردگرد کی رات کی گہری خاموشی میں ڈوبی صدائیں بھی گونج اٹھی تھیں۔ شہر چوکنا ہو گیا تھا۔ یہ تکبیریں یونہی بلند نہ کی گئی تھیں بلکہ یہ ان مسلمان تیر اندازوں کے لیے اشارہ تھا کہ اب وہ تیراندازی بند کر دیں تاکہ جو مسلمان لشکری فصیل پر چڑھ گئے ہیں وہ اپنے کام کی ابتداء کر سکیں۔ اس لیے کہ تیراندازی کی صورت میں وہ اپنے برجوں کی اوٹ سے باہر نکل کر حملہ آور نہ ہو سکتے تھے۔

ان تکبیروں کے جواب میں وہ مسلمان لشکری جو فصیل سے ذرا فاصلے پر دمدموں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے تھے یوں تیراندازی رک گئی۔

اس وقت تک کافی مسلمان لشکری فصیل پر چڑھ چکے تھے اور شہر پناہ کے دائیں بائیں جو برج تھے ان تک پھیل چکے تھے جونہی تیراندازی رکی فصیل کے نصرانی محافظ اپنے

برجوں سے نکل کر بڑی تیزی سے مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے۔ شہر کے اندر بھی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ اور شہر کا حاکم کلپس شاید شہر کے اندر موجود اپنے لشکر کو بھی استوار کرنے لگا تھا۔

رات کے گہرے سمندر میں جہاں تھوڑی دیر پہلے شفاف برتن کی تہہ سی خاموشی اور سکون تھا۔ جہاں تھوڑی دیر قبل چاند تاروں کی جاگتی مسکراہٹ میں نہ کوئی طلب کی تڑپ تھی نہ خیر کا کوئی جنون تھا۔ وہاں اب بربادیاں آندھیوں سے نصیب لکھنے کی تیاریاں کر چکی تھیں۔ وقت کے شعلہ لب ترجمان جبر و قہرمانیت کی داستانیں رقم کرنے کے درپے ہو چکے تھے۔ ڈھلی رات اپنے دامن میں گھمبیر پاتال کی گہری خوفناکیاں شکست و ریخت کی مجرب ترکیبیں اور دلوں میں ابال پیدا کرتے خوفناک خواب سمیٹنے لگی تھی خدا کی خدائی میں بشارتوں کی منتظر ہر شے کے اندر ایک ہلچل اور امید وامنگ برپا ہونے کے قریب تھی۔

فصیل کے محافظوں نے سب سے پہلے دائیں جانب سے اپنی کارروائی کی ابتداء کی اور وہ زندگی کی تڑپ میں بھرپور وحشی اور لاانتہا جذبوں کی طرح آگے بڑھے تھے۔ ان کی راہ روکنے کے لیے عالم اسلام کا رجل عظیم قیم الدولہ ان کے سامنے تھا۔ حملہ آور ہونے میں قیم الدولہ نے پہل کر دی اور وہ ان پر اندھیری رات میں ازل کے خوفناک عناصر بھیانک کھنڈرات میں سنسناتی مرگ کی دہلیز پر لبیک کہتے ہوئے اترنے والے سرفروشوں صف شکنوں اور مہیب فضاؤں میں وطن کی تقدیر سنوارتی برق سی کوندتی شمشیروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

قیم الدولہ کے ساتھ ہی ساتھ بائیں جانب سے ارسلان نے بھی اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی۔ اور اس نے اس امر کا انتظار نہیں کیا تھا کہ دشمن آگے بڑھ کر اس پر حملہ آور ہو جائے بعد وہ جوابی کارروائی کرے بلکہ وہ خود آگے بڑھا اور بائیں جانب کے محافظوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے اپنے شعور میں مست گھنی چھاؤں میں کڑی دھوپ کی اذیت اترتی ہے۔ جیسے فضاؤں میں بکھرے نشیلے خوابوں میں اپنی موجوں کی جوانی میں پیچ و تاب کھاتے طوفانوں کا منہ زور شباب داخل ہوتا ہے۔ جیسے قوم کی تقدیر بدلنے والا کوئی پرتو ظل الہٰی صاعقہ بردار بن کر خونفشانی تلوار سے وحشتوں کے غبار تک کی گرہیں کاٹ دینے کا عزم کر لیتا ہے۔

فصیل کے نصرانی محافظ اب پوری طرح قیم الدولہ اور ارسلان اور ان کے
سے الجھ گئے تھے۔ فصیل کے اوپر گھمسان کا رن پڑ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کی جنگ
قیم الدولہ نے دائیں جانب سے اور ارسلان نے بائیں جانب سے ان گنت محافظ
خاتمہ کرتے ہوئے فصیل کے ایک خاصے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس دوران الرہا شہر کے اندر ایک انقلاب برپا ہوا۔ کلپس اپنے دیگر سالار
حرکت میں لایا۔ اور لشکر کے تین حصے بڑی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے فصی
طرف لپکنے لگے تھے ایک حصہ قیم الدولہ کی طرف گیا تھا۔ دوسرا ارسلان کی طرف او
حصہ ان کے درمیانی حصے کی طرف بڑھا تھا۔ شاید وہ تیسرا حصہ چاہتا تھا کہ فصیل کے
کر قیم الدولہ اور ارسلان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنا دے
موقع پر اپنے برجوں کی اوٹ میں چند دستوں کے ساتھ کھڑے برسق نے بڑی دانش
ثبوت دیا اور بلند آواز میں اس نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے صورتحال سے آ
اور یہ بھی التماس کی کہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نامور سالار بدران کو اوپر بھیج دیا جا

برسق کی اس پکار پر سلطان نے فوراً کارروائی کی اور بدران کو حکم دے دیا گیا
فوراً فصیل کے اوپر جائے اور یہ حکم ملتے ہی بدران آندھی اور طوفان کی طرح اپنے
کے ساتھ برجوں کے ذریعے فصیل کی طرف لپکا تھا۔

دوسری جانب قیم الدولہ اور ارسلان نے بھی شہر کی طرف سے آنے والے
دیکھ لیا تھا۔ اور انہوں نے بڑی تیزی سے فصیل پر مزاحمتی قوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ پھر
اپنا رخ بدلتے ہوئے فصیل کی طرف آنے والے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اتنی دیر تک بدران بھی اوپر چڑھ آیا تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے دستے بھی
آ گئے تھے۔ پھر کلپس کے لشکر کا وہ حصہ جو درمیانی حصے کی طرف بڑھ رہا تھا اس کے
بدران اور برسق نے کارروائی شروع کی۔

دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ملت کے جان وتن کی آبرو کی حفاظت
کے لیے سنسناتے تیروں اور گونجتی شمشیروں کی صورت اختیار کرنے والے کرب کی
کے مسافروں کی طرح فصیل سے نیچے اترے پھر وہ منزلوں کی گرہیں کھولتے شوق
سلسلوں، وقت کی کرب خیزیوں کو اپنے سامنے سمیٹ دینے والی ماورائی کیفیت

رابطوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔
کلپس کا خیال تھا کہ الرہا کی فصیل بڑی ناقابل تسخیر، مستحکم اور مضبوط ہے لہٰذا
مسلمان شہر فتح نہ کر سکیں گے۔ لیکن سلطان نے شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے جو طریقہ کار
استعمال کیا تھا اس نے کلپس کو حیران اور پریشان کر دیا تھا۔ اب فصیل پر کوئی محافظ نہ رہا تھا
بلکہ شہر کے اندر جنگ ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جنگ میں آتش اور جراتوں کا شاہکار اور امن
میں امنگیں اور عظمتوں کے لالہ زار بن جانے والے مجاہدین فصیل کی طرف بڑھنے والے
کلپس کے لشکر پر باد و باراں کی جھپٹ، ہواؤں کے شانوں پر چیختی تباہی کی الم خیزیوں کی
طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ صفوں کی صفیں الٹتے ہوئے فاصلوں کو اس طرح اپنے دامن
میں سمیٹنے لگے تھے جس طرح امبر کے اس پار سے گاتے چاند، ہنستے ستاروں اور وحشتوں
کے غبار تک کو دھاروں دھار برستے بادل اپنی ردا میں چھپا لیتے ہیں۔

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد قیم الدولہ، ارسلان، بدران، اور برسق نے کلپس کے
سارے لشکریوں کو فصیل کی سیڑھیوں سے نیچے اتار کر پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اس موقع پر برسق
اور بدران نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا وہ دونوں چونکہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر
پناہ کے دروازے کے قریب تھے۔ لہٰذا موقع ملتے ہی انہوں نے شہر پناہ کے محافظوں کا
خاتمہ کرتے ہوئے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔

شہر پناہ کے دروازے سے باہر سلطان پہلے ہی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی
بے چینی سے منتظر تھا۔ جونہی دروازہ کھلا سلطان شہر میں اس طرح داخل ہوا جس طرح جسم
کی زنجیروں کو توڑ گراتے اور تدبیروں کو اپنے اندر ضم کرتے تقدیر کے بگولے داخل ہوتے
ہیں۔ جس طرح بے ضمیر سابوں کی جستجو میں صدیوں کی کھولتی روشنیاں گھستی ہیں اور جس
طرح فطرت کے بے رنگے پن میں رنگوں کے موسموں کی شدتیں داخل ہو جاتی ہیں۔

سلطان کے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک بار پھر
گھمسان کا رن پڑا تھا۔ رات کی گہری جھیل میں لالہ صحرائی سی سرفرازیاں دشت تنہائی میں
بے نام و بے عنوان قصے اور شبستانوں کے تصورات میں ناآشنائی کے سربند حروف رقص کر
اٹھے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد کلپس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ لشکر کا ایک

حصہ قیدی بنا لیا گیا۔ قیدیوں میں خود الرہا کا حکمران کلپس بھی شامل تھا۔ شہر پر قبضہ حاصل کرنے تک فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ باری شہر کے اندر ہی نماز ادا کی۔ پھر سلطان نے ایک کھلے میدان میں جہاں وہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا۔ جنگ کے دوران قید ہونے والوں کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

جنگ کے دوران کلپس کے جن مسلح جوانوں نے مزاحمت کی تھی ان کا تو مکمل طور صفایا کر دیا گیا تھا۔ تاہم کلپس اور اس کے چند سرکردہ سالاروں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا اور انہیں ہی سلطان کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا۔

سلطان سے جب کلپس کا تعارف کرایا گیا تب سلطان کلپس کے سامنے آن کھڑا ہوا کلپس کی گردن جھکی ہوئی تھی سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کلپس کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''آج تو میرے سامنے کسی بے بس اور اعضاء و جوارح سے محروم درندے کی طرح لاچار کھڑا ہے۔ جب کہ تو الرہا شہر کے اطراف میں ہمیشہ مسلمانوں پر مظالم کرتا رہا ہے۔ تو نے ہمیشہ اپنے ہمسائے مسلمانوں پر تہہ در تہہ تاریکیوں کے منہ پھاڑے درندے کی طرح دیکھا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے دروازے دہلیز پر مسلمانوں پر مظالم ہوتے رہے۔ ان پر ستم ہوتا رہا۔ لیکن تم نے آنکھیں بند کیے رکھیں۔ یہ نہ سوچا کہ تمہارے اس ظلم کا کوئی انتقام بھی لے سکتا ہے۔ تمہارے اس ستم کا کوئی یوم حساب بھی آ سکتا ہے۔''

کلپس! تو نے اپنی طاقت اور قوت کے اوج پر کھڑے ہو کر صرف اس سمت دیکھا جہاں تمہیں فتح اور نصرت کے گیت سنائی دیتے تھے۔ تو نے کبھی اس سمت نہ دیکھا جہاں تمہارے لیے تباہی اور انتقام کے کھیت بڑی تیزی سے پرورش پا رہے تھے۔ تم مسلمانوں کے خلاف مظالم اور کارروائیوں کو ہی اپنے جذبوں کی گندی خواہش اپنا تار کا آدرش بنائے رکھا۔ تو نے یہ نہ سوچا کبھی خواہش بے ثمر ہو جاتی ہیں۔ فخر و تکبر کے الاؤ اچانک بجھ جاتے ہیں۔ اور ساعتیں بڑی تیزی سے فاصلوں میں ڈھل جاتی ہیں۔

دیکھ آج تو اپنی حالت کا جائزہ لے تیری سوچوں کے ستارے ڈوب چکے ہیں۔ تیرے تخیل کے نقش و نگار مٹ چکے ہیں۔ صبح و درخشاں سی تیری امیدیں خاک ہو چکی ہیں۔

آرزوؤں کی گرد تیرے چاروں طرف اڑ رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں تیری نگاہوں کے اندر میں صرف تھکن کے آثار باقی ہیں۔

کلپس تو نے اپنے حد تعنیات کو فراموش کیا۔ مقدرات کی حدود کو بھلا کر بے نور خواہشوں کے رخ کے پیچھے بھاگتے ہوئے تو نے وقعت کائنات کو بے حمیت کرنے کی کوشش کی۔ اب دیکھ تیرے چہرے کہ وسوسوں کی پرچھائیاں ناچ رہی ہیں۔ تیرے دل میں ابھی سوچیں بھری ہوئی ہیں تیری آنکھوں میں تفکرات کی صلیبیں نصب ہیں۔

تو نے مسلمانوں کی طاقت سے بے فکر ہو کر صرف اپنی آنکھوں کے سمندر میں اپنی برتری اور بھلائی کے خواب دیکھے مگر یاد رکھنا سارے حروف گلاب نہیں بن جاتے سارے الفاظ چراغ نہیں بنتے تیری بے موقع بدتمیزی اور خود سری اور تیری بخت و اتفاق کے خلاف سرکش مزاجی نے تجھے یہ دن دکھایا اور دیکھ آج تیری شجاعت تیری فضیلت کا باعث نہ بن سکی۔

''میں چاہتا تو تجھے الرہا کی حکومت سے محروم کر سکتا تھا تیرا سر کاٹ سکتا تھا۔ لیکن پہلے میں نے کئی بار تنبیہہ کی تیرے خلاف مجھے بے شمار مسلمانوں کی طرف سے شکایات پہنچیں کہ تو مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہے۔ ان کے مال و اموال کو چھینتا ہے ان کے املاک کو تباہ کرتا ہے ان کے لیے مسائل کھڑے کرتا ہے۔ لیکن میری کوئی بھی تنبیہہ تجھ پر کارگر نہیں ہوئی اور آخر کار میں تجھ پر ضرب لگانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور اس ضرب کے نتیجے میں تو ذرا اپنی حالت کا جائزہ لے۔''

کلپس چپ چاپ کھڑا رہا۔ کچھ نہ بولا اس کے سالار بھی اس کے دائیں بائیں گردنیں جھکائے بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں کھڑے تھے۔ سلطان کے چہرے پر پھر مسکراہٹ پیدا ہوئی کلپس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کلپس تیری خاموشی تیرے دائیں بائیں تیرے سالاروں کی جھکی ہوئی گردنیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ تو اپنے دور کا چھٹا ہوا اوباش اور غیر ذمہ دار حکمران ہے۔ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس لیے کہ خداوند قدوس کی یہ زمین تجھ جیسے لوگوں کی بداعمالیوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے نہیں سجائی گئی۔'' اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے چند مسلح جوانوں کو مخصوص اشارہ کیا جس کے جواب میں

کلپس اور اس کے سالاروں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اب سلطان اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ الرہا شہر کا نظم و نسق
لگا تھا۔ جنگ کے دوان شہر کے جس حصے کو نقصان پہنچا تھا اس کی تعمیر اور ترقی
سے کام ہونے لگا تھا۔

====☆☆☆☆====

ضوباہ، انطاکیہ میں اپنی خواب گاہ میں بیٹھی گہری سوچوں میں غرق تھی کبھی وہ اپنے
میں ہاتھ پھیرتی کبھی دونوں ہاتھوں کو ملا کر چہرے پر پھیر لیتی اور یہ ساری حرکتیں اس
پریشانی اور ذہنی دباؤ کو ظاہر کرتی تھیں پھر سر کو جھٹکتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی
کمرے سے باہر نکل کر جب وہ مدور اور ستونوں والی غلام گردش میں آئی اور چند قدم
آگے بڑھی تو سامنے کی طرف سے غریاد آتی دکھائی دی۔

غریاد کو دیکھتے ہی ضوباہ اپنی جگہ رک گئی۔ غریاد جب اس کے قریب آئی تب انتہائی
پریشانی اور فکر مندی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے ضوباہ بول اٹھی۔

"بہن کب تک ہم اس جہنم سے نکلیں گے" تم گزشتہ کئی روز سے مجھے ٹال رہی ہو
آج ہم نیشاپور کی طرف روانہ ہوتے ہیں کل ہوتے ہیں، لیکن ہماری روانگی میں تو
دن گزر گئے ہیں اور اب بھی یہاں سے روانہ ہونے کے دور دور تک کوئی آثار
دیکھو بہن مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ اصل وجہ بتاؤ کیا ہے۔ کیوں ہم یہاں سے
تاخیر ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں جب میں بابا سے بات کرتی ہوں وہ بھی تمہاری طرح
دیتے ہیں۔ اماں سے پوچھتی ہوں تو ان کا جواب بھی وہی ہوتا ہے جو تم اور ابا دیتے
جب میں اپنے بھائی سے بات کرتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ بابا جیسے کریں گے وہی
فیصلہ ہے۔ مجھے کم از کم حقیقت سے تو آگاہ کرو کہ معاملہ کیا ہے تاکہ میں کم از کم ذہنی
اپنے آپ کو مطمئن اور آسودہ رکھنے کی تو کوشش کروں۔

غریاد آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اس نے ضوباہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کچھ

کہنا چاہتی تھی کہ علیحدہ ہوتے ہوئے ضوباہ پھر بول پڑی۔
"اب پھر مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر امیر ارسلان ہمارے نیشاپور
کی حویلی میں قیام کرنے پر رضامند نہیں تب بھی مجھے بتادو۔ اگر وہ ایسا نہیں
تب بھی نیشاپور ضرور جاؤں گی اگر میں زیادہ دن انطاکیہ میں رہی تو یاد رکھنا میں
رہ سکوں گی اگر امیر ارسلان ہمارے ساتھ کوئی رابطہ کوئی تعلق اور کوئی رشتہ قائم
چاہتے تب بھی نیشاپور میں رہتے ہوئے اور انہیں دیکھتے ہوئے میں آسانی سے
کے باقی دن گزار سکتی ہوں۔ اگر نیشاپور جانے میں امیر ارسلان کے علاوہ کوئی اور
اس کا بھی کم از کم مجھ پر اظہار تو کرو نا۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ ہم نے اگلا قدم
ہے۔"

ضوباہ جب بولی تو غریاد نے اس کے گال پر ہلکا سا چپت لگایا۔ پھر اسی کا
اور اس کو اس کے کمرے کی طرف کھینچتے ہوئے بولی۔
"بولے ہی جاؤ گی یا مجھے بھی موقع دو گی کہ میں بھی کچھ بولوں"
ضوباہ چپ رہی گھٹنے کے انداز میں غریاد اسے اس کی خواب گاہ میں
دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئیں تب غریاد نے اسے مخاطب کیا۔
"تم نے دیکھا میں غلام گردش میں تمہاری طرف ہی آ رہی تھی تمہیں یہ
تھی کہ جن لوگوں کے ہمراہ ہم نے روانہ ہونا ہے وہ یہاں پہنچ چکے ہیں تھوڑی
یہاں سے کوچ کریں گے۔"
ضوباہ نے بڑی فکرمندی میں غریاد کو مخاطب کیا۔
"کن لوگوں کے ساتھ ہم نے روانہ ہونا ہے۔ کون لوگ یہاں پہنچ گئے
کے ساتھ ہم نے کوچ کرنا ہے۔ تفصیل تو بتاؤ۔"
غریاد مسکرائی پھر بڑے پیارے انداز میں ضوباہ کا سر اپنے شانے پر
کہنے لگی۔
"تم ابھی بچی ہو حالات کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتی ہو بس تم تو یہ ارادہ
تھی کہ میں تم بابا اور ماں فی الفور یہاں سے نیشاپور کی طرف روانہ ہو جائیں۔
ایسا قطعی ممکن نہ تھا۔"

"دیکھو! تمہارے باپ نے امر موسیٰ کو تمہارے پیچھے لگایا ہوا تھا۔ امر موسیٰ دنیا کا مانا
ہوا دہشت گرد ہے۔ اگر ہم تینوں تمہیں ساتھ لے کر یہاں سے نیشاپور کی طرف روانہ
ہوتے ہیں تو یاد رکھنا امر موسیٰ کے آدمی جو ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں وہ ہماری روانگی کی
اطلاع امر موسیٰ کو کر دیں گے اور امر موسیٰ کبھی بھی یہ پسند نہیں کرے گا تم انطاکیہ سے محفوظ
یعنی مسلمانوں کے پاس نیشاپور پہنچ جاؤ۔ گو تمہارے باپ نے امر موسیٰ کے ذمے یہ کام
لگایا تھا کہ اگر وہ تمہیں واپس انطاکیہ پہنچا دے تو اسے ایک بھاری رقم دی جائے گی۔ لیکن تم
نے یہ بھی سنا ہوگا کہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے امر موسیٰ بھی تم پر فریفتہ ہو گیا تھا۔"
اب جب کہ تمہارا باپ انطاکیہ کی حکومت سے محروم ہونے کے بعد نجانے کہاں
روپوشی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو امر موسیٰ من مانی کر سکتا ہے۔ وہ تمہیں اٹھوا کر اپنے حرم
میں داخل کر سکتا ہے۔ اس کے فدائی اس کے کارندے جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اور
کوہستان قزوین کے اندر اس کا ایک مضبوط قلعہ نما گڑھ بھی ہے۔ جسے اس نے اپنی تخریب
کاریوں کا گڑھ بنا رکھا ہے۔
امر موسیٰ کے علاوہ تمہیں اپنے باپ سے بھی خطرہ ہے۔ کہ وہ کہیں روپوش ہو چکا
ہے۔ اس کے ساتھ اس کے محافظ دستے بھی ہیں وہ کہیں مناسب جگہ ہے ہو سکتا ہے اسے
بھی خبر ہو جائے کہ تم انطاکیہ سے نیشاپور کی طرف روانہ ہو رہی ہو اور وہ بھی اپنے آدمی
تمہارے پیچھے لگا کر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔
یہ دو بڑے اندیشے ہیں جنہیں نگاہوں میں رکھنا چاہئے تھا۔ اور اب تو میرے بابا
اور ماں کے خیال میں ایک تیسرا اندیشہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے
سالار ارتق نے تمہارا رشتہ مانگا تھا۔ تم نے انکار کر دیا تھا۔ وہ بھی تم پر فریفتہ ہوا تھا اگر وہ
سلطان کے لشکر میں شامل ہوتا تو وہ خطرناک نہ تھا۔ سلطان خود یا امیر ارسلان اس سے نمٹ
سکتے تھے۔ لیکن وہ باغی ہو کر شام کی حکومت کی طرف چلا گیا ہے۔ اور شام کے حکمران تاج
الدولہ نے اسے بیت المقدس کا والی بنا رکھا ہے۔ اس کی طرف سے بھی تمہیں خطرہ ہے۔ وہ
تمہیں حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ جو تمہیں ٹالا گیا
کہ ہم آج کل نیشاپور کی طرف روانہ ہونے والے ہیں تو یہ سب کچھ تمہاری حفاظت
تمہارے تحفظ کی خاطر کیا گیا ہے۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ بھائی لیوکس نے اپنے کچھ جاننے والے قاصد سلطان کی طرف روانہ کئے تھے اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا تھا کہ میں تم بابا اور ماں انطاکیہ میں قیام کرنا نہیں چاہتے واپس نیشاپور کی اسی حویلی میں رہنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی بھائی کے کہنے پر جو لوگ یہاں سے گئے انہوں نے سلطان پر اس بات کا بھی انکشاف کر دیا ہوا ہے کہ تم امیر ارسلان کو پسند کرتی ہو اور اس کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہو۔ لیوکس نے سلطان سے یہ بھی گزارش کی تھی کہ انطاکیہ سے ضوباہ کا نکلنا کچھ قوتوں کی وجہ سے خطرناک ہو سکتا ہے اور ان قوتوں کا نام بھی سلطان کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا۔ سلطان سے گزارش کی گئی تھی کہ کچھ دستے روانہ کئے جائیں جو ہم چاروں کو انطاکیہ سے بحفاظت نیشاپور پہنچا دیں۔ اب سلطان کی طرف سے کچھ مسلح دستے پہنچ چکے ہین وہ اس وقت حویلی کے باہر کھڑے ہیں ان کے ساتھ ان کا ایک سرخیل بھی ہے۔ سلطان کی طرف سے وہ یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ ہم چاروں نیشاپور نہ جائیں بلکہ سلطان کے لشکر کا رخ کریں اب محافظ دستے آئے ہیں وہ ہم چاروں کو اپنے سلطان کے لشکر میں لے کر جائیں گے سلطان جب اپنی مہمات سے فارغ ہوں گے تب ان کے ساتھ ہم بحفاظت نیشاپور جائیں گے میں نے تمہارا سارا سامان تیار کر دیا ہے۔ اب تم اپنی ذاتی تیاری کر دو جو یہاں سے لینی ہے لے لو اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔

غریاد کی اس گفتگو سے ضوباہ کی حالت خوشیوں کی رم جھم برستی بوندوں جیسی ہو رہ گئی تھی لگتا تھا نیند نما زندگی اور محبت کے سپنوں سے نکل کر اسے اچانک امرت کے خزانے مل گئے ہوں اس گفتگو نے اس کا چہرہ گلگوں لب مہکوں عارض گلاب بنا کے رکھ دیے تھے اس کی آنکھوں میں پیاسے سرابوں کی جگہ خوشی اور طمانیت کی تلاطم خیزیاں دیکھی جا رہی تھیں۔ ایک دم وہ لپکی غریاد کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی اس کا چوما پھر علیحدہ ہوئی اور وفور جذبات میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میری بہن! تو نے میری دوریوں کی منزل کو فوز مندی کی سحر میں تبدیل کر دیا ہے۔ تو نے میرے سارے دکھ درد دھو کے رکھ دیے ہیں۔“

یہ بتاؤ جو مسلح دستے ہمیں لینے آئے ہیں کیا وہ اجنبیوں کی طرح قصر کے باہر کھڑے رہیں گے۔

اس پر ضوباہ کے گال پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے غریاد کہنے لگی۔

”ایسی کوئی بات نہیں جس وقت وہ آئے تھے تم سو رہی تھی بابا اور بھائی نے جا کے استقبال کیا۔ ان کے کھانے کا عمدہ انتظام کیا گیا۔ ان کے گھوڑوں کے دانے چارے کا انتظام کیا جا چکا ہے وہ رات کے پچھلے حصے میں یہاں پہنچ چکے تھے اور اب وہ کوچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ مزید یہاں رکنا نہیں چاہتے اس لیے اپنی تیاری کی حالت میں وہ محافظ دستے قصر کے باہر کھڑے ہیں۔ اب تم اٹھو جلدی جلدی اپنی تیاری کرو اور یہاں سے کوچ کریں۔“

ایک خوشیوں سے بھرپور جست کے ساتھ ضوباہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جلدی جلدی اپنی تیاری کی سارا سامان سمیٹا پھر لیوکس، اخیموت، صفیناہ، غریاد اور ضوباہ کو لے کر حویلی سے باہر نکلا اس جگہ آیا جہاں سلطان کی طرف سے آنے والے محافظ دستے کھڑے تھے۔ وہاں پہلے سے ان چاروں کے لیے گھوڑے تیار تھے۔ چاروں اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لیوکس نے ان کو الوداع کہا پھر وہ محافظ دستے ان کو اپنی حفاظت میں لے کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

☆☆☆

الرہا کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ جعبر کا رخ کیا۔ جعبر کا حکمران، بنو قشیر کا ایک نابینا شخص جعفر تھا۔ وہ انتہائی شریر طبع اور بے رحم انسان تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ جو اپنے باپ سے بھی کہیں بڑھ کر بد باطن ہونے کے ساتھ ساتھ راہزنی کا پیشہ اپنائے ہوئے تھے۔ دن رات مسافروں کو لوٹنا ان کا کار دپسند تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں زیادہ تر وہ قلعہ جعبر کے نواح میں بستیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو لوٹ کر مال و دولت جعبر نام کے اس قلعے میں جمع کرتے رہتے تھے۔ یوں جعفر، اس کے دونوں بیٹوں، سالاروں نے آس پاس کے مسلمان علاقوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔

یہ ساری کارروائیاں جعفر اس لیے کرتا تھا کہ وہ جعبر نام کے اپنے قلعے کو ناقابل تسخیر خیال کرتا تھا۔ قلعے کی دو فصیلیں تھیں۔ ایک اندر دوسری باہر دونوں بڑے بڑے مضبوط

پتھروں سے بنی ہوئی تھیں اور عام فصیلوں سے کافی اونچی بھی تھیں۔

اور پھر نابینا جعبر اور اس کے بیٹے وسالار جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ فصیلوں کے اوپر انہوں نے جگہ جگہ بڑے مضبوط اور مستحکم بڑے بڑے پتھروں کے رکھے تھے۔ ان برجوں کے اندر ہمہ وقت محافظ مستعد رہتے تھے۔ احتیاط کے طور پر فصیلوں کے اوپر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے پتھروں کے ڈھیر لگے رہتے ساتھ ہی فصیلوں کے اوپر پانی گرم کرنے اور حملہ آوروں پر آگ کے انگارے پھینکنے کا نے اہتمام کر رکھا تھا۔

سلطان جب جعبر نام کے اس قلعے کے نواح میں پہنچا تو لوگوں نے سلطان جعفر اس کے بیٹوں اس کے سالاروں کے مظالم کی داستانیں بیان کیں۔ جس کو سلطان تھرا اٹھا اور پہلے کی نسبت وہ جعفر کے خلاف زیادہ غضبناک ہو گیا تھا۔

قلعے کے باہر ایک سمت سلطان نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ سلطان ساتھ چھکڑوں میں پیوست وہ برج بھی لے کر آیا تھا۔ جن کے ذریعے الرہا شہر کی فص لشکریوں کو چڑھا کر اپنی فتح کو یقینی بنایا تھا۔

ایک رات لشکریوں کو مکمل طور پر آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا لشکر کا ایک تاہم مستعد رکھا گیا۔ تاکہ قلعے سے نکل کر کوئی شب خون مارنے میں کامیاب نہ ہو روز مغرب کی نماز کے بعد سارے سالاروں کو سلطان نے اپنے خیمے میں طلب کیا سارے سالار وہاں آ گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہنا شروع کیا۔

''رفیقان من! یہاں آتے ہی گذشتہ شب میں نے کچھ مخبروں کے ذمے یہ تھا کہ وہ قلعہ جعبر کے استحکام کا جائزہ لیں۔ جو کچھ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ اس مطابق صورتحال یہ ہے کہ جعبر کی دو فصیلیں ہیں۔ دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے فصیل سے پھلانگ کر دوسری تک نہیں جایا جا سکتا۔ اور کئی جگہوں پر مضبوط و مستحکم پل دونوں فصیلوں کو ملایا گیا ہے۔ تاکہ قلعہ کی حفاظت کرنے والے لشکری ضرورت ایک فصیل سے دوسری کی طرف حرکت کر سکیں۔''

مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ دونوں فصیلیں خاصی چوڑی ہیں۔ اتنی چوڑی ان پر دو گھوڑوں کا چھکڑا دوڑ سکتا ہے۔ دونوں فصیلوں پر مستحکم اور انتہائی مضبوط اور

بنے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر رہتے ہوئے بہترین انداز میں محافظ شہر کی حفاظت کا انتظام کر سکتے ہیں۔

میرے عزیزو ایک بات یاد رکھنا میں سمجھتا ہوں الرہا کی نسبت ہمیں یہاں زیادہ سخت اور تکلیف دہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ الرہا کی ایک ہی فصیل تھی۔ اس پر چھکڑوں میں بنائے گئے برجوں کے ذریعے چڑھنے کے بعد شہر کو فتح کر لیا تھا۔ لیکن یہاں صورتحال مختلف ہے۔ یہاں ایک فصیل پر قبضہ کرنے کے بعد دوسری کی طرف جانا ہو گا اس طرح دو جگہوں پر انتہائی سخت اور کڑی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بہر حال حالات کچھ بھی ہوں آج عشاء کی نماز کے بعد ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔ جو برج ہم نے الرہا کی تسخیر کے لیے استعمال کئے تھے وہ یہاں بھی حرکت میں لائیں گے۔ فصیل کے قریب لے جا کر وہی لائحہ عمل اپنائیں گے۔ جو ہم نے الرہا میں اپنایا تھا۔ اس میں تبدیلی یہ کرنا چاہتا ہوں کہ الرہا میں فصیل کے اوپر قیم الدولہ، ارسلان اور برسق چڑھے تھے۔ لیکن یہاں میں یہ چاہوں گا کہ بدران بھی ان کا ساتھ دے۔ چاروں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر چھکڑوں کے برجوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ جائیں۔

قیم الدولہ اور برسق فصیل کے دائیں جانب کا رخ کریں ارسلان اور بدران بائیں جانب ہو لیں۔ اس طرح میرے خیال میں دو دو سالاروں کے ساتھ جو ان کے لشکر ہوں گے تو ہمیں فصیل کے اوپر مزاحمت کم کرنا پڑے گی۔ اگر دوسری فصیل کی طرف سے بھی محافظ ان کی طرف بڑھتے ہیں تو یہ با آسانی اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو پیچھے دھکیلنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر پناہ کے سامنے رہوں گا۔ قیم الدولہ، ارسلان بدران اور برسق تم چاروں کی زیادہ سے زیادہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ شہر کی فصیل کے اوپر مزاحمت کم رہے۔ جب تم دیکھو کہ تم لوگوں نے کس قدر قلعہ کے محافظوں کا زور توڑ دیا ہے تب ایک کام کو اپنی نگاہ میں رکھنا۔

شہر کی جو بیرونی فصیل ہے اس کا دروازہ ارسلان اور بدران کھولنے کی کوشش کریں گے۔ دوسری فصیل کی طرف جانے کے لیے جو پل بنے ہوئے ہیں ان کے ذریعے قیم الدولہ اور برسق کو اندرونی فصیل کا رخ کرنا ہو گا اور محافظوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے دوسری

فصیل کا دروازہ بھی کھولنا ہوگا۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہاں ہمیں مزاحمت زیادہ کرنی پڑے گی۔ ایک فصیل کا دروازہ کھولنا آسان ہے لیکن یہاں دو فصیلیں ہیں۔ بیک وقت دونوں کے دروازے کھول کر شہر میں داخل ہونا کوئی آسان کام کرنا نہیں۔ بہر حال چونکہ یہ کام ہم نے کرنا ہے لہٰذا اسے کر کے رہنا ہے۔ اس سلسلے میں کسی کو شک وشبہ ہو تو کہے۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس گفتگو کے جواب میں سارے سالار خاموش رہے جس کا مطلب سلطان نے یہ اخذ کیا کہ سب اس کی تجویز سے اتفاق کر رہے ہیں۔ اس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! اگر تم لوگوں نے چپ اختیار کرتے ہوئے میری تجویز سے اتفاق کیا ہے تو پھر اٹھو خود بھی کھانا کھاؤ اور لشکریوں کے کھانے کا بھی اہتمام کرو اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔'' اس کے ساتھ سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا۔

مقررہ وقت پر ان چھکڑوں کو حرکت میں لایا گیا جن کے اندر برج نصب تھے۔ یہ وہ برج تھے جنہیں استعمال کرتے ہوئے الرہا شہر کو فتح کیا گیا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ الرہا شہر کی فصیل قدرے نیچی تھی۔ اور برج اس سے بلند ہو گئے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا یہاں فصیل اونچی تھی۔ اور برج اس سے قدرے نیچے رہ رہے تھے تاہم سارے برجوں کو جب فصیل کے قریب لایا گیا اور برجوں کے اندر جو سیڑھیاں تھیں ان کے ذریعے جب قیم الدولہ، ارسلان، بدران اور برسق نے اپنے لشکریوں کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی تو ایک حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا۔

فصیل کے برجوں کے اندر سے اچانک فصیل کے محافظ نکلے ان کے نکلنے کا انداز بھی بڑا عجیب وغریب اور خوب تھا۔ جس وقت وہ برجوں سے نکلے تھے تو الرہا شہر کی طرح سلطان نے جو فصیل کے قریب دمدمے بنا کر ان کی اوٹ میں اپنے تیر انداز بٹھائے تھے ان تیر اندازوں نے بہترین انداز میں ان پر تیر اندازی بھی کی لیکن ان کی تیر اندازی نے ان پر کوئی اثر نہ کیا اس لیے کہ تین تین آدمی اکٹھے برجوں سے نکلتے تھے۔ جو فصیل کی کی سمت ہوتا تھا اس نے اپنے آپ کو اس قدر لمبی آہنی ڈھال کی اوٹ میں لے رکھا ہوتا تھا

سلطان کے لشکریوں کی طرف سے برسائے جانے والے تیر ان ڈھالوں سے ٹکرا کر بے اثر ہو جاتے تھے۔ اور جس شخص نے ڈھال پکڑی ہوتی تھی اس کی اوٹ میں دو دو مزید آدمی برجوں سے نکلتے تھے ان میں سے ایک کے پاس فوراً آگ پکڑنے والا تیل ہوتا تھا دوسرے کے پاس جلتے ہوئے انگارے تھے۔ اور ایسے لوگوں نے بار بار برجوں سے نکل کر مسلمانوں کے چھکڑوں پر بنائے ہوئے برجوں پر فی الفور آگ پکڑنے والا تیل اور انگارے پھینکنے شروع کر دیے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان سارے برجوں کو آگ لگ گئی جو چھکڑوں پر بنائے گئے تھے اور جو تیر اندازی مسلمانوں کی طرف سے کی گئی تھی اس تیر اندازی کا بھی کوئی خاص اثر فصیل کے محافظوں پر نہ ہوا تھا اور وہ محفوظ رہے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے قیم الدولہ، ارسلان، بدران اور برسق اپنے لشکریوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں کے لشکر کا تھوڑا بہت نقصان بھی ہوا تھا۔

مسلمانوں کے لیے یہ صورتحال بڑی نئی اور انوکھی تھی جونہی لشکری پیچھے ہٹے سلطان نے ایک بار پھر اپنے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا سب سے پہلے سلطان نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر حالیہ حملے میں جو لشکری زخمی ہوئے تھے ان کی دیکھ بھال کی پھر سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کسی قدر دکھ بھرے انداز میں کہنا شروع کیا۔

''میرے جاں نثارو لگتا ہے الرہا سے خبریں یہاں قلعہ جعبر میں پہنچ چکی ہیں اور جعبر کے حکمران جعفر نے ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تیاریاں عروج پر پہنچا رکھی تھیں۔ شاید الرہا سے اسے خبر ہو گئی تھی کہ ہم نے چھکڑوں کے اندر برج بنا کر الرہا کو فتح کیا ہے۔ لہٰذا اس نے برجوں کا مقابلہ کرنے کا اہتمام کر لیا۔ کوئی بات نہیں ہمارے برج جل گئے ہیں۔ چھکڑے خراب ہو گئے ہیں۔ وقتی طور پر ہمیں فصیل سے پیچھے ہٹنا پڑا ہے۔ لیکن اس قلعے میں ابو قشیر کے اس جعفر کے دن اب زیادہ نہیں رہیں گے۔''

پھر سلطان ملک شاہ سلجوقی، ارسلان، بدران، برسق اور قیم الدولہ چاروں کو ایک طرف لے گیا اور بڑی رازداری سے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے جاں نثارو! یہاں آنے کے بعد ہمارے مخبروں نے جو فصیل کی تفصیل ہمیں بتائی تھی اس میں انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا تھا کہ ہر روز صبح سویرے شہر کے

جنوبی دروازے سے سبزی فروش داخل ہوتے ہیں اور سبزی فروخت کرنے کے بعد شام کے وقت شہر سے نکلتے ہیں اور اس امر کو بڑی احتیاط کے ساتھ کیا جاتا ہے۔''

تم چاروں ایسا کرو اپنے کچھ لشکریوں کو صبح سویرے سبزی فروشوں کے بھیس میں شہر کے اندر داخل کردو۔ شہر میں وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر داخل ہوں ایک حصہ آگے اور ایک پیچھے اگلا حصہ جب شہر پناہ کے اندرونی حصے کے دروازے پر جائے تو شہر کے دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہو جائے۔ دوسرا حصہ جو قدرے پیچھے رہے وہ بیرونی دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہو اگر وہ مل کر دونوں دروازوں کے محافظوں کو تمام کر دیں تو اس موقع پر ہم لشکر کے ایک حصے کو جنوب میں قریب ہی رکھیں گے لشکر کا وہ حصہ لپک کر دونوں دروازوں پر قبضہ کر لے گا جب ایسا ہوگا تو باقی لشکر بھی اس طرف امڈے گا اور شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔

سلطان رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! یہ ایک انتہائی خطرناک کھیل ہے۔ لیکن خطرہ مول لیے بغیر قلعے اور شہر کو فتح بھی نہیں کیا جا سکتا۔ قلعے کا حکمران جعفر قلعے کی مضبوطی اور اس کے ہی کی وجہ سے بدراہ ہوا ہے۔ طرح طرح کے مظالم کرتا رہا ہے۔ اس نے اپنے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ وہ کیسی بھی بدفعلیاں کرے کوئی بھی اس پر حملہ آور ہو کر اس کے قلعے پر نہیں کر سکتا اور ہم نے اس کے سارے ظن و گمان اور اس کے سارے ارادوں کو ناکام ہے۔''

اب تم چاروں جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا اہتمام کرو اور سبزی فروشوں کے بھیس میں اپنے کچھ مسلح جوانوں کو شہر میں داخل کرنے کی کوشش کرو اس کا اہتمام کے بعد تم لوگ آرام بھی کرو۔

اس کے ساتھ ہی سلطان وہاں سے ہٹا اور اپنے خیمہ کی طرف چلا گیا تھا۔

دوسرے روز سلطان ملک شاہ سلجوقی، بدران، برسق اور دیگر سالاروں کے ساتھ کھا کر فارغ ہوا ہی تھا کہ ان مخبروں میں سے ایک جو شہر کے اردگرد منڈلا رہا تھا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس موقع پر صرف بدران اور برسق سلطان کے پاس تھے۔ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قیم الدولہ اور ارسلان شہر پناہ کے جنوبی دروازے

کے قریب ہو گئے تھے۔ اس غرض کے تحت کہ جونہی سبزی فروشوں کے بھیس میں داخل ہونے والے لشکری شہر پناہ کے دونوں دروازوں پر ہلچل برپا کر کے شہر پناہ کے دونوں دروازے کھولیں وہ فوراً حملہ آور ہو کر کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

بہرحال وہ مخبر جب سلطان کے سامنے آیا تو سلطان کے پوچھنے سے پہلے ہی بول

''سلطان محترم! آج صبح ہی صبح جو ہمارے لشکری سبزی فروشوں کے بھیس میں شہر کے جنوبی دروازے سے داخل ہوئے تھے اندر داخل ہوتے ہی ان کو گرفتار کر لیا گیا اور پوچھ گچھ کے بعد ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ یہ خبر قیم الدولہ اور امیر ارسلان تک بھی پہنچ چکی ہے اور وہ دونوں اس لشکر کو جو اس وقت ان کی کمانداری میں ہے جنوبی دروازے سے ہٹا کر پڑاؤ کی طرف آرہے ہیں۔''

دکھ اور افسوس کے باعث سلطان ملک شاہ سلجوقی کی گردن جھک گئی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ شاید اسے قیم الدولہ اور ارسلان کی آمد کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر کو لے کر خیمہ گاہ میں داخل ہوئے جب وہ سلطان کے قریب آئے تب سلطان نے اس موضوع پر ان سے گفتگو نہیں کی بلکہ بڑی ہمدردی بڑی شفقت میں ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلے دونوں مل کے کھانا کھاؤ پھر بدران اور برسق کو لے کر میرے خیمے میں آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

قیم الدولہ اور ارسلان، بدران اور برسق کو لے کر جب سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے تو سلطان نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے سامنے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اس موقع پر سلطان گہری سوچوں میں غرق تھا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

''عزیزانِ من! ہمارے دو حملے شہر پر ناکام ہو چکے ہیں۔ آج جو جوان سبزی فروشوں کے بھیس میں شہر میں داخل ہوئے مجھے ان کے مرنے کا انتہا درجے کا دکھ اور افسوس ہے۔ اس موقع پر میں معاملہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں گو شہر کو فتح کرنے اور اس پر آخری ضرب لگانے کے لیے بھی میرے ذہن میں ایک تجویز ہے لیکن پہلے تم آپس میں مشورہ کرو اس کے بعد تجویزوں پر صلاح مشورہ کریں گے جو آسان ہوگی اسی کو اپنا لیں گے۔''

سلطان کے کہنے پر قیم الدولہ، ارسلان، بدران اور برسق تھوڑی دیر
کرتے رہے پھر قیم الدولہ اپنے تینوں ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے سلطان
کر کے کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! ہم چاروں ایک لائحہ عمل پر متفق ہوئے ہیں اور مجھے امید
ہم اس لائحہ عمل کو اپناتے ہوئے شہر پر حملہ آور ہوں تو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔
سلطان محترم! برجوں والے حملے بھی ناکام ہو چکے ہیں۔ سبزی فروشوں
میں جو ہمارے جوان شہر میں داخل ہوئے وہ بھی مارے جا چکے ہیں۔ اس کا مطلب
کہ قلعہ جعبر کے حکمران جعفر کے مخبر ہمارے لشکر کے اندر یا آس پاس منڈلاتے
ہیں اور وہ ساری خبریں اس تک پہنچاتے ہیں۔

''اب ایک شہر پر آخری ضرب لگانے کے لیے جو ہم نے منصوبہ بنایا ہے
یوں ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہماری خیمہ گاہ کے آس پاس دائیں بائیں اور پشت پر
درخت ہیں انہیں کاٹ کر اچھی خاصی تعداد میں منجنیقیں تیار کی جائیں۔ اس کے
پورا ہفتہ لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے اور صرف رات کے وقت لشکری
کام لیا جائے۔ اور وہ یہ کہ لشکری رات کے وقت جہاں ہم دمدمہ بنا رہے ہیں وہاں
کرنے شروع کر دیں۔ آس پاس پتھر بھی بہت ہیں اور جب منجنیقیں تیار ہو جائیں
پتھروں کو استعمال کرتے ہوئے شہر پر سنگ باری کی جائے اور شہر کی دونوں فصیلوں
شہر میں داخل ہوا جائے۔ اس طرح میرے خیال میں کچھ زیادہ مزاحمت کا سامنا
کرنا پڑے گا اور ہمارے لشکریوں کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا ایک بار ہم شہر پناہ کی
فصیلیں توڑنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر کوئی بھی طاقت ہمیں شہر میں داخل ہو
روک نہیں سکے گی۔ سلطان محترم ہم چاروں نے یہ مشورہ کیا ہے کہ جب قلعہ جعبر
جائے تو قلعے کے حاکم جعفر کو عبرتناک سزا دینی چاہیے۔ اس سزا میں اس کے بیٹے
سالار بھی شامل ہونے چاہئیں۔ اس لیے کہ اس کی بد افعالیوں میں وہ سب شامل ہیں
قیم الدولہ جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سلطان
تھا۔

''تم نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے مجھے ایک قسم کا اطمینان اور یکسوئی حا

ہے کہ میں نے بھی شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے منجنیق تیار کرنے کی تجویز سوچی تھی۔
بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ ہم سب ایک معاملہ پر متفق ہوئے ہیں۔ اب ایسا کرو ایک رات
لشکریوں کو مکمل طور پر آرام کرنے کا حکم دو۔ باری باری لشکر کے کچھ حصے مستعد رکھو تاکہ
رات کے وقت کوئی ہم پر شب خون نہ مارے اس کے بعد دن کے وقت تو جنگل سے
لکڑیاں کاٹ لی جائیں اور رات کے وقت منجنیقیں تیار کی جائیں۔ رات کے وقت ہی لشکر
کا ایک حصہ متعین کیا جائے اور اس حصے کے لشکری ارد گرد سے پتھر لا کر اس طرح ڈھیر کر
دیں کہ شہر پناہ کے محافظ سمجھیں ہم شہر پر نئے سرے سے حملہ آور ہونے کے لیے دمدمے بنا
رہے ہیں جب اس کام کی تکمیل ہو جائے گی تو پھر شہر پر سنگ باری کرتے ہوئے حملوں کی
ابتداء کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے کے بعد بہت جلد یہ قلعہ ہمارے سامنے
سرنگوں ہوگا۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان نے چاروں سالاروں کو اٹھ کر آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا
اور وہ چاروں سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے کہنے پر لشکر بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آیا۔
کے دو حصے مختص کر دیے گئے تھے ان میں سے ایک حصہ دن کے وقت دوسرا رات کے
جاگتے ہوئے نگہ داری کرتا تھا تا کہ شہر سے نکل کر کوئی اچانک حملہ آور نہ ہو یا شب خو
مارے باقی لشکری مختلف کاموں میں لگ گئے تھے۔ دن کے وقت لکڑیاں کاٹ کر پڑاؤ
پیچھے ڈھیر کی جاتی رہیں رات کے وقت لشکر میں شامل صناع ان لکڑیوں سے منجنیقیں
کرنے لگے تھے۔ لشکر کا کچھ حصہ رات کے وقت اطراف میں پھیل جاتا اور پتھر جمع
رہتا۔ اس طرح جہاں پہلے دمدمے بنا کر ان کے پیچھے سے شہر کی فصیل کے برجوں
اندازی کرائی گئی تھی وہ دمدمے برابر کر دیے گئے تھے۔ ان کی جگہ وہاں ایسی شکل و
میں پتھر کے ڈھیر لگنے لگے تھے جنہیں دور سے دیکھنے والا یہی سمجھے کہ مسلمان شہر پر حملہ
ہونے کے لیے پتھروں کے دمدمے تیار کر رہے ہیں۔ یہ کام چند دن تک جاری رہا
تک کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکر کے اندر دو بڑی بڑی بھاری بھرکم اور دیو ہیکل
تیار ہو گئیں۔

پھر ایک روز صبح ہی صبح ان دونوں بڑی بڑی منجنیقوں کو لشکر کے سامنے لا
بالکل اس جگہ جہاں پتھروں کے ڈھیر لگائے گئے تھے۔ اور یہ ڈھیر شہر کے شرقی درو
کے بالکل سامنے تھے۔ منجنیقوں کی ہیئت کچھ اس طرح تھی کہ اگر اسے شہر پناہ کے
بھی لے جایا جائے تو شہر کی فصیل کے اوپر سے اگر تیر اندازی کی جائے تو منجنیقوں
والے اس تیر اندازی سے محفوظ رہیں۔

منجنیقوں کو جب بھاری بھاری پتھر نیچے ڈال کر نصب کیا گیا تو سلطان اپنے
دوسرے سالاروں کے پاس منجنیقوں کے قریب آیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قیم الدولہ نے
سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سلطان محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم سب نے مل کر شہر پر حملہ آور ہونے کا
ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے اور وہ........."

سلطان مسکراتے ہوئے بیچ میں بول پڑا۔

"قیم الدولہ میں خود تم لوگوں سے اسی موضوع پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ بہر حال اگر تم
سب نے کوئی لائحہ عمل تیار کیا ہے تو کہو اس پر عمل کیا جائے گا۔"

قیم الدولہ نے ایک گہری نگاہ اپنے اطراف میں کھڑے ارسلان، بدران، برسق اور
دوسرے سالاروں پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اس وقت ہم شہر پناہ کے شرقی دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔
آپ نے یہ بھی اندازہ لگایا ہوگا کہ اس قلعہ جعبر کی فصیلوں پر برج معمول سے کچھ زیادہ
ہیں اور عام برجوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم بھی ہیں۔"

ہم سب نے جو مل کے فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ شہر پناہ کے دائیں اور بائیں جو چار
چار برج ہیں پہلے انہیں نشانہ بنایا جائے اور آپ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان برجوں کے بالکل
پیچھے اور سیدھ میں اندرونی فصیل کے برج بھی ہیں۔ اگر منجنیقوں کو یہیں کھڑے
ان برجوں کو بھی ہدف بنایا جائے تو میں سمجھتا ہوں ہماری کارگزاری کسی حد تک آسان ہو
جائے گی۔

ان برجوں کو گرانے کے بعد سلطان محترم فصیل کے کسی دوسرے حصے پر ضرب
لگانے کی بجائے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ دونوں منجنیقیں مل کر شہر پناہ کے دروازے کے اوپر
والے حصے پر پتھروں کی ضرب لگانا شروع کریں۔

سلطان محترم اگر فصیل کے کسی دوسرے حصے کو ضرب لگاتے ہیں تو وہاں ہمیں زیادہ
محنت اور مشقت کرنا پڑے گی۔ شہر پناہ کے دروازے کا اوپر والا حصہ جب ہم گرا دیں گے تو
دروازے کو گرانے کے لیے چند پتھر ہی درکار ہوں گے۔ دروازہ جب گرے تو ہم سب کا
اندازہ ہے کہ دروازہ گرنے سے باہر والی شہر پناہ کے اوپر جو محافظ ہیں وہ خوفزدہ ہوں گے

اور اندرونی فصیل کی طرف چلے جائیں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو پھر ان
بھی عمل کی پرواہ کیے بغیر جس طرح ہم شہر پناہ کا بیرونی دروازہ گرانے میں کامیاب
گے تو اسی طرح اندرونی دروازے پر بھی ضربیں لگاتے ہوئے اسے گرایا جائے گا۔
بعد ہم دیکھیں گے شہر کے اندر سے وہ کون سی قوت نمودار ہوتی ہے جو ہماری
ہے۔''

قیم الدولہ جب خاموش ہوا تب سلطان نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور بڑی آہ...
کہنا شروع کیا۔

''تم لوگوں نے جو منصوبہ بنایا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اچھا سہل اور قابل عمل...
اس میں ہمیں بہت کم محنت اور مشقت کرنا پڑے گی۔ تم لوگ دیکھتے ہو منجنیقیں پہلے
پناہ کے شرقی دروازے کے سامنے ہیں اپنے لشکریوں سے کہو سارے ایک بار اپنے
قدوس کا نام لے کر تین بار زوردار انداز میں تکبیریں بلند کریں گے اس کے بعد
چلانے والوں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے کام کی ابتدا کریں پہلے منجنیقوں کے اندر
دو۔''

سلطان کے کہنے پر کچھ جوان حرکت میں آئے منجنیقوں میں پتھر رکھ دیے گئے
دیر کے لیے قیم الدولہ، ارسلان، بدران اور برسق لشکر کے اندر چلے گئے۔ انہیں
رہے کہ کس انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کرنی ہے۔
منجنیقوں کے پاس آئے۔ جونہی سلطان نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ لشکر کے اندر
ہوئی آوازوں میں تین بار تکبیریں بلند ہوئیں۔ پھر سلطان نے منجنیقیں چلانے
طرف دیکھا انہوں نے ایک ساتھ بسم اللہ پڑھتے ہوئے منجنیقیں چلا دیں۔ دونوں
شہر پناہ کے دائیں بائیں برجوں کو ہدف بنانے لگیں۔

منجنیقیں اب لگاتار سنگ باری کرنا شروع ہو گئی تھیں۔ فصیل اور اس کے
جو سنگ وحشت کا سا جمود و خاموشی طاری تھی وہ شکن شکن ہونے لگے تھے۔ اس شہر
ناقابل تسخیر ہونے کے سارے گمان، ساری محویت و آسودگی آتش خیال سے
اشتباہ و شک میں بدلنے لگے تھے۔

برجوں سے ٹکرا کر شہر کے اندر پتھر اس طرح گرنے لگے تھے جیسے غول بدراں

رہے، وہم وحشت بن کر دھواں دھواں بستیوں میں صحرائی بگولوں کی طرح سرگرداں ہو
رہے ہوں۔

منجنیقوں پر کام کرنے والے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکری ایک عجیب اور
عجیب انداز میں کام کر رہے تھے۔ ان کے کام میں حدی خوانوں کی سی حلاوت، سنولائی
مغنی کی نواؤں جیسا دبدبہ تھا اور وہ عجیب سے ہنر و کسب و ریاضت سے اپنا کام کر
رہے تھے کہ ان کے کام کو دیکھتے ہوئے لگتا تھا گویا وہ اپنے سامنے ہر شے کو زوال پذیر
اور بھی آگ میں تبدیل کرتے ہوئے شہر کی فصیل تک کو ریت کے ٹیلوں کا سا غیر
ہم بنا کے رکھ دیں گے۔

تھوڑی دیر تک سنگ باری کے باعث شہر پناہ کی دروازے کے جو دائیں اور بائیں
برج تھے۔ ان میں سے اکثر کو گرا دیا گیا۔ لگاتار شہر میں پتھروں کے گرنے کے
ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بھونچال کے جھٹکوں سے شہر لرز اور کانپ گیا ہو۔ یا پتھر
شہر کے اندر معجزات و عجائبات کا کام کریں گے اور سارے جاندار پانی کے بلبلوں
بکھرے جھونکوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ایسا سماں برپا ہو گیا تھا گویا ابھی ابھی
نیکیوں کا نغمہ گونجے گا اور راکھ کی تہ سے شعلے اٹھیں گے یا طلسمات کی داستانیں
اپنا سر ابھاریں گی اور شہر کے اندر وسواس اور بدگمانیاں پھیلا کر خوف و ہراس کو جنم
دینے لگیں گی۔

شہر کی حالت ایسی ہی تھی پتھروں کے گرنے کے باعث شہر کے اندر واقعی خوف
پھیلنے لگا تھا۔ لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ اکثر لوگوں کو یقین ہو چکا تھا کہ سلطان
ملک شاہ سلجوقی قلعے اور شہر کو فتح کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

پہلی فصیل کے دروازے کے دائیں بائیں کے برجوں کو گرانے کے بعد سلطان
کے حکم پر منجنیقوں کو تھوڑا سا آگے لے جایا گیا۔ اس کے بعد دوسری شہر پناہ کے برج وہاں
صاف دکھائی دے رہے تھے۔ انہیں ہدف بنایا گیا اور پہلے برجوں کی طرح تھوڑی دیر
کی سنگ باری کے بعد وہ برج بھی ڈھیر کر دیے گئے تھے۔ شہر میں ان برجوں کے گرنے کے
نتیجے میں گرد و غبار کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

دونوں شہر پناہوں کے مخصوص برجوں کو گرانے کے بعد دونوں منجنیقوں نے اپنا رخ

بدلا۔ اب جو پہلی شہر پناہ کا دروازہ تھا دونوں منجنیقیں اس شہر پناہ کے اوپر والے حصے باری کرنے لگی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ منجنیقوں نے شہر پناہ کے اوپر والے حصے کو گرانا کیا۔ یہاں تک کہ دروازوں کے اوپر جو مضبوط اور انتہائی مستحکم فصیل بنی ہوئی تو دروازے تک گر گئی۔ پھر تھوڑی سی مزید دیوار نیچے گرانے کے بعد دروازے پر سنگ کی گئی تو جن دیواروں کے سہارے دروازہ کھڑا تھا وہ تو پہلے ہی گر چکی تھیں لہٰذا بڑی سے دروازہ بھی نیچے آ رہا۔

دروازہ جب نیچے گرا تو سلطان کے اشارے پر بڑے پر جوش انداز میں لشکریوں نے خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کیں۔ اور ان تکبیروں سے نہ صرف یہ کہ کی فضائیں کانپ اٹھی تھیں بلکہ شہر بھی تکبیروں کی ان آوازوں اور شہر میں اٹھنے والی آوازوں کی بازگشت سے گونج اٹھا تھا۔ چاروں طرف ایک خوف وہراس پھیل گیا تھا میں بھی یہ خبر عام ہو گئی تھی کہ سلطان نے منجنیقوں کے ذریعے حملہ آور ہوتے ہوئے شہر پناہ کے برجوں کے ساتھ ساتھ شہر پناہ کا دروازہ بھی توڑ دیا ہے۔ لہٰذا اس خبر سے اندر افراتفری کا عالم برپا ہو گیا ساتھ ہی لوگ یہ قیاس آرائیاں کرنے لگے تھے کہ جس طرح مسلمانوں نے پہلی فصیل کا دروازہ توڑا ہے اس طرح وہ دوسری فصیل کا دروازہ بھی دیں گے۔

تاہم شہر کے اندر جو لشکر تھا ان کے سمجھانے بجھانے پر لشکری کچھ حوصلہ مند ہو اس موقع پر سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک بہترین قدم اٹھایا۔ اس نے اپنے چند چیدہ سالاروں کو لشکر کے کچھ حصے دیے اور انہیں شہر پناہ کے مختلف دروازوں کے سامنے گھات کر بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ ان لشکریوں کو یہ حکم دیا تھا کہ کوئی بھی شہر سے نکل کر بھاگے اگر وہ ایسا کرے تو اگر چھوٹا گروہ ہو تو اس پر حملہ آور ہو جائیں اگر کوئی بڑا مسلح گروہ ہو پہلے اس پر تیر اندازی کر کے اس کی قوت کو توڑیں پھر اس پر حملہ آور ہوں یوں شہر کے سارے دروازوں پر اپنے لشکری پھیلا کر ایک طرح سے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے شہر کے ہر ایک کے بھاگنے کی راہیں مسدود کر دی تھیں۔

یہ کام کرنے سے منجنیقیں چلانے والوں کو بھی کچھ ستانے کا موقع مل گیا سلطان کو یہ خبر دی گئی کہ شہر پناہ کے سارے دروازوں کے سامنے مسلح جوانوں کو کھڑا

سلطان نے پھر منجنیقیں نشانہ بازوں کو حکم دیا کہ اب وہ شہر پناہ کا دوسرا دروازہ گرانے کی کوشش شروع کریں۔

منجنیقیں ایک بار پھر چلنا شروع ہوئیں۔ دروازے کے اوپر جو فصیل کا حصہ تھا۔ گرانا شروع کیا۔ گراتے گراتے پہلے دروازے کی طرح سنگ باری نیچے آئی دیواریں گریں پھر گرد و غبار کے ایک طوفان کے ساتھ وہ دروازہ بھی نیچے آ رہا۔

دروازہ جب گرا تو شہر کے اندر سے کوئی لشکر باہر نہیں نکلا اس موقع پر سلطان نے لشکر کو استوار کیا۔ لشکریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ڈھالیں اپنے سامنے رکھیں تاکہ سامنے کی طرف سے یا فصیل کے دائیں بائیں جانب سے ان پر تیر اندازی کی جائے تو وہ تیروں سے محفوظ رہیں۔ پھر سلطان نے اپنے لشکر کو بڑھایا۔ شہر پناہ کے پہلے حصے سے داخل ہوا کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ پھر جب سلطان کے لشکری دوسری فصیل کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو سامنے سے قلعہ جعبر کے حکمران جعفر کے مسلح جوان گرنے والے دروازے سے داخل ہونے والے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکریوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے رات کی گہری تاریکی میں بھوکے بھپرے خوک اچانک کسی پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

جعبر کے قلعے کے حکمران جعفر کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو دروازے سے اندر نہیں داخل ہونے دے گا۔ جب اس کے لشکری حملہ آور ہوئے تاکہ سلطان کے لشکر کو اندر داخل ہونے سے روکیں تب سلطان نے اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے اور لشکریوں کا جوش و جذبہ بڑھاتے ہوئے آگے بڑھیں۔ جو بھی لشکر حملہ آور ہو ہر صورت میں اسے پیچھے دھکیلیں۔ ایک بار شہر میں داخل ہو جائیں اس کے بعد کوئی لشکر ان کی راہ نہ روک پائے گا۔

لشکر میں جب تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں تو مسلمان لشکریوں اور مجاہدوں کے اندر ایک عجیب اور انوکھا جذبہ پیدا ہوا اور وہ زور مارتے ہوئے ٹوٹے دروازے سے شہر میں داخل ہوئے۔ سامنے سے جعفر کے لشکر نے راہ روکنے کی پوری کوشش کی لمحہ بھر کے لیے مسلمان اپنے سالاروں کی سرکردگی میں تھوڑی دیر کے لیے رکے بھی لیکن اتنی دیر تک لشکر کا بڑا حصہ بھی شہر میں داخل ہو چکا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کا دباؤ بڑھنے لگا اور جس لشکر نے راہ

روکی تھی اس میں آہستہ آہستہ کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے یہاں تک کہ سلطان م
شاہ سلجوقی کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

یہ صورتحال بڑی عجیب اور ناگہانی تھی۔ شہر پناہ کے اوپر جو محافظ تھے جب انہ
نے دیکھا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا ہے تو انہیں اپنی جا
کے لالے پڑ گئے تھے وہ فوراً شہر پناہ سے نیچے اتر گئے اور اس لشکر میں آن شامل ہوئے
شہر میں داخل ہونے والے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکر سے برسر پیکار تھا۔

قلعے کے حاکم جعفر کے کہنے پر اس کے پاس جو سارا لشکر تھا وہ یکبارگی سلطان
لشکر پر اچانک چڑھنے والے بخار، سرابوں کے دشت میں بھٹکتے اور موت کی کمند پھینکتے بر
گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ لیکن قلعے کے لشکر اور قلعے کے حاکم جعفر کی بدقسمتی
اس کا پالا ایک ایسے سلطان، ایسے سالاروں اور ایسے لشکریوں سے تھا جو بحر سے فوز
کے موتی آگ سے کامرانیوں کے شعلے ابر سے فتح مندی کا آب صفا تک نکالنے کا ت
حوصلہ رکھتے تھے۔ جواب میں جب سلطان اور اس کے سالاروں اور لشکریوں نے م
اور شکستہ کر دینے والے تباہی کے گرداب فکر و کردار کی ترتیب اور قلب و نظر کی تطہیر
درست کر دینے والے خیر کے عقائد اور نظریات کی طرح اپنے حملوں میں تیزی پیدا ک
سلطان کے لشکریوں نے اپنے سامنے آنے والے ہر جاندار کے نفس میں طوفان، ہر
میں زلزلے ہر شے میں اضطراب اور ہر جسم میں لرزش برپا کر کے رکھ دی تھیں۔

ان تیز حملوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہر کے اندر شہر کے حاکم جعفر کے لشکر کو بدترین ش
ہوئی اور سلطان کے لشکر نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھ
شاید شہر کے لشکر اور شہر کے لوگوں کو خبر ہو چکی تھی کہ سلطان کے لشکر نے سار
پناہ کے دروازوں کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ لہٰذا کسی نے بھی شہر سے بھاگنے کی کو
کی۔ کافی دیر تک یہ قتل عام جاری رہا۔ اس دوران چند وہ لشکری جو قلعے کے حاکم
کے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے قلعے کے حاکم جعفر اور اس کے بیٹوں کو زندہ گ
لیا شہر کے اندر جس کسی نے بھی ہتھیار اٹھانے کی کوشش کی سلطان کے حکم پر اس کا
دیا گیا تھا۔

جعفر اپنے قلعے کو ناقابل تسخیر سمجھتا تھا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اسے قا

ے رکھ دیا تھا۔ دوپہر تک قلعے اور شہر پر سلطان کا تسلط مکمل ہو چکا تھا۔ گلی کوچوں میں
ئے والے وہ لشکری جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا
اور شہر میں اب کوئی ایسی قوت نہ رہی تھی جو مسلمانوں کے لیے خطرہ ثابت ہوتی۔ اس
کی تکمیل کے بعد سلطان نے ایک کھلی جگہ لشکر کے پڑاؤ کا حکم دے دیا تھا۔

پھر قلعہ جبر کے حکمران بنو قشیر کے جعفر اور اس کے دونوں ظالم بیٹوں کو سلطان کے
منے پیش کیا گیا۔ سلطان کچھ دیر تینوں کو بڑی سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر جعفر کے سامنے آیا
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بنو قشیر کے جعفر میں نے سنا ہے نابینا ہو کر تو نے ظلم و جبر کے وہ گل کھلائے جو ایک
ارت رکھنے والا آدمی بھی نہ کر سکتا تھا۔ سن ظالم انسان ایک اچھے حکمران کو اپنی رعایا کے
لیکن شاعر اور نافہ بن کے مہک جانا چاہیے۔ اچھا حکمران وہ ہے جو اپنی رعایا کے دل کے
شانوں میں ان کی تازہ آرزوؤں اور ان کی خیال نو کی تکمیل کرے۔ ان کی تن کی رگ
کران کے حزیں قلوب کا حال جان جائے اور اجڑے کھنڈر جیسے ماحول نوحہ گر لمحوں جیسی
مناؤں میں انہیں طرب و شادمانی اور بے فکری کا پیغام دے۔ اپنے کردار اور تالیف قلوب
ے ان کے سینوں میں سکون دلوں میں گدگداہٹ بھر دے نہ کہ تمہاری طرح جاہل و مکر
ہر و قاہر بن کر کو بہ کو سو بہ سو شک احتمال اور برہمی کا رنگ بکھیرتا ہے۔ موت سے پہلے ہی
گوں کے لیے عقبیٰ کی عقوبت بن کر ان سے زندہ رہنے کی استطاعت چھینتا رہے۔ بے
فکری کا شعلہ بن کر ان کی ریاضتوں کے ثمر کو اس طرح پامال کرتا پھرے کہ وہ اپنے ہی
طن میں غیر زمینوں اور اجنبی دیسوں کے باشندے خیال کرنے لگیں۔"

سلطان رکا پھر دوبارہ جعفر کو مخاطب کر کے کہہ دیا تھا۔

"بتا اس معاملے میں تیرا کیا خیال ہے۔"

جعفر کچھ نہ بولا اس کی گردن جھکی رہی۔ سلطان اس سے ہٹ گیا۔ اس کے دونوں
ظالم بیٹوں کے سامنے آیا۔ اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں کبیر ابلیسی اور دل آشوب منظر بن کر اپنے اطراف کے لوگوں کے
بزرگ عقل و دانش میں غلیظ تکلم کا عکس بھرتے رہے ہو لوگوں کی نبض و نفس پر ظلم کے چرکے
لگاتے رہے ہو۔ لوگوں کو آزادی اور زندگی کے جوہر سے محروم کرنے کو تم نے اپنا وطیرہ بنا لیا

تھا۔ فنا انجام انسان ہو کر تمرد کی روش اختیار کرتے ہوئے تم نے ہر اچھے تمدن کو مجروح
ہوس باختہ انسان بن کر حاکمیت اعلیٰ کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر تم لوگوں نے اس شہر اور
پاس کے لوگوں کی آزادی اور خودمختاری پر شب خون مارا۔“

بتاؤ تمہارا باپ ایک اچھا حکمران تھا۔ یا ایک جابر و قاہر ذلیل انسان وہ دونوں
جب خاموش رہے کچھ نہ بولے تب سلطان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام
جس پر جعفر اور اس کے دونوں بیٹے لرز اور کانپ گئے تھے۔ جعفر کے دونوں بیٹوں کو
کر کے دھاڑتی آواز میں سلطان نے پوچھ لیا۔

”میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔“

جعفر کے دونوں بیٹے کانپ گئے تھے۔ ان میں سے ایک بول پڑا۔

”سلطان محترم ہمارا باپ انتہا درجہ کا ظالم اور بے انصاف حکمران تھا“

سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں سے پلٹا۔ ہم
کے حاکم جعفر کے سامنے آیا۔ جعفر کی گردن گو جھکی ہوئی تھی۔ سلطان نے جعفر کو مخاطب
کیا۔

”اس قلعہ محکم میں جب خداوند قدوس نے طبل و علم کا تمہیں مالک بنایا تو تم
غرور و فخر و تعصب گھمنڈ کے تخت پر ہو بیٹھا۔ کیوں تو صورت پرست اور عبد الشکم
لوگوں پر فقر و فاقہ، ذلت طاری کرتا رہا۔ کیوں تیرے نفس کی اندھی بھوک نے تیرے
سلیم کو راہ مستقیم سے ہٹایا۔ کیوں تو اللہ کا عاجز بندہ بننے کی بجائے ابلیس کا ایک انتہائی
گماشتہ بن بیٹھا۔“

جعفر چپ رہا سلطان کی ان ساری باتوں کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ سلطان
کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”میں جانتا تھا تمہارے اور تمہارے دونوں بیٹوں کے پاس میرے ان سوالوں کا
کوئی جواب نہیں۔“ پھر سلطان پر غیض و غضب کا جنون سا سوار ہو گیا تھا اس کی تلوار
باری بلند ہوئی اور جعفر اور اس کے دونوں بیٹوں کی اس نے گردنیں کاٹ کے رکھ دیں۔

تلوار صاف کر کے سلطان نے نیام میں ڈالی اور مڑ کر اپنے سامنے کھڑے
الدولہ ارسلان، بدران اور برسق کے علاوہ اپنے دیگر سالاروں کی طرف دیکھا پھر

...ئی کن انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”میرے عزیزو! لوگ اس قلعے کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے لیکن ہم نے اسے مسخر
...ر کے چھوڑا۔ دونوں شہر پناہوں کے جن دروازوں سے ہم داخل ہوئے ہیں ان کے
...ئیں بائیں جو برج ہم نے گرائے ہیں انہیں گرا رہنے دو دوبارہ تعمیر کرنے کی ضرورت
...ہیں ہے۔ لشکر میں جو صناع ہیں انہیں بھی اور اسی وقت کام پر لگاؤ۔ شہر کے دروازے
...ندرونی اور بیرونی دونوں فصیلوں کے کھڑے کریں اور ان کے اوپر فصیل کو دوبارہ تعمیر کر
...کے برابر کردیں۔ چند روز کے لیے ہم اس قلعے میں قیام کریں گے اس قلعے میں جس قدر
...اسد لوگ تھے ان کا خاتمہ تو ہم لوگ کر ہی چکے ہیں۔ باقی لوگوں کو ہم امان دے چکے ہیں۔
قلعے کو پہلے جیسا ہی مستحکم بنا دیا جائے گا۔ یہاں ہم چھوٹا سا ایک لشکر رکھیں گے اور اپنا حاکم
بھی مقرر کریں گے۔ قیم الدولہ اور ارسلان تم دونوں جاؤ لشکر کے اندر جو صناع ہیں ان کو
کام پر لگاؤ۔ اور باقی لشکر کو آرام کرنے کا حکم دو۔“

اس کے ساتھ ہی قیم الدولہ اور ارسلان وہاں سے ہٹ گئے۔

====☆☆☆☆====

مغرب کی نماز کے بعد ارسلان اپنے خیمے میں جب داخل ہوا تو دنگ رہ گیا اس لیے کہ خیمے میں اخیموت، صفیناہ، غریاد اور ضوباہ موجود تھے۔ جونہی وہ خیمے میں داخل ہوا چاروں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ سب سے پہلے اخیموت آگے بڑھا۔ ارسلان کو گلے لگا کر ملا۔ اس کے بعد باری باری صفیناہ، غریاد اور ضوباہ اس کی احوال پرسی کی پھر چاروں اسی جگہ بیٹھ گئے جہاں ارسلان کی آمد سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ ارسلان بھی اخیموت کے قریب ہو بیٹھا۔ پھر اخیموت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کی آمد کی اطلاع تو ہمیں ہو چکی تھی لیکن آپ لوگ کس وقت آئے۔"

اخیموت مسکرایا کہنے لگا۔

"بیٹے! ہم تو کافی دیر کے آئے ہوئے ہیں کچھ دیر چاروں سلطان کے پاس بیٹھے رہے تمہارے خیمے کے ساتھ ہی سلطان نے ہمارے لیے بھی خیمے کا اہتمام کر دیا۔ ہم تو بڑی بے چینی سے تمہاری آمد کا انتظار کر رہے تھے۔"

اس پر ارسلان بولا اور کہنے لگا۔

"دراصل اس شہر کو فتح کرتے وقت ہم نے شہر کی فصیل کے چند برجوں اور دروازوں کو گرا دیا تھا۔ میں اور قیم الدولہ لشکر کے ایک حصے کو لے کر گری ہوئی شہر پناہ اور دروازوں کی مرمت کراتے رہے ہیں۔ دروازے دوبارہ استوار کر دیے گئے ہیں اور گری ہوئی شہر پناہ بھی ٹھیک کر دی گئی ہے۔ میرے خیال میں آپ شہر پناہ کے کسی دوسرے دروازے سے داخل ہوئے۔"

اخیموت کے غور سے ارسلان کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"تمہارا کہنا درست ہے بیٹے! سلطان نے جو محافظ ہمیں لانے کے لیے عطا کیے تھے وہی یہاں ہمیں اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں اور وہ گرے ہوئے دروازوں کی طرف نہیں گئے بلکہ میرے خیال میں وہ اس قلعے کے جنوبی دروازے سے لے کر ہمیں اس شہر میں داخل ہوئے۔ یہاں آتے ہی سلطان نے ہمارا بہترین استقبال کیا۔ ہماری احوال پرسی کی۔ اس کے بعد تمہارے خیمے کے ساتھ ہی ہمارے لیے ہمارا خیمہ بھی نصب کرا دیا۔ اور ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ یہاں تمہارے خیمے میں ہی بیٹھ کر تمہارا انتظار کریں۔"

اخیموت کی خاموش ہونے پر ارسلان پھر بول اٹھا۔

"دراصل سارے کام کی تکمیل کے بعد میں مغرب کی نماز پڑھنے چلا گیا اس کے بعد سیدھا یہاں لوٹ آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے کھانا تو نہیں کھایا ہوگا۔"

اخیموت کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ضوباہ جو اب تک خاموش بیٹھی تھی۔ پیار بھرے انداز میں ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر آپ کی غیر موجودگی میں کچھ لوگ آئے تھے انہوں نے ہم سے کھانا پوچھا تھا لیکن ہم نے کہا تھا آپ لوٹیں گے تو پھر کھانا کھائیں گے۔"

اس پر ارسلان نے آواز دے کر کسی کو بلایا۔ ایک جوان بھاگا بھاگا اندر داخل ہوا۔ ارسلان نے اسے کھانا لانے کے لیے کہا۔ جلد ہی چند جوان خیمے میں داخل ہوئے کھانے کی اشیاء انہوں نے سب کے سامنے چن دیں۔ اور سب اکٹھے بیٹھ کر پرسکون اور خاموش ماحول میں کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے بعد سب پہلے کی طرح نشستوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے کہ خیمے کے باہر کسی نے کھنکھارتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ اس پر ارسلان اٹھ کر جب خیمے سے باہر آیا تو خیمے کے دروازے کے ایک طرف سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ذاتی خادم کودن کھڑا ہوا تھا۔

اسے دیکھتے ہی ارسلان نے کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"کودن خیریت تو ہے؟"

کودن چند قدم آگے بڑھا۔ سلطان کے قریب ہوا پھر کہنے لگا۔

”امیر ارسلان آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔ باقی سالار بھی سلطان کے میں پہنچ چکے ہیں اور سلطان آج شاید کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔“

ارسلان کے چہرے پر کودن کی آمد پر جو فکرمندی کے آثار تھے وہ جاتے رہے پھر کسی قدر پرسکون انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں خیمے میں اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں انہیں اطلاع دے کر بس جلد پہنچتا ہوں۔“

کودن وہاں سے چلا گیا۔ ارسلان خیمے میں داخل ہوا اور اخیموت کو مخاطب کر کہنے لگا۔

”آپ لوگ بیٹھیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں مجھے سلطان نے طلب کیا ہے کسی اہم مسئلے پر صلاح مشورہ ہوگا۔“ ایسا کہنے کے بعد اخیموت کا انتظار کئے بغیر ار خیمے سے نکل گیا۔

ارسلان جب سلطان کے خیمے میں داخل ہوا تو وہاں پہلے سے قیم الدولہ، برسق بدران کے علاوہ کچھ دوسرے سالار بیٹھے تھے۔ بلند آواز میں سلام کہتے ہوئے ار آگے بڑھا۔ قیم الدولہ کے پہلو میں بیٹھ گیا اس کی آمد پر تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر سا نے گفتگو کا آغاز کیا۔ خیمے میں سلطان کی آواز گونجی۔

”ارسلان تمہاری آمد سے پہلے میں قیم الدولہ، بدران اور برسق کے علاوہ سالاروں سے مشورہ کر چکا ہوں۔ میں تمہارے اور بدران کے ذمے ایک مہم لگاتا ہوں۔ اور میرے خیال میں تم دونوں احسن طریقے سے اس سے نمٹ سکتے ہو۔“

مغرب کی نماز سے پہلے ہمارے وہ مخبر جو ہم نے حلب کے گرد و نواح میں حالا جائزہ لینے کے لیے بھیجے تھے لوٹے۔ انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ تاج الدولہ نے شہر فتح کر لیا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ تاج الدولہ اس وقت حلب شہر کے اندر ہے۔ جانتے ہو گے کہ حلب شہر پر ابن حسین کا قبضہ تھا۔ ابن حسین اپنی سلامتی کی بھاگ چکا ہے اور شہر پر تاج الدولہ کا قبضہ ہو چکا ہے۔ لیکن حلب شہر کے قلعے پر قریش کے چچا زاد بھائی سالم بن ملک کا تسلط ہے۔ اس نے قلعہ تاج الدولہ کے کرنے سے انکار کر دیا ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ وہ قلعہ ہمارے حوالے کرے گا۔

تاج الدولہ لگاتار اصرار کر رہا ہے کہ حلب کا قلعہ اس کی حوالے کر دیا جائے لیکن وہ نہیں مان رہا۔ اب صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ.........

تاج الدولہ تو شہر کے اندر موجود ہے اور قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے سالم مزاحمت پر اترا ہوا ہے۔ ایک بڑے لشکر کے ساتھ ارتق بھی تاج الدولہ کی مدد کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جو مخبر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ارتق اس وقت ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ حلب کے نواح میں مقیم ہے۔ تاج الدولہ اور ارتق نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ جو کوئی بھی حلب پر قبضہ کرنے کے لیے آتا ہے ارتق پہلے اسے روکے گا پھر شہر سے نکل کر تاج الدولہ اس پر ضرب لگائے گا اس طرح دونوں مل کر حلب شہر کا دفاع کرتے ہوئے اس پر اپنا قبضہ جاری رکھیں گے۔

بیٹے پہلے میرا ارادہ تھا کہ چند روز یہاں رکوں گا لیکن اب میں جلد یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو حلب شہر کے اندر تاج الدولہ حلب کے قلعے پر قبضہ کرنے کی خاطر اپنا دباؤ بڑھاتا رہے اور تنگ آ کر سالم بن ملک اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ اور قلعہ اس کے حوالے کر دے میں ایسا نہیں چاہتا۔ اب جو لائحہ عمل ہم نے تیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تم اور بدران اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرو گے تمہارا رخ ارتق کی طرف ہوگا۔

ایسا میں اس لیے چاہتا ہوں کہ ارتق حلب کے نواح میں قیام کئے ہوئے ہے۔ جو مخبر آئے ہیں وہ اس تک تمہاری راہنمائی کریں گے۔ تمہارے پیچھے پیچھے میں قیم الدولہ اور برسق بھی باقی لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے شہر کا نظم و نسق ٹھیک ہے۔ اب یہاں ایسی کوئی قوت نہیں، جو ہمارے خلاف بغاوت کرے۔ اس شہر پر حملہ آور ہوتے وقت میں نے سوچا تھا کہ قلعہ کے حاکم جعفر کے ساتھ ساتھ یہودی تنظیم کے سربراہ امر موسیٰ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا لیکن ہمارے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی امر موسیٰ یہاں سے بھاگ گیا۔ بہرحال وہ کہاں جائے گا۔ اگر اس نے زمین کی تہہ میں بھی اترنے کی کوشش کی تو ہم اس کا تعاقب کر کے اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے اس وقت ہمارے سامنے جو سب سے اہم مہم ہے وہ تاج الدولہ اور ارتق کی ہے۔

سلطان کے خاموش ہونے پر ارسلان نے کہنا شروع کیا۔

"سلطان محترم اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقع پر میں ایک تجویز پیش کر... وہ قابل قبول ہو تو تسلیم کیجئے گا ورنہ جو لائحہ عمل آپ تیار کر چکے ہیں اسے اپنایا جا... میں چاہتا ہوں کہ آج رات لشکر یہاں قیام کرے۔ اگلے روز شہر کا نظم و نس... اعتبار ہاتھوں میں دینے کے بعد یہاں سے ہم کوچ کریں۔ حلب کا رخ نہ کریں ب... شاہراہ کی طرف جائیں جو حران ہوتی ہوئی جزیرہ ابن عمر موصل، اور استر آباد کی طرف... ہوتی ہوئی نیشاپور جاتی ہے۔

ساتھ ہی یہ کام بھی کریں گے سفر ہم اس رفتار سے کریں گے کہ سورج غر... ہوتے وقت ہم حران شہر پہنچیں وہاں پڑاؤ کریں مغرب کی نماز ادا کی جائے رات کا... حصہ وہاں بسر کیا جائے اس کے بعد میں اور بدران اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ از... شب خون مارنے کے لیے نکل جائیں گے۔ آپ قیم الدولہ برسق اور دیگر سالاروں... ساتھ حلب کا رخ کیجئے گا۔

سلطان محترم اگر ہم اس طرح کرتے ہیں تو ارتق اور تاج الدولہ یہی خیال کر... گے کہ حلب کا رخ کرنے کی بجائے ہم حران جزیرہ ابن عمر موصل اور ہمدان سے ہو... ہوئے نیشاپور کا رخ کریں گے۔ لہٰذا وہ کسی قدر ہماری طرف سے غافل ہو جائیں گے اپنے لیے ہمیں خطرہ خیال نہیں کریں گے اس کے علاوہ سلطان محترم.........

ارسلان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سلطان بول پڑا۔

"ارسلان جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ میں سمجھ گیا ہوں اب تمہیں مزید کچھ کہ... ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری تجویز کو پسند کرتا ہوں تمہاری تجویز کے مطابق رات گز... بسر کی جائے گی۔ اگلے روز شہر کا نظم و نسق مناسب ہاتھوں میں دینے کے بعد تمہاری تج... کے مطابق ہی یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ میرے خیال میں اب سب اٹھو جاؤ آ... کرو۔"

سب نے اس تجویز کو پسند کیا پھر سب سلطان کے خیمے سے نکل گئے۔

☆☆☆

ہر شے کو اپنی حدیث دل سناتی رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ دور تاریک آ...

نزول کرتی ستاروں کی مدہم روشنی بے زنجیر اندھیروں سے برسر پیکار ہو چکی تھی۔ چاند افق ...نے کو جھانکتا ہوا کب کا غروب ہو چکا تھا۔ گہری رات ہر گرم و سرد تنگی و فراخی، تلخی ...ے ہر حزن و ملال اپنے دامن میں سمیٹے کسی کو اپنا انیس و آشنا و محرم، کسی کو اپنا دشمن، عدو اور ...بجرم بناتی ہوئی کسی کے دل شکستہ کی غماز آواز پر توجہ دیتی ہوئی اور کسی کی نوائے پریشان کو پریشانی کے خوابوں میں ڈالتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔ سلطان کے لشکر کے پڑاؤ میں ابھی ...ہی گہما گہمی تھی۔ لشکر کا وہ حصہ جس نے بیدار رہ کر حفاظت کا سامان کرنا تھا۔ ان لشکریوں کی گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایسے میں ارسلان اپنے خیمے میں جب داخل ہوا تو کسی قدر پریشان اور دنگ رہ گیا اس لیے کہ اس وقت خیمے میں ضوباہ اکیلی موجود تھی۔

ارسلان کے خیمے میں داخل ہونے پر ضوباہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ارسلان قریب گیا اور کسی قدر تعجب آمیز انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم ابھی تک یہاں بیٹھی ہو باقی لوگ کہاں گئے؟"

جواب میں ضوباہ نے کسی قدر بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر! ماں اور ابا تو خیمے میں آرام کرنے جا چکے ہیں۔ میں اور غریاد بہن یہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ غریاد بہن تھوڑی دیر پہلے ہی اٹھ کر گئی ہے۔ دراصل ہم دونوں بہنیں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی تھیں۔ آپ بیٹھیں پھر میں آپ سے گفتگو کا آغاز کرتی ہوں اتنی دیر تک ہو سکتا ہے غریاد بھی آ جائے۔"

ارسلان بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز ضوباہ نے کیا اور ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"یہاں آ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ کسی لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے۔"

ارسلان نے اس موقع پر بڑے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تم نے سچ ہی سنا ہے۔ ایک لڑکی میری نگاہ میں ہے۔"

"امیر وہ لڑکی کیسی ہے۔ کون ہے، کہاں رہتی ہے؟"

ارسلان نے پھر عجیب سے انداز میں ضوباہ کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

"وہ لڑکی جسے میں نے پسند کیا ہے۔ جس سے میں نے محبت کی ہے وہ قیامت خیز
پرکشش، نشاط صبح میں نغموں کے ارتعاش سی کشش انگیز اور دارالسلام میں دل ربا
زاروں جیسی مسحور کن ہے۔ اس کے نقش ونگار نو بہ نو افکار سے خوش کن اس کی ذات
بتازہ بشارتوں سے بھی اعلیٰ وارفع ہے۔ یوں جانو وہ لڑکی میرے لیے پریشان نواور
بے ہنگم لمحوں میں ابدی سعادتوں اور گلبہار لمحوں سی صاف باطن اور صاف دل ہے۔"

وہ لڑکی ہونٹوں کی میٹھی مسکراہٹوں جیسی خوبصورت آگہی کی حلاوتوں سی پرجمال
سحر خیز سخن کی تاثیر جیسی حسین ہے۔

اتنا کہنے کے بعد ارسلان جب رکا تو بڑے شوق سے ارسلان کی طرف دیکھتے
ہوئے ضوباہ نے پوچھ لیا۔

"امیر وہ لڑکی کہاں ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ کس جگہ رہتی ہے۔ آپ نے
کہاں دیکھا؟"

ارسلان نے ایک لمبا سانس لیا پھر بڑے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے
لگا۔

"جس وقت انطاکیہ سے تمہیں لانے کے لیے کچھ مخبر یہاں آئے تھے تو اس
بعد سلطان نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ تم بھی کسی کو پسند کر چکی ہو۔ کسی کو اپنی چاہت کا
بنا چکی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ کیسا ہے، کون ہے، کس جگہ اس سے تمہاری ملاقات
ہوئی؟"

لمحہ بھر کے لیے ضوباہ نے کن انکھیوں سے ارسلان کی طرف دیکھا پھر گردن
کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"امیر ارسلان جس نوجوان کو میں نے پسند کیا ہے وہ عجیب وغریب اور انوکھا
ہے۔ امیر جس طرح کوئی اچھا اور منجھا ہوا ادیب معزول ومسترد الفاظ کو اپنے قلم کی
سے روپ کی شادابی عطا کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ نوجوان بھی جسے میں نے چاہا ہے
کی صدیوں اور دکھ کے سمندروں تک کو زخموں کا مرہم اور درد کا درماں دے دینے کی
اور جرات رکھتا ہے۔"

امیر جس طرح گلبار لمحے زرد روخزاں سے اٹے کٹھن کٹھور راستوں تک کو زہر

عطا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ نوجوان بھی تہذیب کے بوسیدہ خیمے اور وقت کی
چادر میں مصائب کے ہجوم اور پتوں کی خونی ٹھور میں وصل وملاقات سے بھرپور
وحکایت رقم کرنے کی ہمت وجرات رکھتا ہے۔

امیر! وہ بے باکی وشجاعت میں انتہا درجہ کا اتھاہ گہرا اور بہت بے پایاں ہے۔ اس
شجاعت بھرے جذبے انوکھے، بے نظیر اور بے عدیل ہیں۔ وہ مسلم قوم کا غیر مغلوب
مفتوح جوان ہے۔ دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے جب وہ تکبیریں بلند کرتا
تو لگتا ہے جیسے وادی میں بجتی جلترنگ کی طرح سینہ کوہسار سے جھرنے پھوٹ پڑیں
مسلم قوم کے لیے اس کا خلوص اس کی جاں نثاری اپار، بے کراں، ناپید کنار اور لامحدود
ہے۔ جب اپنے دشمن کے خلاف حرکت میں آتا ہے تو ستاروں کے بادبانوں کو امید سحر بنا
اپنے سامنے آنے والی ہر قوت کو زیروزبر کر کے رکھ دیتا ہے۔

آپ یوں جانیں کہ وہ نوجوان میرے طاق سینہ میں لحن داؤدی بن کر لیتا ہے۔
خواہشوں اور امیدوں اور میری آرزوؤں کا وہ مہتاب ہے۔ اس کے بغیر میرا دل سلگتا
ہے۔ روح پیاسی رہتی ہے۔ اس کے بغیر میری سانسوں کا رشتہ ادھورا ہے۔ امیر اتنا میں خود
کو نہیں جانتی جتنا اس کو جانتی ہوں اتنی میں خود سے محبت نہیں کرتی جتنا میں اسے چاہتی
ہوں۔

جس کو میں چاہتی ہوں جسے میں محبت کرتی ہوں اس کی تفصیل تو میں نے آپ سے
کہہ دی۔ اب آپ بتائیں آپ کسے پسند کرتے ہیں۔ کس پر اپنی محبت کے پھول نچھاور کر
چکے ہیں۔

ارسلان نے ذرا سی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑے پیارے انداز
میں ضوباہ کے شانے پر رکھا پھر محبت میں ڈوبی آواز میں کہنے لگا۔

"ضوباہ جس لڑکی کو میں پسند کرتا ہوں وہ تم ہو۔"

ضوباہ ایسی شرمائی ایسی لجائی کہ اس کا رنگ حیا آمیز ہو گیا تھا۔ برق کے کوندے کی
اپنی جگہ سے اٹھی اور خیمے کے دروازے کی طرف بھاگی۔ اس موقع پر ارسلان نے
مخاطب کیا۔

"ضوباہ! تم خیمے سے بھاگ رہی ہو جانے سے پہلے تم نے یہ تو بتایا نہیں کہ وہ کون

ہے جسے تم پسند کرتی ہو۔"

دروازے پر لمحہ بھر کے لیے ضوباہ مڑی اور ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! جسے میں نے چاہا جو میرے دل میں بستا ہے جو میرے خوابوں کو آراستہ کرتا ہے جس میں اپنی محبت کے پھول نچھاور کر چکی ہوں وہ آپ ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ پھر مڑی اور بھاگتی ہوئی خیمے سے نکل گئی تھی۔

ضوباہ تقریباً بھاگتی ہوئی ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئی وہاں اخیموت، صفیناہ اور غریاد بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے بیٹھنے کا انداز بتاتا تھا جیسے وہ تینوں بڑی بے چینی سے ضوباہ کا انتظار کر رہے ہیں اور جونہی ضوباہ خیمے میں داخل ہوئی وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے ضوباہ بھاگ کر غریاد سے لپٹ گئی پھر اس کے کان میں کہنے لگی۔

"میری اچھی میری محترم بہن میں خوش قسمت ہوں امیر ارسلان نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا ہے۔ وہ مجھے پسند کر چکے ہیں مجھے چاہتے ہیں۔ مجھے اپنے دل میں بسا چکے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور میں بھی ان سے اپنی محبت کا اظہار کر چکی ہوں۔"

ضوباہ کے اس انکشاف پر غریاد کی خوشی کی انتہا نہ تھی اس کے یہ الفاظ اخیموت اور صفیناہ نے بھی سن لیے تھے۔ جب وہ غریاد سے علیحدہ ہوئی تو آگے بڑھ کر صفیناہ نے اسے لپٹا لیا اور اس کا منہ کئی بار چوما پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ضوباہ! تو انتہا درجہ کی خوش قسمت ہے کہ امیر ارسلان نے تجھ سے محبت کا اظہار کر دیا ہے۔ میری بیٹی میں تیرے متعلق بڑی فکر مند تھی اس لیے کہ پہلے میں خیال کرتی تھی امیر کے ساتھ تیری محبت یکطرفہ ہے۔ لیکن اب تو نے میرے سارے وسوسے سارے تفکرات دور کر کے رکھ دیے ہیں۔

دیکھ بچی! سلطان اور سلطان کے بڑے سالاروں کو خبر ہو چکی ہے کہ تم امیر کو پسند کرتی ہو اب امیر نے تم سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے تو سلطان کو اور اس کے سالاروں کو یہ بھی خبر ہو جائے گی کہ امیر تمہیں پسند کرتے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اب خود ہی کوئی مناسب موقع جان کر تمہیں اور امیر ارسلان کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیں گے اس سلسلے میں ہم میں سے کسی کو کوئی تگ و دو نہیں کرنی پڑے گی۔

بیٹی! تم نے یہ خوشخبری تو ہمیں سنا دی ہے لیکن تو نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ سلطان نے امیر کو کیوں طلب کیا تھا۔

تاسف کے انداز میں ضوباہ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا کہنے لگی۔

"اماں! مجھ سے غلطی ہوئی اس موضوع پر میں ان سے بات ہی نہیں کر سکی۔ جب انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں تو میں ان کے خیمے سے بھاگ کر یہاں آ گئی۔ اماں کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم تینوں امیر کے خیمے میں جائیں اور ان سے گفتگو کریں کہ انہیں سلطان نے کیوں طلب کیا ہے۔"

صفیناہ سے پہلے ہی اخیموت بول پڑا۔

"بیٹی! تمہارا کہنا درست ہے۔ آؤ امیر کے خیمے میں چلتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی چاروں اپنے خیمے سے نکل گئے تھے۔

ارسلان کے خیمے میں داخل ہوئے وہ ابھی تک اسی نشست پر بیٹھا تھا جہاں ضوباہ اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ جب وہ چاروں خیمے میں داخل ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر ارسلان نے ان کا استقبال کیا۔ پھر چاروں ارسلان کے دائیں بائیں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز اخیموت نے کیا۔

"ارسلان بیٹے سب سے پہلے میں تمہیں اور ضوباہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کر چکے ہو۔ بیٹے برا مت ماننا ہم ضوباہ کو یہاں اکیلا اس لیے چھوڑ کر گئے تھے کہ تم دونوں کو تنہائی میں ایک دوسرے پر اپنے جذبات کے اظہار کا موقع مل جائے۔ ہم یہ تو پہلے ہی جانتے تھے کہ ضوباہ تم سے محبت کرتی ہے۔ اور یہ جان کر ہماری خوشی کی انتہا نہیں کہ بیٹے تم بھی ضوباہ سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکے ہو۔"

میرے خیال میں یہ ایسا لمحہ ہوتا ہے جہاں دو محبت کرنے والوں کو کسی اور موضوع کے متعلق سوچنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ آپ نے ضوباہ کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کو سلطان نے کیوں طلب کیا تھا۔ بس یہی جاننے کے لیے ہم چاروں آپ کے پاس آ گئے ہیں۔

ارسلان مسکرایا پھر سلطان کے خیمے میں جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل سنا دی۔ اس کے بعد اخیموت اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"بیٹے اگر یہ بات ہے تو پھر تم آرام کرو ہم بھی اپنے خیمے میں جا کر ستاتے ہیں

اس لیے کہ کل صبح ہی صبح لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔'' اس کے ساتھ ہی اخیموت، بنو غریاد اور ضوباہ اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلے گئے تھے۔ دوسرے دن لشکر نے وہاں کوچ کیا تھا۔ اس کا رخ اب حران کی طرف تھا۔

سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس رفتار سے سفر کیا کہ شام کے وقت لشکر پہنچا، سلطان نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ حلب پر قبضہ کر والے تاج الدولہ اور نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے ارتق کے نقیبوں کو یہی تاثر دیا گیا تو سلطان حلب کا رخ کرنے کی بجائے واپس نیشاپور جا رہا ہے۔ سلطان کی اس کار سے ان کے نقیب اور مخبر مطمئن ہو گئے تھے۔

لیکن رات کا کچھ حصہ جانے کے بعد سلطان اپنے لشکر کو حرکت میں لایا۔ اور اور بدران دونوں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ارتق سے نمٹنے کے لیے کوچ کر رہے جب کہ باقی لشکر کو لے کر سلطان حلب کا رخ کر رہا تھا۔ جس قدر عورتیں، بوڑھے بچے میں تھے وہ سب اس حصے میں شامل تھے جسے لے کر سلطان نے حلب کی طرف کوچ تھا۔

====☆☆☆☆====

رات گہری ہوتی جا رہی تھی چاروں طرف پھیلی کہر میں ستارے جگنوؤں کی طرح ھائی دے رہے تھے اور ان کی ادھوری روشنی کی کرنیں تیرگی بھری زمین کی گود کو روشن رنے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا گہری کہر میں سانسوں کا طلم آ بنائے ظلمت اور نہائی کے عذاب میں ڈوب گیا ہو جب کہ زیست کی تڑپ وطرب اجل کے سیاہ خانوں ں کھو کے رہ گئی ہو۔

ارتق جس نے اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے نواح میں قیام کر رکھا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حلب پر قبضہ کرنے والے تاج الدولہ پر کوئی حملہ آور ہو تو شہر سے باہر ہی وہ اس کی راہ روک کر کھڑا ہو۔

اور پھر ارتق اور تاج الدولہ کے لیے ان کے مخبروں کی یہ خبریں حوصلہ افزا تھیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنے پورے لشکر کے ساتھ حران کی طرف جا چکا ہے اور وہاں سے وہ ہمدان اور استر آباد سے ہوتا ہوا نیشاپور کا رخ کرے گا۔ ان حالات میں حلب اور اس کے نواح میں تاج الدولہ اور ارتق اپنے لیے کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے تھے۔

لیکن مقدر کے کارکنان قضا وقدر دبے پاؤں بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ارتق جانتا تھا کہ آس پاس کوئی لشکر نہیں جس سے اسے خطرہ ہو لہٰذا اس نے اپنے لشکریوں کو مکمل طور پر آرام کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔

☆☆☆

آدھی رات کے بعد ایک طلسم ایک انقلاب برپا ہوا اچانک ارسلان اپنے لشکر ساتھ نمودار ہوا اور وہ ارتق کے لشکر پر راستوں میں گرد بھر کر ہر شے کے من کے بوجھ دینے والے قضائے فطرت کے عزم اپنی اضطراری کیفیت سے ستاروں تک کو راکھ احساسات کو بے بصیرت کر دینے والے دکھ کے سرگرداں کہرام اور زوال پذیری طاری دینے والی مستی میں جھاگ اڑاتی تند جولاں گرم رو رود بار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ارتق اور اس کے لشکری ایسے کسی حملے کی امید تک نہ رکھتے تھے وہ مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ اپنے ہتھیار کھول کر گہری نیند سو رہے تھے۔ جس کے باعث ارسلان اور بدران کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ارتق کے پڑاؤ کے اندر جان وتن کو سلگاتے بختی کے سائے رقص کرنے لگے تھے۔ سوچوں کے پتے گراتی آندھیوں کی طرح بو یادیں تنکتائے خیالات میں زہریلے سانسوں کی طرح سرسرانے لگی تھیں۔ قضا کی آ میں جنگ سے بھاگنے کی یاد کچھ اس طرح دلانے لگی تھی جیسے بدبختی کی شام غریباں م وطن کی یاد آتی ہے۔

ارسلان، بدران اور ان کے لشکر بڑی تیزی سے ارتق کے لشکر پر اسی طرح چھا لگے تھے جیسے کسی ساحر آفاق کسی سیاح جہاں گرد نے سحری عصا مار ر چاروں طرف گرسنگی، آتش ہجراں اور اشک یتیماں سی کیفیت طاری کر دی ہو۔ اور اس پر مستزاد ارتق کے لشکریوں پر جان لیوا حملہ آور ہوتے ہوئے ارسلان کے لشکری ان پر انکشاف رہے تھے ان پر شب خون مارنے والا امیر ارسلان اور بدران ہیں۔ ارسلان کا نام ارتق اور اس کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنے لگی تھی۔ ارسلان کا نام سن کر ایک پل دکھ کے ماہ وسال سے زیادہ طویل دکھائی دینے لگا تھا۔ اور ہر لحہ انہیں ابتلائے وجان میں مبتلا کرتا جا رہا تھا۔ ارسلان کا نام ان کے لیے ایسے ہی تھا جیسے طاق شکستہ ہو کی زد میں آ گئی ہو۔ جیسے گزری ساعتیں کوتاہیوں کے بگولوں کی طرح اٹھ کھڑی ارسلان کا نام ارتق کے لشکر میں چاروں طرف پھیل گیا تھا اور اس نام کی وجہ سے ارتق لشکر میں چاروں طرف ایک بدنظمی، افراتفری اور بھگدڑ کا سا سماں پیدا ہو گیا تھا۔

ارسلان اور بدران نے بڑی تیزی سے ارتق کے لشکر پر بدحالی طاری کرنی شر کر دی تھی۔ ارتق نے جب دیکھا کہ ارسلان اور بدران بڑی تیزی سے گھیرے ا

ں کی طرح ان پر چھا رہے ہیں تب اس نے اپنے لشکر کو پسپائی کا حکم دیا اور ہزیمت یم کرتا ہوا رات کی گہری تاریکی میں وہ شکست اٹھا کر بیت المقدس کی طرف بھاگ گیا ارسلان اور بدران نے اس کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

دوسری جانب حلب شہر کے اندر تاج الدولہ اور سالم بن ملک کے درمیان کشمکش ہوئی تھی سالم پر دباؤ ڈالتے ہوئے بار بار اسے قلعہ حوالے کرنے پر اصرار کرتا تھا۔ لیکن ہر بار سالم بن ملک کا یہی جواب ہوتا کہ وہ حلب کا قلعہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے علاوہ کسی اور کے حوالے نہیں کرے گا۔

دن گزرتے گئے۔ سالم بن ملک کو امید تھی کہ اس کے قاصدوں نے چونکہ پیغام سلطان ملک شاہ سلجوقی تک پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا ملک شاہ سلجوقی اس کی مدد کے لیے ضرور آئے گا اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ حلب شہر میں یہ افواہیں پھیلنے لگیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی بڑی برق رفتاری سے اپنے لشکر کے ساتھ حلب کا رخ کر رہا ہے۔ جب کہ ارسلان اور بدران نے ارتق پر حملہ آور ہو کر اسے بدترین شکست دی ہے اور وہ بیت المقدس کی جانب بھاگ گیا ہے۔

یہ صورتحال تاج الدولہ کے لیے بڑی حوصلہ شکن تھی لہٰذا اپنے لشکر کو سمیٹا اور حلب پر اپنا قبضہ ختم کر کے وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ راستے میں اس نے کہیں قیام نہ کیا۔ سیدھا دمشق چلا گیا جو اس کی دار السلطنت کا دار الحکومت تھا۔

دوسری جانب بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا سلطان جب حلب کے نزدیک پہنچا تو ارسلان اور بدران بھی ارتق کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ کر سلطان سے آن ملے تھے۔

سلطان جب حلب کے پاس آیا تو حلب کے شہریوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور بڑے پرجوش انداز میں انہوں نے سلطان اور اس کے لشکر کا استقبال کیا۔ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ حلب شہر میں داخل ہوا۔ سالم بن ملک جو حلب کے قلعے پر قابض ہو چکا تھا اس نے بھی قلعے کا دروازہ کھول دیا اور قلعے کی چابیاں اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حوالے کر دی تھیں۔ یوں حلب پر سلطان کا تسلط ہو گیا تھا۔ دو دن تک

سلطان لگاتار اپنے طور پر شہر کا نظم و نسق درست کرنے میں مصروف رہا۔

تیسرے دن سلطان نے اپنے سارے سالاروں، مشیروں اور دیگر عمائدین سو جو اس وقت لشکر میں شامل تھے سب کا اجلاس طلب کیا۔ جب سب سلطان کے آئے تو سلطان نے ایک بھرپور نگاہ ان پر ڈالی پھر ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! میں نے حلب فتح کرنے کے بعد کچھ فیصلے کیے ہیں۔ ان فیصلوں سے میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔''

تم لوگ جانتے ہو میری بیٹی ترکان خاتون کا نکاح خلیفہ بغداد مقتدی سے ہو چکا میں بیٹی کی رخصتی چاہتا ہوں۔ اس موقع پر میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ یہاں سے کر میں سیدھا بغداد کا رخ کروں گا جب کہ نظام الملک طوسی اور برسق دونوں واپس جا گے اور جس قدر شاندار انداز یہ اپنا سکیں اس کے مطابق میری بیٹی کی رخصتی کا اہتمام یہ اسے بغداد لے کر آئیں گے۔

اپنی بیٹی کی رخصتی کے بعد میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ میں حج بیت اللہ کے لیے کا رخ کروں گا۔

اس دوران میں یہ بھی پسند کروں گا کہ امر موسیٰ پر ضرب لگائی جائے۔ اسے کھلا چھوڑ دینا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یاد رکھنا وہ ہمارے لیے نقصان ثابت ہوگا۔ لہٰذا میری غیر موجودگی میں امر موسیٰ پر بھی حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا گا۔ امر موسیٰ کے خلاف کون حرکت میں آئے گا۔ اس کا فیصلہ تو ہم بعد میں کریں گے میں اپنے دو سالاروں میں سے ایک کو حلب کا والی مقرر کرنا چاہتا ہوں وہ اس لیے اور کو حلب کا والی بنا کر میں یہاں اپنے لیے اپنے خلاف سازشوں اور اپنے لیے دشوا کے در نہیں کھولنا چاہتا۔ میرے سامنے صرف دو سالار ہیں قیم الدولہ اور ارسلان او چاہتا ہوں ان دو میں سے کسی ایک کو حلب کا والی مقرر کروں۔

جونہی سلطان خاموش ہوا ارسلان ایک دم سے بول پڑا۔

''سلطان محترم آپ برا نہ مانیے گا میں اس تقرری سے دستبردار ہوتا ہوں جانتے ہیں میں شہروں کے نظم و نسق کا بالکل کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ میں تو میدان جنگ حصہ لینے والا ایک لشکری ہوں اور میری آپ سے التجا ہے کہ آپ مجھ سے یہی کا

رہتا۔ یہ میرے لیے سب سے بڑی سعادت ہے جہاں تک حلب کے والی ہونے کا تعلق ہے تو میرا عزیز اور محترم بھائی قیم الدولہ اس قابل ہے کہ اسے حلب کا والی مقرر کیا جائے۔ اس سے بہتر حلب کا کوئی والی ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں تک سلطان محترم میرا اور بدران کا تعلق ہے تو ہم دونوں امر موسیٰ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔''

تھوڑی دیر خاموش رہ کر سلطان سوچتا رہا پھر قیم الدولہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''قیم الدولہ اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو۔''

قیم الدولہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے پھر ارسلان بول پڑا کہنے لگا۔

''سلطان محترم آج تک میں نے کبھی آپ کو کوئی غلط مشورہ دیا ہے۔ سلطان محترم میں اس وقت سے آپ کے لشکر میں شامل ہوں جب بچپن اور جوانی ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ سلطان محترم آج تک میں نے اگر کوئی آپ کا کہنا ٹالا ہو تو کہیے۔ لشکر کے اندر اگر کسی بھی موقع پر میری کارگزاری آپ کے معیار کے مطابق نہ رہی ہو تب بھی آپ بتائیں............''

ارسلان کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ بڑی عقیدت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان ملک شاہ سلجوقی بول اٹھا تھا۔

''ارسلان میرے بیٹے تمہیں اپنے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تم ایک ایسے سالار ہو جو خواہشوں کی آوارگی میں بھی تعمیر کا جذبہ لے کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ جو دشمن کے لشکریوں کے سیاہ دل کے سامنے تیر کی چمکدار انی بن کر جم سکتا ہے۔ تباہی کے خوفناک دہانوں پر کسی زیرک و فرزانہ کی طرح بے باکی سے کھڑا ہو سکتا ہے۔ ارسلان! تم میرے سالاروں میں سے ایک ایسے سالار ہو جو شعلوں کی لپک بن کر خوابوں کو حقیقت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو اپنے حملوں سے دشمن کے آغاز و انجام دونوں کو تحیر میں ڈال سکتے ہیں۔''

میں ملک شاہ سلجوقی موت کے رقص اور بے کراں مناظر میں بھی تم جیسے سالاروں سے فتح کی امید کر سکتا ہوں میں جانتا ہوں تو دشمن کے بڑے بڑے سالاروں کو لوہے کی لگام چڑھانے کا ہنر جانتا ہے۔ خیر و شر میں تفاوت کرنے کا بھی حوصلہ رکھتا ہے۔ ارسلان! رب لم یزل اور خدائے مہربان کی قسم اس کارگہ ہستی میں تو میرا ایسا سالار ہے جو دشمن پر

اپنے حملوں کے باعث صور اسرافیل جیسی دہشت طاری کر سکتا ہے۔ جو کسی کیمیاگر کی طرح اپنے لشکریوں کی آزادی ان کے امن وخوشحالی کی حفاظت کر سکتا ہے۔

ارسلان بیٹے میں تیری خواہش کو رد نہیں کروں گا اگر تیرا یہی ارادہ ہے کہ قیم الدولہ کو حلب کا والی بنایا جائے تو میں اسے منظور کرتا ہوں ویسے قیم الدولہ کے یہاں رہنے کا مجھے دکھ بڑا ہوگا اس لیے کہ قیم الدولہ اور تم دونوں کی میں لشکر میں ضرورت محسوس کرتا ہوں لیکن حلب کو بھی میں بڑی اہمیت دینا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر میں کسی دوسرے کو حلب کا والی بناتا ہوں تو آنے والے دور میں وہی بار بار ہمارے خلاف بغاوتیں کھڑی کر سکتا ہے۔ لہٰذا آج سے حلب کا والی قیم الدولہ ہے۔

قیم الدولہ حلب کے والی کی حیثیت سے یہاں نئے لشکری بھرتی کرنا ان کی تربیت کا بہترین کام سرانجام دینا تاکہ حلب اور اس کے گرد ونواح کو مسلمان دشمن قوتوں سے بچا کے رکھا جائے۔ قیم الدولہ، ارسلان اور بدران بھی فی الحال اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تمہارے پاس قیام کریں گے اور یہاں قیام کے دوران یہ امر موسیٰ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ جب ایسا یہ کر گزریں گے تو انہیں اجازت ہوگی کہ نیشاپور کا رخ کریں۔

ارسلان اور بدران کے تحت جو لشکر کام کرتا ہے اس لشکر میں جو عورتیں اور دوسرے گھر کے افراد شامل ہیں وہ ارسلان اور بدران کے ساتھ ہی رہیں گے اخیموت، صفیہ، غریاد اور ضوباہ بھی ارسلان ہی کے لشکر میں قیام کریں گے۔ تم لوگ اٹھو اب جا کر آرام کرو۔ جو معاملہ ہم نے طے کیا اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی سارے سالار سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

☆☆☆

عراق میں داعی کبیر عبدالملک بن عطاش ایک بار پھر رات کی گہری تاریکی میں اصفہان شہر کی اس عمارت میں داخل ہوا جس میں حسن بن صباح کی رہائش تھی۔ حسن بن صباح اس وقت اپنے چند انتہائی قریبی ارادتمندوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ عبدالملک بن عطاش کی آمد پر اس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گلے لگایا اور اس کے بعد اس کے جو ارادتمند سامنے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی عبدالملک بن عطاش کو

بڑی تعظیم وتکریم دی پھر ابن عطاش کو اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے حسن بن صباح بول اٹھا۔

”ابن عطاش مجھے تمہاری آمد کی خبر دے دی گئی تھی اور جو پیغام تم نے مجھے بھیجا تھا وہ بھی مجھے مل چکا ہے۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ میں اصفہان سے نکل کر جبل قزوین کی طرف چلوں تو کیا تم سمجھتے ہو وہاں ہمارا قیام سودمند ثابت ہوگا۔“

ابن عطاش نے بڑے غور سے حسن بن صباح کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آپ کسی قسم کی فکرمندی کا شکار نہ ہوں میں سارے کاموں کی تکمیل کرنے کے بعد آپ کی طرف آیا ہوں۔ میں نے دن رات محنت کر کے کوہستان قزوین کے اندر آپ کے حامیوں، آپ کے ارادت مندوں میں کافی حد تک اضافہ کر دیا ہے۔ قلعہ الموت کی ارد گرد اور آس پاس جس قدر بستیاں ہیں یوں جانیں اب وہ سب آپ کے مریدین اور آپ کے ارادتمند ہیں۔ اگر آپ اصفہان سے نکل کر وہاں جا کر قیام کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مزید لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ میں داخل ہونے پر فخر محسوس کریں گے۔“

میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ قلعہ الموت کے آس پاس طالقان کی حسین وادیاں اپنی نظیر اپنی عدیم نہیں رکھتیں۔ اصفہان ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص وہاں رہے اس کا کسی اور سرزمین کی طرف جانے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ سبزہ سے اٹے ہوئے پہاڑ، ان وادیوں کا احاطہ کئے ہوئے وہاں چشموں کی بہتات ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ آج ہی میرے ساتھ اصفہان سے نکل کر جبل قزوین کا رخ کریں اور پھر اپنے کام کو مکمل کرنے کی ابتداء کر دیں۔

حسن بن صباح نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”میں نے جو اپنا لائحہ عمل تیار کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق میں چاہتا تھا کہ قلعہ الموت ہمارے تسلط میں رہے اسے ہم اپنا مسکن بنائیں۔ اس کے اندر اس قدر مسلح جوان جمع کریں کہ اگر کوئی حاکم ہم پر حملہ آور ہو تو قلعہ سے نکل کر وادیوں اور کوہستانوں میں ہم شکست وہزیمت کو اس کا مقدر بنا کے رکھ دیں۔ اور یہ خواہش اس وقت ہی تکمیل کو پہنچ سکتی ہے جب قلعہ الموت ہمارے قبضے میں ہو یہ تو کہو کہ قلعہ کا حاکم حسن علوی کیسا شخص ہے۔

ہمارے متعلق اس کے کیا خیالات ہیں۔ اور کیا تم نے اس کو اپنے حلقہ میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔''

ابن عطاش نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''میں اس کے پاس کئی دفعہ جا چکا ہوں آپ کا بھی ذکر کیا وہ آپ سے اور آپ کی تحریک سے متاثر ضرور ہے لیکن ابھی تک وہ باضابطہ طور پر ہمارے حلقہ میں داخل نہیں ہوا۔''

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ اصفہان سے نکل کر کوہستان قزوین پر قیام کریں اردگرد کے لوگوں کو اپنی تحریک کی طرف مائل کریں۔ اس سلسلہ میں قلعہ الموت کے حاکم حسن علوی سے بھی گاہے بگاہے ملاقات کریں تو حسن علوی ہر صورت میں ہمارے حلقہ میں داخل ہو جائے گا۔ ایک بار وہ ہمارے حلقہ میں آ گیا تو یاد رکھنا قلعہ الموت پر قبضہ کرنا ہمارے لیے آسان اور سہل ہو کے رہ جائے گا۔

حسن بن صباح نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ابن عطاش میں نے سنا ہے کہ یہودی تنظیم کا سربراہ امر موسیٰ بھی کوہستان قزوین ہی میں اپنا مسکن رکھتا ہے۔ کیا وہ ہماری تحریک میں مزاحم تو نہ ہوگا کوہستان قزوین میں کہیں ہمیں اپنا حریف تو نہ سمجھ بیٹھے گا۔''

ابن عطاش کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''امر موسیٰ کے متعلق آپ فکر مند نہ ہوں اس کا ہمارے علاقوں سے کوئی رابطہ نہیں وہ انتہائی شمال کی طرف ہے۔ اور اس میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہماری تحریک ابھی تک زیر زمین کام کر رہی ہے۔ کسی مسلمان حکمران کی نگاہ میں نہیں ہے۔ جب کہ امر موسیٰ انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس سے تعلقات کی بناء پر مسلمان حکمرانوں کی نگاہ میں ہے۔ اور میرا اندازہ ہے کہ عنقریب ملک شاہ سلجوقی خود یا اس کا کوئی سالار امر موسیٰ کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ اگر ایسا ہوا تو میرا اندازہ ہے سلطان ملک شاہ سلجوقی امر موسیٰ کا قصہ پاک کر دے گا۔''

حسن بن صباح کی پیشانی پر خدشات اور فکر مندی کی لکیریں نمودار ہوئیں کہنے لگا۔

''امر موسیٰ ہی کی طرح اگر ملک شاہ سلجوقی نے ہمارا بھی قصہ پاک کر

ہم ''

ابن عطاش پھر مسکرایا کہنے لگا۔

''میں نے آپ سے عرض کیا ہمارا معاملہ اور ہے۔ ہماری تحریک ابھی تک زیر زمین چل رہی ہے۔ زیر زمین ہونے کے باوجود ہماری طاقت اور قوت امر موسیٰ سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم اپنے آپ کو عیاں اس وقت کریں گے جب قلعہ الموت پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا اور قلعہ کے اندر ایک بہت بڑا لشکر ہوگا جس کی مدد سے ہم نہ صرف قلعہ الموت بلکہ اردگرد کی وادیوں اور کوہستانوں کی حفاظت بھی کر سکیں گے۔ جس روز ایسا ہو گیا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کوئی بھی قوت ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔''

حسن بن صباح نے پھر کچھ سوچا دوبارہ ابن عطاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''حمص کے حکمران ابن ملاعب کی کارگزاری کیسی ہے۔ وہ بھی تو ہمارے کبیر داعیوں میں سے ایک ہے۔''

ابن عطاش پھر مکروہ ہنسی ہنسا اور کہنے لگا۔

''ابن ملاعب میرے ساتھ مکمل تعاون کر رہا ہے۔ مالی لحاظ سے بھی اور دیگر ضروریات بھی وہ پوری کرتا ہے۔ حمص کے اندر اس نے باطنی حکومت کو خوب مستحکم کر رکھا ہے۔ حمص کا والی ابن ملاعب بھی ہمارے لیے ایک مضبوط پشت بان اور مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر میں آپ سے کچھ اور اچھی خبریں بھی کہنا چاہتا ہوں۔''

پہلی یہ کہ طرابلس کا حکمران بھی ہماری طرف مائل ہے اور ہماری تحریک کو پروان چڑھانے کے لیے وہ بھی ہماری مدد کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ یمن میں صلاحین کے نام سے ایک تحریک چل رہی ہے یہ بھی ہماری بڑی تحریک کا ایک حصہ ہے اور اسی تحریک کے حامی اس وقت یمن کے حاکم ہیں وہ بھی خوب ہماری طرف مائل ہیں اور پھر یمن کے ان صلاحین کی کارکردگی بہت اچھی ہے۔ مکہ کا والی ابو ہاشم محمد گو ہماری طرف مائل نہیں ہے کٹر قسم کا اسلام کا پیروکار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ ایک حریص آدمی ہے۔ اس کے حریص ہونے سے ہی یمن کے صلاحین فائدے اٹھاتے ہیں اور اس ابو ہاشم کو کچھ لے دے کے یمن کے صلاحین نے اسے اپنا دشمن نہیں بننے دیا اور یمن کے اندر وہ اپنی تحریک کو پروان چڑھانے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ اس طرح طرابلس اور یمن کے اندر ہماری تحریک

بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ اگر ہم کوہستان قزوین میں بھی اپنا ایک مرکزی
کر ان ساری تحریکوں کو اپنے ساتھ ملا کر چلتے ہیں تو یاد رکھئے گا عالم اسلام پر ہماری
سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔

حسن بن صباح عبدالملک بن عطاش کی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ اس
یہ فیصلہ کیا گیا کہ حسن بن صباح اپنے فدائین کے ساتھ جو اس وقت اصفہان میں
تھے راتوں رات قزوین کی طرف کوچ کرے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد رات کے پچھلے
میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن بن صباح اصفہان شہر سے نکلا اور کوہستان قزوین کا
کر رہا تھا۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی جب بغداد میں داخل ہوا تو بغداد کے خلیفہ مقتدی اور اس
کے اعیان سلطنت نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ خلیفہ نے سلطان کو کئی اعلیٰ نسل کے
گھوڑے پیش کئے۔ خلیفہ نے سلطان کو ایک انتہائی قیمتی خلعت، عمدہ تلواریں پیش کیں۔
بغداد میں قیام کے دوران سلطان ملک شاہ سلجوقی نے چوگان کھیل کر اپنے بہترین گھڑ سوار
اور شاہسوار ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی جس کا نکاح بغداد کے
خلیفہ مقتدی سے ہو چکا تھا۔ اسے بغداد لایا گیا۔ جو قافلہ ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی ترکان
خاتون کو بغداد لے کر آیا اس کی سربراہی نظام الملک طوسی اور سالار برسق کر رہے تھے۔

یہ قافلہ جب بغداد میں داخل ہوا تو بغداد کے لوگ دنگ رہ گئے۔ اونٹوں اور خچروں
پر مشتمل یہ قافلہ تھا جن پر ریشمی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ان جھولوں کے اندر بھی سونے
چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ شادی کے موقع پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف
سے اپنی بیٹی کو جو سامان دیا گیا وہ ایک سو تیس اونٹوں اور چوہتر (74) کے لگ بھگ خچروں
پر مشتمل تھا۔ جو سامان اونٹوں پر لدا ہوا تھا وہ سونے چاندی کا تھا۔ اور خچروں والا سامان بھی
بڑا قیمتی تھا۔

اس سامان کے علاوہ کچھ خچریں قیمتی زیورات اور جواہرات سے بھرے صندوقوں
سے لدی ہوئی تھیں۔ قافلے کے آگے عمدہ گھوڑوں پر سوار کچھ سوار تھے جو قافلے کی راہ
ہموار کر رہے تھے۔ جن کے پیچھے ترکان خاتون کا محفہ تھا۔ اس کے پیچھے لگ بھگ تین سو
خاتونوں کی پالکیاں تھیں۔ خواجہ سراؤں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔

اس جلوس کی آمد پر اس کے استقبال کے لیے بغداد شہر میں سینکڑوں شمعیں مشعلیں روشن کی گئیں۔ دو سو کے لگ بھگ ترک مسلح لڑکیاں گھوڑوں پر سوار استقبال میں حصہ لے رہی تھیں۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی کی رخصتی کے بعد جو خلیفہ بغداد کی طرف سے ولیمہ کا اہتمام کیا گیا اس کی شان و شوکت اور اس کے اخراجات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس ولیمے کے لیے صرف چالیس ہزار من شکر استعمال ہوئی تھی۔

اپنی بیٹی کی رخصتی کے بعد جیسا کہ سلطان نے پہلے ہی عزم کر رکھا تھا۔ حج کے لیے روانہ ہوا۔ کوفہ، وادی الفریب سے گزرنے کے بعد مکہ کی طرف جاتے ہوئے سلطان ملک شاہ سلجوقی جب واکسہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کیا وہاں کے کچھ لوگوں نے سلطان سے شکایت کی کہ یہاں پانی نہیں ملتا۔ پانی کی بڑی تنگی ہے۔ اور یہاں کے لوگوں میں اتنی طاقت ہمت اور مالی استطاعت نہیں ہے کہ وہ کنواں کھودنے کے اخراجات برداشت کریں۔

یہ شکایت سن کر سلطان ملک شاہ سلجوقی فوراً حرکت میں آیا۔ اس نے حکم دیا اخراجات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے اور یہاں ایک کنواں کھودا جائے اور یہ سارا کام سلطان نے اپنے غلام کودن کے ذمے لگایا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ وہاں سلطان کے حکم پر پندرہ گز مربع میں ایک بہت بڑا کنواں کھودا گیا تھا جس کی گہرائی لگ بھگ بارہ سوفٹ کے مساوی تھی۔ اس کنوئیں کی نگرانی سلطان نے اپنے غلام کودن کے ذمے کی تھی لہٰذا اس کنوئیں کا نام ہی ''چاہ کودن'' رکھا گیا تھا۔

کودن نام کے اس کنوئیں کے علاوہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگوں کی آسانی کے لیے جا بجا کنوئیں، تالاب اور پانی کے حوض بنائے۔ وہ کنوئیں جو غیر مستعمل ہو چکے تھے اور وہ حوض جو بربادی کی طرف مائل تھے مرمت کرائی اور ان کے آس پاس اس نے حج کے لیے جانے والے لوگوں کے لیے سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔

حج کے لیے جب سلطان مکہ شہر میں داخل ہوا تو سلطان کو خبر ہوئی کہ حج کے لیے آنے والوں پر امیر مکہ نے سات دینار کے لگ بھگ ٹیکس لگا رکھا ہے۔ سلطان کو

بے حد دکھ ہوا اس نے یہ ٹیکس معاف کر دیا اور امیر مکہ کو اس قدر جاگیر دے دی کہ جس سے وہ بڑی آسانی کے ساتھ اپنے اخراجات پورے کر سکے۔

حج کے دوران سلطان ملک شاہ سلجوقی نے رفاع عامہ کے اور بہت سے کام بھی کئے مکہ کے علاوہ مدینہ اور دیگر بستیوں میں بھی اس نے پانی کے ذخیرے کا خاطر خواہ اہتمام کیا۔ رفاع عامہ کے کاموں پر دل کھول کر اس نے خرچ کیا اور جو لوگ وہاں مستحقین تھے انہیں بھی مال و دولت سے خوب نوازا اس طرح حج کرنے کے بعد سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔

☆☆☆

ارسلان اور بدران نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ابھی تک حلب شہر میں خیموں کے اندر ہی قیام کر رکھا تھا۔ قیم الدولہ کو حلب کا امیر بنایا جا چکا تھا اور اس کا قیام قلعہ کے اندر تھا قیم الدولہ نے کئی بار ارسلان اور بدران سے کہا کہ وہ خیموں کی رہائش سے نکل کر قلعہ کے اندر منتقل ہو جائیں۔ لیکن ارسلان اور بدران نے خیمے کے اندر رہنے کو ترجیح دی تھی۔

ایک روز ضوباہ، غریاد، صفیناہ اور اخیموت چاروں اپنے خیمے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر ارسلان نمودار ہوا اور اسے دیکھتے ہی چاروں اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ ارسلان جب خیمے کے دروازے پر رک گیا تب ضوباہ نے شکایت آمیز انداز میں ارسلان کو مخاطب کیا کہنے لگی۔

''امیر آپ اندر آئیں نا۔ اجنبیوں کی طرح دروازے پر کیوں رک گئے ہیں۔ ضوباہ کے ان الفاظ پر سب مسکرا دیے تھے۔ ارسلان اندر داخل ہوا آگے بڑھ کر اخیموت کے قریب ہو بیٹھا پھر ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔''

''تھوڑی دیر پہلے میں نے قیم الدولہ اور بدران کیساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے کہ آپ چاروں نیشاپور کی طرف روانہ ہو جائیں۔ وہاں جا کے آرام سے حویلی میں قیام کریں۔''

ضوباہ کو شاید ارسلان کے یہ الفاظ گراں گزر رہے تھے فوراً بول پڑی۔

''امیر آپ ہم چاروں کو نیشاپور جانے کا مشورہ دے رہے ہیں تو کیا ہم آپ سے

پوچھ سکتے ہیں کہ آپ خود کہاں جائیں گے؟"

ارسلان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"حلب سے بغداد کی طرف روانہ ہونے سے پہلے سلطان نے میرے ذ
موسیٰ کی مہم لگائی تھی۔ میں آنے والی شب کو رات کے وقت اپنے لشکر کے ساتھ یہا
کوچ کروں گا۔ دن کے وقت کہیں گھات لگاتا رہوں گا صرف رات کے وقت سفر کر
اور کوہستان قزوین میں داخل ہوں گا جس وقت سلطان یہاں سے بغداد کی طرف روا
تھا اس وقت کچھ مخبر اور نقیب کوہستان قزوین کی طرف روانہ کیئے گئے تھے۔ انہوں ن
موسیٰ کی رہائش کے محل وقوع سے واقفیت حاصل کر لی ہے۔ اس کی طرف جانے
راستے بھی خوب دیکھ لیے ہیں اب وہ واپس آ چکے ہیں انہی کی راہنمائی میں کوہستان ق
کا رخ کروں گا۔ امر موسیٰ کا خاتمہ میرے فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں اس
غفلت نہیں برتنا چاہتا۔"

میں یہ بھی پسند کروں گا کہ آپ لوگ آج ہی میری کوہستان قزوین کی طرف
سے پہلے پہلے نیشاپور کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ..........

ایک بار پھر ضوباہ نے ارسلان کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"امیر کیا آپ ہمیں زبردستی یہاں سے نیشاپور بھجوانا چاہتے ہیں۔"

ارسلان ہنس دیا۔

"نہیں ہرگز نہیں"

"اگر آپ زبردستی ہمیں نہیں بھجوانا چاہتے اور آپ خود کوہستان قزوین کی
خطرناک مہم پر روانہ ہونا چاہتے ہیں جو امر موسیٰ کے خلاف ہے پھر ہم یہیں حلب
قیام کریں گے تاکہ آپ سے متعلق ہمیں خبریں ملتی رہیں۔ امیر ہماری آپ سے
ہے کہ آپ ہمیں یہاں سے نیشاپور کی طرف کوچ کرنے پر دباؤ نہ ڈالیں۔ ہم یہیں
گے۔"

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو اس کی تائید کرتے ہوئے اخیموت بول پڑا۔

"ارسلان بیٹے جو کچھ ضوباہ کہتی ہے میرے خیال میں وہ ہمارے اپنے خیالا
خواہشات کی بھی عکاسی ہے۔ جب تک احسن طریقے سے امر موسیٰ کی مہم سے نم

ہم یہیں حلب میں ہی قیام کریں گے۔ اور جب تم اپنی اس مہم سے نمٹ کر نیشاپور کا
رخ کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہی نیشاپور جائیں گے بیٹا میں چاہتا ہوں اس فیصلے میں
تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔"

اس کے ساتھ ہی ارسلان اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"میں اب جاتا ہوں لشکر گاہ میں قیم الدولہ اور بدران بڑی بے چینی سے میرا انتظار
رہے ہوں گے میں تو چاہتا تھا کہ اس مہم پر میں اور بدران روانہ ہوں لیکن قیم الدولہ اس
اختلاف کر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے یہاں حلب میں کسی اور کو اپنا نائب مقرر کرے اور خود
اس لشکر میں سے جو اس کے پاس ہے کچھ حصہ حلب کی حفاظت کے لیے چھوڑے اور
حصے کے ساتھ وہ ہمارے ہمراہ جبل قزوین کی طرف روانہ ہو۔ اس وقت بدران اور قیم
الدولہ بڑی بے چینی سے لشکر گاہ میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں اب جاتا ہوں
خیال میں اس مہم میں قیم الدولہ ہر صورت میں ہمارے ساتھ جائے گا۔" اس کے
ہی ارسلان مڑا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ آنے والی شب کو ارسلان، قیم الدولہ اور
ان ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ حلب سے جبل قزوین کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

لشکر جب ہمدان کے شمال میں پہنچا تب ایک جگہ قیم الدولہ نے لشکر کو رک جانے کا
ارادہ ایک چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر مشتمل خاصی محفوظ جگہ تھی۔ لشکر جب رک گیا تو قیم
نے ارسلان، بدران اور دیگر چھوٹے سالاروں کو اپنے قریب بلایا پھر انہیں مخاطب
تے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے رفیقو! جبل قزوین ہمارے شمال میں شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے امر موسیٰ کو
میں زیر کر کے واپس حلب کی طرف چلے جانا ہے۔ اس سے آسانی کے ساتھ
لیے میرے پاس ایک منصوبہ ہے۔"

جس طرح ہمارے مخبر اور رہنما ہماری راہ نمائی کرتے رہے ہیں اس کے مطابق امر
مسکن کی طرف سے دو شاہراہیں جاتی ہیں۔ ایک ہمدان کی طرف سے جبل قزوین
ہوتی ہے اور دوسری طالقان کی طرف سے کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر اس کے
کی طرف جاتی ہے۔

جو شاہراہ ہمدان سے کوہستانی سلسلے میں داخل ہوتی ہے وہ امر موسیٰ کے مسکن کے

بائیں جانب رہتے ہوئے آگے گیلان کی طرف جاتی ہے اور پھر بحیرہ خزر کے کنارے
کنارے ویلم کی طرف سے ہوتی ہوئی موغان کی طرف نکل جاتی ہے۔

اس وقت جو میرے ذہن میں امر موسیٰ کو زیر کرنے کے لیے لائحہ عمل ہے وہ کچھ اس
طرح ہے۔

میرے عزیزو! لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں
کہ لشکر پہلے ہی تین حصوں میں تقسیم ہے ایک ارسلان کے پاس، دوسرا میرے اور
بدران کے پاس اب میں یہ چاہوں گا کہ وہ شاہراہ جو ہمدان سے آتی ہے اور امر موسیٰ کے
مسکن سے بائیں طرف ہوتی ہوئی گیلان سے بحرہ خزر کی طرف جاتی ہے۔ اس شاہراہ پر
ارسلان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس جگہ چلا جائے جہاں شاہراہ
گیلان اور بحرہ خزر کے کنارے ویلم کی طرف جانے کے لیے بائیں طرف مڑتی ہے۔

جہاں تک میرا اور بدران کا تعلق ہے تو بدران ہمدان والی شاہراہ سے آگے بڑھ کر
میں طالقان والی شاہراہ کا رخ کروں گا او وہاں سے امر موسیٰ کے مسکن کا رخ کر دوں گا
کرنے سے پہلے اپنے آگے آگے اپنے مخبر پھیلا دیے جائیں گے جو کوہستانی سلسلے
اور امر موسیٰ کے مسکن کے آس پاس یہ خبریں پھیلا دیں گے کہ سلطان ملک شاہ کا
ایک بہت بڑا لشکر امر موسیٰ کے مسکن پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اور انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے
کہ ہر صورت میں امر موسیٰ کو گرفتار کر کے اس کے مسکن کو گرا کر زمین بوس کر دیا جائے

میرے عزیزو! یہاں اک بات ضرور یاد رکھنا ہمارے مخبروں کے مطابق جب
بھی اپنے مسکن میں امر موسیٰ خطرہ محسوس کرتا ہے تو وہ اپنی پناہ گاہ کے شمالی دروازے سے
نکل کر بحرہ خزر کا رخ کرتا ہے اور ویلم کی طرف سے ہوتا ہوا موغان کی طرف جا کر
وہاں دشوار گزار کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پناہ لے لیتا ہے۔
بار ہم اسے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

امر موسیٰ کو جب خبر ہوگی کہ سلطان کا لشکر اس کے مسکن کو نیست و نابود کرنے کے
لیے آ رہا ہے تو میرا اندازہ ہے کہ وہ ہم سے جنگ کیے بغیر اپنے مسکن سے نکل کر
رخ کرے گا جب وہ ایسا کرے گا تو میں اور بدران بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ
دائیں بائیں رہتے ہوئے ایک طرح سے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے

پھر جب وہ بحرہ خزر کے کنارے شاہراہ پر اس جگہ پہنچے گا جہاں شاہراہ بائیں طرف ویلم کی
طرف مڑتی ہے تو ارسلان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روک کر کھڑا ہوگا۔
اتنی دیر تک پیچھے سے ہم بھی پہنچ جائیں گے پھر ایک طرف بحرہ خزر ہوگا اس سمت
امر موسیٰ اور اس کے ساتھی جا نہیں سکیں گے سامنے ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ
روک لے گا پشت پر بدران اپنے حصے کے ساتھ انہیں واپس نہیں آنے دے گا۔ بائیں
جانب کے کوہستانی سلسلے کی طرف میں ہولوں گا۔ اور اگر امر موسیٰ یا اس کے کسی ساتھی نے
اس سمت آ کر کوہستانی سلسلے کے اندر روپوش ہونے کی کوشش کی تو میں ان میں سے کسی کو
بھی بچ کر کوہستانی سلسلے میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔

یہ وہ لائحہ عمل ہے کہ اگر امر موسیٰ ہمارے لشکر کے حملہ آور ہونے کی خبر سنتے ہی اپنے
مسکن سے نکل کر شمال کی طرف بھاگے.........

اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو معمول کے مطابق ارسلان اپنے والے حصے کے ساتھ
ہمدان والی شاہراہ پر ہوتا ہوا بحرہ خزر کے قریب اپنی جگہ پر آ کر گھات لے لے گا۔ میں اور
بدران اس کے مسکن پر جنوب مشرق اور جنوب مغرب کی طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ اور
اپنے حملوں میں ہم ایسی تیزی پیدا کریں گے کہ امر موسیٰ کو بہ امر مجبوری اپنے مسکن سے نکل
کر شمال کی طرف بھاگنا ہوگا اور جب وہ ایسا کرے گا تو ہم وہی کریں گے جو اس سے پہلے
میں بیان کر چکا ہوں۔

قیم الدولہ جب خاموش ہوا تو کچھ دیر ارسلان اور بدران کا جائزہ لیتا رہا اس موقع پر
ارسلان بول پڑا۔

"قیم الدولہ میرے محترم بھائی اب تم پوچھو گے کہ جو تجویز تم نے پیش کی ہے وہ کیسی
ہے۔ بہر حال تم کو ہم سے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بھائی جو لائحہ عمل تم
نے طے کیا ہے وہ عمدہ بہترین اور قابل عمل ہے۔ اور اسی کو اپنایا جائے گا۔"

ارسلان کے اس جواب سے قیم الدولہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر لشکر نے وہاں پڑاؤ کر لیا
پھر مغرب کی نماز وہاں ادا کی گئی پورے لشکر نے کھانا بھی وہیں کھایا پھر رات کی گہری
تاریکی میں لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارسلان اس شاہراہ
پر بڑھ گیا جو ہمدان سے ویلم کی طرف جاتی تھی۔ اس کے کوچ کے بعد بدران اور قیم

الدولہ تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اور ان میں یہ طے پایا کی تاریکی میں بدران کس رفتار سے آگے بڑھے گا اور آگے بڑھنے کی رفتار قیم الدولہ کی ہو گی۔ تاکہ وہ ایک ہی وقت امر موسیٰ کے مسکن کے دائیں بائیں پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں اس طرح تینوں لشکر اپنی اپنی منزلوں کی طرف کوچ کر گئے تھے!

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نقیب اور مخبر جو کوہستان قزوین کے اندر سرگرداں تھے انہوں نے جگہ جگہ یہ خبریں پھیلا دی تھیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک بہت بڑا لشکر امر موسیٰ کے مسکن پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے۔

امر موسیٰ نے اپنے خاص آدمی بھیج کر پہلے اس خبر کی تصدیق کی اتنی دیر تک قیم الدولہ، بدران اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ اس کے مسکن کے گرد پہنچ گئے تھے۔ صورتحال دیکھتے ہوئے اس مسکن کے اندر جس قدر مسلح جوان تھے انہیں لے کر امر موسیٰ اپنے مسکن کے شمالی دروازے سے نکلا اور بحیرہ خزر کی طرف بھاگا۔ سلطان کے لشکر کا سنتے ہی اس پر بدحواسی طاری ہو گئی تھی مقابلہ کرنے کی بجائے مسکن چھوڑ کر بھاگنے ہی میں اس نے اپنی عافیت جانی۔

امر موسیٰ کا یہ اقدام عین قیم الدولہ کی تجویز کے مطابق عمل میں آ رہا تھا۔ جونہی قیم الدولہ اور بدران کو اپنے مخبروں کے ذریعے خبر ہوئی کہ امر موسیٰ اپنے مسلح جوانوں کو لے کر اپنے مسکن کے شمالی دروازے سے نکل کر بحیرہ خزر کی طرف بھاگا ہے تو بڑی برق رفتاری سے قیم الدولہ اور بدران بھی اس کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ مخبروں نے یہ بھی خبر دی تھی کہ امر موسیٰ کے مسلح ساتھیوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

اور کوہستانی سلسلے میں امر موسیٰ کی بدقسمتی رات کی گہری تاریکی میں وہ سفر کر رہا تھا وہ مطمئن تھا آگے بڑھنے کی رفتار بھی کچھ زیادہ تیز نہ تھی۔ اس لیے کہ اسے یقین تھا سلطان ملک شاہ سلجوقی کا لشکر اس کے قلعے پر حملہ آور ہوتا رہے گا اور صبح تک یا تو قلعے چڑھنے کی کوشش کرتا رہے گا یا قلعے میں داخل ہونے کے بعد سورج طلوع ہونے تک وہیں قیام کریں گے۔ اس کے بعد وہ کہیں اس کا تعاقب کریں گے۔ اتنی دیر تک وہ دیلم سے ہوتا ہوا موغان کی طرف جانے میں کامیاب ہو چکا ہوگا۔

لیکن جو لائحہ عمل قیم الدولہ، ارسلان اور بدران نے طے کیا تھا وہ بھی بڑا حیرت انگیز

لیے کہ اپنے لشکر کے ساتھ ارسلان نے بحیرہ خزر کے قریب جا ... لگائی تھی اس لیے کہ پہنچتے پہنچتے امر موسیٰ کو صبح ہو جانی تھی۔ اس لیے دن کی روشنی میں اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنا قیم الدولہ، ارسلان اور بدران کے لیے آسان ہو جانا تھا بہر حال امر موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ بحیرہ خزر کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر کر رہا تھا۔ ذرا فاصلہ رکھتے ہوئے قیم الدولہ اور بدران اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اگلے روز کا سورج جب مشرق سے طلوع ہوا تو امر موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ بحیرہ خزر کے قریب پہنچ کر شاہراہ پر بائیں جانب مڑا وہ تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور امر موسیٰ کے لشکر کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

امر موسیٰ اور اس کے مسلح جوان دنگ رہ گئے تھے کہ ان کی راہ روکنے والا لشکر کہاں سے نمودار ہو گیا۔ کیا وہ زمین کے اندر سے نمودار ہو گیا یا آسمان سے گر پڑا وہ امید تک نہیں کر سکتے تھے کہ صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی ویلم اور موغان کی طرف جانے والی شاہراہ پر کوئی لشکر اچانک نمودار ہو کر ان کی راہ روک کر کھڑا ہو گا۔

ابھی وہ اندازہ ہی لگا رہے تھے کہ راہ روکنے والے کون ہیں اس لیے کہ امر موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ ارسلان کے لشکر سے ذرا فاصلے پر تھا۔ اس لیے وہ یا اس کے ساتھی نہ جان سکے کہ ان کی راہ کس نے روکی ہے۔ پھر اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ذمے امر موسیٰ نے یہ کام لگایا کہ وہ اندازہ لگائیں کہ راہ روکنے والے کون ہیں۔

تھوڑی دیر بعد امر موسیٰ کو اس کے ساتھیوں نے اطلاع دی کہ ان کی راہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے سالاروں ارسلان نے اپنے لشکر کے ساتھ روکی ہے۔ ارسلان کا نام سنتے ہی امر موسیٰ اور اس کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے لحہ بھر کے لیے زمین کھسک کے رہ گئی وہ جان گئے تھے کہ موغان کی راہ روک لی گئی ہے۔

ابھی وہ ارسلان سے نمٹنے کے لیے لائحہ عمل طے نہ کر پائے تھے ... لی جانب سے قیم الدولہ اور بدران بھی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے۔ بدران پشت ... رہا جب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قیم الدولہ بائیں جانب کے کوہستانی سلسلے میں پھیل گیا تھا موسیٰ کو یہ بھی اطلاع کر دی گئی تھی کہ جہاں سامنے سے سلطان کے سالار ارسلان راہ روکے ہے وہاں پشت کی جانب سے سلطان کے دوسرے سالار قیم الدولہ اور بدران۔

نمودار ہو کر ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کر لیا ہے۔

اب امر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کے لیے صورتحال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ موت کی صورت میں اپنے لشکر کے ساتھ ارسلان تھا۔ بائیں جانب قیم الدولہ کی صورت میں قضا رقص کر رہی تھی۔ اور پیچھے بدران ان کے لیے مرگ کا ساماں باندھے کھڑا تھا جب کہ ان کے دائیں جانب بحیرہ خزر موت کی آغوش وا کیے ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ یوں موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کے چاروں طرف ایک طرح سے قضا نے اپنے رنگ بکھیر دیے تھے۔

پھر سب سے پہلے ارسلان نے اپنے کام کی ابتدا کی اس نے اپنے لشکریوں کے ساتھ نغمہ ریز گونجوں سکون آفرین اور فرحت انگیز صداؤں میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ امر موسیٰ اور اس کے لشکریوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے ہوس کے شیاطین پر خونخوار قرنوں کا کالا سماں وار ہو جیسے اندھیرے گھٹن اور حبس میں اخلاق اور آشتی کا علمبردار صداقتوں کی آہنگ بن کر داخل ہوتا ہے۔ جیسے افلاس کے راستوں پر تربتوں سے اجل خواب چار سو اندھے ستم کی تعبیریں کھڑی کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

ارسلان کا یہ حملہ ایسا زوردار ایسا پر جوش ایسا پر قوت تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے امر موسیٰ کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ امر موسیٰ اپنے لشکر کے وسطی حصے میں کھڑا اپنے ساتھیوں اپنے فدائیوں کو للکار للکار کر انہیں جوش دلاتے ہوئے اپنا دفاع کرنے کے لیے اکسا رہا تھا۔

ارسلان کے بعد قیم الدولہ نے اسی کے انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کی۔ اور وہ یوں حملہ آور ہوا جیسے سسکتی ویرانیوں میں مسلسل خوف کو نفس کا حصہ بنانے والے تباہی کے اضطراب اور وقت کی یلغار میں زیست کو سپنوں میں تبدیل کرنے والے بے اتھاہ عذاب و کرب نے اپنے کام کی ابتداء کی ہو۔

ارسلان اور قیم الدولہ کے بعد بدران اپنے لشکریوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مورخ کی زبان کے پاسبان، نقاد کے قلم کے محافظ وقت کا رزمیہ، زمین کی بے ثباتی کا قصہ اور تاریک بے معنویت حزن و ملال کی شدت درد و الم بن کر اپنے سامنے شکست وریخت کے کھیل کھڑے کرنے لگے تھے۔

امر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کے لیے یہ بڑا ہولناک اور بدترین وقت تھا امر موسیٰ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا حلف اٹھا رکھا تھا۔ بحیرہ خزر کے کنارے اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں سمیت انتہا درجہ کا لاچار اور بے بس تصور کر رہا تھا۔ چاروں طرف سے ان کے ساتھیوں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔

انسانی رشتے فاصلوں میں ڈوبنے لگے تھے۔ بڑے بڑے جوان بہادر و مہیب لشکری موت کی آغوش میں بے سدھ ہونے لگے تھے۔ باکمال نطق قائل اور راحت جان رکھنے والے رمز شناس تیغ زن فضا کی کاوشوں کے سامنے خوف کے اظہار کے لیے الفاظ کی محرومی کا شکار ہو گئے تھے۔ چار سو روح و جسم کے رشتے شکستہ و منہدم دیواروں کی طرح گرنے لگے تھے۔

امر موسیٰ نے جب دیکھا کہ اس کے چاروں طرف بڑی تیزی سے اس کے ساتھیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے تو وہ ایک طرح سے پریشانی اور فکرمندی کا شکار ہو گیا تھا اپنے چاروں طرف اسے موت ہی موت قضا ہی قضا دکھائی دینے لگی تھی۔ اور جب اس نے اندازہ لگایا کہ اب سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکر اس تک پہنچ کر عنقریب اس کا اور اس کے ارد گرد اس کے ذاتی محافظوں کا قتل عام کر دیں گے تب وہ اپنے ان ذاتی محافظوں کے ساتھ بحیرہ خزر کی طرف بھاگا یہ اپنے آپ کو بچانے کی آخری اور ایک طرح سے ناکام کوشش تھی۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مسلمان لشکری ان کے پیچھے بھاگے انہیں گہرے پانی میں اترنے ہی نہ دیا اور وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی امر موسیٰ سمیت سب کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیا اور یوں امر موسیٰ اور اس کی ساتھیوں کا گندا خون بحیرہ خزر کی جوش مارتی موجوں میں تحلیل ہو کے رہ گیا تھا۔

امر موسیٰ اور اس کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قیم الدولہ، ارسلان اور بدران ایک جگہ اکٹھے ہوئے اپنے لشکر کو متحدہ کیا زخمیوں کا جائزہ لیا۔ پہلے ان کی مرہم پٹی کی گئی اس کے بعد جو سامان امر موسیٰ اور اس کے ساتھی لے کر بھاگے تھے اس پر قبضہ کر لیا گیا پھر ارسلان اور بدران کو مخاطب کرتے ہوئے قیم الدولہ کہہ رہا تھا۔

"میرے دونوں عزیز اور چھوٹے بھائیو! جو کام سلطان محترم نے ہمارے سپرد کیا تھا

اسے ہم نے احسن طریقے سے انجام دے دیا ہے۔ میرے بھائیو! یہ امر موسیٰ مسلم... لیے ہوس کا نگار خانہ، ابلیس کا انیس و مونس تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ دکھوں کے نفس... بم افلاس کا سلگتا راستہ تھا۔ ہماری ملت کے لیے یہ ایک کالے منحوس سایوں کا عکس... خوفناک مجبوری و استحصال بنا ہوا تھا۔ آج ہم نے غرض کے اس موذی ناگ دلوں کی... اور روح کی تشنگی بننے والے شیطان کے اس گماشتے کا اس کے فدائیوں اور ساتھیوں سمیت خاتمہ کر دیا ہے۔ اس طرح گویا عالم اسلام کے لیے اٹھنے والے ایک خطرے کو ہم نے زمین کی تہہ میں دفن کر دیا ہے۔"

میرے عزیزو! زخمیوں کی دیکھ بھال ہو چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے کوچ کی جائے۔ وہ قلعہ جسے امر موسیٰ نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ خالی ہی ہوگا اس نے وہاں کا مال و متاع جمع کر رکھا ہوگا وہاں اس وقت کوئی لشکر بھی نہیں کوئی ہمارا راستہ بھی نہیں روکے گا۔ مگر ہم قلعے میں داخل ہوتے ہیں وہاں سے ہر چیز سمیٹتے ہیں ایک رات محفوظ طریقے سے قلعے کے اندر ہی بسر کرتے ہیں اور پھر وہاں سے کوچ کر جائیں گے۔

ارسلان اور بدران نے اس سے اتفاق کیا لشکر نے پھر وہاں سے کوچ کیا۔ قیم الدولہ، ارسلان اور بدران پورے لشکر کو لے کر امر موسیٰ کے قلعے میں داخل ہوئے۔ قلعے میں چند آدمی تھے جنہوں نے جب مسلمانوں کے لشکر کو آتے دیکھا تو انہوں نے ہتھیار پھینک دیے قلعے کے دروازے کھول دیے گئے۔ مسلمانوں کا لشکر قلعے میں داخل ہوا۔ قلعے کے اندر ہتھیاروں کے علاوہ ضروریات زندگی کا سامان ڈھیروں کی صورت میں تھا۔ جس پر قیم الدولہ، ارسلان اور بدران نے قبضہ کر لیا۔ ایک رات امر موسیٰ کے اسی قلعے میں لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیا گیا۔ دوسرے روز لشکر وہاں سے کوچ کر کے حلب کا رخ کر چکا تھا۔

====☆☆☆☆====

قیم الدولہ، ارسلان اور بدران اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ حلب شہر کے قریب آئے تو سامنے کی طرف سے چند سوار نمودار ہوئے انہیں دیکھتے ہی قیم الدولہ ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ارسلان میرے بھائی لگتا ہے خیریت نہیں سامنے سے آنے والے ہمارے مخبر ہیں لگتا ہے کوئی غیر معمولی حادثہ یا واقعہ پیش آیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حلب شہر ہی میں ہمارا انتظار کرتے۔ کوئی معمولی بات ہوتی تو شہر میں داخل ہونے کے بعد اس کا ہم پر انکشاف کر سکتے تھے۔ شہر سے باہر نکل کر ان کا سامنے آنا کسی علت کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے۔"

جب وہ قریب آئے تو قیم الدولہ، ارسلان اور بدران نے مشورہ کر کے لشکر کو وہاں روک دیا۔ سامنے کی طرف سے آنے والے مخبر جب قریب آئے تو قیم الدولہ نے انہیں مخاطب کیا۔

"عزیزو! شہر حلب سے باہر تمہارا اس طرح ہمارے سامنے آنا کسی وجہ کے بغیر نہیں ہو سکتا کیا بات ہے؟"

اس پر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

"ہم واقعی کسی علت کے بغیر نہیں آئے............ سمرقند میں ہمارے خلاف بغاوت ہو چکی ہے اور اس بغاوت میں بخارا بھی شامل ہو چکا ہے۔ سلطان نے احمد خان بن خضر نامی جس شخص کو سمرقند کا حاکم بنایا تھا وہ ایسا نہیں نکلا جیسا سلطان امید رکھتا تھا۔ جس وقت

اسے سمرقند کا والی مقرر کیا گیا تھا اس وقت یہ بڑا پارسا بڑا شریف النفس دکھائی دیتا تھا
وہ ایک جابر اور اخلاق باختہ حاکم نکلا اس نے نہ صرف یہ کہ سمرقند کے لوگوں پر بے پناہ
کیے، سختیاں کیں ان کی زندگی کو جہنم بنا کے رکھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس نے
سلطنت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ بخارا کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اور
وہ سلجوقیوں سے بغاوت کر کے سمرقند اور بخارا میں ایک علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتا ہے۔

سمرقند کے کچھ علماء جو سمرقند کے حاکم احمد خان کے مظالم سے بڑے نالاں تھے
خفیہ طور پر سمرقند سے نکلے اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہوئے احمد
کے مظالم کے علاوہ سلجوقی سلطنت کے خلاف اس کی بغاوت کی اطلاع سلطان کو کر دی
اب سلطان نے سمرقند اور بخارا پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ہم سیدھے سلطان کی طرف سے آ رہے ہیں جو پیغام سلطان نے ہمارے ہاتھ
آپ کے لیے بھجوایا ہے وہ یہ کہ امیر قیم الدولہ، سلطان کے فیصلے کے مطابق آپ حلب میں
رہیں گے۔ جو لشکر آپ کی تحویل میں دیا گیا ہے وہ آپ کے پاس ہی رہے گا اور جو لشکر اس
وقت امیر ارسلان اور بدران کے ساتھ ہے۔ اس کے متعلق سلطان کا حکم ہے کہ وہ ان سے
آن ملے اس طرح امیر ارسلان اور بدران دونوں کو سلطان کے لشکر میں شامل ہو کر سمرقند
مہم میں حصہ لینا ہوگا۔

سلطان نے جو لائحہ عمل ہمیں بتایا ہے اس کے مطابق سلطان اس شاہراہ پر سفر کرے
گا۔ جو نیشاپور سے نخشب کی طرف جاتی ہے۔ سلطان نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہم
ارسلان اور بدران سے کہیں کہ جو شاہراہ نیشاپور سے نخشب کی طرف جاتی ہے۔ اس کے
درمیانی حصے میں ایک چوراہا ہے۔ وہاں سے ایک شاہراہ تو سیدھی نخشب کی طرف چلی جاتی
ہے۔ ایک دائیں جانب بلخ کا رخ کرتی ہے۔ اور ایک بائیں ہاتھ خوارزم کی طرف
جاتی ہے۔ سلطان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ اسی چوراہے پر خیمہ زن ہو کر
ارسلان اور بدران کا انتظار کرے گا۔

مخبر کے خاموش ہو جانے پر ارسلان لمحہ بھر کے لیے گہری سوچ میں پڑ گیا۔ پھر
گردن سیدھی کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی قیم الدولہ نے اس کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ارسلان! میرے بھائی زیادہ تفکرات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمرقند میں
پہلے بھی بغاوتیں کھڑی ہوتی رہی ہیں اور وہ لوگ بغاوتوں کے بہت شوقین اور شیدا
ہیں۔ اس بار بھی خداوند نے چاہا تو ان کی بغاوت کو بری طرح کچل کے رکھ دیا جائے گا
تم بھی پہلے پورے لشکر کے ساتھ حلب شہر میں داخل ہوتے ہیں لشکریوں کو ستانے کا موقع
فراہم کرتے ہیں عشاء کی نماز کے بعد تم اور بدران اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر
جانا۔ اتنی دیر تک لشکری آرام بھی کر لیں گے ساتھ ہی یہاں سے رسد کے سامان کا بھی
اہتمام کر لیا جائے گا۔"

ارسلان اور بدران دونوں نے قیم الدولہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر تینوں اپنے
متحدہ لشکر کو لے کر حلب شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد قیم الدولہ، ارسلان اور بدران نے سب سے پہلے اس
لشکر کے آرام کا اہتمام کیا جو ان کے ساتھ آیا تھا۔ پھر ارسلان اور بدران دونوں اپنی کوچ
کی بھی تیاریاں کرتے رہے۔ شہر سے مناسب سامان رسد کا اہتمام کیا سارے انتظامات
کرتے کرتے دن گزر گیا تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد ارسلان، اخیموت، صفیناہ، غریاد اور ضوباہ کے خیمے میں داخل
ہوا۔

چاروں اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے ان کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ بڑی بے
چینی اور بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر رہے ہوں۔ سلام کہتے ہوئے ارسلان آگے بڑھ
کر اخیموت کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز ضوباہ کرنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی
اخیموت بول اٹھا۔

"بیٹے! تمہارا لشکر تو کافی دیر سے اس شہر میں داخل ہو چکا ہے اور تم اب ہمارے
پاس آ رہے ہو۔ ہم چاروں تمہارے متعلق بہت فکرمند تھے۔ اور پھر شہر میں یہ بھی خبر اڑی
ہے کہ سمرقند اور بخارا میں سلطان کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور یہ کہ تم اور
بدران اپنے لشکر کے ساتھ اس سمت روانہ ہو گئے ہو اور سلطان پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ
سمرقند کی طرف کوچ کر چکا ہے۔"

ہمیں یہ بھی خبر مل گئی ہے کہ تم نے بدران اور قیم الدولہ نے امر موسیٰ کا خاتمہ کر دیا

ہے بیٹے اس کے لیے میں تمہیں جتنی مبارک دوں کم ہے۔

اخیموت جب خاموش ہوا تب ارسلان بولا۔

"محترم اخیموت! اب آپ لوگوں کو امر موسیٰ اور اس کے کسی فدائی سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے۔ کوہستان قزوین کے اندر ہم نے نہ صرف یہ کہ امر موسیٰ اور اس کے سارے فدائیوں کا خاتمہ کر دیا ہے ایک طرح سے اس کی تحریک کو ہی ہم نے دفن کر دیا ہے۔ کوہستانی سلسلے کے اندر جو اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا اس کو بھی ہم نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اور اس میں جو کچھ تھا اس پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے۔ میں واقعی بدران کے ہمراہ اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے عشاء کی نماز کے بعد روانہ ہوں گا سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نیشاپور سے نخشب کی طرف جانے والی شاہراہ کے بیچ میں پڑاؤ کر کے میرا انتظار کرے گا۔ وہیں میں سلطان سے جا کر ملوں گا۔"

لمحہ بھر کے لیے ارسلان رکا پھر کہتا چلا گیا۔

"محترم اخیموت، اس وقت میں آپ لوگوں کے خیمے میں اس لیے آیا ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں عشاء کے بعد لشکر کے ساتھ سمرقند جانے کے لیے کوچ کروں آپ چاروں بھی یہاں سے نیشاپور کی طرف کوچ کر جائیں۔ آپ بھی میرے ساتھ روانہ ہوں آپ لوگوں کو نیشاپور چھوڑ کر میں آگے نکل جاؤں گا۔"

جس طرح آپ پہلے میری حویلی میں قیام کیے ہوئے تھے۔ ویسے ہی وہاں قیام کریں اور باغ کی دیکھ بھال بھی آپ کے ذمے ہی ہوگی۔ ممکن ہے اس بار سمرقند کی بغاوت طول پکڑ جائے۔ شہر سے باہر مخبروں نے ہمیں صرف سمرقند کی بغاوت کی اطلاع دی لیکن شہر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے تفصیل سے حالات بتائے ہیں اور ان کے مطابق اس بغاوت کی پشت پناہی کاشغر کا بادشاہ اور اس کا خونخوار بھائی تکین کر رہے ہیں۔ کاشغر کے بادشاہ کا بھائی تکین سنا ہے ایک انتہائی تخریب پسند اور باغی طبع انسان ہے۔ اور وہ سمرقند اور بخارا کے باغیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اس بناء پر میرا اندازہ ہے کہ اس بار اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے سمرقند کے علاوہ ہمیں کچھ اور قوتوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہونا پڑے گا جس کی وجہ سے اس بغاوت کو ختم کرنے میں معمول سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے۔"

ارسلان جب خاموش ہوا تو ضوباہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر جو اطلاعات ہمیں ملی ہیں ان کے مطابق جو لشکر سلطان لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا ہے۔ ان میں سالاروں اور لشکریوں کے اہل خانہ بھی شامل ہیں۔ امیر آج تک ہم نے آپ سے کچھ نہیں مانگا میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہم چاروں کو اپنے لشکر میں شامل رکھیں جہاں سالاروں اور لشکریوں کے دیگر اہل خانہ شامل ہیں وہاں ہم بھی لشکر میں رہیں گے ہمیں نیشاپور چھوڑ کر جب آپ آگے نکل جائیں گے تو نیشاپور میں ہم چاروں فکر مند رہیں گے نجانے اس بغاوت کا کیا بنا جنگ کی کیا صورتحال ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہماری عرضداشت ٹھکرائیں گے نہیں۔"

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

"ضوباہ یہ تم اکیلی کا فیصلہ ہے۔ اپنی اس خواہش میں تم کیوں ان تینوں کو بھی مصیبتوں اور دکھ میں مبتلا کرتی ہو۔ میں یہی چاہوں گا کہ تم چاروں جا کے نیشاپور میں آرام اور سکون سے رہو۔"

یہاں تک کہتے کہتے ارسلان کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ بیچ میں اخیموت بول اٹھا تھا۔

"ارسلان بیٹے یہ اکیلی ضوباہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ تمہارے یہاں آنے سے پہلے اسی موضوع پر ہم گفتگو کر رہے تھے اور ہم چاروں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم نیشاپور نہیں جائیں گے بلکہ تمہارے ساتھ لشکر میں شامل رہیں گے اور یہ خواہش اکیلی ضوباہ کی نہیں یوں جانو ہم چاروں اس خواہش میں شامل ہیں۔ بیٹے یوں جانو یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اور اسے تم ٹھکراؤ گے نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

ارسلان خاموش ہو رہا۔ اس کی خاموشی بتاتی تھی کہ وہ ان کے فیصلے سے متفق ہے۔ یہ صورتحال ضوباہ کے لیے بڑی خوش کن تھی۔ فوراً چہکتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا پہلے یہ بتائیں کہ آپ کھانا کھا آئے ہیں۔"

ارسلان نے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"نہیں کھانا تو ابھی میں نے نہیں کھایا۔ ویسے بھی.........."

ضوباہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

”مجھے امید تھی کہ آپ کھانا نہیں کھا کر آئیں گے تھوڑی دیر تک کھانا یہیں آ جائے گا اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے۔ امیر اگر آپ برا نہ مانیں تو ہمیں سمرقند اور بخارا کے متعلق بتائیں یہاں کیوں بار بار بغاوتیں کھڑی ہوتی ہیں۔ اتنی دیر تک کھانا بھی آ جائے گا اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ سمرقند اور بخارا دونوں شہروں کے متعلق ہمیں باری باری تفصیل کے ساتھ کچھ بتائیں۔“

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو غریاد بول پڑی۔

”بھائی ضوباہ ٹھیک کہتی ہے آپ ہمیں ان دونوں شہروں سے متعلق ضرور بتائیں۔“

ارسلان مسکرا دیا کہنے لگا۔

”اچھا سنو!“

جہاں تک بخارا شہر کا تعلق ہے تو اسلام سے پہلے اس شہر کا نام بہت کم ملتا ہے۔ اسلامی روایات میں اس شہر کے حکمرانوں کا نام بخار خدات کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بخارا کا بادشاہ مراد ہیں۔

اس شہر پر مسلمانوں نے سب سے پہلے ہجری 54 میں مسلمان سالار عبید اللہ بن زید کی سرکردگی میں حملہ کیا۔

اس کے بعد ہجری 51 میں نامور مسلم سپہ سالار قتیبہ بن مسلم اس پر حملہ آور ہوا دشمن کو اس نے بدترین شکست دی۔ اور بخارا پر اس نے قبضہ کر لیا۔ بخارا میں اس نے اسلامی حکومت کی بنیاد مضبوط و مستحکم کی۔

اس کے بعد امرائے خراسان نے اپنے دارالحکومت کو بخارا سے نیشاپور منتقل کر دیا تو بخارا کی مرکزی حیثیت کسی قدر کم ہوئی اور اسے ایک والی کی تحویل میں دے دیا یہاں تک کہ سامانی اس پر حکمران ہوئے۔

سامانیوں کا مرکز تو سمرقند تھا اور ان کا حکمران نصر بن احمد سامانی تھا۔ جب کہ چھوٹا بھائی اسماعیل بخارا کا حکمران بنا اور اس کے بعد ایسا ہوا کہ نصر بن احمد کی وفات کے بعد پورا علاقہ اسماعیل کی حکومت تلے آ گیا اور بخارا مرکزی شہر رہا یوں بخارا ایک

عظیم وسیع سلطنت کا درالحکومت بن گیا۔ اگر چہ اس شہر کے رقبے میں کئی مرتبہ توسیع کی گئی لیکن وہ جب بھی نئے سرے سے تعمیر کیا گیا پرانے محل وقوع پر ہی تعمیر ہوا۔ چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی میں یہ شہر بہت گنجان آباد تھا۔ سامانیوں کے زوال کے بعد بخارا کی قدیم سیاسی اہمیت بھی بہت کم ہو گئی تھی۔ لیکن اس انحطاط کے زمانہ میں بھی بخارا اسلامی علم و دانش کا مرکز بنا رہا۔

(چھٹی صدی ہجری یعنی بارہویں صدی عیسوی میں علما کے ایک خاندان نے آل برہان کے نام سے اس شہر پر ایک دینی حکومت قائم کر لی۔ لیکن بخارا پر ہجری 536 میں قراخطائی خاندان کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ بھی زیادہ عرصہ نہ قائم رہ سکی اور ایک عوامی بغاوت کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ شہر محمد بن تکش خوارزم شاہ کے زیر حکومت آ گیا۔

بدقسمتی کہ چنگیز خان نے حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اس کے حملے سے شہر تباہ و برباد ہو گیا لیکن جلد ہی بخارا نے اپنی شان و شوکت اختیار کر لی۔

لیکن اس شہر کی بربادی ابھی ختم نہ ہوئی تھی اس لیے کہ چنگیز خان کے بعد ہلاکو حملہ آور ہوا۔ اس نے شہر پر قبضہ کر لیا اور یہاں ایک ایل خانی حکومت قائم کر لی۔ مزید بدقسمتی کہ ہلاکو خان کے بعد اس کا بیٹا اباقہ حملہ آور ہوا اور ایک بار پھر اس نے بخارا کو تباہ و برباد کر دیا۔ لیکن اس شہر کی خوش قسمتی کہ ایک بار پھر تعمیر و آباد کر دیا گیا۔ اس کی بربادی اور تعمیر اس کے رہنے والوں کا ایک عظیم کارنامہ گنا جاتا ہے۔

(پھر مرور زمانہ کے ساتھ یہاں ایران کا بادشاہ نادر شاہ قابض ہو گیا اس کے بعد پھر بدقسمتی کہ روسی ان علاقوں میں اپنے قدم جمانے لگے، بار بار بخارا پر حملہ آور ہونے لگے اور امیر بخارا کو کئی بار شکست اٹھانا پڑی۔ اس نے روسیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ بخارا کا آخری مسلمان فرمانبروا عالم خان تھا جو اپنے والد عبدالاحد کا جانشین ہوا تھا۔ روسیوں سے آزاد ہونے کے بعد اب یہ ازبکستان کا ایک صوبہ ہے)

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان خاموش ہو گیا ضوباہ نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”امیر آپ کی بڑی مہربانی آپ کا شکریہ کہ آپ نے بخارا کے متعلق ہمیں تفصیل

بتائی۔ اگر آپ زحمت نہ محسوس کریں تو اسی طرح کی تھوڑی سی تفصیل ہمیں سمرقند ... بھی بتادیں۔"

ارسلان مسکرایا پھر دوبارہ ان چاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"سمرقند شہر دریائے سند کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ اس شہر کو عموماً ... الفردوس کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس شہر پر قبضہ کرنے سے ... مقامی حکمرانوں کو طرخون کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ ایک طویل محاصرہ کے بعد مسلم ... بن مسلم نے اس شہر پر قبضہ کیا اور اس شہر کے سابق حکمران غورک کو سمرقند کے تحت ... رکھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک طاقتور عسکری مسلم جمعیت بھی سمرقند میں ... متعین کی تاکہ سمرقند کے لوگ پھر مسلمانوں کے خلاف اٹھ نہ کھڑے ہوں بعد میں ... بخارا کے ساتھ مل کر آئندہ فتوحات و تبلیغ واشاعت اسلام کا ایک اہم مرکز بنا رہا۔"

204ھ میں مامون الرشید نے ایک شخص اسد بن سامانی کے بیٹوں کو ... ولایت سونپی انہی کی وجہ سے یہاں سامانی حکومت قائم ہوئی۔ ایک عرصہ تک یہ شہر ... خاندان کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ اسماعیل بن احمد سامانی نے یہاں ایک مستحکم ... قائم کی اور اس کی حکومت کے درمیان سمرقند و بخارا کو بہت عروج حاصل ہوا۔

(منگولوں کے حملہ آور ہونے کے باعث اس شہر کو بھی بڑا نقصان اٹھانا پڑا ... ہی تیمور لنگ کے حکمران ہونے کے باعث اس نے پہلی حیثیت دوبارہ حاصل کر لی ... لنگ اور اس کے جانشینوں کے دور میں سمرقند کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ اسلامی مما... تجارتی وثقافتی مرکز کے طور پر سمرقند کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔

سمرقند شہر دراصل دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک شہر ایک قلعہ اور ... مضافاتی حصہ۔ قلعہ شہر کے جنوب میں دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ اونچائی پر ... اصل شہر ایک پہاڑی پر بنایا گیا ہے۔

سمرقند کا کاغذ بہت مشہور ہے۔ اور سب شہروں میں اس کی کاغذ کی بڑی ... جاتی ہے۔ یہاں حضرت قسمؓ ابن عباس کا مقبرہ بھی ہے ساتھ ہی ایک مسجد بھی ... عباسؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؓ نے ہی سمرقند کے لوگوں میں مذہب اس... کی جس کے نتیجے میں بیشتر اہل شہر مسلمان ہو گئے)

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان خاموش ہوا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

بخارا اور سمرقند کے متعلق میں جس قدر جانتا تھا وہ میں نے آپ لوگوں سے کہہ دیا ... میرے خیال میں میں جاتا ہوں کھانے کا اہتمام کراتا ہوں اس لیے کہ مجھے بھوک لگی ...

اس کے ساتھ ہی کسی کے جواب کا انتظار کئے بغیر ارسلان وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ کچھ جوان تھے جو کھانے کے برتن اٹھائے ... تھے سب نے مل کر کھانا کھایا اور اسی رات ارسلان اور بدران اپنے لشکر کو لے کر ... سے کوچ کر گئے تھے۔ اخیموت، صفیناہ، غریاد اور ضوباہ بھی لشکر میں شامل تھے۔

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی ہدایات کے مطابق ارسلان اور بدران اپنے لشکر کو لے
نیشاپور سے نخشب کی طرف جانے والی شاہراہ پر آن ملے تھے۔ وہاں سے پھر متحدہ لشکر
کوچ کیا۔ سلطان نے اپنا پہلا ہدف بخارا کو بنانا چاہا اس کے بعد سلطان سمرقند کا رخ
چاہتا تھا۔ لہٰذا بڑی تیزی اور برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے سلطان ملک شاہ سلجوقی
پہنچا۔

اہل سمرقند اور ان کے حاکم بار بار سلجوقیوں کے خلاف بغاوت کرنے کے عادی
چکے تھے اور اس بار بخارا والے بھی کسی حد تک ان کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ لہٰذا
ہدف بھی بخارا ہی بنا تھا۔ خدا فروشی وحق شناسی، منکرات وفواحش اور خیر کے زیر وبم
وستم اور صداقتوں کی شفق میں تمیز وامتیاز رکھنے والے مجاہد جبل صفا ونور کی وادیوں اور
متبرک چٹانوں اور بدر کے قابل حرمت میدانوں کے پاسبان بن کر سلطان ملک شاہ
سرکردگی میں بخارا پر حملہ آور ہوئے تھے۔ یہ حملہ ایسا پرجوش اور طغیانی سے بھرا ہوا تھا
مسلمان لشکری اپنے مال کے قائم وقیوم کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دل فگاری اور
قلوب طاری کر دینے والے صدیوں کے بدترین عذابوں، قضا کی پکار کو سرنگوں،
عماری کو بے ربط، ذہن کے اسرار نہاں کو بے شعور کر دینے والی جاڑے کی رتوں کی
برق کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

اہل بخارا زیادہ دیر تک ملک شاہ سلجوقی کے حملوں کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکے
سلطان کے سامنے جلد ہی بخارا سرنگوں ہو گیا۔

بخارا کا نظم ونسق درست کرنے میں سلطان نے زیادہ دن نہیں لیے۔ یہاں سے بھی
نے کوچ کیا اور سمرقند کا رخ کیا۔

سمرقند کے نواح میں سلطان نے جب پڑاؤ کیا تو مسلمانوں نے دیکھا سمرقند کا والی
بن خضر خان شہر کے اندر محصور ہو گیا تھا۔ سلطان کے مخبروں نے سلطان کو یہ بھی
دی تھی کہ کاشغر کے بادشاہ کا بھائی تکین ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ سمرقند کے نواح
ہے اور دونوں قوتوں نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ
سلطان سمرقند پر حملہ آور ہو تو باہر سے کاشغر کے بادشاہ کا بھائی تکین مسلمانوں پر حملہ
اور ہو دن کے وقت حملہ کرے یا شب خون مارے اور شہر کے اندر سے احمد خان بن خضر
خان اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے۔ اس طرح مسلمانوں کا
نقصان کرتے ہوئے محاصرہ طول پکڑے گا۔ تو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اپنا بوریا بستر
سمیٹ کر واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

لیکن سلطان سے ایسی امید رکھنا بالکل عبث اور بے کار تھا۔ جس شہر کا بھی سلطان
نے محاصرہ کیا۔ اس کا فیصلہ کئے بغیر اسے نہیں چھوڑا، سمرقند سے باہر پڑاؤ کرنے کے بعد
سلطان نے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا۔ جب سارے سالار وہاں پہنچ
گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! یہاں صورتحال ہمارے خلاف کچھ زیادہ گھمبیر نہیں ہے۔ یہاں
ہمیں دو قوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا سمرقند کا والی احمد خان بن خضر خان ایک طرف اور
دوسری طرف کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کا لشکر ہے۔ ان دونوں نے یقیناً آپس میں
طے کر رکھا ہوگا کہ جب ہم شہر پر حملہ آور ہوں گے تو ہماری پشت کی طرف سے تکین یا تو
حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچائے گا یا شب خون مار کر ہماری طاقت ہماری قوت کو
کم کرنے کی کوشش کرے گا اور اسی دوران شہر سے احمد خان اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر
ہمارے لیے نقصان کا باعث بنے گا لیکن ہم انہیں ایسی کارروائی نہیں کرنے دیں

ارسلان بیٹے میں چاہتا ہوں سب سے پہلے تکین سے نمٹا جائے۔ میرے خیال میں
بدران اور برق کو ساتھ لے کر پہلے تکین پر حملہ آور ہو یا اس پر شب خون مارو اس کو

بھگانے اور پسپا کرنے کے بعد سمرقند کے والی احمد خان سے نمٹنا ہمارے لیے کافی بہتر آسان اور سہل ہو جائے گا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی جب خاموش ہوا تو ارسلان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہاں سمرقند سے باہر آپ کے پاس زیادہ قوت رہنی چاہیے۔ میرے پاس کوئی بڑا اور طاقتور لشکر نہ بھی ہوا تو میں تکین کے ساتھ شب خون کا کھیل کھیلتے ہوئے اسے تھکا ماروں گا لیکن یہاں سمرقند کے نواح میں تجربہ کاروں، سالاروں کے علاوہ ایک خاصے بڑے لشکر کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں آپ سے گذارش کروں گا کہ بدران اور برسق دونوں کو آپ اپنے پاس رکھیں۔ میں ان سے چھوٹے سالار عثمان جق کو اپنے ساتھ رکھ لیتا ہوں اور مجھے امید ہے میں عثمان کے ساتھ تکین کی ساری قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دوں گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے ارسلان رکا پھر دوبارہ وہ ملک شاہ سلجوقی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! عثمان جق پہلے بھی کئی بار میرے ساتھ رہتے ہوئے اپنی کارکردگی سے مجھے مطمئن کر چکا ہے۔ جہاں اس میں کسی شہر کا والی ہونے کی بہترین صلاحیت وہاں یہ جنگ کا وسیع تجربہ بھی رکھتا ہے اور دشمن پر ضرب لانے کا ہنر اور صناعی بھی ہے۔"

ارسلان رکا پھر دوبارہ وہ ملک شاہ سلجوقی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم میں ایسا اس بناء پر کہہ رہا ہوں کہ سمرقند سے باہر ہماری قوت طاقت خوب استوار ہونی چاہیے۔ میں بدران اور برسق کو اس لیے آپ کے پاس چاہتا ہوں کہ یہ دونوں جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ میں اگر کاشغر کے بادشاہ کے ساتھ الجھ جاتا ہوں اس کا اور میرا ٹکراؤ طول پکڑ جاتا ہے تو کم از کم میری غیر موجودگی میں بدران اور برسق دونوں وہی کردار ادا کر سکیں گے جو میں آپ کے ساتھ رہ کر کرتا ہوں۔ ان دونوں کو جنگ کا وسیع تجربہ ہے اور آپ کے ساتھ رہتے ہوئے یہ آپ پر کوئی حرف گیری نہیں آنے دیں گے۔"

جب تک ارسلان بولتا رہا سلطان ملک شاہ سلجوقی خاموشی اور بڑے تحمل سے

اور اس کے خاموش ہونے پر سلطان نے کہنا شروع کیا۔

"ارسلان میں اس تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس لیے کہ مخبروں نے جو معلومات دی ہیں ان کے مطابق کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ تعداد میں وہ لشکر سمرقند میں محصور احمد خان بن خضر خان کے لشکر سے بھی کہیں زیادہ ہے لہٰذا جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس سے میں قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ میری ایک بات یاد رکھنا احمد خان سمرقند شہر سے باہر نکل کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی کبھی اور کسی بھی صورت جرات اور جسارت نہیں کرے گا۔"

بیٹے میں جانتا ہوں جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ مجھ سے وفاداری اور جاں نثاری کی بناء پر کہہ رہے ہو۔ لیکن بیٹے جنگ میں حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کرنے چاہئیں۔ عثمان جق ایک اچھا سالار ہے۔ ماضی میں اس نے تمہارے ساتھ کام بھی کیا ہے۔ لیکن بدران اور برسق کی بات اور ہے پھر جو لشکر تمہارے حوالے کیا جائے گا وہ لشکری عثمان کی نسبت بدران اور برسق سے زیادہ مانوس ہیں ان کے اشاروں پر کام کرنے کا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں عثمان کو اپنے پاس رکھوں گا۔ پہلے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ صرف بدران تمہارے ساتھ جائے گا میں اب اپنے اس فیصلے کو بھی تبدیل کرتا ہوں اب جو میں نے ارادہ کیا ہے وہ یہ کہ بدران اور برسق دونوں تمہارے ساتھ جائیں گے۔

میرے لیے سب سے بڑا خطرہ اور اندیشہ یہ ہے کہ احمد خان بن خضر خان کہیں اچانک سمرقند شہر سے نکل کر ہم پر شب خون نہ مارے ہم پر حملہ آور نہ ہو تو یاد رکھنا وہ ایسا کرنے کی جرات نہیں کرے گا اگر اس نے ایسی حماقت اور غلطی کی بھی تو میں اسے ایسا منہ توڑ جواب دوں گا کہ اس کے پیچھے پیچھے سمرقند شہر میں داخل ہو جاؤں گا پھر میں دیکھوں گا شہر کے اندر کون سی قوت ہے جو میرا اور عثمان جق کا مقابلہ کرتی ہے۔ بیٹے اس میں کوئی تبدیلی پسند نہیں کروں گا یہ آخری فیصلہ ہے کہ تم آدھے سے زیادہ لشکر کو لے کر بدران اور برسق کے ہمراہ تکین کے مقابلے پر جاؤ گے۔ اس لیے کہ تکین کے لشکر میں شمال کے خانہ بدوشوں کے وحشی جنگجو بھی شامل ہیں اور ان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میرے متعلق تم بالکل بے فکر اور مطمئن رہنا میں عثمان اور دیگر چھوٹے سالار ہمہ وقت چوکس رہیں گے۔ رات کو لشکر کا ایک حصہ جاگ کر

حفاظت کا سامان کرے گا تا کہ کوئی شب خون نہ مارے۔ ارسلان اگر تم بدران اور تینوں تکین کو شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا یہ ہمارے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکے گا۔

اور پھر تم یہ بھی جانتے ہو اس بار ہم منجنیقیں ساتھ لے کر آئے ہیں۔ تکین کی فارغ ہونے کے بعد جب تم تینوں یہاں آؤ گے تو پھر ہم اپنے کام کی ابتدا کریں تمہاری غیر موجودگی میں میں نہ شہر پر حملہ آور ہوں گا نہ کسی کارروائی کی ابتدا کروں گا کی مہم سے فارغ ہو کر جب تم لوٹتے ہو تو پھر ہم اپنے کسی بھی لشکری کو خطرات میں ڈالیں گے بلکہ منجنیقوں کو حرکت میں لائیں گے شہر کی فصیل کو گرانے کے بعد شہر میں ہوں گے اور پھر میں دیکھوں گا شہر کے اندر وہ کون سی قوت ہے جو ہماری مزاحمت کر ہے۔''

''اب آخری فیصلہ یہی ہے کہ لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ تم بدران اور برسق کی طرف جاؤ گے اس میں کوئی تبدیلی میں پسند نہیں کروں گا۔ ہمارے جن مخبروں نے کے لشکر کی اطلاع دی تھی انہیں میں نے واپس بھیج دیا ہے تا کہ وہ اس کے لشکر کی و حرکت پر گہری نگاہ رکھیں۔ تم بدران اور برسق کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر جب تکین رخ کرو گے تو وہ مخبر تم سے رابطہ قائم کریں گے اور وہ دشمن کے محل وقوع سے تمہیں کریں گے۔''

ایسا کرتے ہیں سب سے پہلے لشکر کے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد دیر تم سب ستا کر اپنی مہم پر روانہ ہو جانا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے اس فیصلے کے ارسلان خاموش رہا۔ پہلے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ پھر لشکریوں کو ستانے کا بھی فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ ارسلان، بدران برسق وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

☆☆☆

سمرقند کے نواح سے روانہ ہونے کے بعد ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ دریائے زرفشاں کے کنارے کنارے سفر کرتا رہا۔ جو نقیب ان راستوں سے واقف

راہنمائی کر رہے تھے۔ جہاں دریائے زرفشاں زامن کے وسیع میدانوں کے دائیں ہو کر گزرتا ہے وہاں ان علاقوں میں سرگرداں پہلے سے کام کرنے والے سلطان نے ارسلان سے رابطہ کیا اور کاشغر کے بادشاہ تکین کے بھائی کے لشکر کے محل سے آگاہی دی۔

اطلاعات ملنے کے بعد ارسلان نے دریائے زرفشاں کا کنارہ چھوڑا اور اپنے کی راہ نمائی میں وہ اب بائیں ہاتھ کھلے میدانوں میں سفر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مخبر تکین کے لشکر کے سامنے لے آئے تکین نے کھلے میدانوں کے اندر پڑاؤ کر رکھا تھا۔ کے طلایہ گروں نے بھی ارسلان کے لشکر کے آنے کی اطلاع کر دی تھی۔ ارسلان لشکر کو اس کے سامنے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

تکین نے مسلمانوں کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگ کی ابتداء کرنے کا کر لیا جس وقت مسلمان لشکری پڑاؤ کر رہے تھے اس کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے تھے۔ تاہم ارسلان، بدران اور برسق نے اپنے لشکر کو مستعد کر دیا تھا۔ لشکر کے پیچھے کی حفاظت پر چند دستے جلدی جلدی مقرر کرنے کے بعد انہوں نے لشکر کی صفیں بھی کر لی تھیں۔

اسی لمحہ تکین کے لشکر سے ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے درمیان آیا اور پھر بلند آواز میں اس نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انفرادی مقابلے کے لیے للکارا تھا۔

مقابلے کی اس پکار نے ارسلان کو برانگیختہ و سیخ پا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس نے کچھ پھر بدران اور برسق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عزیزان من! تم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ رہو۔ میں انفرادی مقابلے کے لیے ہوں اور میں دیکھتا ہوں یہ کتنی دیر میرے سامنے ٹکتا ہے۔''

بدران نے ہاتھ بڑھا کر ارسلان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بھائی میں تمہارے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا۔ تم اس لشکر کے ہو۔ میں تمہارا نائب ہوں جس کسی نے بھی انفرادی مقابلہ کرنا ہے وہ پہلے مجھ ٹکرائے گا اس کے بعد تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے گا۔ مجھ سے ٹکرائے

بغیر کوئی بھی تمہاری طرف نہیں آئے گا نہ ہی میں کسی کو آنے دوں گا لہٰذا میر
میدان میں مقابلے کے لیے میں خود اتروں گا۔ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔''

بدران جب خاموش ہوا تو اسی جیسی حرکت کرتے ہوئے برسق نے اس کے
کی باگ پکڑ لی کہنے لگا۔

''بدران میرے بھائی میں تمہارے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا تم امیر
کے نائب اول اور میں نائب دوم ہوں جو الفاظ تم نے ادا کیے ہیں وہی میں بھی
ہوں تم دونوں یہاں رہو گے۔ پہلے جس نے ٹکرانا ہے وہ نائب دوم سے ٹکرائے گا مجھے
کوئی زیر کرے گا تو پھر بدران تمہاری طرف آئے گا اور تمہیں زیر کرنے کے بعد
ہمارے سالار ارسلان سے ٹکرائے گا یہ آخری فیصلہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ دونوں
مجھے قائل کرنے کی کوشش بھی کی تو میں نہیں مانوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی برسق نے
گھوڑے کو ایڑ لگائی اور انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اتر گیا تھا۔

دشمن کے سوار کے سامنے جب برسق گیا تو وہاں اس نے اپنے گھوڑے کو روکا
موقع پر دشمن کی طرف سے انفرادی مقابلے کے لیے اترنے والے نے برسق کو مخاطب
''مقابلہ شروع کرنے سے قبل ذرا اپنا نام تو کہو۔ اور یہ بھی کہو کہ مسلمانوں کے
میں تمہاری حیثیت کیا ہے؟''

ایک قہر بھری نگاہ برسق نے اس پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''نام میرا برسق ہے۔ میں اپنے لشکر کے امیر کا نائب ہوں تم بتاؤ کون ہو اور
میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟''

اس نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک گہری نگاہ برسق پر ڈالی اور کہنے لگا۔

''میں لشکر میں سالار اعلیٰ تکین کے بعد سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوں نام
کیا کرو گے۔ ویسے میرے لشکری مجھے دشمن کے لیے چلتی پھرتی موت اور قضا
پکارتے ہیں۔ دیکھ مسلمانوں کے نائب سالار جب میں تم پر حملہ آور ہوں گا تو
بادل حیرت سے تیرے راحت و اطمینان کو سوزش و اضطراب میں تبدیل ہوتا دیکھیں گے
صبح کی پریاں اپنے چشم حیرت سے اس اسرار حیات کی ترجمانی کرتے تیرے
جذبوں کو موت و نیستی میں ڈوبتا ہوا دیکھیں گے۔ میں وہ موت و مرگ ہوں جو ہر

مغلوب کرتی ہے۔ میں ایک زہر ہوں جو جسم کی نس نس میں پھیلنے کی صناعی جانتا ہے۔''
وہ جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غضبناکی میں برسق بول

''سن! ازلی ابدی شیطان سن! ان علاقوں کی اخروٹ اور شفتالو کے درخت پہ
بھی چڑیاں یہ بہتے ندی نالے تیری حالت پر روئیں گے بین کریں گے۔ اگر تو
ہے تو ہم لوگ موت پر کمند ڈالنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اور اگر تو زہر ہے تو زہر کے لیے
تریاق بننے کی صناعی بھی جانتے ہیں۔''

برسق کے خاموش ہونے پر وہ پھر بول اٹھا۔

''تیرا سالار اعلیٰ انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں نہیں اترا کیا وہ اپنی جان
خطرہ محسوس کرتا ہے۔''

برسق پھر لاوے کی طرح کھول اٹھا۔

''سن گناہوں کے سرچشمہ! میرا سالار رزم و بزم کا عظیم و معظم شیر دل چوبان ہے۔
جرات مندی اور شجاعت کا یگانہ آفاق مجاہد ہے۔ وہ جب جاں نثاری و خیر کے سنگم پر کھڑا
درس گاہ جہاں کے کسی معلم کی طرح اپنی تلوار سونتتا ہے تو اپنے ہر برے سے برے بد
بڑا اور شجاع سے شجاع دشمن کو بھی سفید بے ضرر بھیڑ کی طرح ہانک کے رکھ دیتا ہے۔''

دشمن کا وہ تیغ زن برسق کو مخاطب کرتے ہوئے پھر بول اٹھا۔

''تو بھول رہا ہے تو اپنے سالار سے متعلق غلط فہمی میں ڈوبا ہوا ہے۔ سن میرے ساز
ضرب میرے ندیم بن کر۔ میری شجاعت میری مونس بن کر جب میرا ساتھ دیتے
میں انتہائی ہولناک اور طاقتور موت کی طرح اپنے ہر مد مقابل پر غالب رہتا ہوں۔
سنبھل اگر تیرے سالار اعلیٰ نے تجھے ہی میرے ہاتھوں موت کا نوالہ بننے کے
دیا ہے تو پھر یونہی سہی۔'' پھر اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی۔ اپنی تلوار اور
حرکت میں لاتے ہوئے وہ برسق پر تخریبی عناصر کے شدید پیاسے نفس خوفناک سیاہ
مرگ کا کھیل کھیلنے والے بگولوں کے زور و شور کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

برسق نے بڑے خوش کن انداز میں حملہ آور کے ہر حملے اس کی ہر چال کو ناکام
ہوئے اپنا دفاع کیا تھا۔ پھر وہ کسی کہنہ کیمیاگر کے آہنی عزم و استقلال کی طرح جوابی

کارروائی پر اترا اور چہروں کو عرق عرق کر دینے والے مخفی اسرار قرار دل تباہ کر دینے
فسون خیز خونی انقلاب اور بدمست قہرمانوں تک کو مستقیم مزاج اور خوش اختلاط کر
والے کن فیکون کے رموز کے رازدانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

کچھ دیر دونوں جم کر ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ روکتے رہے۔ ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کاشغر کے اس سورما کا خیال تھا کہ شاید وہ برق کو بہت جلد اپنے سامنے زیر کر لے گا۔ لیکن برق تو اس کے سامنے تپتے صحراؤں کی راہ سے بھی زیادہ ہولناک چٹانوں سے بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط ثابت ہو رہا تھا۔ جوں جوں مقابلہ تیز ہوتا رہا اور برق اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتا رہا تب کاشغر کے اس سورما پر چارگی اور کسمپرسی چھاتی رہی جب کہ اس کے مقابلے میں برق منہ زور خواہشوں آرزوؤں کی طرح اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کرتا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے مزید مقابلے کے بعد کاشغر کے اس تیغ زن کی حالت بے کیف ویران زیست ٹوٹے تاروں والی بوسیدہ سارنگی اور تاریک رات کی ٹھوکروں سے بھی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اب وہ جارحیت کے سارے درس بھول کر اپنے آپ کو دفاع تک محدود کر چکا تھا کبھی کبھی برق جب اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کرتا تو وہ اپنے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا۔

ایک موقع پر اپنے تیز حملوں کے باعث برق اسے الٹے پاؤں بھگاتا ہوا دور تک لے گیا۔ پھر پیچھے ہٹا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بدکاری کے اڈوں کے محافظ، گناہوں کے سرچشمے ابھی تو مقابلہ اپنے عروج پر نہیں آیا۔ ابھی سے تیری روح کو گھٹن تیرے دل کو دیمک لگ گئی ہے۔" اس کے طوفانی انداز میں آگے بڑھتے ہوئے برق پھر اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اب تابڑتوڑ اور اک تواتر کے ساتھ اس نے اپنی تلوار اور ڈھال اس پر برسانا شروع کر دی تھی۔ جس نتیجے میں کاشغر کا وہ تیغ زن لڑکھڑانے لگا تھا۔ اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دم برق نے اپنی تلوار اور ڈھال اس پر برسائی اس نے برق کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر اس کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا۔ عین اسی لمحہ برق نے پاؤں کی زوردار ٹھوکر اس کے

... وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کی تلوار اور ڈھال دونوں برق کی تلوار اور ... سے علیحدہ ہو گئی تھیں۔ عین اسی لمحہ برق نے اپنی تلوار بلند کی اس کے شانے پر گرائی برق کی تلوار اس کے شانے کا آہنی خود کاٹتی ہوئی خاصا گہرا زخم لگاتی چلی گئی تھی۔ اس ... بھری ایک گہری سسکی لی اور زمین پر گر گیا تھا۔

اپنی تلوار لہراتے ہوئے برق اس کے قریب آن کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجروح شیطان! مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو تو شعلہ فگن آنکھوں سے گھورتے ہوئے آتش فشاں پھٹنے سے مشابہہ آوازوں میں گفتگو کر رہا تھا۔ تیری چڑھتی تیوریاں ... زندگی کے جوہر کی عکاسی کرتی تھیں۔ تیری اینٹھی ہوئی گردن سنگین مورتیوں سے ... لی تھی اور تیری زبان جہنم جیسے آتش ناک الفاظ اگلتی تھی۔"

بدبختی کے پیچھے دوڑنے والے موت کے سایوں کو فراموش کرنے والے اور باطل حق میں فیصلہ دینے والے اب تو زمین پر بے سدھ کیوں پڑا ہے۔ تیری زبان نطق سے ... م کیوں ہو چکی ہے۔ تیرے ہونٹ سل کیوں گئے ہیں۔ اٹھ میرا مقابلہ کر اور دیکھ میں ... ے تجھے زندگی کے شبستانوں سے نکال کر قضا کی آغوش میں اتارتا ہوں۔

ظالم ابھی تو تو میرے سالار اعلیٰ سے مقابلہ کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا تھا۔ قسم ... رانِ قدوس کی اگر میرا سالار اعلیٰ تیرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا تو وہ عالم خود فراموشی ... تیرے خلاف ایسے باغیانہ ہنگامے کھڑے کرتا کہ تو اپنے چاروں طرف فضاؤں میں ... کی دہشت محسوس کرتا۔ میرا سالار ستاروں کی مانند ایک ایسی حقیقت ہے جو ظلمت شب ... سے نمودار ہو کر شعاعی حروف اور نور بخش سحر کی طرح اپنے دشمنوں اور اپنے مد مقابلوں کو فنا کی خاموشیوں اور نیستی کی صداؤں میں ڈبو دیتا ہے۔

میں تجھے ایک بار پھر اٹھ کر قسمت آزمائی کا موقع دیتا ہوں تیری تلوار، تیری ڈھال ... ہے۔ اٹھ ابھی تو میری تلوار نے تیرے شانے کے خول کاٹ کر صرف تیرے ... تھوڑا سا خون چکھا ہے۔ ابھی تو میری تلوار نے تجھے اپنا اصل رنگ دکھایا ہی نہیں ... ایک بار پھر میرے ساتھ مقابلہ کر اور اپنی قسمت کو آزما۔

برق کے بار بار کہنے پر بھی جب وہ نہ اٹھا۔ زمین پر بے سدھ پڑا رہا تب برق

نے کوئی فیصلہ کیا۔ اس کے چہرے پر سختی آنکھوں میں سنگینی پھیل گئی پھر ایک دم اس کی
بلند ہو کے گری اور اس نے اس کی گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔

مرنے والے کے گھوڑے کی باگیں پکڑتے ہوئے برسق اپنے گھوڑے پر سوار
اور اپنے لشکر کی طرف واپس ہولیا۔ جب وہ اس جگہ آیا جہاں ارسلان اور بدران کھڑے
تھے تو بدران اور ارسلان دونوں نے باری باری اپنے گھوڑوں سے اتر کر اس کو گلے لگایا
پھر ارسلان اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''برسق میرے بھائی! تو نے کیا شرف وامتیاز اور عظمت ورفعت کی معراج
ساتھ مدمقابل کو زیر کیا ہے۔ میں کفر وشرک کے ملعونوں اور مقہوروں کے خلاف تیر
ماورائے تخیلات جراتمندی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تیری شجاعت کو تحسین کہتا ہوں۔''

ارسلان کے بعد بدران نے بھی اس کی کامیابی اور کامرانی پر اسے مبارکباد دی پھر
ارسلان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائیو! دونوں اپنے اپنے لشکر کے سامنے چلے جاؤ۔ میں خود جنگ کی
ابتداء کرنا چاہتا ہوں اور تکین کو بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اوران کے علاقوں
پر حملہ آور ہو کر قبضے اور تسلط کے خواب دیکھنا آسان نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی بدران دائیں جانب اپنے لشکر کے سامنے چلا گیا تھا۔ اور بائیں
جانب کا جو لشکر حصہ تھا اس کے سامنے برسق کھڑا ہو گیا تھا۔ ان کے ایسا کرنے کے بعد
ایک بار ارسلان نے گہرے جھکے ہوئے بادلوں سے ڈھکے آسمان کی طرف دیکھا پھر
انتہائی انکساری اور عاجزی میں کہہ رہا تھا۔

''میرے اللہ میرے ہونٹوں پر تیری مقدس حمد رہتی ہے۔ میرے اشکوں کی روانی
میں ہمیشہ تیرا ہی خوف پنہاں رہا ہے۔ میرے حسن عمل میں تیری فرمانبرداری اور میرے
عقل وشعور میں تیری محبت کی تاثیر ہوتی ہے۔''

میرے اللہ تو ہی روحوں کو روحانیت سے سیراب کرتا ہے تو ہی ظلمت کی گہرائیوں
سے نور کی شعاعیں نکالتا ہے۔ تو ہی بدبختی کو خوش بختی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تو ہی آسمانی
چاندنی کی شعاعوں کو نقاب اور زمین کے چہرے کو سبزے کی ردا اوڑھاتا ہے۔

میرے اللہ یہ فطرت کا جلال آگیں جمال، یہ بولتی خاموشیاں یہ بلند ٹیلے یہ گہری

چھتر چھاؤں کے درخت یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ معطر گل وشبنم یہ مترنم دریا یہ چہچہاتے
یہ ازلی پنہائیاں اور یہ سرمدی بلندیاں میرے اللہ سب تیرے کن کا نتیجہ ہیں۔
میرے اللہ تو نے ہی صدوم کی مکاریوں اور عمورہ کی گناہ گاریوں پر خیر کی قوت وعظمت کو
...دی کیا۔ میرے اللہ میں تیرے سامنے دست بہ دعا ہوں دشمن میرے سامنے صفیں درست
کئے کھڑا ہے۔ میرے اللہ اس کے مقابلے میں ہمیں کامیاب وکامران رکھنا۔

دعا مانگنے کے بعد ایک گہری نگاہ ارسلان نے اپنے سامنے دشمنوں کے لشکر پر ڈالی
پھر زور دار انداز میں اس نے کئی بار تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کے جواب میں
بدران، برسق کی علاوہ پورے لشکر نے کچھ ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ پورا رن کانپ
اور لرزا اٹھا تھا۔ پھر ارسلان نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر
...نست کی طرح اٹل خشمناک فطرت، ٹھنڈے سانسوں میں کھولتے لاوے بھرتی اور
...پہاڑتی آندھیوں کے جھکڑوں، زیست کی ہر عشرت کا عنوان، شوق کی ہر شیفتگی کے
...اور رگ رگ سے زندگی نچوڑ لینے والے قضا کے شاہسواروں کی طرح حملہ آور ہو گیا
تھا۔

جواب میں تکین بھی اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر بدبختی کے سمندروں اور بے راہ
روی کی دہکتی آگ کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے رن کے اندر بے باک وبے اعتناء اور
ہول انگیزیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ دلوں کو آزمائش روح کو نا آشنا اسرار میں ڈالتی برفباری
...نا جان لیوا آندھیوں کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ قضا کے ہیولے چار سو ناچتے ہوئے جسموں کو
...بے جان کرنے لگے تھے۔ مرگ کا کھیل کھیلتی فطرت، فضاؤں کو تلپٹ کر دینے والی
...رضیوں کی صورت اختیار کرتی چلی گئی تھی۔

تکین نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ زوردار حملے کرتے ہوئے مسلمانوں کو
...ہو کرنے کی کوشش کرے لیکن وہ دنگ رہ گیا اس نے اپنے لشکر کے وسط میں رہتے ہوئے
...تو مسلمان لشکری اس طرح اس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے جیسے زندگی کے اسرار
...کے رازدان ابلیسی گماشتوں پر وارد ہوتے ہیں۔ جیسے نیکی کے فرشتے بدی کے
...شتوں سے برسر پیکار ہو جاتے ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ مسلمان لشکری صرف

آگے بڑھنے کا عزم رکھتے تھے۔ پیچھے مڑ کر دیکھنا گناہ خیال کر رہے تھے۔ اور انہوں نے بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی صفوں کو کم کرنا شروع کر دیا تھا۔

تکین نے لاکھ اپنے لشکریوں کو ابھارا۔ چیخ چیخ کر انہیں زور دار انداز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے اکسایا لیکن اس کا کوئی حیلہ اس کا کوئی جتن کام نہ آیا۔ بلکہ اس کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کی اگلی صفیں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری ختم ہوتی جا رہی ہیں اور مسلمان لشکری موت کی صورت میں ان کی اگلی صفوں کو نگلتے ہوئے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھ رہے ہیں تب تکین نے اپنی عافیت اسی میں جانی کہ شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ جائے لہٰذا اس نے اپنے لشکریوں کو شکست و ہزیمت کا اشارہ دیا اور یہ اشارہ ملتے ہی تکین اور اس کے لشکری میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ارسلان، بدران اور برسق نے کچھ دور تک بڑے خوفناک انداز میں ان کا تعاقب کیا۔ جب تکین اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو ان میدانوں سے کاشغر کی طرف جاتی تھی تب ارسلان اپنے لشکر کو لے کر لوٹ آیا۔

تکین کے پڑاؤ کی ہر چیز پر اس نے قبضہ کر لیا۔ جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کی اس کے بعد وہ واپس سمرقند کا رخ کر رہا تھا۔

☆☆☆

ارسلان کے سمرقند پہنچنے سے پہلے ہی سلطان کے مخبروں نے سلطان کو تکین کے خلاف ارسلان کی شاندار کامیابی کی اطلاع دے دی تھی۔ دوسری جانب شہر میں محصور احمد خان بن خضر خان تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ سلطان کے لشکر کے ایک حصے نے تکین کو دریائے زرفشاں کے بائیں جانب کے کھلے میدانوں میں بدترین شکست دے کر کاشغر کی طرف بھگا دیا ہے۔ اور یہ خبر یقیناً اس کے لیے حوصلہ شکن تھی۔

آدھی رات سے تھوڑا پہلے ارسلان، بدران اور برسق اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند پہنچ گئے تھے۔ سلطان نے بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا۔ اور ان کی شاندار فتح پر ان سے اپنی خوشی اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ پھر آنے والے لشکر کو سلطان نے صبح تک آرام کرنے کا حکم دے دیا۔

اگلے روز مغرب کی نماز اور لشکر کے لیے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد سلطان نے سارے سالاروں کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں منجنیقیں کھڑی تھیں۔ سلطان کچھ دیر تک منجنیقوں کا جائزہ لیتا رہا پھر ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ارسلان تمہاری غیر موجودگی میں گو ہم نے دشمن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اس کے خلاف حملوں کی ابتدا کرنے کے لیے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ تم دیکھتے ہو منجنیقوں کے پاس ہم نے پتھروں کے بڑے بڑے ڈھیر لگا دیے ہیں۔ سمرقند کو فتح کرنے کے لیے میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اس پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر اس کو سر کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ہمارے پاس جو منجنیقیں ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔"

ارسلان یہ سارا کام میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں اپنے سارے سالاروں کے ساتھ منجنیقوں کو فصیل سے مناسب فاصلے پر استوار کرو لشکر کے ایک حصے کو حرکت میں لاتے ہوئے ان کے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا دو۔ اس کے بعد ہم شہر پر حملہ آور ہونے کی اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔

سلطان کا یہ حکم ملتے ہی ارسلان اور سارے دوسرے سالار حرکت میں آئے منجنیقوں کو تھوڑا سا آگے لے جا کر ایسی جگہ استوار کر دیا گیا جہاں سے ان سے پھینکے جانے والے پتھر شہر کی فصیل کو اپنی ضرب کا نشانہ بنا سکیں۔ اس کے بعد لشکر کا ایک حصہ پتھروں کے ڈھیر آگے لے جانے والی منجنیقوں کے پاس منتقل کرنے لگا تھا۔

ضوباہ، غریاد اور صفیناہ اپنے خیمے میں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں کہ اخیموت خیمے میں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر وہ غریاد اور ضوباہ کے پاس بیٹھ گیا۔ ضوباہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی کہ اخیموت کی بیوی صفیناہ نے اسے مخاطب کیا۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے۔ دونوں بچیاں آپ کے لیے پریشان تھیں۔ آپ بتا کر نہیں گئے کہ کہاں جانا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد بس خیمے سے نکل گئے۔"

اخیموت مسکرایا کہنے لگا۔

"میں واقعی تم تینوں کو بتا کے نہیں گیا۔ کھانا کھانے کے بعد دراصل میں ارسلان سے ملنے کے لیے چلا گیا تھا۔"

قبل اس کے کہ اخیموت مزید کچھ کہتا اس کی بات کاٹتے ہوئے ضوباہ بول پڑی۔

"بابا میں نے سنا ہے امیر ارسلان رات کے پہلے حصے ہی میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ گئے تھے۔ اب دیکھو سورج کیسا چڑھ آیا ہے۔ ابھی تک وہ ہم سے ملنے ہمارے خیمے میں نہیں آئے۔"

جواب میں اخیموت مسکرایا پھر پیار بھرے انداز میں اس نے اپنا ہاتھ ضوباہ کی پر رکھا اور بڑی شفقت سے کہنے لگا۔

"میری بچی! تو چونکہ ارسلان سے محبت کرتی ہے۔ اس کو اپنی زندگی اپنی زیست کا محور بنا چکی ہے۔ لہٰذا ہمہ وقت اس کا انتظار کرتی ہے۔ لہٰذا تیرا شکوہ تیرا گلہ اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن بیٹی تو یہ بھی تو دیکھ رات کے پہلے حصے میں ارسلان اپنے لشکر کے ساتھ تھکا ہارا آیا۔ سلطان نے پورے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ اور صبح کھانے کے بعد سلطان اپنے سارے سالاروں کو منجنیقوں کے پاس لے گیا اور میں وہاں اب ارسلان سے مل کر آیا ہوں ارسلان منجنیقوں کو شہر پناہ کے اس قدر قریب لے گیا ہے کہ جہاں سے شہر کی فصیل پر پتھر برسائے جا سکیں اور اب وہ لشکر کے اس حصے کی نگرانی کر رہا ہے۔ جو پتھروں کو اٹھا کر لا آگے منجنیقوں کے پاس ڈھیر کر رہے ہیں۔ اب بولو تجھے ارسلان سے کیا شکوہ کیا شکایت ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسے ایک لمحہ بھی فرصت کا نہیں ملا۔ اگر ملتا تو یقیناً تم سے ملنے کے لیے آتا۔"

میری بیٹی میں جانتا ہوں صرف تم ہی نہیں اسے چاہتی وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ بیٹی میں جانتا ہوں یہ محبت زندگی سے لطف اندوز ہونے والے دل کے پاک خیالات کو سپرد کرنے کے سلیقے بھی سکھاتی ہے۔ نا آشنا نگاہوں تک کو ایک طلسماتی ادراک دیتی ہے۔ وہاں شاعروں کے منظر کو تراشتے رینگتے جذبات کی شدت و سختی اور مقاصد حاصل کرنے کے لیے کسی ادیب کی تحریر کے اسرار کا تکلیف دہ انکشافاتی عمل بھی رکھتی ہے۔ بے شک محبت رات کے تنہائی پسندوں کی رفیق اور پردیسیوں کی انیس ہے۔ دراصل بیٹی محبت کے امر وعجائب صحرائی پنہائیوں کی طرح انوکھے ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تیری روح عقیدت کے لیے ارسلان کا انتخاب کر چکی ہے۔ تیرے الفاظ میں اس سے وابستگی کی گہرائی ہے۔ اور کسی کی محبت میں انتظار قبروں کی خاموشی اور تنہائی کے دردناک عذاب سے

بڑا ہولناک ہوتا ہے۔ مگر سن میری بیٹی محبت جہاں روحوں کی تسکین اور دلوں کے لیے سکون کی سی آسودگی کا باعث بنتی ہے وہاں محبت صدق ایثار اور وفا بھرے جذبے چہروں کی اداسی اور آنکھوں کی تھکن سے بھی بے نیاز انتظار بھی مانگتی ہے۔ میری بیٹی! اگر سلطان، ارسلان اور سارے سالاروں کو منجنیقوں کے پاس نہ بلا لیتا تو ارسلان یقیناً فجر کی نماز ادا کرنے اور کھانا کھانے کے بعد جو سب سے پہلا کام کرتا وہ یقیناً تمہارے خیمے میں تم سے ملنے کا ہوتا۔"

اخیموت کی اس گفتگو سے کسی حد تک ضوباہ مطمئن ہوگئی تھی۔ صفیناہ اور غریاد بھی خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے ضوباہ کہنے لگی۔

"بابا کیا آپ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اگر ہوئی تو انہوں نے کچھ کہا"

اخیموت نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں ارسلان کی محبت میں کبھی کبھی اپنے کہے ہوئے جملے یا میری پہلے کی کہی ہوئی بات کو فراموش کر دیتی ہے۔ میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں اس سے مل کر آیا ہوں۔ میری اس سے گفتگو بھی ہوئی۔ اس نے تمہارے متعلق بھی پوچھا تمہارا احوال ایک نہیں کئی بار پوچھا، غریاد، صفیناہ کا بھی پوچھا بلکہ وہ معذرت طلب انداز میں یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اگر صبح ہی صبح منجنیقوں کو استوار کرنے کے کام کی ابتداء نہ ہو جاتی تو وہ یقیناً تم سے آکے ملتا۔"

اخیموت کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئی ضوباہ پھر بول پڑی۔

"کیا آپ نے انہیں کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کے خلاف شاندار فتح پر مبارک باد دی.........؟"

"بالکل دی۔ اپنی طرف سے بھی اور تم تینوں کی طرف سے بھی دی۔" مسکراتے ہوئے اخیموت نے کہا تھا۔

ضوباہ نے پھر کچھ سوچا اور کہنے لگی۔

"بابا اب یہاں سمرقند سے باہر کیا ہونے والا ہے.........؟"

مسکراتے ہوئے اخیموت نے کندھے اچکائے پھر کہنے لگا۔

"بیٹی ہونا کیا ہے۔ بس سلطان کو ارسلان، بدران اور برسق کی واپسی کا انتظار تھا۔

وہ چونکہ رات کے پہلے حصے میں لوٹ آئے ہیں لہٰذا اب شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کی جائے گی۔ میں جس وقت ارسلان سے مل کر آیا تو لشکر کی منجنیقوں کو فصیل کے قریب جا کر استوار کیا جا چکا تھا۔ اور ان کے قریب پتھروں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک شہر پر حملوں کی ابتداء کی جائے گی۔ اور شہر پر حملوں کی شروعات منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری سے کی جائے گی۔"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر ضوباہ نے کچھ سوچا اس کے بعد اخیموت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہنے لگی۔

"بابا کیا خیمے سے باہر نکل کر ہم اپنے لشکر کے سمرقند پر حملہ آور ہونے کا منظر دیکھ سکیں گے۔"

اخیموت مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اس نے ضوباہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! کیوں نہیں دیکھ سکیں گے پڑاؤ کے اندر جس قدر بچے بوڑھے عورتیں ہیں وہ سب اپنے خیموں سے باہر نکل کر سلطان اور اس کے سالاروں کے سمرقند پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں کو دیکھ رہے ہیں۔"

اس پر ضوباہ فوراً کھڑی ہوگئی کہنے لگی۔

تو پھر ہم بھی خیمے سے باہر کھڑے ہو کر یہ سارا منظر دیکھتے ہیں۔ اخیموت نے اس سے اتفاق کیا پھر چاروں خیمے سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

☆☆☆

جس وقت سمرقند کی فصیل کے قریب سلطان کے حکم پر منجنیقیں استوار کرنے کے بعد ان کے قریب پتھروں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے اسی وقت سمرقند کا حاکم احمد خان بن خضر خان فصیل کے ایک برج میں نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ایک اور خوب قد آور اور جسم کے لحاظ سے کڑیل انسان تھا۔ دونوں برج کے اندر کھڑے ہو کر منجنیقوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

جو شخص احمد خان بن خضر خان کے ساتھ تھا اس کا نام عین الدولہ تھا یہ بڑا خطرناک

تھا۔ دراصل سمرقند کے اندر ایک منظم اور انتہائی مسلح تحریک پرورش پا رہی تھی۔ اس تحریک کا نام حکلیہ تھا اور یہ عین الدولہ اس تحریک کا سربراہ تھا۔ یہ حسن بن صباح جیسی ہی اور انتہائی خطرناک تحریک تھی۔ اور گزشتہ حکمران بھی اسی کے کہنے پر سمرقند کے اندر بغاوتیں کھڑی کرتے رہے تھے پہلے اس حکلیہ نام کی تحریک کی اتنی طاقت وقوت نہ تھی لیکن آہستہ آہستہ عین الدولہ نے اپنی اس تحریک میں ہزاروں مسلح جوانوں کو جمع کر لیا جو اس کے اشارے پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ اس طرح جہاں حسن بن صباح مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی تحریک چلانے کی کوشش کر رہا تھا وہاں سمرقند میں بھی حکلیہ نامی تحریک پرورش پا چکی تھی۔

احمد خان بن خضر خان بڑے پریشان کن انداز میں منجنیقوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عین الدولہ کچھ دیر اس کی بدلتی ہوئی حالت کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اسے تسلی دینے کے انداز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"احمد خان! پریشان ہونے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں اپنی تحریک کو کافی حد تک منظم کر چکا ہوں۔ پھر بھی مجھے اس کو عروج تک پہنچانے کے لیے کچھ وقت چاہئے اور جب میں اپنی اس حکلیہ نام کی تحریک کو عروج پر لے آؤں گا اور سمرقند میں سلجوقیوں کے خلاف بغاوت کھڑی کروں گا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بھی سلجوقی حکمران مجھے زیر کر کے سمرقند میں داخل نہیں ہو سکے گا۔"

میں دیکھتا ہوں تیرے چہرے پر پریشانیوں کی پرچھائیاں ہیں۔ اگر تو ملک شاہ سلجوقی کی منجنیقوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہے تو تھوڑی دیر تک یہ پتھر برسائیں گی اور سمرقند کی فصیل کو توڑ دیں گی اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند میں داخل ہوگا تو اس میں فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

دیکھو اس سے پہلے بھی سمرقند میں بغاوت کرنے والے گرفتار ہوتے رہے ہیں اور معافی مانگنے کے بعد سلطان انہیں معاف کر دیتا رہا ہے۔ تو جانتا ہے ملک شاہ سلجوقی بڑا رحم دل حکمران ہے۔ ان لوگوں کی بڑی قدر کرنے والا ہے۔ جن لوگوں کو اس شہر کا حاکم مقرر کرتا ہے۔

اس موقع پر میں تمہیں دو نصیحتیں کرتا ہوں پہلی یہ کہ اگر ان منجنیقوں کے ذریعے

سلطان شہر کی فصیل کو گرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر ہمیں شکست دے دیتا ہے تو کسی نہ کسی طرح شہر پناہ کے کسی دروازے سے بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کرنا۔

اور اگر تمہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور بھاگنے کا موقع نہیں ملتا تو پھر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لینا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو سلطان تمہیں معاف کرتے ہوئے سمرقند کی ولایت پر بحال کر دے گا اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

اب میری دوسری نصیحت سنو جو پہلی سے زیادہ اہم اور منفعت بخش ہے۔

احمد خان اول تو مجھے امید ہے سلطان کے ہاتھوں شہر فتح نہ ہوگا۔ اگر ہوگا تو تمہیں کسی نہ کسی طرح بھاگ جانے کا موقع مل جائے گا۔

اگر تم گرفتار ہو گئے تو گڑگڑا کر سلطان سے اپنے رویے کی معافی مانگ لینا میرا دل کہتا ہے وہ تمہیں معاف کر کے سمرقند کی ولایت پر بحال کر دے گا۔ پر اس دوران ایک ضروری بات اپنے ذہن میں رکھنا۔

وہ یہ کہ جب تمہیں سلطان کے سامنے پیش کیا جائے تو کسی بھی صورت اس کے سامنے میرا اور میری خفیہ تنظیم حکلیہ کا ذکر نہ کرنا۔ اس طرح سلطان میری تنظیم کے خلاف حرکت میں آئے گا اور مکمل طور پر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ ایسی صورت میں میں سمرقند میں تمہاری حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے کچھ نہ کر سکوں گا۔

عین الدولہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ عین اسی وقت سلطان کے لشکر کی طرف سے منجنیقوں نے شہر کی فصیل پر آزمائشی پتھروں کی ابتداء کی تھی تا کہ نشانے کو وہ پر درست کرتے ہوئے شہر کی فصیل پر سنگ باری کی ابتداء کی جائے۔

اس موقع پر عین الدولہ نے بڑے غور سے احمد خان کی طرف دیکھا وہ بڑا فکرمند اور پریشان تھا۔

عین الدولہ نے اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ تمہارا رنگ کیوں زرد ہو رہا ہے؟

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ احمد خان اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ایسی بات ہے میں دیکھتا ہوں تم پریشان ہو رہے ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ سلطان تمہارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کرے گا۔ بلکہ عاجزی سے معافی مانگنے پر بحال کر دے گا عین الدولہ کے ان حوصلہ افزا الفاظ پر احمد بن خضر خان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"عین الدولہ تم جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہو اچھے تیغ زن بھی ہو۔ اب بتاؤ کہ مجھے اس موقع پر کیا کرنا چاہیے..........؟"

عین الدولہ بھی جواب میں مکروہ سی ہنسی ہنسا کہنے لگا۔

"تمہیں کیا کرنا ہے.......... اگر ہم یہاں سے ملک شاہ سلجوقی کے لشکر پر تیر برساتے ہیں تو تیر ان پر کارگر ثابت نہ ہوں گے اور شہر سے باہر نکل کر ہم سلطان سے صف آراء ہو کر جنگ بھی نہیں کر سکتے اس لیے کہ ابھی شہر کے اندر ہماری عسکری قوت اس قابل نہیں کہ شہر کے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کیا جائے۔"

احمد خان مجھے تمہاری ایک غفلت پر بڑا غصہ آتا ہے۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ سمرقند میں جب تک میں اپنی تحریک کو اپنے عروج پر نہیں لے آتا اس وقت تک کسی بھی مشکوک شخص کو سمرقند سے سلطان کی طرف مت جانے دینا ورنہ تمہارے خلاف لوگ شکایات کا انبار لگا دیں گے میرا دل کہتا ہے کہ لوگ جو یہاں سے حج کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے وہ مکہ نہیں گئے انہوں نے جا کے ملک شاہ سلجوقی سے شکایت کر دی ہے کہ ہم سمرقند اور دیگر نواحی شہروں کو سلجوقیوں کی سلطنت سے نکالنے والے ہیں۔ جو لوگ یہاں سے نکل کر سلطان کی طرف گئے اور پھر سلطان سے شکایت کی اگر وہ اس وقت سلطان کے لشکر میں شامل ہیں تو یاد رکھنا بچ کے نہیں جائیں گے میں اپنے کچھ جاں نثار اس کے بعد سلطان کے لشکر کی طرف بھجواؤں گا.......... اور اگر وہ لشکر میں شامل ہوئے تو ان کو پہچانا جائے گا کہ وہ کون کون ہیں اور جب سلطان یہاں سے چلا جائے گا تو ان کی غیر موجودگی میں ان تمام لوگوں کے سر کاٹ کے رکھ دیئے جائیں گے تا کہ آئندہ کوئی بھی شہر سے نکل کر ہمارے خلاف سلطان کے پاس جا کر شکایت نہ کرے۔

اب آؤ نیچے چل کر اپنے مسلح جوانوں کو استوار کرتے ہیں۔ یاد رکھنا ہم ملک شاہ کو شہر کی فصیل گرانے سے روک نہیں سکتے۔ تاہم یہ کام ہم ضرور کریں گے کہ جب فصیل گر

جائے گی اور ملک شاہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو
پوری طاقت اور قوت سے شہر کا دفاع کریں گے اور کوشش کریں گے کہ ملک شاہ کو
فصیل کے راستے شہر میں داخل نہ ہونے دیں بلکہ شہر سے باہر نکالنے میں کامیاب
جائیں۔ اس کے ساتھ ہی عین الدولہ کی بات مانتے ہوئے احمد خان اور عین الدولہ
سے اتر گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان کے حکم پر منجنیقوں کے ذریعے شہر پر سنگ باری کا سلسلہ
کر دیا گیا تھا۔ منجنیقوں کے پیچھے پورا لشکر اپنے اپنے سالاروں کی راہنمائی میں
مستعد اور پیش قدمی کرنے کے لیے تیار تھا۔

منجنیقوں کی مسلسل سنگ باری کے باعث سمرقند شہر کی فصیل کا اوپر والا حصہ
شروع ہوا۔ جب توڑ پھوڑ شروع ہوئی تب ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ سلطان
لشکر کے اندر تکبیروں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں اور ان آوازوں نے سمرقند کے
والوں پر ایک طرح کا خوف اور دہشت طاری کر کے رکھ دی تھی۔

پھر آہستہ آہستہ فصیل گرتی چلی گئی یہاں تک کہ اس کا ایک خاصا بڑا حصہ
مسمار ہو کے رہ گیا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان کے حکم پر اس کے لشکر نے پیش قدمی کی دوسری جانب
خان بن خضر خان اپنے پورے لشکر کے ساتھ جہاں فصیل کا حصہ ٹوٹا تھا اس کے سا
صف آرا تھا۔

پھر سلطان کا پورا لشکر گرتی فصیل کے راستے شہر میں داخل ہوا اور دیکھتے ہی د
احمد خان بن خضر خان کے لشکر پر آئینہ گردش دوران میں سنگ سنگ اُڑتے بادلو
اندھیری راتوں کی پرچھائیوں میں جوش مارتے خیالات کے سمندر اور سرد ٹھٹھری
میں نبض ہستی تک کو بھی روک دینے والی نزع کی بے صورت صداؤں کی طرح حملہ آ
گئے تھے۔

جواب میں سمرقند کا محافظ لشکر بھی فطرت سے بغاوت کرتے ناروا گھمبیر جبر کی
اپنی کارروائی شروع کر چکا تھا۔

سمرقند شہر میں حیرت کدوں کا ایک ایسا لرزہ عالم طاری ہو گیا تھا جیسے وقت کی گر

جائے گی یا ہر سانس شعلوں کی زبان اختیار کر لے گی جان کنی کے لمحات اپنے جذبات
کی شورش کے ساتھ اُمڈ پڑے تھے۔ خون میں نہائی داستانیں صحرائے فنا کے شرر بار
کی طرح چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔

احمد خان کا لشکر زیادہ دیر تک سلطان کے لشکر کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ پسپا ہوا پہلے
پیچھے ہٹا تھا اس پر ارسلان بدران برق نے پوری طاقت اور قوت سے حملہ کیا
طرح سے پیچھے ہٹنے والے احمد خان کے لشکر کا تعاقب کیا۔

اب صورتحال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ احمد خان کے جنگ کے دوران مرنے والے
یوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ اور ان کے اوپر سے بدران، ارسلان اور برق کے
گزر رہے تھے۔

یہاں اچانک ایک خونی حادثہ پیش آیا۔ احمد خان کے لشکری جو جنگ میں کام آئے
ان میں سے کچھ زندہ بھی تھے۔ زخموں کے باعث تڑپ رہے تھے۔ ان میں سے ایک
ارسلان پر نگاہ رکھی کہ یہ لشکریوں کا سالار ہے جب ارسلان اس کے پاس سے گزرنے
اس نے اپنا خنجر تولا، تاک کر ارسلان کو مارا وہ خنجر تو ارسلان کی پیٹھ پر مارنا چاہتا تھا اگر
لگتا تو ارسلان محفوظ رہتا کیونکہ اس نے فولادی کڑیوں کی زرہ اپنے لباس کے نیچے
رکھی تھی۔ نشانہ خطا ہونے کے باعث خنجر .... ارسلان کے بائیں بازو میں پیوست
ہو گیا تھا۔

کچھ لشکریوں نے یہ صورتحال دیکھ لی تھی وہ فوراً ارسلان کی طرف لپکے۔ ارسلان نے
جلدی بازو میں پیوست خنجر نکال کر پھینک دیا اور قریب آنے والے اپنے لشکریوں کو
کر کے کہنے لگا۔

"میرے زخم پر جلدی جلدی کپڑا کس کر باندھ دو تاکہ زخم بند ہو جائے تمہارے
اور کو خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں زخمی ہوا ہوں .... جلدی کرو۔"

اس پر ان میں سے ایک لشکری نے بڑی تیزی سے اپنے گھوڑے کی خرجین کے اندر
کپڑا نکالا اور کس کر ارسلان کے بازو پر باندھ دیا۔ ارسلان نے اس کے ساتھ ہی
گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کی راہنمائی کرتا ہوا احمد خان کے لشکریوں کے تعاقب
گیا تھا۔

حکلیہ تنظیم کا سربراہ عین الدولہ بڑا عیار بڑا مکار ثابت ہوا اس نے احمد خان کو یقین دلایا تھا کہ وہ سلطان کے لشکر کے مقابلے میں اپنی پوری تنظیم کے ساتھ احمد خان کی مدد کرے گا لیکن سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ فصیل توڑ کر شہر میں داخل ہوا تب عین الدولہ نے اپنی تنظیم کے سارے لوگوں کے لیے حکم جاری کر دیا کہ وہ بالکل غیر مسلح اپنے گھروں میں دبک جائیں......... اسی طرح عین وقت پر عین الدولہ نے احمد خان کو دھوکہ دیا۔

بہر حال شہر کے اندر احمد خان کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ احمد خان نے شہر سے بھاگ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی لیکن اس کی بدقسمتی ایک لشکری جو اسے شکل سے پہچانتا تھا اور اس نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ تعاقب کر کے اسے اس نے پکڑ لیا اور سلطان کے سامنے لا پیش کیا اس وقت تک جنگ ختم ہو چکی تھی۔ احمد خان کے بچے ہوئے لشکر نے ہتھیار ڈال کر معافی مانگ لی تھی۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی تھوڑی دیر تک بڑے غور سے احمد خان کو دیکھتا رہا پھر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو کیسا غیر ذمہ دار انسان ہے تجھے سمرقند کا والی بنایا گیا اور بغاوت کرنے کے بعد تو شہر کے لوگوں کو شب کی سکوت، شام کی اداسیوں اور رات کے اجاڑ پن میں چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔ تمہاری بدقسمتی کہ میرے ایک لشکری نے جو تمہیں شکل سے جانتا تھا بھاگتے ہوئے دیکھ لیا اور پکڑ کر میرے پاس لے آیا۔"

احمد خان! تم جیسے خدائی قانون کو ساقط کرنے والے آغاز اول سے دامان ... ذلیل اور خوار ہی رہتے ہیں۔ تم جیسے ساکنان گم کردہ راہ بدبختی کے حذیان و سرسام میں پڑے رہتے ہیں۔

میں نے تجھے عزت واحترام دیا۔ تجھے سمرقند کا والی بنایا اور تو نے میرے خلاف عالم سکرات کا ادنیٰ معاملہ جان کر اس کی توہین کی۔ اب تیرے ہونٹ منجمد کیوں ... سوچوں کے شعلے بجھ کیوں چکے ہیں اور تیرے لفظوں کے بھڑکتے ہوئے انگارے ... ہو چکے ہیں۔ احمد خان تو نے سمرقند کے پہلے حکمرانوں کی اندھی تقلید کے کالے نشتر ... ہوئے دزدیدہ تعصب کا فسوں کھڑا کرنے کی کوشش کی۔

گھورے مایوس ماحول میں تو نے درد کا اڑتا طوفان، آسیب زدہ کھولتا بحر بننے کی ... کی۔ ذرا اپنی حالت پر نگاہ دوڑا میرے لشکری کیسے عصائے کلیم بن کر تجھ پر تیرے ... برے اور تجھے اور تیرے لشکریوں کو ہزیمت کے ایک ہی نکتے پر لا کھڑا کیا۔ ... بتا تیرے جیسے باغی تیرے جیسے سرکش، تیرے جیسے نمک حرام تیرے جیسے احسان ... شخص سے کیا سلوک کیا جانا چاہیے۔

احمد خان اچانک زمین پر گرا سلطان کے پاؤں پکڑ لیے اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے

"سلطان محترم! مجھے معاف کر دیجیے میرے خبث باطن نے مجھ پر لالچ اور خود غرضی کی آگ بھڑکا دی۔ حرص وہوس کے میلان نے مجھے ذلت ومسکنت حسد اور نسلی تعصب کی ... دھکیل دیا۔"

سلطان ملک شاہ سلجوقی اور اردگرد کھڑے سارے سالاروں نے دیکھا اس موقع پر احمد خان کا جسم ٹوٹتے جھاگ کی طرح تھرتھرا رہا تھا۔ کانپ رہا تھا۔ پھر سلطان نے تحکمانہ لہجہ میں اسے مخاطب کیا۔

"میرے پاؤں کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاؤ........."

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے احمد خان فوراً کھڑا ہو گیا۔ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

"خداوند تیری کوتاہیوں......... تیری کوتاہ دستیوں کو معاف کرے......... یاد رکھنا ... ہوس بھری خواہش انسان کو جینے دیتی ہیں نہ مرنے۔ ریت کی پیاس کی طرح بس ... چلی جاتی ہے۔"

سمرقند شہر پر حملہ آور ہوتے وقت میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا ہوا تھا کہ تجھے شکست دینے کے بعد اپنی تلوار سے تیری گردن کاٹوں گا......... اس لیے کہ تو نے میرے ... دھوکہ دیا۔ میں نے تجھے سمرقند کا والی بنایا اور تو میرے سامنے باغی اور سرکش بن کے ... لیکن اب جب کہ تو میرے پاؤں پڑ کر معافی مانگ چکا ہے تو میں تجھے قتل کرنے سے ... ہوں......... یہ تمہاری پہلی بغاوت اور سرکشی ہے۔ اس بناء پر میں تمہیں معاف کر ... لیکن آج کے بعد تجھے کسی شہر کا حاکم مقرر نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ تم میرے مرکزی ... ایک عام آدمی کی حیثیت سے زندگی بسر کرو گے۔ اس کے بعد سلطان نے اسے

اپنے مرکز کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

احمد خان کو چونکہ جنگ کا تسلسل ختم ہونے کے ساتھ ہی ایک لشکری نے پکڑ کر سلطان کے سامنے پیش کر دیا تھا لہٰذا سلطان اپنے اطراف کا جائزہ نہ لے سکا۔ احمد خان کو وہاں سے ہٹانے کے بعد جب اس نے ادھر ادھر دیکھا تو ارسلان، سلطان کے پاس نہیں تھا...... برسق اور بدران وہاں کھڑے تھے۔ کچھ دوسرے سالار بھی برسق اور بدران کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ اس موقع پر سلطان نے کچھ سوچا پھر بدران کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"بدران! یہ ارسلان کہاں ہے......؟ اور میں دیکھتا ہوں عثمان جق بھی نہیں ہے۔ خیریت تو ہے" بدران نے اس موقع پر ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! دراصل بات یہ ہے کہ جس وقت احمد خان کے لشکر کو شکست ہوئی اور ہم اس کے لشکریوں کا تعاقب کر رہے تھے احمد خان کے ایک لشکری نے جو زمین پر زخمی حالت میں گرا پڑا تھا۔ اس نے ایک خنجر نکالا اور تاک کر ارسلان کو دے مارا۔ اس کا خنجر ارسلان کے بازو میں پیوست ہو گیا تھا۔ خاصا زخم آیا ہے لیکن تعاقب کے دوران ارسلان نے ایک لشکری سے کہہ کر اپنے بازو پر پٹی بندھوالی تھی اور تعاقب میں حصہ لیتا رہا۔ سلطان محترم اس وقت وہ شہر کی فصیل کی جو سیڑھیاں ہیں اس پر لیٹا ہوا ہے۔ لشکر کے طبیب اس کا زخم صاف کر کے مرہم پٹی کر رہے ہیں۔ عثمان جق کو بھی اس نے اپنے پاس ہی روک رکھا ہے۔ مجھے برسق اور دیگر سالاروں کو آپ کی طرف بھیج دیا ہے...... سلطان محترم ارسلان نے بڑی سختی سے ہمیں کہا تھا کہ ہم اس کے زخمی ہونے کی اطلاع آپ کو نہ دیں۔ صرف اتنا کہہ دیں کہ اس کے حصے کے لشکر کے کچھ لشکری زیادہ زخمی ہوئے ہیں اور وہ ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے......"

اس پر سلطان نے بڑی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور بدران اور برسق دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے تم دونوں کا یہ فعل اچھا نہیں لگا۔ تم دونوں اس کے دست راست ہو میرے سالاروں میں ارسلان کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع ہو۔ جس وقت وہ زخمی ہوا تھا اسی وقت مجھے اس کے زخمی ہونے کی اطلاع دی جانی چاہیے تھی۔ اب وہ فصیل کی سیڑھیوں پر

زخم کی مرہم پٹی کرا رہا ہے اور ہم یہاں اس کی تکلیف اس کے زخمی ہونے سے بے خبر ہیں میں مصروف ہیں۔ بدران! اس احمد خان بن خضر خان سے ملاقات میں بعد میں بھی ہو سکتا تھا۔ پہلے ہمیں ارسلان کی دیکھ بھال کرنی چاہیے تھی۔ چلو میرے ساتھ......"

اس کے ساتھ ہی بدران برسق اور دیگر سالاروں کے ساتھ سلطان سمرقند کی شہر پناہ کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ایک جگہ جب بدران اور برسق رک گئے تو سلطان نے دیکھا سامنے سیڑھیوں پر ارسلان لیٹا ہوا تھا۔ سلطان کے سالار عثمان جق نے اس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔ اور طبیب بازو کے زخم پر پٹی باندھنے کے آخری مراحل میں تھا۔

سلطان تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا جب طبیب پٹی باندھنے کے بعد پیچھے ہٹا تب سلطان آگے بڑھا...... اسے دیکھتے ہی ارسلان اٹھ بیٹھا۔ پھر جب سلطان کو دیکھتے ہی اس نے کھڑا ہونا چاہا تو سلطان نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا...... سلطان اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ پھر بڑی شفقت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ارسلان میرے بیٹے...... مجھے تمہارا یہ طریقہ کار پسند نہیں آیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جس وقت ہمارے ہاتھوں سمرقند کے لشکر کو شکست ہوئی تھی اور ہم نے تعاقب کیا تھا تو تعاقب کے دوران تم زخمی ہو گئے تھے۔ اگر ایسا ہوا تھا تو تمہیں تعاقب میں حصہ نہیں لینا چاہیے تھا۔ تم نے اپنی ذات کے ساتھ زیادتی کی اور پھر تم نے یہ کیا حماقت کی کہ یہاں فصیل کی سیڑھیوں پر آ کر لیٹ گئے۔ اور طبیب سے زخم کی مرہم پٹی کرانے لگے۔"

بیٹے! مجھے یہ فعل اچھا نہیں لگا...... کم از کم تمہیں اپنے زخمی ہونے کی اطلاع مجھے دینی چاہیے تھی۔ میں خود تمہاری مرہم پٹی کا اہتمام کرتا۔ الٹا تم نے برسق اور بدران سے بھی کہہ دیا کہ مجھے تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع نہ دی جائے اور یہاں آ کر تم چوری چھپے پٹی کراتے رہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رک گیا۔ آسمان کی طرف دیکھا اس لیے کہ گزشتہ روز سے جو گہرے بادل بنے ہوئے تھے اس کے ردعمل کے طور پر ہلکی ہلکی برفباری شروع ہو گئی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ برف باری تیزی اختیار کرنے لگی تھی۔ سلطان اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور بدران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بدران! کچھ جوانوں کو بلاؤ............ ارسلان کو اٹھا کر خیمہ گاہ میں لے جائیں۔''

اس پر ارسلان اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا زخم کوئی اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں چل پھر نہ سکوں۔ بازو پر زخم ہے۔ میری ٹانگیں ٹھیک ہیں۔ اس زخم کے علاوہ مجھے کوئی اور زخم نہیں لگا۔ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنی خیمہ گاہ کی طرف جا سکتا ہوں۔''

اس موقع پر سلطان نے قریب کھڑے طبیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''تم نے زخم کی مرہم پٹی کی ہے۔ زخم کیسا ہے؟''

طبیب نے ایک گہری نگاہ ارسلان پر ڈالی اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! یہ خنجر کا گہرا گھاؤ ہے۔ مندمل ہونے میں کچھ دن لے گا۔ بہرحال میں نے زخم صاف کر کے مرہم لگا دیا ہے۔ چند یوم تک ٹھیک ہو جائے گا............''

پھر ارسلان کے کہنے پر بدران اس کا گھوڑا قریب لایا۔ کسی کی مدد کے بغیر ارسلان اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ سلطان اور دیگر سالار بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے پھر سلطان نے برسق اور بدران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بدران! لشکر کے ایک حصے کو شہر ہی میں رکھ کر تم اور برسق دونوں شہر کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لو............ اب بھی کوئی شہر کے گلی کوچوں میں مزاحمت کرتا ہے تو اس کو کچل کے رکھ دو۔ باقی لشکر سے کہو کہ خیمہ گاہ میں جا کے آرام کریں............''

اس کے ساتھ ہی ارسلان، سلطان اور عثمان جق کچھ سالاروں کے ساتھ شہر سے نکلے خیمہ گاہ میں داخل ہوئے۔ ارسلان کو اس کے خیمے میں لایا گیا۔ سلطان اور عثمان جق اس کے ساتھ تھے۔

سلطان نے خیمے کا جائزہ لیا۔ پھر عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عثمان! بدران اور برسق کو میں نے شہر کے انتظام کی ذمہ داری سونپی ہے ارسلان کی دیکھ بھال میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں............''

سلطان مزید کچھ کہتا کہ ارسلان فوراً بول پڑا۔

''سلطان محترم اس کی ضرورت نہیں ہے............ میں آپ سے کہہ چکا ہوں

زخم گہرا نہیں ہے۔ میں اپنے روزمرہ کے کام کاج کر سکتا ہوں۔ زخم میں تھوڑی سی ٹیس ہے طبیب نے جو مرہم لگایا ہے اس سے تھوڑی دیر بعد آرام آ جائے گا اور میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ عثمان جق کو میرے پاس رہنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں اس سے کہوں گا یہ لشکر گاہ میں جائے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرے............''

ارسلان کے ان الفاظ پر سلطان مسکرا دیا اور عثمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''عثمان تم ایسا کرو کچھ آدمیوں کو بلا کر یہاں ارسلان کے پاس آگ روشن کرا دو تاکہ خیمہ گرم رہے اور اس کے زخم میں تکلیف کم ہو۔ باہر برف باری شروع ہو گئی ہے سردی بڑھ جائے گی، ایسا کرنے کے بعد تم میرے ساتھ چلو میں اور تم دونوں وہ لوگ جو زخمی ہوئے ہیں ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔''

ارسلان کے خیمے میں آگ روشن کرانے کے بعد کسی کو بھیجو کہ وہ اخیموت اور اس کے اہل خانہ کو ارسلان کے زخمی ہونے کی اطلاع کرے تاکہ وہ یہاں خیمے میں آ کر اس کی دیکھ بھال کریں۔ میرے خیال میں ارسلان کا زخم ہفتوں میں ٹھیک ہونا ہے تو اگر ضوباہ یہاں اس کے پاس رہے تو زخم دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا............

سلطان کے ان الفاظ پر ارسلان مسکرا دیا تھا۔ عثمان جق بھی معاملے کو سمجھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ پھر عثمان باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خیمے میں اخیموت داخل ہوا۔

سلطان نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''اخیموت تم بڑے وقت پر آئے ہو میں کسی کو تمہاری طرف بھجوانے ہی لگا تھا۔

اخیموت انتہائی پریشانی کے عالم میں سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔''

''سلطان محترم! میں اپنے خیمے سے باہر تھا کہ کسی نے مجھے بتایا کہ امیر ارسلان جنگ کے دوران زخمی ہوئے ہیں۔ میں نے یہ اطلاع ابھی ضوباہ، غریاد اپنی بیوی صفیناہ کو نہیں دی۔ پہلے میں اس خبر کی توثیق کرنا چاہتا تھا۔''

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''خبر درست ہے............ زخمی ہونے والے دشمن کے کسی لشکری نے عقب سے اس کو خنجر مارا جو اس کے بازو میں لگ گیا۔ بہرحال زخم خطرناک نہیں ہے۔ اب تم آ ہی گئے ہو تو ایک کام کرو۔ اپنے خیمے میں واپس جا کر ضوباہ، غریاد اور صفیناہ تینوں کو یہاں لے

آؤ اتنی دیر تک عثمان کچھ لشکریوں کے ذمے یہ کام لگاتا ہے کہ وہ یہاں ارسلان کے خیمے میں آگ روشن کر دیں۔"

اخیموت جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں۔ ضوباہ ارسلان سے محبت کرتی ہے اور اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ اگر تم محسوس نہ کرو تو میں تم سے کہوں گا کہ ضوباہ کو ارسلان کے خیمے میں رہنے دو کہ وہ بہتر انداز میں اس کی دیکھ بھال اور تیمارداری کر سکے گی۔

اگر تم اس معاملے کو معیوب سمجھو تو پھر میں ارسلان کی دیکھ بھال کے لیے کچھ اور اہتمام کرتا ہوں۔

اخیموت کے بولنے سے پہلے ہی ارسلان بول اٹھا۔

"سلطان محترم کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ میں کوئی اتنا زخمی ہوں کہ زخم میرے لیے شدید تکلیف کا باعث بنے میں معمول کے مطابق اپنے کام کاج کر سکتا ہوں..........

میرے خیال میں کسی کو میری تیمارداری کی خاطر میرے خیمے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اخیموت نے بڑے غور سے ارسلان کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"نہیں بیٹے! میں تمہارے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتا۔"

"سلطان محترم آپ کا کہنا درست اور بجا ہے ضوباہ ہمارے پاس امیر ارسلان کی امانت ہے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور اس فیصلے سے سلطان محترم آپ بھی آگاہ ہیں۔ لہٰذا ضوباہ اگر ارسلان کے خیمے میں رہ کر اس کی تیمارداری کرتی ہے تو سلطان محترم! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ میں خوشی محسوس کروں گا اگر ضوباہ یہاں رہے تو.........."

اتنی دیر تک عثمان کچھ جوانوں کو اندر لے آیا۔ ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں مٹی کی بنی ہوئی کافی بڑی انگیٹھی تھی۔ اور دوسرا کچھ کوئلے اور لکڑیاں اٹھائے ہوئے تھا۔ دونوں نے انگیٹھی میں آگ روشن کر دی۔ اور انگیٹھی ارسلان کے بستر کے قریب رکھ دی جب یہ کام ہو چکا تب سلطان نے اخیموت کو مخاطب کیا۔

"اخیموت تم جاؤ.......... اپنے اہل خانہ کو ارسلان کے زخمی ہونے کی اطلاع دو۔ تم لوگ یہاں آئے ہو تو پھر میں عثمان کے ساتھ یہاں سے نکلوں گا لشکر کا ایک بڑا حصہ جس قدر لوگ زخمی ہوئے ہیں میں عثمان کے ساتھ ان کی دیکھ بھال کروں گا۔ برق اور ان دونوں کو میں نے سمرقند شہر کے اندر ہی چھوڑا ہے۔ تاکہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شہر کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ شہر کی جو فصیل گر چکی ہے۔ برف باری کے بعد اس کی تعمیر کا کام بھی التوا میں ڈالا جائے گا۔ اب تم جاؤ اور اپنے اہل خانہ کو یہاں لے کر آؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اخیموت نے کچھ سوچا۔ پھر سلطان کے قریب ہوا اور رازداری سے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جیسا کہ آپ جانتے ہیں امیر ارسلان اور ضوباہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے وابستہ کر چکے ہیں۔ میری یہ خواہش بلکہ یوں جانو میری یہ آرزو ہے کہ پہلے کی ضوباہ یہاں ارسلان کے پاس آئے اس وقت خیمے میں کوئی اور نہ ہوتا کہ ان دونوں کو کسی اور تنہائی میں بھی ایک دوسرے سے کچھ کہنے کا موقع مل جائے۔ اس کے بعد میں اپنی بیوی اور بیٹی غریاد کو بھی یہاں لے آؤں گا آپ کو کسی قسم کی فکرمندی کی ضرورت نہیں۔ سب مل کر ارسلان کی دیکھ بھال کر لیں گے۔"

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تمہارا کہنا درست ہے.......... تم جاؤ۔ ضوباہ کو لے کر آؤ۔ میں عثمان اور انگیٹھی اور آگ روشن کرنے والے بھی چلے جاتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی اخیموت وہاں سے چلا گیا۔ سلطان بھی عثمان اور آگ روشن کرنے والے دونوں جوانوں کے ساتھ ارسلان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

اخیموت اپنے خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی صفیناہ کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ کچھ بتائے بغیر کہاں چلے گئے تھے۔" اخیموت کے جواب دینے سے قبل ہی غریاد بول اٹھی۔

"بابا میں دیکھتی ہوں آپ کچھ پریشان اور اداس سے لگ رہے ہیں۔"

اخیموت آہستہ آہستہ ضوباہ کے قریب آیا۔ بڑے پرشفقت انداز میں اپنا ہاتھ ضوباہ
کے سر پر رکھا اور کہنے لگا۔

"بیٹے! تمہارا اندازہ درست ہے۔ دراصل میری پریشانی اور فکرمندی کی وجہ ابو
ارسلان ہے۔ جنگ کے دوران وہ زخمی ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہی سلطان کی نگرانی
میں اسے اس کے خیمے میں لایا گیا ہے۔ میں وہیں سے ہو کر آ رہا ہوں۔"

اخیموت کے اس انکشاف پر ضوباہ بے چاری کی حالت شجر سے ٹوٹے پتے، دشت
عقوبت میں بھٹکتی داستانوں اور جذبوں کے جنگل میں سوچوں کی پھڑپھڑاتی گلابی پتیوں کی
سی ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر امیدوں کی ساعتوں کے ٹوٹے بکھرے ستارے
پھیل گئے تھے۔ آنکھوں میں اضطراب انگیزیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ کچھ دیر وہ بول نہ
سکی۔ جیسے اس کی لہو کی گردش رک گئی ہو۔ زبان کی حرکت تھم کے رہ گئی ہو۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اخیموت نے شانے سے پکڑ کر اس کو جھنجھوڑا اور کہنے
لگا۔

"بیٹے! تم کہاں کھو گئی ہو.......... زیادہ فکرمند نہ ہو ارسلان کوئی زیادہ زخمی نہیں ہے
دشمن کے کسی لشکری کا خنجر اس کے بازو میں لگا ہے۔ مرہم پٹی کر دی گئی ہے...... بیٹے! جس
وقت میں وہاں پہنچا تو سلطان کے علاوہ عثمان جق اور کچھ لشکری اس کے خیمے میں تھے۔
بدران اور برسق کے ذمے سلطان نے شہر کا نظم ونسق لگایا ہے۔ اس وقت سلطان اور باقی
سب لوگ خیمے سے نکل چکے ہیں۔ سلطان نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے تا کہ تمہیں خیمے میں
بھیجا جائے اور تم علیحدگی میں ارسلان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ سکو۔ بیٹے جاؤ ارسلان اس
وقت اپنے خیمے میں اکیلا ہے۔ اسے یقیناً تمہاری ضرورت ہو گی۔ تم جا کے اس کے پاس
تھوڑی دیر بیٹھو۔ تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں........."

اخیموت کے ان الفاظ کے جواب میں ضوباہ نے کچھ نہ کہا۔ ایک دم حرکت میں آئی
اور تقریباً بھاگتی ہوئی خیمے سے نکل گئی تھی۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد آہستہ آہستہ ضوباہ آگے بڑھی۔ بے چاری رو رہی
تھی۔ ارسلان کے قریب جا کے بیٹھ گئی۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔ بس کچھ اس انداز میں
ارسلان کی طرف دیکھنے لگی تھی جیسے وہ اپنے شباب کی ساری نرمی اپنی جوانی کا سارا حسن

چاہت کی پوری قوت ماہ وسال کی ساری دانائی اس پر نچھاور کر دینے کا تہیہ کر چکی ہو۔
نرگسی آنکھوں سے بہتے آنسو گلابی رخساروں پر ڈھلک رہے تھے۔ لال گوں ہونٹ
...میں رکھے دیے کی طرح پھڑپھڑا رہے تھے۔

اس کی چپ، اس کے سکوت، اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ اپنے جسم کو حسن کا
بت خانہ بنا کر اور چاہتوں کی قربان گاہوں پر کھڑا کر کے سب کچھ ارسلان کے لیے قربان
کر دینے کا تہیہ کیا ہوئے ہو۔ ابھی تک وہ کچھ نہ بولی تھی۔ بارش سے محروم مرجھائے
پودوں کی طرح چپ تھی۔ باہر برفانی جھکڑ، غضبناک فضاؤں تک کو دہشت انگیز کر رہے
تھے۔ ہر شے سفید سادے صفحے کی طرح ہو گئی تھی۔ درختوں کی ننگی بچی شاخیں یوں دکھائی
دے رہی تھیں۔ جیسے ان پر جگہ جگہ کسی نے روئی کے گالے چپکا کے رکھ دیے ہوں۔

آخر ضوباہ نے اپنے آپ کو سنبھالا بڑے پیارے انداز میں ارسلان کے دونوں
ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور شہد بھری آواز میں پوچھا۔

"آپ کیسے ہیں..........؟"

گھورنے کے انداز میں ارسلان نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"پہلے رو لو.......... پھر بتاؤں گا میں کیسا ہوں۔"

ضوباہ نے مسکراتے ہوئے فوراً آنکھیں پونچھ لیں کہنے لگی۔

"اچھا میں نہیں روتی بتائیں.......... اب آپ کیسے ہیں؟"

ارسلان کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی دوبارہ کہنے لگا۔

"نہیں پہلے تم جی بھر کے رو لو۔ پھر میں اپنی گفتگو کا آغاز کروں گا جب سے تم آئی
ہو میں دیکھتا ہوں برابر رو رہی ہو اور مجھے اس طرح گھور رہی ہو جیسے میں بالکل بے جان ہو
گیا ہوں دیکھو ضوباہ! زندگی جس کی شروعات رحم مادر سے ہوتی ہے۔ ہر شخص کے لیے اس کا
اختتام قبر پر ہوتا ہے۔ تم تو خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس طرح برابر روئے اور مجھے
گھورے جا رہی تھی۔ جیسے میں اب دوبارہ کبھی اٹھ ہی نہ سکوں گا.........."

تڑپ کر ضوباہ نے اپنا ہاتھ ارسلان کے منہ پر رکھ دیا اور روتی آواز میں کہنے لگی۔

"خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کہیں.......... آپ میری راحت وسلامتی کا ساحل
ہیں۔ میری زندگی کے خطوط کو روشن کرتی صبح سحر کی خوش رنگ شعاعوں سے بھی اعلیٰ وارفع

ہیں۔آپ میری آنکھوں کا مرہم میرے لبوں کا تریاق ہیں۔ میری روح کی ضیا... ہیں۔آپ میری زیست کا محور درخشاں ہیں۔ آپ کے بغیر میں خوفزدہ آوازوں... صداؤں، لہراتی تاریکیوں، تیرگی کے زخموں اور بدبختی کے نگارخانوں سے بھی بدتر ہوں...

ارسلان لمحہ بھر کے لیے مسکرایا پھر کہنے لگا۔

اچھا یہ بات ہے تو پہلے اپنے آپ کو سنبھالو.......... اپنا چہرہ صاف کرو آنکھیں پونچھو اپنی حالت بہتر کرو۔ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ گفتگو کروں گا۔

ضوباہ مسکرادی۔ جلدی جلدی اس نے سر پر بندھے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کرلیں۔ مسکرائی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ارسلان بول پڑا۔

''اچھا سنو! زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بازو پر کوئی بڑا زخم نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس سے پہلے کبھی میں جنگوں میں زخمی نہیں ہوا تو میرے لشکری اور خود سلطان میرے اس زخم کو زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں کسی قسم کی فکر اور پریشانی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سردی کے باعث پہلے زخم سے ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ لشکر کے طبیب نے زخم پر جو مرہم لگایا ہے اس سے مجھے افاقہ ہے۔ کوئی درد نہیں ہے۔''

ارسلان جب خاموش ہوا تو ضوباہ بول اٹھی۔

''مجھ کم بخت ماری کو کیا خبر تھی کہ آپ زخمی ہو کر اپنے خیمے میں آئیں گے۔ میں نے تو اپنے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ جب سمرقند فتح ہو جائے گا اور آپ واپس آئیں گے تو میں آپ سے ڈھیروں گلے شکوے کروں گی کہ جب آپ کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کو شکست دینے کے بعد لوٹے تو میرے پاس کیوں نہیں آئے گو بابا نے مجھے مطمئن کر دیا تھا کہ آپ آدھی رات کے وقت یہاں پہنچے اور اس کے بعد آپ لوگوں نے شہر پر سنگ باری کرنے کے لیے صبح سویرے ہی منجنیقوں کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ میں آپ سے میرے خیمے میں نہ آنے پر گلہ شکوہ ضرور کروں گی لیکن اب تو میں گلے شکوے شکایات کے سارے الفاظ ہی بھول چکی ہوں۔''

ضوباہ جب خاموش ہوئی تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''تم اکیلی کیوں آئی ہو..........؟ صفیناہ اور غریاد کہاں ہیں۔ اخیموت کہاں رہ گئے''

ارسلان کی گفتگو سے ضوباہ اب کسی قدر مطمئن اور پرسکون ہو گئی تھی۔ چہکتی ہوئی ...ز میں کہنے لگی۔

''وہ تھوڑی دیر تک آتے ہیں.......... دراصل بابا نے مجھے پہلے آپ کی طرف بھیجا ...کہ آپ اس وقت اپنے خیمے میں اکیلے ہیں اور آپ میری ضرورت محسوس کرتے .... شاید انہوں نے مجھے اس لیے بھیجا ہو کہ میں تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھ کر ...گی میں گفتگو کرلوں۔''

آپ زخم میں درد تو محسوس نہیں کر رہے۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کا بازو دبا دوں۔

ارسلان نے بڑے پیار بھرے انداز میں اس کے گال پر ہلکی سی چپت لگائی کہنے لگا۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے.......... میں نے کہا نا معمولی سا زخم ہے ٹھیک ہو ...ے گا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

ارسلان کی اس گفتگو کا جواب ضوباہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ خیمے میں ...ت، غریاد اور صفیناہ تینوں داخل ہوئے۔ انہیں خیمے میں داخل ہوتے دیکھ کر ارسلان ...جو لیٹا ہوا تھا اٹھ کر بیٹھنا چاہا مگر تڑپ کر ضوباہ نے اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھ دیا کہنے

''آپ لیٹے رہیں آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں۔'' اتنی دیر میں اخیموت، صفیناہ اور ...بھی قریب آ کر بیٹھ گئے۔ صفیناہ نے بڑے پیارے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرا ...لگا۔

''بیٹے اٹھنے کی کیا ضرورت ہے لیٹے رہو.......... یہ بتاؤ زخم کیسا ہے..........؟''

ارسلان نے صفیناہ کی طرف دیکھا پھر ایک نگاہ غریاد پر ڈالی کہنے لگا۔

''آپ میں سے کسی کو بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خنجر کا معمولی سا زخم ...ٹھیک ہو جائے گا۔''

ضوباہ اپنی جگہ سے اٹھی اس نے دیکھا انگیٹھی میں جلتی آگ کچھ دھیمی ہو رہی تھی۔ ...لکڑی پکڑ کر اس نے پہلے جلتی لکڑیوں کی راکھ جھاڑی آگ کو انگیخت کیا مزید

لکڑیاں اس میں ڈال دیں۔جس سے آگ زیادہ بھڑک اٹھی تھی۔ پھر ضوباہ اس نشست
جو ارسلان کے پہلو میں تھی بیٹھ گئی اور اپنا منہ مسکراتے ہوئے غریاد کے کان کے قریب لے
گئی اور کھسر پھسر کرنے لگی تھی۔ جب اس نے وہ رازدارانہ بات مکمل کر لی تب ارسلان
نے ان کی طرف مسکراتے ہوئے پوچھ لیا۔

''کیا میرے خلاف کوئی ساز باز ہونے لگی ہے.........''

ضوباہ ہنس دی تھی۔غریاد مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں بھائی.........ہم آپ کے خلاف ساز باز کیسے کر سکتے ہیں.......... دراصل
میں اور ضوباہ دونوں نے مل کر کھانے کی کچھ اشیاء بنائی تھیں۔ضوباہ کہہ رہی تھی کہ سا
اشیاء یہاں لے آئیں اور اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔''

غریاد جب خاموش ہوئی تو ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا وہ اشیاء اس قدر ہیں کہ ہم پانچوں پیٹ بھر کے کھا سکیں.........؟''

اس بار غریاد کی بجائے ضوباہ مسکراتے ہوئے بول پڑی۔

''بلکہ اتنی ہیں کہ ہم پانچوں جی بھر کے کھائیں تب بھی بچ جائیں۔''

ارسلان نے بڑے غور سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تو پھر دیر کا ہے کی.........دونوں بہنیں لاؤ۔ یہاں اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں
بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ اتنی دیر تک میں کسی کو بلا کر کہتا ہوں کہ لشکر گاہ سے ہمارے
کھانا لائیں۔''

اس پر ضوباہ اور غریاد اٹھیں اور خیمے سے نکل گئی تھیں۔ارسلان نے آواز دے کر
کو بلایا تھوڑی دیر تک ایک جوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ ارسلان نے
مخاطب کیا۔

''دیکھو.........محترم اخیموت کے اہل خانہ نے اپنا اور میرا کھانا خود تیار کیا
لہٰذا لشکر گاہ سے میرا کھانا لے کر نہ آنا۔''

اس پر وہ جوان لوٹ گیا۔تھوڑی دیر بعد ڈھیر سارے برتن اٹھائے ضوباہ اور غ
خیمے میں داخل ہوئیں۔ سارے کھانے کے برتن انہوں نے دو بڑے بڑے طشت میں
رکھے تھے۔دونوں طشت انہوں نے ایک طرف رکھ دیے پھر کھانے کی چیزیں ارسلان

ب سجانے لگی تھیں۔ارسلان ایک ایک چیز کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ برتن
چکیں تو ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''یہ جو چیزیں تم لوگوں نے سجائی ہیں انہیں دیکھ کے تو میری بھوک بڑھ گئی
ہے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کیا کیا ہے.........؟''

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ضوباہ بول پڑی۔

''یہ بکری کا تلا ہوا گوشت ہے۔اس کے ساتھ سرکہ لگی ترکاری۔ساتھ روغن زیتون
کی روٹیاں، دائیں جانب شہد لگے گندم کے پھلکے۔ یہ آگے خشک پھل ہے.........
یہ میٹھے چاول ہیں۔ یہ جو پیالے رکھے ہیں ان میں خشک بوٹیاں آپ دیکھ رہے ہیں
یہ میٹھی بالائی لگے انجیر ساتھ میں پنیر کے ٹکڑے ہیں۔''

ارسلان کچھ دیر تک مسکراتا رہا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں جن چیزوں کا اہتمام آپ دونوں بہنوں نے کیا ہے۔ ایسی تو
میں نے زندگی میں کبھی کھائی ہی نہیں.........میں بھی آپ لوگوں کے لیے کچھ چیزیں لایا
ہوں وہ کونے میں رکھی میری خرجین کے اندر ہیں۔ جب تم دونوں بہنیں یہاں سے جاؤ تو
نکال لینا۔ان میں قیمتی نگینوں کے ہار ہیں۔ چمکتے سنہری آویزے اور انگوٹھیاں ہیں۔ ریشم
اور اطلس کے ملبوسات ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور سامان ہے جو ابھی تقسیم ہونا رہ گیا ہے۔
جس میں سے بھی مجھے حصہ ملے گا ان میں ہاتھی دانت کے کنگھے، کانسی کے کامدار پیالے
چاندی کی خوبصورت صراحیاں نرسل کی چٹائیاں، سن اور اون کے کپڑے اور ہڈیوں کے
بنے بڑے بڑے چمچے ہیں۔''

یہ ساری چیزیں ہمیں کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کو شکست دینے کے بعد اس
کے پڑاؤ سے حاصل ہوئی ہیں۔ اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو کیا ہمیں کھانا شروع نہیں کرنا
چاہئے۔

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ضوباہ کہنے لگی۔

''شروع ہی نہیں بلکہ فی الفور شروع کرنا چاہیے۔''

اس کے ساتھ ہی ارسلان اٹھ کر بیٹھ گیا پھر پانچوں خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے
باہر نعرے لگاتی برف باری کی یلغار نے زمین کی عریانی کو پوری طرح ڈھانپ دیا

تھا۔ فضاؤں کے ذروں، لحافوں کی تہوں، زندگی کے شبستانوں دریاؤں کے پانی کی تہوں
اور خیمہ وخرگاہ تک میں کپکپا دینے والی سردی نفوذ کر گئی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد اخیوبہ
اور صفیناہ دونوں اپنے خیمے میں چلے گئے تھے۔ جب کہ غریاد اور ضوباہ دونوں بہنیں ارسلان
کے خیمے میں ہی رہیں تا کہ اس کی ضروریات کا خیال رکھ سکیں۔

چند روز تک سلطان نے وہیں قیام رکھا۔ اس دوران سمرقند شہر کا نظم ونسق درست کر
دیا گیا۔ خوارزم کے ایک باشندے ابوطاہر کا انتخاب کیا گیا اور اسے سلطان نے سمرقند پر
اپنی طرف سے والی مقرر کر دیا۔ منجنیقوں کی سنگ باری کے باعث شہر پناہ کی جو فصیل گرا دی
گئی تھی اسے پہلے کی طرح تعمیر کر کے مضبوط اور مستحکم کر دیا گیا تھا۔ یہ کام سرانجام دینے
کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے کوچ کر گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

حسن بن صباح اصفہان سے نکل کر کوہستان البرز کی پیچیدہ گھاٹیوں میں منتقل ہو گیا۔
انہی گھاٹیوں کے اندر قلعہ الموت تھا۔ آس پاس طالقان جنت نظیر وادیاں تھیں۔
چاروں طرف سبزہ زار تھا۔

یہاں حسن بن صباح کے لیے کوئی خطرہ نہ تھا۔ کھل کر اس نے اپنے کام کی ابتدا
کی۔ ان وادیوں میں باطنیوں کا داعی کبیر عبدالملک بن عطاش پہلے ہی اپنے کام کی بنیاد
رکھے ہوئے تھا اور کوہستان البرز کی ان وادیوں، پہاڑی سلسلوں کے اندر جس قدر
بستیاں تھیں انہیں اپنے عقیدت مندوں میں شامل کر چکا تھا۔ اب حسن بن صباح نے اس
کام کو مزید آگے بڑھانا شروع کیا۔ آس پاس کی ساری بستیوں اور قصبوں کو اپنے حلقہ
ارادت میں شامل کرنے کے بعد اس نے قلعہ الموت میں بھی آنا جانا شروع کر دیا۔ اور
قلعے کے اکثر محافظوں کو بھی اس نے اپنے ارادت مندوں میں شامل کر لیا۔

حسن بن صباح بظاہر مجسم امن وامان خیر ومہر کا مجسمہ فہم حکمت وادراک کا محور اور
رحمت وکرم کی فکر سے بالکل بے نیاز لگتا تھا۔ لیکن باطن میں وہ کالی سازشوں، بربریت
اور غارت گری سے بھی زیادہ ہولناک تھا۔ من کی چتا، موت کے بستر کھڑے کرتے خوشی محسوس
کرتا تھا۔ اندیشوں کے اندھیارے اور آویزش وپیکار کھڑی کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

ظاہر میں وہ دلائل وشواہد کا دانائے راز، اخلاقی اور روحانی طور پر استوار عزم
وہمت، عہد محکم عظیم اعتماد رکھنے والا انسان لگتا تھا۔ لیکن اندر سے دشمن دین وایمان غارت
گر صدق وایثار تھا۔ اپنے دور کا بدترین فتنہ گر تھا۔ سیاہ دل بخیل، موذی اور کینہ فطرت رکھنے

والا ایک ابلیسی گماشتہ تھا۔

قلعہ الموت میں اس کے آنے جانے کے بھی نتائج ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ قلعہ الموت کے جس قدر محافظ تھے۔ انہیں آہستہ آہستہ اس نے اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔ یہاں تک کہ قلعہ کا حاکم مہدی علوی بھی اسے اپنا درد آشنا رفیق اور ہم نفس دمساز جانتے ہوئے اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا تھا۔

ایک روز حسب معمول حسن بن صباح قلعہ الموت میں لوگوں کے ہجوم میں بیٹھا ہوا تھا۔ قلعے میں حاکم قلعہ مہدی علوی بھی اس کے سامنے تھا۔ اس موقع پر حسن بن صباح نے بڑی دانائی اور ریاکاری سے کام لیتے ہوئے اپنی کامیابی کا پتہ پھینکا اور قلعے کے حاکم مہدی علوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مہدی علوی! تمہارا یہ قلعہ بڑا خوبصورت، بڑا جاذب نظر اور پرکشش ہے دل چاہتا ہے میرے لیے اس قلعے میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں میں پرسکوں ماحول میں نماز ادا کیا کروں۔''

مہدی علوی پہلے ہی حسن بن صباح سے متاثر تھا۔ کہنے لگا۔

''آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں یہ سارا قلعہ ہی آپ کا ہے........ جہاں چاہے آپ نماز ادا کریں کیا یہاں کوئی آپ کو روک سکتا ہے۔''

بڑے عیارانہ انداز میں حسن بن صباح نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''مہدی! نماز ادا کرنے کے میرے اپنے کچھ طریقے ہیں۔ میرا اصول ہے کہ نماز وہاں ادا کی جائے جہاں ملکیت ہو۔ تمہارا قلعہ میں دیکھتا ہوں خلوص دل سے عبادت کرنے کے لیے بڑا موزوں ہے........ لیکن میرے نزدیک عبادت اسی جگہ قابل قبول ہوتی ہے جب انسان اپنی مملوکہ زمین پر نماز ادا کرے.........''

مہدی اگر تم برا نہ مانو تو اس قلعے میں مجھے اتنی زمین دے دو جو ایک بیل کے چمڑے کے اندر آجائے تو میں اس کے عوض یا اس کی قیمت میں تمہیں تین ہزار دینار نقد ادا کروں گا........

ایک بیل کے چمڑے بھر زمین کے لیے یہ رقم بہت زیادہ تھی۔ مہدی کی باچھیں کھل کے رہ گئیں۔ اندر ہی اندر اس کا دل چھلانگیں لگانے لگا تھا۔ کہ صرف ایک بیل کے چمڑے

زمین کے عوض اسے اتنی بڑی رقم مل رہی ہے........ کچھ دیر خاموشی رہی یہاں تک کہ حسن بن صباح نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''مہدی! کیا تمہیں یہ قبول ہے.........''

مہدی اپنی خوشی پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگا۔

''جی مجھے بالکل منظور ہے........ آپ اس رقم کے عوض مجھ سے اتنی زمین لے لیں جو بیل کے چمڑے کے اندر آجائے۔''

مہدی کا یہ جواب حسن بن صباح کے لیے بے حد خوشی اور مسرت وانبساط کا باعث بنا کہنے لگا۔

''اس طرح نہیں جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے اسے تحریری شکل دینی ہے۔ اس پر گواہ مقرر ہونے چاہئیں۔'' مہدی اس پر بھی تیار ہو گیا لہٰذا حسن بن صباح اور مہدی علوی کے درمیان معاہدہ ہو گیا کہ تین ہزار دینار کے عوض مہدی علوی اپنے قلعے میں حسن بن صباح کو اتنی جگہ دے دے گا جو ایک بیل کے چمڑے کے اندر آجائے۔

یہ معاہدہ ہونے کے بعد حسن بن صباح نے اپنا عیارانہ رنگ اپنا دھوکے باز ذہن دکھانا شروع کیا۔ اس نے بیل کا ایک چمڑا لیا اسے بالکل باریک باریک دھجیوں میں کاٹا پھر ان دھجیوں کو آپس میں جوڑ کر اس قدر لمبا کر لیا کہ وہ دھجیاں پورے الموت نام کے قلعے پر حاوی ہو گئیں۔ جب ان جڑی ہوئی دھجیوں کو ناپا گیا تو وہ واقعی پورے قلعے میں پھیل گئیں۔ حسن بن صباح نے اس موقع پر مہدی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''مہدی میرے اور تمہارے درمیان تحریری معاہدہ ہو چکا ہے۔ کہ جس قدر جگہ ایک بیل کے چمڑے کے اندر آجائے گی اس کا میں مالک ہوں گا........ اب تم دیکھو تمہارا یہ پورا قلعہ بیل کے چمڑے کے اندر آچکا ہے۔ اس میں کوئی زائد چیز میں نے نہیں لگائی۔ تمہارے سامنے بیل کے چمڑے کی دھجیاں کاٹ کر انہیں جوڑا ہے۔ اور اب تحریری طور پر میں اس قلعے کا مالک ہو گیا ہوں اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔''

مہدی علوی حسن بن صباح کی اس حرکت پر دنگ رہ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

''لیکن جو طریقہ کار آپ نے استعمال کیا ہے اس کی بات میرے اور آپ کے

تحریری معاہدے کے اندر تو نہیں ہے.......... معاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ آپ مجھ سے تین ہزار دینار کے عوض صرف اتنی جگہ لیں گے جو ایک بیل کے چمڑے کے برابر ہو یا اس کے اندر آ جائے۔ اب جو یہ آپ نے دھجیاں جوڑ کر اتنا لمبا رسا بنا دیا ہے جو میرے پورے قلعے پر حاوی ہو چکا ہے تو کیا ایسی بات ہماری تحریر میں ہے.........."

حسن بن صباح نے کھا جانے والے انداز میں مہدی کی طرف دیکھا۔

"مہدی علوی تم بھول رہے ہو......... معاہدہ یہ تھا کہ بیل کے چمڑے میں جس قدر جگہ آ جائے وہ تین ہزار دینار کے عوض میری......... اب تم دیکھتے ہو کہ یہ جو دھجیاں میں نے جوڑی ہیں یہ ساری بیل کے چمڑے کی ہیں۔ اب تمہارا پورا قلعہ اسی چمڑے کی زد میں آ رہا ہے۔"

تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔ اب تحریری طور پر میں اس قلعے کا مالک ہوں۔

مہدی علوی بڑا مایوس اور فکرمند ہو گیا کہنے لگا۔

"لیکن شیخ......... تحریر میں تو یہ لکھا ہے کہ تین ہزار دینار کے عوض آپ صرف بیل کے چمڑے کے اندر آنے والی زمین کے مالک ہوں گے.........."

حسن بن صباح برانگیختہ ہونے لگا کہنے لگا۔

"تم اندھے تو نہیں ہو گئے۔ یہ جو دھجیاں ہیں بیل کے چمڑے ہی کی تو ہیں اور تمہارا پورا قلعہ ان کی زد میں جو آ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پورا قلعہ بیل کے چمڑے کی زد میں ہے۔ میں ایک بات کو بار بار سننے کا عادی نہیں ہوں.........."

اس کے ساتھ ہی حسن بن صباح نے اپنے داعی کبیر عبدالملک بن عطاش کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ اس پر عبدالملک بن عطاش حرکت میں آیا مہدی علوی کا بازو اس نے پکڑا اور اسے بڑے پیار بڑی شفقت میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مہدی علوی! تم ذرا میرے ساتھ آؤ تاکہ یہ معاملہ آگے نہ بڑھے یہیں ختم ہو جائے.........."

عبدالملک بن عطاش چونکہ مہدی علوی کا پرانا جاننے والا تھا لہٰذا مہدی علوی چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔

ابن عطاش اسے ایک قریبی کمرے میں لے گیا اپنے سامنے بٹھایا پھر اسے مخاطب

کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مہدی علوی! تم بازی ہار چکے ہو۔ دیکھو اب تمہارا پورا قلعہ بیل کے چمڑے کی زد میں ہے یہ بھی اپنے دل میں رکھو کہ ہم لوگ اپنے معاملات کی وضاحت اور توضیح اور تاویل کچھ مختلف کرتے ہیں۔ اس بنا پر جو فیصلہ شیخ حسن بن صباح کر رہے ہیں وہی آخری ہے دیکھو اگر اس فیصلے کے خلاف آؤ گے تو تمہاری جان محفوظ نہیں رہے گی تمہارے قلعے کے اندر جس قدر تمہارے لشکری اور تمہارے محافظ ہیں وہ تمہارے بجائے حسن بن صباح کا ساتھ دیں گے اس لیے کہ وہ سارے حسن بن صباح کے ارادتمندوں میں شامل ہو چکے ہیں۔ اگر تمہیں اس معاملے میں کوئی شک ہو تو اس کمرے کی کھڑکی کے سامنے آن کر کھڑے ہو جاؤ میں ذرا باہر جاتا ہوں اور تمہیں تمہارا معاملہ سمجھاتا ہوں.........."

مہدی علوی، حیران اور پریشان تھا۔ چپ چاپ اس کھڑکی کے سامنے آن کھڑا ہوا اس کھڑکی کے سامنے باہر کی طرف عبدالملک بن عطاش نے ان سارے دستوں کو لا کھڑا کیا جو مہدی علوی کی ذاتی حفاظت پر مامور تھے۔ پھر کھڑکی کے قریب آیا اور محافظ دستے کے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر میں تم سے یہ سوال کروں کہ تم مہدی علوی یا شیخ حسن بن صباح میں سے ایک کا انتخاب کرو اور ایک کا خاتمہ کر دو تو تم کس کے حق میں جاؤ گے کس کے مخالف ہو جاؤ گے.........؟"

اس پر ان سب لوگوں نے اپنے چمکتے ہوئے خنجر نکال لیے۔ اور کہنے لگے۔

"ہم ہر معاملے میں شیخ حسن بن صباح کا ساتھ دیں گے.........."

یہ صورتحال مہدی علوی کے لیے بڑی خوفناک اور حوصلہ شکن تھی۔ بے چارے کی گردن جھک گئی تھی۔ عبدالملک بن عطاش نے محافظ دستے کے ان لشکریوں کو منتشر کر دیا۔ دوبارہ اس کمرے میں آیا۔ مہدی علوی گردن جھکائے کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اسے ہاتھ سے پکڑ کر عبدالملک بن عطاش کمرے کے وسط میں لایا اور کہنے لگا۔

"مہدی علوی ابھی تک تم شیخ حسن بن صباح کی طاقت اور قوت سے واقف نہیں شیخ نہ صرف ظاہری طاقت رکھتا ہے بلکہ اس کی باطنی قوت جو ہے وہ ناقابل تسخیر ہے۔ اگر جو تحریر لکھی گئی ہے اس کی پاسداری نہ کرو گے شیخ کے سامنے حجت اور دلائل پیش کرو گے

اوراس کی بات نہ مانو گے تو یاد رکھنا اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال دو گے۔''

میں ایک بھائی کی حیثیت سے تمہیں اچھا، سود مند مشورہ دوں گا کہ ابھی میرے ساتھ شیخ کے پاس جاؤ اس سے معذرت کرو کہ جو تھوڑی دیر پہلے وہاں بیٹھ کے تم نے بحث کی اس میں تمہاری غلطی ہے۔ شیخ کے سامنے جا کر یہ بھی تسلیم کر لو کہ یہ پورا قلعہ اب شیخ ہے۔ اس کی ملکیت ہے وہ جس کو چاہے قلعہ میں رکھے جس کو چاہے نکال دے۔ دیکھو اگر ایسا نہیں کرو گے تو جہاں بھی جاؤ گے تمہاری جان محفوظ نہیں ہو گی۔ اگر شیخ کو خوش کر کے تم جہاں بھی جانا چاہو گے تم محفوظ رہو گے اپنی مرضی اپنی منشاء کے مطابق زندگی بسر کرتے رہو گے۔ میرے خیال میں تم شش و پنج میں پڑ گئے ہو۔ آؤ میرے ساتھ جو کچھ میں نے کہا ہے یہی کچھ جا کے شیخ سے کہو۔ اسی میں تمہاری بہتری تمہاری بھلائی ہے۔

مہدی علوی چپ چاپ عبدالملک بن عطاش کے ساتھ ہو لیا۔ بازو سے پکڑ کر ابن عطاش نے دوبارہ اسے حسن بن صباح کے سامنے لا بٹھایا۔ مہدی علوی نے ایک نگاہ اپنے اردگرد ڈالی سب لوگ خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے خنجر تھے۔ یہ صورتحال مہدی علوی کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی سے بھی زیادہ تھی۔ کچھ سوچا پھر حسن بن صباح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شیخ مجھ سے غلطی ہوئی جو میں نے آپ سے بحث کی آپ کا فیصلہ میرے لیے آخری ہے جو تحریر میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہے اس کے مطابق اب آپ اس قلعے کے مالک ہیں میرا اس سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ اب بولیں میرے لیے کیا حکم ہے.........''

مہدی علوی کا یہ جواب سن کر حسن بن صباح خوش ہو گیا تھا۔ دو تین بار اس کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

''مہدی علوی تم بڑے کام کے اور انتہائی مخلص آدمی ہو۔ دیکھو میں کسی بھی صورت تمہاری جان کے درپے تو نہیں ہونا چاہتا لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی مجھ سے معاہدہ کرے اور پھر اس معاہدے کی پاسداری نہ کرے۔ اب جب کہ تم تسلیم کر چکے ہو کہ میں اس قلعے کا مالک ہوں تو میں اس موقع پر تمہیں ایک بڑی اچھی نصیحت کروں گا اور وہ یہ کہ تم اس قلعے کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ تم اس قلعے

ہرگز نہ رہو۔ لیکن تمہارا یہاں رہنا تمہاری اپنی جان اور زندگی کے لیے خطرناک ہے۔''

مہدی علوی اگر تم یہاں رہتے ہو تو میرے عقیدت مندوں کے ذہن میں یہی بات رہے گی کہ قلعے کے پہلے مالک تم ہو اور اب اس قلعے کا مالک میں ہوں۔ وہ یہ بھی ...یں گے کہ کسی بھی وقت اس قلعے کی ملکیت کی خاطر میرے اور تمہارے درمیان تکرار ہو ...ہے۔ دنگا فساد اٹھ کھڑا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں میرے عقیدت مند کسی بھی ...ت پسند نہیں کریں گے کہ تم یہاں رہو اگر تم یہاں رہو گے تو میرے عقیدت مند اس پر تمہارا خاتمہ کر دیں گے تا کہ اس قلعے کی ملکیت کا کوئی اور دعوے دار یہاں نہ رہے۔

بولو تم کیا کہتے ہو.........

میری اس مخلصانہ نصیحت کے باوجود اگر تم یہاں رہنا چاہتے ہو تو میں تمہیں منع نہیں ...ں گا اور اگر تم اس قلعے کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہو تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ...رے پرسکون رہنے کے لیے بہت سی جگہیں ہیں اس کا انتظام میرا داعی کبیر ابن عطاش ...ے گا تم چاہو تو حمص جا سکتے ہو۔ وہاں کا والی ابن ملاحب ہمارا اپنا آدمی ہے۔ اگر ...ا نہ جانا چاہو تو طرابلس جا سکتے ہو۔ وہاں بھی ہمارا باطنی حاکم ہے۔ اس کے علاوہ جن ...ں میں جا کر تم پرسکون رہ سکتے ہو ان میں انامیہ، عرفہ اور آس پاس کے شہر ہیں اگر ان ...ں میں بھی تم نہ رہنا چاہو تو یمن چلے جاؤ۔ وہاں صلیحین کی حکومت ہے۔ وہ بھی باطنی ہمارے اپنے آدمی ہیں۔ مگر ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کسی بھی صورت سلجوقیوں سلطان ملک شاہ سلجوقی یا اس کے کسی نامور سالار کے پاس مت جانا۔ نہ ان کے پاس ...ے تمہاری شکایت اور نالش کرنا اس کے علاوہ تم جہاں چاہے چلے جاؤ۔ تمہاری مرضی ہے ...شہروں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر وہاں جانا چاہو تو تمہاری رہائش کا عمدہ انتظام کیا ...ئے گا۔ اگر تم اپنی مرضی سے کہیں جانا چاہو تب بھی ہم مزاحمت نہیں کریں گے۔ لیکن ...بات میں پھر تاکیداً کہتا ہوں کہ تمہارے اس قلعے سے نکلنے کی واردات کی خبر یا شکایت ...بھی صورت سلجوقیوں کے سلطان کے پاس نہیں پہنچنی چاہیے۔ اس کے علاوہ تم جو ...کرتے رہو۔

مہدی علوی اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''شیخ جن شہروں کا آپ نے ذکر کیا ہے میں ان میں سے کسی میں بھی نہیں

چاہتا۔ رہا سوال سلجوقیوں کے سلطان ملک شاہ سلجوقی کا تو ان کے ساتھ میرا کوئی لین
ہی نہیں ہے نہ کبھی میں ان کے ہاں گیا ہوں آپ مطمئن رہیں میں کسی کے پاس کوئی
لے کر نہیں جاؤں گا میں ابھی اسی وقت قلعہ سے نکل جانا چاہتا ہوں اور میرے کچھ جان
والے ہیں ان کے پاس جا کے میں باقی ماندہ زندگی عزلت نشینی اور گوشہ گیری میں گز
چاہتا ہوں۔ بس یہی میری آرزو ہے۔"

مہدی علوی کا جواب سن کر حسن بن صباح خوش ہو گیا تھا۔ اور پھر اسی وقت مہدی علوی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اپنا ضروری سامان اور بوریا بستر سمیٹا اور ہمیشہ کے لیے قلعہ الموت سے نکل گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

رات گہری ہوتی جا رہی تھی چاند اور ستاروں کی تابناکی اور درخشندگی دھند کی طرح چھا جانے والے اندھیروں کے ساتھ برسر پیکار تھی۔ صاف آسمان پر رات کی گہری خاموشی میں چاند اس طرح چپ اور خاموش تھا جیسے خمیدہ کمر بوڑھا سر جھکائے نہ جانے زندگی کے کون سے گم شدہ جواہر کی تلاش میں ہو۔ ایسے میں سمرقند کا حاکم ابوطاہر خوارزمی اپنی رہائش گاہ میں عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد داخل ہوا تھا۔ ابھی وہ صدر دروازے کو زنجیر لگا کر تھوڑا ہی پیچھے ہٹا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ابوطاہر مڑ کر دروازے پر آیا۔ دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے ہلکی سی آواز میں پوچھا۔

"کون ہے.........؟"

باہر سے رازدارانہ سی آواز سنائی دی۔

"ابوطاہر دروازہ کھولو......... میں انز ہوں۔"

ابوطاہر نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی سمرقند میں لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ امیر انز اندر داخل ہوا اسے دیکھتے ہی ابوطاہر کسی قدر فکرمند ہو گیا۔ تاہم دروازہ اس نے بند کیا اور وہیں کھڑے کھڑے اس نے پوچھ لیا۔

"انز! میرے بھائی خیریت تو ہے..........."

انز سنجیدہ تھا کہنے لگا۔

"پہلے چل کر دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں اس کے بعد میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس وقت میں نے آپ کو کیوں زحمت دی۔"

دونوں آگے چل دیے۔ دیوان خانے میں جا کر بیٹھے۔ پھر ابو طاہر نے انز کو مخاطب کیا۔

''اب کہو میرے بھائی.......... کیا بات ہے۔ تمہارا اس وقت آنا کسی علت کی بنا کے بغیر نہیں ہے.........''

امیر انز نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ابو طاہر میں پہلے بھی دو بار تمہارے پاس حکلیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ کی شکایت کر چکا ہوں۔ لیکن میری ان شکایات کا کوئی ازالہ نہیں ہوا۔ اب عین الدولہ اپنی حدود سے باہر ہو کر پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ اس کا خبث باطن اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس نے لشکر کے اندر بھی ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے انگارے عناد کے طوفان کھڑے کرنے شروع کر دیے ہیں۔ ابو طاہر! یہ عین الدولہ اور اس کی تنظیم کے لوگ زہر میں بجھے ہوئے خنجر اور الم انگیزیوں کی چمکتی ہوئی خونی انیوں سے بھی زیادہ ہولناک اور خوفناک ہیں۔ ان کی اوباشی اور عیاشی کے سامنے کسی کی عصمت وعفت محفوظ نہیں ہے۔ اگر ان کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا تو ابو طاہر یاد رکھنا یہ خشونت آمیز ظلمت کی پرچھائیاں بن کر سمرقند کے چپے چپے پر پھیل جائیں گے۔''

انز کے ان الفاظ پر ابو طاہر تھوڑی دیر گردن جھکا کر سوچتا رہا فکر مند اور پریشان سا ہو گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے گردن سیدھی کرتے ہوئے انز کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

انز! جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے۔ میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تم تیسری بار عین الدولہ کی شکایت لے کر میرے پاس آئے ہو۔ لیکن یہ مت کہنا کہ میں نے اس کا کوئی ازالہ نہیں کیا۔ جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ میں نے کر دیا۔ لیکن لگتا ہے حالات میری گرفت سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر یہ تو کہو کہ کیا آج کوئی نیا معاملہ اٹھ کھڑا ہوا.........؟

انز کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابو طاہر لگتا ہے سمرقند شہر آتش وخون کے شعلوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہوا یوں کہ........ آج مغرب کی نماز کے بعد حکلیہ تنظیم کا سربراہ عین الدولہ اور اس کا نائب غازان حربی دونوں میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے اتنی جرات وجسارت سے کام لیتے

ے مجھے اپنی تنظیم حکلیہ میں شامل ہونے کا مشورہ دیا.......... ابو طاہر میں ایک بار پہلے تم پر انکشاف کر چکا ہوں کہ یہ عین الدولہ اور اس کا نائب غازان حربی دونوں سمرقند لشکریوں کے اندر پھوٹ ڈال رہے ہیں اور لشکر کے ایک بڑے حصے کو انہوں نے اپنی تنظیم کا ہمنوا بنا لیا ہے۔ اب میں تم پر نیا انکشاف یہ کروں کہ سمرقند میں شہر کے دفاع کے جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے۔ اس سے کہیں بڑا لشکر عین الدولہ کی حکلیہ تنظیم کا ہے۔ رب سے بڑی اور بری بات جو ہو رہی ہے وہ یہ کہ ہمارے لشکر کے اندر بھی بغاوت رکشی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ لشکر کے اکثر چھوٹے سالار جن کا تعلق حکلیہ تنظیم سے چکا ہے۔ وہ میرا کہا ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر تو مجھے آنکھیں نے لگے ہیں۔ ایسی صورت میں میں اپنے فرائض کیسے انجام دے سکتا ہوں۔ ابو .... میری بڑی بدقسمتی کہ سمرقند میں رہ گیا تم جانتے ہو کہ سمرقند کا حاکم شہاب ین تھا اور امیر ارسلان یہاں سمرقند کے لشکریوں کی تربیت کے لیے نیشاپور سے آئے ئے تھے تو میں امیر ارسلان کے نائب کی حیثیت سے سمرقند میں کام کرتا رہا ہوں شہاب ین نے جب ارسلان کو سلطان کے خلاف بغاوت پر اکسایا اور کسی نہ کسی طرح ارسلان پور کی طرف بھاگ گیا تو مجھ سے غلطی ہوئی میں سمرقند کے اندر ہی روپوش ہو گیا۔ مجھے یے تھا کہ امیر ارسلان کے ساتھ ہی سمرقند سے نیشاپور کی طرف بھاگ جاتا۔''

اس شہر کی بدقسمتی کہ بغاوت پر بغاوت کھڑی ہو رہی ہے۔ شہاب الدین کے بعد خان بغاوت کر چکا ہے۔ احمد خان کے بعد اب پھر سمرقند کے اندر بغاوت کے شعلے تیزی سے بلند ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ سمرقند کا جو دفاعی لشکر ہے اس کی آدھی یادہ تعداد حکلیہ تنظیم کی ہمنوا ہو چکی ہے۔ اب ابو طاہر تم ہی بتاؤ میں کیسے احسن طریقے م سرانجام دے سکتا ہوں۔ سمرقند کی شہر پناہ کے دروازوں پر جو ہر روز محافظ مقرر کیے تے ہیں اور تبدیل ہوتے ہیں وہ بھی اب عین الدولہ اور غازان حربی کے مشورے سے تے ہیں۔ میرا ان پر بھی بس نہیں چلتا۔ اس لیے اگر میں نے عین الدولہ اور غازان حربی خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا لشکر کے اندر بغاوت ہو جائے گی۔ اور کے اندر بغاوت کھڑی ہوئی تو لشکر کا آدھے سے زیادہ حصہ عین الدولہ اور غازان حربی سے مل جائے گا جو تھوڑے بہت بچیں گے وہ بھی خوفزدہ ہو کر حکلیہ تنظیم میں شامل ہو

جائیں گے اس طرح شہر میں ہماری کیا وقعت ہماری کیا حیثیت رہ جائے گی بلکہ ابوطاہر
میں تمہیں پہلے سے یہ بھی تنبیہہ کے طور پر بتا دیتا ہوں کہ آج نہیں تو کل اس عین الدولہ اور
غازان حربی کے ہاتھ ہم دونوں کے گریبان تک پہنچیں گے۔

جہاں تک میں جان سکا ہوں سمرقند کے سلسلے میں عین الملک اور غازان حربی کے
درمیان ساز باز ہو چکی ہے۔ عین الدولہ سمرقند کے حاکم اور غازان حربی لشکریوں کا
سالار بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ تمہیں اور مجھے کسی بھی صورت
برداشت نہیں کریں گے۔

انز خاموش ہو گیا۔ حاکم سمرقند ابوطاہر پھر گردن جھکا کر کچھ دیر تک سوچتا رہا
فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

انز! میرے بھائی.......... تمہارا کہنا درست ہے لگتا ہے میں اور تم دونوں ہی
سمرقند میں بے بس اور لاچار ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے کل دن
وقت میں عین الدولہ اور غازان حربی دونوں کو بلاؤں گا اور سمجھاؤں گا کہ لشکر کے اندر
تنظیم کا دائرہ کار نہ پھیلائیں اپنی تنظیم کو اپنی گرفت میں رکھیں۔ اور وہ لشکری معاملات
دخل اندازی نہ کریں، ساتھ ہی انہیں یہ بھی کہوں گا کہ لشکر میں میرے اور انز کے احکامات
جاری وساری رہنا چاہیے اور حکلیہ تنظیم کا کوئی بھی فرد ان میں دخل اندازی نہ کرے۔

انز میرے بھائی! معاملہ اب یوں ہے کہ اگر عین الدولہ اور غازان حربی دونوں
میری اس نصیحت کو مان لیا تو میں سمجھتا ہوں ہم دونوں مل کر سمرقند کے حالات کو درست
کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے.......... اور اگر میں عین الدولہ اور غازان حربی کو
کرنے میں ناکام رہا تو پھر میں آخری قدم اٹھاؤں گا..........

چونکنے کے انداز میں انز نے ابوطاہر کی طرف دیکھا پھر بڑی بے چینی میں پوچھا

"کیا آخری قدم..........؟"

"بھائی اگر عین الدولہ اور غازان حربی نے سمرقند کے پورے لشکر ہی کو اپنی
تنظیم میں شامل کرنے کا عمل جاری رکھا تو پھر میں سمرقند کی حاکمیت چھوڑ کر چپ
خوارزم کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ باقی زندگی اپنے آبائی قصبے میں عزلت نشینی اور
گیری میں گزار دوں گا۔ میرے بھائی تم کسی کو بتائے بغیر ایسا کرنا.......... سمرقند سے

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف جانا۔ اس کو پورے حالات سے آگاہ کرنا اس بار
ان کو چاہیے کہ شہر کے اندر جس قدر باغی ہیں ان کو کچل کے رکھ دے۔"

ماضی میں سلطان بڑی رحمدلی اور بڑی نرمی سے کام لیتا رہا ہے۔ جو عناصر بھی شہر
اندر بغاوت کھڑی کرتے رہے ہیں۔ سلطان انہیں معاف کرتا رہا ہے۔ اگر حالات
رخ اختیار کئے رہے تو پھر تم سمرقند سے نکل کر سلطان کی طرف جاؤ تو میری طرف سے
ان کو یہ پیغام دینا کہ اس بار اگر وہ سمرقند کا رخ کریں تو سمرقند کے اندر جس قدر باغی
ہیں ان کا خاتمہ کئے بغیر یہاں سے نہ جائیں..........

ابوطاہر جب خاموش ہوا تو انز بول اٹھا۔

"ابوطاہر تم مجھے تو سلطان کی طرف جانے کا مشورہ دیتے ہو۔ تم خود میرے ساتھ
نہیں جاتے.........."

ابوطاہر کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"نہیں انز میرے بھائی میں ایسا نہیں کروں گا۔ سلطان کی طرف تم اکیلے ہی جاؤ
میں خوارزم کا رخ کرونگا۔ اگر ہم دونوں سلطان کی طرف ہیں اور سلطان بغاوت
کرنے کے لیے سمرقند پر لشکر کشی کرتا ہے تو مجھے یوں یقین ہے کہ سلطان ہر باغی کو کچل
کر رکھ دے گا بغاوت کو کچلنے کے بعد میں جانتا ہوں سلطان ایک بار پھر مجھے سمرقند کا والی
بنائے گا اور میں یہ حاکمیت نہیں چاہتا۔ یہ شہر بہت خطرناک ہے۔ آئے روز بغاوتیں اور نئی
تنظیمیں اٹھتی رہتی ہیں۔ تم جانتے ہو میں حرب وضرب کا کوئی اتنا ماہر نہیں ہوں۔ تم ایک
تیغ زن ہو۔ جنگ کا بھی وسیع تجربہ رکھتے ہو۔ امیر ارسلان کے نائب کی حیثیت سے
کام کرتے رہے ہو میرے خوارزم کی طرف چلے جانے کے بعد اگر تم سلطان کا رخ کوتے
سلطان اس بغاوت کو فرو کرتا ہے تو مجھے پکی امید ہے کہ سلطان تمہیں شہر کا حاکم مقرر کر
دے گے۔"

اور میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ اگر تمہیں سمرقند کا حاکم مقرر کیا جاتا ہے تو پھر تم ایک
منتظم ہونے کی حیثیت سے آئندہ شہر کے اندر نہ کسی تنظیم کو پھلنے پھولنے دو گے نہ کسی
بات کو جنم لینے دو گے۔ بس یہی میرا ارادہ ہے اور یہی میرا آخری فیصلہ ہے بس ایک بار
مجھے عین الدولہ اور غازان حربی سے بات کر لینے دو اس کے بعد جو فیصلہ ہوگا اس پر

عمل کیا جائے گا۔

امیر انز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

’’ابو طاہر! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اس لیے کہ اگر عین الدولہ اور غازان حربی تمہاری بات نہیں مانتے تو پھر تمہارا اور میرا سمرقند میں رہنا بے فائدہ ہی نہیں بلکہ انتہائی خطرناک بھی ہے۔ اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں۔ کل جب عین الدولہ اور غازان حربی سے تمہاری بات ہو تو اس کی اطلاع مجھے کسی آدمی کے ذریعے کر دینا میں لشکر گاہ میں ہی ہوں گا۔ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا اس لیے کہ اس طرح عین الدولہ اور غازان حربی ہمارے متعلق مزید مشکوک ہو جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری بات نہیں مانیں گے اس لیے میں آج رات ہی سلطان کی طرف جانے کے لیے اپنی تیاریاں مکمل کر لوں گا۔‘‘

ابو طاہر نے اس سے اتفاق کیا پھر امیر انز وہاں سے نکل گیا تھا۔

اگلے روز سمرقند کے والی ابو طاہر نے حلقیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ اور اس کے نائب غازان حربی کو بلایا۔ وہ دونوں جب اس کے ہاں آئے تو ان کے ساتھ ان کے کچھ محافظ اور مسلح جوان بھی تھے۔ دونوں کو ابو طاہر نے اپنی حویلی کی نشست گاہ میں بٹھایا۔ دونوں کے مسلح جوان حویلی کے اردگرد اور نشست گاہ کے اطراف میں بھی پھیل گئے تھے۔ گفتگو کا آغاز ابو طاہر نے کیا اور عین الدولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

’’عین الدولہ! حلقیہ تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے تم اور سمرقند کے والی کی حیثیت سے میں بھی جانتا ہوں کہ سمرقند کے حالات بڑی تیزی سے خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی دو بار تمہیں بلا کر سمجھایا تھا کہ اپنی تنظیم کو ایک حدود کے اندر رکھو لیکن لگتا ہے تم میری بات ماننے پر تیار ہی نہیں ہو۔ اب گزشتہ شب لشکریوں کا سالار اعلیٰ امیر انز میرے پاس آیا تھا۔ وہ اپنے عہدے سے دست بردار ہونا چاہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اب لشکر میں کوئی اس کی شنوائی ہی نہیں ہے۔ اور معاملہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اب لوگ اسے حلقیہ تنظیم میں شامل ہونے کی باقاعدہ دعوت دے رہے ہیں اس کے ماتحت کام کرنے والے لشکری اور سالار اس کو آنکھیں دکھاتے ہیں اب تم ہی بتاؤ ایسے حالات میں کیا سمرقند کا نظم و نسق برقرار رہ سکتا ہے.........؟‘‘

ابو طاہر جب خاموش ہوا تو بڑی ڈھٹائی اور بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عین الدولہ کہنے لگا۔

’’ابو طاہر! امیر انز نے اچھا کیا کہ وہ تمہارے پاس آیا۔ میں اور حربی دونوں نے اسے اپنی تنظیم میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے اسی وقت اس پر واضح کر دیا تھا کہ اگر وہ ہماری تنظیم میں شامل نہیں ہوتا تو پھر عہدہ چھوڑ جائے۔ کہیں چلا جائے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن جہاں تک ہماری تنظیم کا تعلق ہے وہ تو اب پورے شہر میں پھیل چکی ہے۔ سمرقند شہر کا جو محافظ لشکر ہے وہ پوری طرح سے پورے کا پورا ہماری تنظیم پر مشتمل ہے اب باقی کیا رہتا ہے۔‘‘

رہی بات لشکریوں اور سالاروں کے آنکھیں دکھانے کی تو جب تک انز کا تعلق ہماری تنظیم سے نہیں ہوگا تو لشکری اور سالار اسے آنکھیں تو دکھائیں گے۔ وہ آج ہماری تنظیم میں شامل ہو جائے پھر دیکھنا کیسے سارے سالار اور لشکری اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ہم دونوں کیسے اس کا کہا مانتے ہیں۔‘‘

ابو طاہر کے چہرے پر دور دور تک افسردگی اور پریشانی پھیل گئی تھی۔ کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ’’اس کا مطلب ہے تم دونوں شہر کے حالات خراب کرنے پر تل گئے ہو۔‘‘

تیز نگاہوں سے عین الدولہ نے ابو طاہر کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

’’کون شہر کے حالات خراب کرے گا.........؟‘‘

ابو طاہر کسی قدر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

’’عین الدولہ میں آخری بار تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اپنی تنظیم کو ایک طرف رکھو۔ سمرقند کے محافظ لشکر کے اندر دخل اندازی نہ کرو۔ اگر تم میری بات مانتے ہو تو حالات ٹھیک ہو جائیں گے اگر نہیں مانتے تو میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں سمرقند کی امارت سے علیحدہ ہو کر چلا جاؤں گا اور اس کے بعد شہر میں جو تمہارا جی چاہے کرتے رہنا۔‘‘

ابو طاہر کے ان الفاظ پر عین الدولہ کے چہرے پر مسرت کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ کہنے لگا۔

’’اگر تم سمرقند کی امارت سے علیحدہ ہو کر خوارزم جانے کا فیصلہ کر چکے ہو تو ہم تمہیں روکیں گے نہیں۔ شاندار طریقے سے تمہیں الوداع کہیں گے اس کے بعد شہر کا دفاع ہم

اپنے ہاتھ میں نے لیں گے۔"

ابوطاہر نے کھا جانے والے انداز میں عین الدولہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"جانتے ہو اس کا انجام کیا ہوگا.......... میں اور انز دونوں جب شہر سے نکل جائیں گے تو یاد رکھنا شہر کسی آتش فشاں کی صورت اختیار کرے گا جو ایسا پھٹے گا کہ ہر چیز کو اپنے لاوے کی طرح بہا کے لے جائے گا.........."

"کون لاوا بنے گا.......... کون شہر کے اندر آتش فشاں بن کے نمودار ہوگا" عین الدولہ نے بھی بڑی تیز نگاہوں سے ابوطاہر کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔

ابوطاہر پھر بول اٹھا۔

"دیکھو.......... عین الدولہ جب میں اور انز دونوں سمرقند سے نکل کر خوارزم کی طرف چلے جائیں گے تو پھر یاد رکھنا کسی نہ کسی طرح سلطان ملک شاہ سلجوقی کو سمرقند میں اٹھنے والی بغاوت کی خبر ہو جائے گی اور پھر سلطان آندھی اور طوفان کی طرح اٹھے گا اور ہر چیز کو اپنے سامنے اڑا کے رکھ دے گا۔ اس بار وہ سختی سے بھی کام لے گا اس لیے کہ وہ سمرقند میں اٹھنے والی آئے دن کی بغاوتوں سے پہلے ہی نالاں ہو چکا ہے.........."

یہاں تک کہنے کے بعد ابوطاہر خاموش ہو گیا۔ جان بوجھ کر وہ انز کے سلطان کی طرف جانے کے منصوبے کو چھپاتے ہوئے یہ کہہ گیا تھا کہ انز اس کے ساتھ خوارزم کا رخ کرے گا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد بڑی بے باکی بڑی جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے عین الدولہ کہنے لگا۔

"ابوطاہر اب حالات پہلے جیسے نہیں ہیں۔ اس بار اگر ہم سلجوقی سلطان ملک شاہ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں تو کچھ سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں اس بار سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند پر چڑھ دوڑا تو اس کو ناکام و نامراد لوٹنا پڑے گا۔ تم اور انز دونوں اپنے منصوبے پر عمل کرو اور تم دونوں سمرقند سے خوارزم کی طرف جا سکتے ہو۔"

اس کے ساتھ ہی عین الدولہ اپنے نائب غازان حربی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اس کے ساتھ گفتگو کی اطلاع ابوطاہر نے امیر انز کو کر دی تھی۔ جس کے نتیجے میں سمرقند کو چھوڑ کر ابوطاہر خوارزم کی طرف چلا گیا جب کہ شہر کے اندر نمودار ہونے والے

حالات سے سلطان کو آگاہ کرنے کے لیے انز سمرقند سے سلطان کی طرف کوچ کر چکا تھا۔

☆☆☆

سمرقند کے والی ابوطاہر اور لشکریوں کے امیر انز کے سمرقند سے روانہ ہو جانے کے بعد حکلیہ تنظیم کا سربراہ عین الدولہ اور اس کا نائب غازان حربی گو بے حد خوش اور مطمئن تھے کہ ابوطاہر بغیر کسی لڑائی جھگڑے کسی حجت اور کسی کشمکش کے شہر ان کے حوالے کر کے چلا گیا ہے۔ ان کی خوشی کا یہ مقام تھا کہ انہوں نے یہ تک جاننے کی کوشش نہیں کی کہ لشکریوں کا امیر انز ابوطاہر کے ساتھ خوارزم کی طرف گیا ہے یا اس نے کسی اور سمت کا رخ کیا ہے۔ بہر حال سمرقند کا اقتدار ملنے پر وہ اندھے سے ہو گئے تھے اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انہوں نے ہر فعل قبیح کو اپنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اس دوران انہیں ایک فکر بھی لاحق ہوئی کہ آج نہیں تو کل سلطان ملک شاہ سلجوقی کو خبر ہو جائے گی کہ حکلیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ کے رویے سے تنگ آ کر سمرقند کا والی ابوطاہر خوارزم کی طرف چلا گیا ہے۔ اور عین الدولہ کو یقین تھا کہ جونہی یہ خبر سلطان کے پاس پہنچے گی سلطان ایک جرار لشکر لے کر نکلے گا اور سمرقند کا رخ کرے گا۔

اب عین الدولہ اور اس کے نائب غازان حربی کے سامنے جو سب سے بڑا اور تفکرات میں ڈال دینے والا پیچیدہ مسئلہ تھا وہ یہی تھا کہ اگر سلطان سمرقند پر حملہ آور ہوتا ہے تو شہر کا دفاع کیسے کیا جائے گا اور شہر پر اپنی حکمرانی کو کیسے بحال رکھا جائے گا۔

چند یوم تک لگاتار سوچ و بچار کے بعد آخر کار عین الدولہ اور غازان حربی دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ اکیلے اپنی حکلیہ تنظیم کے لشکر کے ساتھ سلطان کے سامنے دفاع کا بند نہیں باندھ سکتے نہ وہ سمرقند کا دفاع کر سکتے ہیں نہ ہی شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنے کی ان میں ہمت ہے۔ اور اگر سلطان شہر پر حملہ آور ہو گیا تو وہ شہر کو بھی محفوظ نہ رکھ سکیں گے۔ ان سارے سوالات کا جواب ان کے ذہن میں ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ کسی بڑی قوت کو سمرقند میں بلایا جائے۔ اسے اپنی گرفت اپنے قبضے میں رکھا جائے تا کہ جب کبھی سلطان ملک شاہ سلجوقی سمرقند پر حملہ آور ہو تو اس بڑی قوت کو آڑ بنا کر نہ صرف یہ کہ سلطان سے شہر کی حفاظت کا سامان کیا جائے بلکہ اسی قوت کے ذریعے شہر پر حکومت بھی کی جائے۔

اس ساری سوچ و بچار کے بعد دونوں نے یہی فیصلہ کیا کہ کاشغر کے بادشاہ سے بھائی تکین کو دعوت دی جائے کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر سمرقند آ جائے اور یہیں سمرقند پر حکومت کرے۔

اس مقصد کے لیے عین الدولہ اور غازان حربی نے تیز رفتار قاصد کاشغر کی طرف روانہ کئے اور تکین کو یہ پیش کش کی کہ تکین اس سے پہلے بھی سمرقند پر حکومت کرنے کا ذائقہ چکھنا چاہتا تھا لیکن اسے امیر ارسلان کے ہاتھوں بدترین شکست ہو چکی تھی۔ اور وہ واپس کاشغر چلا گیا تھا۔

اب جو حکلیہ تنظیم کا سربراہ عین الدولہ اسے خود سمرقند آ کر شہر پر حکومت کرنے کی دعوت دے رہا تھا تو تکین نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ وہ کاشغر سے نکلا اور سمرقند میں داخل ہونے کے بعد شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔

تکین بھی بڑا جنگجو بڑا انا پرست انسان تھا۔ سمرقند کے سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں کرنے کے بعد ہر کام کو اس نے اپنی مرضی سے چلانا شروع کیا۔ اس کا یہ کھیل حکلیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ کی مرضی کے منافی تھا۔ تکین نے یہاں عین الدولہ کے خلاف بھی سازش کی اس نے اندر ہی اندر غازان حربی کو اپنے ساتھ ملا لیا اور عین الدولہ کے خلاف ساز باز کرنے لگا۔

تکین نے جب دیکھا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے عین الدولہ ساز باز کرنے لگا ہے تو تب اس نے عین الدولہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے اس دشمن کا خاتمہ کر دیا اب حکلیہ تنظیم کا سربراہ غازان حربی بن گیا تھا جو ہر معاملے میں تکین کی ہاں میں ہاں ملانے لگا تھا اس طرح گویا سمرقند کو سلجوقی دائرہ اختیار سے نکال دیا گیا تھا۔

☆☆☆

سہ پہر کے قریب سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنے گھوڑے پر سوار چوگان کھیلنے کے میدان میں آیا۔ میدان میں اس وقت پہلے سے نظام الملک طوسی اور دیگر عمائدین سلطنت موجود تھے۔ سلطان جونہی گھوڑے سے اترا نظام الملک طوسی سلطان کے قریب آیا۔ سلطان نے بڑے غور سے نظام الملک کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"خواجہ بزرگ خیریت تو ہے...... آپ کا میری طرف آنے کا انداز آپ کے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی ملک شاہ سلجوقی اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔ نظام الملک طوسی سلطان کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! گزشتہ شب اخیموت میرے پاس آیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ امیر ارسلان اور ضوباہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس موضوع پر میری اس سے تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی سلطان محترم آپ ضوباہ کی زندگی کے پس منظر سے واقف ہیں اور اس کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے...... مجھے امید ہے آپ میرے اس فیصلے سے اتفاق کریں گے۔"

آپ جانتے ہیں ضوباہ اخیموت کی بیٹی نہیں ہے...... انطاکیہ کے بادشاہ زردروس کی بیٹی ہے۔ اس نے شاہانہ ماحول میں پرورش پائی ہے۔ اس کی شادی سے متعلق میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ میں چاہتا ہوں شادی سے چند روز پہلے میں ضوباہ کو اپنے ہاں لے آؤں۔ میں خود ہی اس کو اپنی بیٹی بنا کر اس کی شادی کا اہتمام کروں گا...... سلطان محترم میں چاہتا ہوں کہ جس شان کے ساتھ میں نے اپنی بیٹی صفیہ کی شادی ابو منصور کے ساتھ کی تھی اسی انداز میں اسی شان و شوکت کے ساتھ میں ضوباہ کی شادی امیر ارسلان سے کروں......

ملک شاہ سلجوقی۔ نظام الملک طوسی کی اس تجویز سے بڑا خوش ہوا کچھ دیر مسکراتا رہا پھر شفقت بھرا ہاتھ اس نے نظام الملک طوسی کے کندھے پر رکھا کہنے لگا۔

خواجہ بزرگ اگر آپ ضوباہ کو اپنے ہاں سے بیٹی کی طرح رخصت کرنا چاہتے ہیں تو پھر میں ایک باپ بن کر ارسلان کے سر پر ہاتھ رکھوں گا...... ارسلان نے میری سلطنت کے لیے نہ صرف قربانیاں دی ہیں بلکہ ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ جنہیں سنہری حروف میں لکھا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنے ماں باپ بہن بھائی کی قربانی دے کر مجھ سے وفاداری و جاں نثاری کا اظہار کیا۔ سمرقند کی بغاوت میں شامل نہیں ہوا۔ سو میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں ضوباہ...... بیٹی کی حیثیت سے تمہارے ہاں سے رخصت ہو گی وہاں میں ایک بیٹے کا باپ بن کر ضوباہ کو بیاہنے تمہارے ہاں آؤں گا...... اب بولو تم

خوش ہو۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ان الفاظ پر نظام الملک طوسی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہنے لگا۔

’’سلطان محترم! قسم خدائے پاک کی جو تجویز میرے ذہن میں تھی آپ نے اسے عیاں کر دیا ہے۔ جس وقت میں گھر سے نکلا تھا چوگان کے میدان کی طرف روانہ ہوا تو میں نے سوچا تھا میں ضوباہ کو تو اپنے گھر لا کر بیٹی کی حیثیت سے رخصت کروں گا کاش سلطان ارسلان کا باپ بن کر میرے ہاں تشریف لائیں۔ سلطان محترم! میں سمجھتا ہوں وہ خواب جو میں دن کے وقت دیکھا کرتا تھا آپ نے اسے سنہری تعبیر کا لبادہ اوڑھا دیا ہے۔‘‘

سلطان اس کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ ارسلان، بدران، برسق، عثمان جق اور کچھ دیگر سالار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہاں آئے تھے اور اپنے گھوڑوں سے اتر کر انہوں نے سلطان کو تعظیم دی تھی۔ سلطان نے سب کو اپنے قریب بلایا تھوڑی دیر پہلے سلطان کی جو گفتگو نظام الملک طوسی سے ہوئی تھی اس سے انہیں آگاہ کیا۔ پھر سلطان نے دوبارہ نظام الملک کو مخاطب کیا۔

’’خواجہ بزرگ! اس وقت ارسلان بھی یہاں ہے اور بدران اور برسق بھی موجود ہیں۔ میرے خیال میں ہم سب کو مل کر ارسلان اور ضوباہ کی شادی کی کوئی تاریخ مقرر کر لینی چاہیے اور اس تاریخ سے اخیموت اور اس کے اہل خانہ کو آگاہ کر دینا چاہیے۔‘‘

نظام الملک مسکرایا پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

’’سلطان محترم! میں یہ سارا معاملہ ارسلان پر چھوڑتا ہوں جو یہ تاریخ مقرر کرنا چاہے ہمیں بتا دے۔ ہمارے لیے وہی قابل قبول ہوگی۔ میں چونکہ بیٹی کی حیثیت سے ضوباہ کو رخصت کرنے والا ہوں لہٰذا میں بیٹی کا باپ ہوں تاریخ آپ اور ارسلان ہی طے کریں گے.........‘‘

سلطان مسکرایا پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

’’ارسلان میرے بیٹے! بولو.........تم کون سی تاریخ چاہتے ہو.........‘‘

ارسلان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ان کی

آیا۔ سب سے پہلے ارسلان نے اسے پہچانا وہ سمرقند کے لشکریوں کا سالار انز تھا۔ جو سمرقند میں ارسلان کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ارسلان فکر مند ہو گیا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

’’سلطان محترم یہ آنے والا سمرقند کے لشکریوں کا سالار انز ہے آپ اسے اچھی جانتے ہیں۔ اس کا یوں آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے.........‘‘

اتنی دیر تک انز قریب آیا۔ سلطان کو اس نے تعظیم دی۔ اسے دیکھتے ہوئے سلطان بزرگ، ارسلان، بدران، برسق دیگر سالار سب پریشان اور فکر مند سے ہو گئے تھے۔ سلطان نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

انز! خیریت تو ہے.........؟

انز پریشان اور فکر مند تھا۔ پھر اس نے وہاں کھڑے کھڑے سمرقند میں رونما ہونے والے سارے حالات تفصیل سے کہہ ڈالے۔

یہ حالات سن کر سارے پریشان اور فکر مند ہو گئے تھے۔ سلطان کچھ دیر تک خاموش گہری سوچوں میں الجھا رہا۔ سب نے دیکھا غصے اور غضبناکی میں اس وقت اس کی آنکھوں میں یادوں کے بادبان کھولتے، خوابوں کو مسمار، زندگی کو دشوار کرتے پت جھڑ کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ چہرے پر ٹوٹتے ستاروں کی روشنی جیسے شعلہ فشاں رنگ اپنا دکھا گئے تھے۔ پھر سلطان نے اپنے اردگرد کھڑے اپنے سارے سالاروں اور نظام الملک طوسی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

’’اگر سمرقند کے لوگ خوابوں کے ساحلوں کو پتھریلے رن پٹ میں تبدیل کرنا چاہتے اگر یہ توہین مشیت کے مرتکب ہو کر اشکوں کے جزیروں میں بدقسمتی کے پیالوں کا زہر پینا چاہتے ہیں تو پھر یونہی سہی۔ اگر یہ لوگ لفظ کن کے تراشے حروف سے بغاوت کر کے چاہتے ہیں کہ پانی کو ان کے لیے آگ بن کر جھلسایا جائے۔ بارش کو انگارہ بنایا جائے تو پھر ان کے آئینوں میں کوئی عکس نہ ڈھلنے دوں گا۔ ان کی آنکھوں میں منزلوں کا غبار اور ان میں امیدوں کا سراغ تک نہ رہنے دوں گا۔ اگر یہ لوگ تاریخ کے آئینے میں اپنے لیے زخموں کے پیوند تیرگی کے گھاؤ اور آہنی بیڑیوں جیسی فضا کی جھنکار ہی سننا چاہتے ہیں تو پھر یونہی سہی.........‘‘

میرے عزیزو! واپس شہر کی طرف چلیں اچھا ہے اس وقت ہم سب یہاں جمع ہیں اور آخری فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ارسلان میرے بیٹے سب سے پہلے تو تم انز کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کے آرام اور اس کے طعام کا اہتمام کرو.......... ساتھ ہی بدران اور برق کو لے کر لشکر گاہ کی طرف جانا۔ لشکریوں کو تیاری کا حکم دے دینا۔ رات کے پچھلے پہر میں مستقر میں آؤں گا اور لشکر آج رات ہی کے پچھلے پہر یہاں سے سمرقند کی طرف کوچ کرے گا۔ ارسلان میرے بیٹے! اپنے سالاروں اور لشکریوں سے یہ بھی کہہ دینا کہ جو اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیے اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے کہ سمرقند کے خلاف ہماری یہ مہم طول بھی پکڑ سکتی ہے۔ اس میں چونکہ کاشغر کے بادشاہ کا بھائی تکین ملوث ہے.......... ہوسکتا ہے کاشغر کا بادشاہ اس سلسلے میں اس کی مدد کرے۔ اور پھر دلیلہ نام کی جو تنظیم ابھر رہی ہے۔ اسے تو نیست و نابود کیے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس بناء پر شہر کے اندر اور شہر کے باہر ان سارے عوامل سے نمٹنے میں ہو سکتا ہے ہمیں کچھ عرصہ باہر رہنا پڑے لہٰذا لشکریوں اور سالاروں کو کہہ دو کہ جو بھی اپنے اہل خانہ کو لشکر میں رکھنا چاہے اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سب شہر کی طرف جا رہے تھے۔

☆☆☆

ارسلان انز کو لے کر حویلی میں داخل ہوا۔ اخیموت، ضوباہ، صفیناہ اور غریاد نے ان کو حویلی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ چونکہ انز اس کے ساتھ تھا لہٰذا صرف اخیموت باہر آیا۔ دونوں سے اس نے مصافحہ کیا۔ اخیموت کچھ بولا نہیں چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا۔

ارسلان انز کو لے کر نشست گاہ میں داخل ہوا۔ اخیموت ان کے پیچھے پیچھے تھا تینوں اندر بیٹھ گئے پھر ان دونوں کا ارسلان نے آپس میں تعارف کرایا اور جس مقصد کے لیے سمرقند سے آیا تھا اس کی تفصیل بھی بتا دی تھی۔

ارسلان جب خاموش ہوا تو انز نے اخیموت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"راستے میں! امیر ارسلان نے مجھے آپ کے متعلق بڑی تفصیل سے بتایا ہے مجھے

یہ بھی خبر ہوگئی ہے کہ آپ کی بیٹی ضوباہ کی شادی امیر سے ہونے والی تھی لیکن اب یہ سمرقند کی مہم آن پڑی ہے جس کی وجہ سے سلطان کے کہنے پر شادی التوا میں ڈال دی گئی ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ.........."

ارسلان مسکرا دیا کہنے لگا۔

"کوئی دکھ اور صدمہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ.........."

ارسلان بات پوری نہ کر سکا اس لیے کہ بیچ میں اخیموت بول پڑا کہنے لگا۔

"بیٹے! ہم تو یہاں بہت خوش ہو رہے تھے کہ محترم نظام الملک طوسی سلطان کے ساتھ مل کر تمہاری اور ضوباہ کی شادی کی تاریخ کا کوئی تعین کریں گے لیکن سمرقند کی اس مہم نے تو ہمارے سارے لائحہ عمل کو ہی خراب کر دیا ہے.......... اب بیٹے! لشکر یہاں سے روانہ ہوگا تو اس کا کیا اہتمام ہوگا.........."

اس پر ارسلان نے اخیموت کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"لشکر آج رات کسی وقت بھی یہاں سے سمرقند کی طرف کوچ کرے گا۔ سلطان اس کے لیے حکم جاری کر چکے ہیں۔ لہٰذا میں آج رات ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اس کے علاوہ.........."

یہ خبر شاید اخیموت کے لیے مایوس کن تھی فوراً بول پڑا۔

"بیٹے! اگر لشکر آج رات یہاں سے سمرقند کی طرف کوچ کرنے والا ہے تو کیا لشکری اور سالار اپنے اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکیں گے.........."

اس پر ارسلان کی بجائے انز بول پڑا۔

"محترم اخیموت میری موجودگی میں سلطان نے حکم دے دیا ہے لشکر کے جو سالار یا لشکری اپنے اہل خانہ کو ساتھ لے جانا چاہیں وہ ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ لشکر میں ایسے انتظامات کرنے کا سلطان نے حکم دے دیا ہے کہ ایسا اس بناء پر کیا جا رہا ہے کہ اس بار سمرقند کی یہ مہم طول بھی پکڑ سکتی ہے۔ اس بار وہاں ایک نہیں کئی قوتوں سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ اسی بناء پر سلطان نے لشکریوں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل خانہ کو لشکر میں رکھ سکتے ہیں۔"

ارسلان اٹھ کھڑا ہوا اور انز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"انز! میرے خیال میں تم تھوڑی دیر آرام کر لو............ میں تمہارے لیے کھانا تیار کراتا ہوں اس کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔ پھر لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں۔"

اس پر انز کہنے لگا۔

"نہیں امیر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں کھانا کھانے کے بعد مستقر کی طرف جاتے ہیں جب تک لشکر کوچ نہیں کرتا وہیں آرام کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی ارسلان کمرے سے نکلا، اخیموت اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں صفینا، ضوباہ اور غریاد بیٹھے ہوئے تھے۔ ارسلان کو دیکھتے ہی وہ تینوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اندر داخل ہوتے ہی ارسلان نے غریاد کو مخاطب کیا۔

"غریاد میری بہن میرے پاس سمرقند سے ایک مہمان آیا ہوا ہے۔ ان دنوں یہ سمرقند میں لشکریوں کا سالار ہے۔ سمرقند میں وہ میرے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔ سمرقند میں پھر بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اور اسی کی یہ اطلاع دینے آیا ہے۔ لشکر آج رات کسی بھی وقت یہاں سے سمرقند کی طرف کوچ کرے گا۔ تم دونوں بہنیں ایسا کرو جلدی جلدی کھانا تیار کردو۔ میں اور مہمان دونوں کھانا کھانے کے بعد لشکر گاہ کی طرف چلے جائیں گے اور وہیں سے کوچ کر جائیں گے۔"

ارسلان جب خاموش ہوا تو اخیموت بول پڑا۔

"ارسلان میرے بیٹے یہ تمہارا فیصلہ پورا نہیں ادھورا ہے۔ کھانا تو تمہارے اور مہمان کے لیے ابھی بلکہ فی الفور تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن بیٹے! ہم چاروں بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اس لیے کہ تمہارا مہمان خود ہی بول اٹھا ہے کہ سلطان نے لشکریوں اور سالاروں کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی ہے۔ بیٹے جب تم جاؤ گے تو ہم یہاں رہ کے کیا کریں گے۔ ان دنوں برفباری کا موسم ہے۔ باغ میں بھی اتنا کوئی کام نہیں ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہم چاروں کا تمہارے ساتھ جانا اور تمہارے ساتھ رہنا ضروری ہے۔"

ارسلان نے ایک بھرپور نگاہ ضوباہ پر ڈالی اور پھر اخیموت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ لوگ چاروں میرے ساتھ جانے کی کیوں زحمت اٹھا رہے ہیں آپ لوگ یہاں آرام کریں یہ مہم طول پکڑ سکتی ہے۔ نجانے کتنا عرصہ ہمیں برفباری میں باغیوں کے

برسرپیکار رہنا پڑے ایسی صورت میں............"

"ایسی صورت میں آپ کہاں کہاں ہمارے ساتھ تکلیفیں اٹھاتے پھریں گے۔"

کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے ضوباہ نے ارسلان کی بات پوری کر دی تھی۔

ضوباہ کی اس حرکت پر ارسلان مسکرا دیا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ضوباہ پھر بول پڑی۔

"بابا نے جو فیصلہ کیا ہے یہ آخری ہے۔ آپ ہماری تکلیف کا کوئی احساس نہ کریں ہمارے متعلق فکر مند ہوں پہلے بھی تو ہم آپ کے ساتھ لشکر گاہ میں رہ کر آئے ہیں۔ اس وقت تو ہم نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے جانے کے بعد ہم یہاں اس حویلی میں تکلیف محسوس کریں گے۔ لہٰذا آپ کے ساتھ ہمارا جانا انتہائی ضروری ہے۔ اور میرے خیال میں آپ اس فیصلے سے روگردانی بھی نہیں کریں گے۔"

ارسلان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ضوباہ پھر چونکنے کے انداز میں بول پڑی۔

"امیر! میں نے کئی بار ایک تفصیل آپ سے جاننا چاہی مگر وہ بات ہمیشہ میرے حافظے سے نکل جاتی رہی۔ وہی تفصیل اماں، بہن اور ابا بھی جاننا چاہتے تھے۔ کئی بار آپ سے پوچھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر میں بھول جاتی رہی۔ بات دراصل یہ ہے کہ امر موسیٰ کا تو آپ نے خاتمہ کر دیا یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا جو ہمارے سر سے اتر گیا۔ اور امیر امر موسیٰ کے دو خطرناک ساتھی تھے ایک کازرون دوسرا ذکریا بلخی۔ کازرون کو تو آپ نے امر موسیٰ سے بھی پہلے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اب ہم لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ ذکریا بلخی کا کیا بنا............ وہ کہیں امر موسیٰ کے بعد ہمارے لیے خطرہ تو نہیں بن جائے گا۔"

جواب میں ارسلان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"جس روز کوہستان البرز میں امر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا گیا تھا۔ اسی روز ٹکراؤ کے دوران ذکریا بلخی بھی مارا گیا تھا۔ اس لیے کہ اس ٹکراؤ اور جنگ کے وقت ذکریا بلخی امر موسیٰ کے ساتھ تھا۔"

ارسلان کا جواب سن کر چاروں خوش ہو گئے تھے۔ ضوباہ پھر بول اٹھی۔

"امیر آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کھانا کھانے کے بعد مہمان کو لے کر مستقر میں پہنچ جائیں گے............ ہمارا کیا بنے گا۔ دیکھیے ہمیں یہاں چھوڑ کر نہ جایئے گا۔ ہم ہر

صورت آپ کے ساتھ لشکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔"

ارسلان ضوباہ کی بات مان گیا کہنے لگا۔

"اچھا تم دونوں بہنیں جلدی جلدی کھانا تیار کرو۔ کھانا کھانے کے بعد میں مستقر کی طرف لے جاتا ہوں۔ لشکر جب کوچ کرے گا تو جاتے ہوئے تم کو بھی ساتھ لیں گے۔ اتنی دیر تک تم اپنی تیاری مکمل رکھنا۔"

ارسلان کا یہ جواب سن کر ضوباہ، صفیناہ، غریاد اور اخیموت خوش ہو گئے تھے پھر اور غریاد کھانا تیار کرنے چلی گئی تھیں۔

ارسلان اور اخیموت دوسرے کمرے میں جا کر انز کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ کھانا تیار ہونے کے بعد اخیموت، ارسلان اور انز نے اسی کمرے میں کھانا کھایا اور پھر انز کو لے کر ارسلان مستقر کی طرف چلا گیا تھا۔ آدھی رات کے تھوڑی دیر بعد لشکر نے کوچ کیا ارسلان کے ساتھ اخیموت صفیناہ، غریاد اور ضوباہ بھی لشکر میں شامل تھے۔

☆☆☆

سرما اپنے زوروں پر آ گیا تھا۔ برفباری نے ہر شے کو گھیر لیا تھا۔ چناروں کے بلند اشجار، انگور کی گھنی بیلیں چارسو بکھری بھوری گھاس ناشپاتی اور خوبانی کے باغات سب برف کی سفید چادر اوڑھ چکے تھے۔ چاروں طرف جوانی کی دیوانگی میں ڈوبی بے لطفی و بے کیفی جیسی چپ تھی لگتا تھا کائنات کی روشنیاں برف کی اتھاہ گھمبیر گہرائی میں اتر گئی ہوں۔ خزاں زدہ اور برف پوش کڑا وقت یوں چپ اور خاموش تھا جیسے اس کی فہم و فراست ساری شبنم ہی چھین لی گئی ہو۔

ایسے ماحول میں سلطان ملک شاہ سلجوقی بڑی برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا سمرقند کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بخارا کے پاس سے گذرنے کے بعد سلطان ایک طرح سے ابھی بخارا کے نواح ہی میں تھا کہ جو سلطان کے مخبر حالات کا جائزہ لینے کے لیے ان علاقوں میں گئے ہوئے تھے وہ اس جگہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے فضاؤں میں دن ختم ہونے کے باعث چونکہ تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی تھی لہٰذا سلطان نے وہیں بخارا کے نواح میں لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب کیے جا چکے تب سلطان نے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا سمرقند اور اس کے نواح سے جو مخبر آئے تھے انہیں بھی اپنے خیمے میں طلب کیا مخبر سلطان کے سامنے آئے۔ تو سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! اب کہو کیا معاملہ ہے.......... کیا تکین اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند نکل کر ہمارا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اور حکلیہ تنظیم جو ہے اس کے سربراہ کے کیا ارادے ہیں"

اس پر ایک مخبر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم صورتحال اچانک تبدیل ہو گئی ہے۔ کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے عین الدولہ کے کہنے پر ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کیا تھا اور سمرقند پر اس نے قبضہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن جونہی تکین کو خبر ہوئی کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کر رہے ہیں تو اسے یقین ہو گیا کہ اس بار سلطان سمرقند میں بغاوت کرنے والوں کو کڑی سزا دے گا۔ لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ تکین سمرقند کو چھوڑا اس نے کاشغر کا رخ بھی نہیں کیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ فرغانہ کی طرف گیا ہے۔"

ایسا کر کے وہ شاید حالات کا جائزہ لینا چاہتا ہے کہ سلطان کی طرف سے سمرقند کے بارے میں کیا ردعمل ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں تک ہم نے اندازہ لگایا ہے وہ یہی فریب کرے گا جونہی سمرقند کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد واپس جائیں گے اپنے لشکر کے ساتھ وہ پھر آگے گا اور سمرقند پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

سلطان محترم! یہ تو صورتحال تکین کی ہے۔ جہاں تک حکلیہ تنظیم کے حرکت میں آنے کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک بہت بڑی تنظیم ہے اور اس کے جو مسلح جوان ہیں وہ ہزاروں ہزار میں ہیں۔ سلطان محترم! آپ کے پاس یہ خبر تو پہنچ چکی ہو گی کہ تکین نے حکلیہ کے سربراہ عین الدولہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور اب اس تنظیم کی راہبری عین الدولہ کا نائب کر رہا ہے۔ اس کا نام غازان حربی ہے۔

جس وقت تکین اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے نکل کر فرغانہ کا رخ کر رہا تھا اسی روز یہ غازان حربی بھی حرکت میں آیا اپنے سارے فدائیوں اپنے سارے مسلح

جوانوں اور اپنی حکلیہ نام کی تنظیم کے سارے ہی جاں نثاروں کو لے کر وہ بدخشاں کی طرف چلا گیا ہے۔

سلطان محترم! ہمارے اندازے کے مطابق تکین اور غازان حربی نے دو مختلف سمتوں کی طرف جانے کی کارروائی باقاعدہ سوچ وبچار اور صلاح مشورے سے کی ہے۔

تکین فرغانہ کی طرف گیا ہے۔ غازان حربی بدخشاں کی طرف ...... ایک نے مغرب کا رخ کیا ہے۔ ایک نے مشرق کا ...... شاید انہوں نے ایسا اس لیے کیا ہے۔ سلطان جب سمرقند کی طرف آتا ہے تو سمرقند میں اپنا کوئی نیا والی مقرر کر کے لوٹ جائے گا۔ وہ دونوں چونکہ دو مختلف سمتوں میں گئے ہیں لہٰذا سلطان اپنے لشکر کو تقسیم کر کے ان کا تعاقب نہیں کرے گا اور اگر تعاقب نہیں کیا جائے گا تو ان کی قوت محفوظ رہے گی تو پھر حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جب بھی موقع ملا وہ دوبارہ سمرقند پر قابض ہو جائیں گے ......

وہ مخبر جب خاموش ہوا تو سلطان نے ایک لمبا سانس لیا۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم اور تمہارا ساتھی برفباری میں سفر کرتے ہوئے تھک گئے ہو گے۔ پہلے جاؤ کھانا کھالو اور اس کے بعد آرام کرو جب مجھے ضرورت ہوئی میں تم لوگوں کو طلب کر لوں گا'' اس کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے نکل گئے تھے۔

سلطان کے خیمے میں اس وقت ارسلان، برسق، بدران، عثمان جق کے علاوہ دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان کچھ دیر سوچتا رہا پھر سلطان گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ ارسلان نے سلطان کو مخاطب کیا۔

''سلطان محترم! میں جانتا ہوں اس موقع پر آپ یہ کہنا چاہیں گے کہ تکین اور حکلیہ تنظیم کے سربراہ غازان حربی سے ہمیں کیسے اور کس طرح نمٹنا چاہیے۔ سلطان محترم جو مخبروں نے کہا ہے وہ بات میرے دل کو لگی ہے۔ اس تکین اور غازان حربی کو کھلا چھوڑ کر ہمیں یہاں سے واپس نہیں جانا چاہیے۔ مکمل طور پر ان کا قلع قمع کرنا چاہیے۔ سلطان اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو یاد رکھیے گا بار بار ہمیں سمرقند کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے علاقوں کا رخ کرنا پڑے گا۔''

تھوڑی دیر کے لیے ارسلان رکا پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہنے

''سلطان محترم! میں نہیں جانتا اس وقت آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ میرے ذہن ایک تجویز ہے۔ پہلے وہ میں آپ سے گذارش کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد جو آخری کریں گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔''

سلطان محترم جو کچھ میں نے سوچا ہے اس کے مطابق میں چاہتا ہوں کہ تکین کا آپ میرے سپرد کر دیں ...... بدران کو بھی میرے ساتھ کر دیں۔ میں اور بدران لشکر کے ساتھ جو اکثر و بیشتر ہماری کمانداری میں فرائض انجام دیتا ہے۔ آج رات ہی سے کوچ کریں گے اور فرغانہ کا رخ کریں گے۔ تکین کا خاتمہ یا اس سے خوفناک میں نمٹنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو کل کو پھر وہ کاشغر سے نکلے گا۔ قند پر اگر قابض نہ ہو گا تو سمرقند میں اپنے مفاد کی خاطر بغاوت کرانے کی ضرور کوشش ے گا۔

جہاں تک حکلیہ تنظیم کے سربراہ غازان حربی کا تعلق ہے تو سلطان محترم ان کے آپ برسق اور عثمان جق کو لگا دیں ...... ایک بار ہم تکین کے لشکر اور غازان حربی اس کے جانثاروں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سلطان محترم میں آپ کو یقین ہوں کہ آنے والے دور میں سمرقند کے اندر ہمارے خلاف کوئی بغاوت اور سرکشی نہ

لشکر میں جس قدر لشکریوں، سالاروں کے اہل خانہ ہیں وہ اس لشکر کے اندر رہیں جو آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ اپنے ساتھ انز کو رکھیں۔ یہ جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے۔ آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چند یوم تک یہیں پڑاؤ کیے رکھیں۔ لشکری بھی لیں گے۔ آرام کر لیں گے۔ لشکر کے اندر جو لشکریوں کے اہل خانہ ہیں انہیں بھی کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پھر جب آپ کے پاس خبریں پہنچیں کہ ہم نے تکین اور حکلیہ تنظیم پر مکمل طور پر قابو پا لیا ہے تو آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سمرقند کی بڑھیں۔ میں اور بدران اپنے لشکر کے ساتھ جب کہ برسق اور عثمان جق بھی حکلیہ نمٹ کر سمرقند پہنچ جائیں گے۔

ارسلان یہاں تک کہنے کے بعد رکا کچھ سوچا پھر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے پھر
کہنے لگا۔

''سلطان محترم اس موقع پر ایک اور بھی تجویز میرے ذہن میں ہے۔ سمرقند کے
سلسلے میں آپ کو میں ایک اور مشورہ دینا چاہتا ہوں تاکہ آنے والے دور میں ان ستوں
سے ہم بغاوتوں اور سرکشیوں سے محفوظ رہیں سلطان محترم یہ مشورہ ہے۔۔۔۔۔۔ کوئی آخری
فیصلہ نہیں آخری فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں جب سارے
حالات کو ہم ٹھیک کرلیں تکین کا خاتمہ ہو جائے۔ حکلیہ تنظیم کو بھی نیست و نابود کر دیا جائے
تو انز کو سمرقند کا والی مقرر کر دیا جائے۔ یہ میرے ساتھ کچھ عرصہ کام کر چکا ہے میں اس کی
دیانت داری جاں نثاری اور وفا شعاری سے اچھی طرح واقف ہوں سمرقند کا یہ بہترین والی
ثابت ہوگا اور میرے خیال میں آئندہ سمرقند میں نہ کسی خفیہ تنظیم کو اٹھنے دے گا نہ کہیں سے
بھی بغاوت کی کوئی تحریک کھڑی ہونے دے گا۔''

ارسلان جب خاموش ہوا تو سلطان تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا
رہا پھر کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بیٹے! جو کچھ تم نے کہا ہے یوں جانو یہ آخری ہے۔۔۔۔۔۔ تم اور
بدران تکین کا رخ کرو گے۔ برسق اور عثمان بدخشاں کی طرف حکلیہ تنظیم کے تعاقب میں
جائیں گے۔ میں اور انز چند روز تک یہیں قیام کریں گے۔۔۔۔۔۔ سمرقند میں داخل ہونے
کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا جائے گا کہ انز کو سمرقند کا والی مقرر کیا جائے گا۔۔۔۔۔۔ اس
لیے کہ۔۔۔۔۔۔''

سلطان کہتے کہتے خاموش ہو گیا اس لیے کہ لشکر میں برفباری کے باوجود مغرب کی
نماز کی اذان سنائی دی تھی۔ سلطان اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

ارسلان میرے بیٹے! لشکر کی طرف جاؤ لشکریوں سے کہو کہ بڑے بڑے شامیانے
جو ہم سامان رسد کے لیے نصب کرتے ہیں ان کے نیچے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں
با جماعت نماز ادا کریں۔ اس کے بعد لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا جائے گا۔
کھانے کے بعد ہم سب ایک بار پھر جمع ہوں گے اور تم اور بدران تکین کی طرف کوچ کرو
برسق اور عثمان جق بدخشاں کا رخ کریں گے۔۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی مغرب کی نماز

کرنے کے لیے سب خیمے سے نکل گئے تھے۔

نماز ادا کرنے کے بعد سب سالار ایک دفعہ پھر سلطان کے خیمے میں جمع ہوئے لشکر
کے دونوں حصوں نے جنہیں فرغانہ اور بدخشاں کی طرف روانہ ہونا تھا۔ ان کے لیے رسد
کی فراہمی کا سامان کیا گیا۔ جنگ طول پکڑنے کی صورت میں ان کے لیے کمک کے
انتظامات کو بھی آخری شکل دی اس کے بعد سلطان نے اجلاس ختم کر دیا تھا۔

☆☆☆

برفباری ابھی تک جاری تھی۔ ہر چیز دبک اور ٹھٹھر کے رہ گئی تھی۔ ارسلان جب
سلطان کے خیمے سے نکلا تو بدران کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بدران! میرے خیال میں پہلے اپنے حصے کے لشکر کی طرف جاتے ہیں۔ لشکر سے
کہتے ہیں کہ کھانا کھا کر بالکل تیار رہے۔ اس کے بعد ہم کوچ کریں گے۔۔۔۔۔۔'' اس پر
بدران جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ برسق اور عثمان جق بھی ان کے قریب آن کھڑے
ہوئے پھر بدران بول پڑا۔

''ارسلان میرے بھائی! ایسا کرنے کی ضرورت نہیں میں لشکریوں کو پہلے ہی مستعد
کر چکا ہوں بلکہ برسق بھی اپنے حصے کے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دے چکا ہے۔ اب کھانا
کھائیں اس کے بعد سلطان کے حکم کے مطابق کوچ کرتے ہیں۔''

بدران جب خاموش ہوا تو برسق بول پڑا۔

''میرے خیال میں آج کھانا سب اکٹھے کھاتے ہیں۔'' اس پر بدران مسکراتے
ہوئے کہنے لگا۔

''اکٹھے ہم تین کھا سکتے ہیں چار نہیں۔۔۔۔۔۔ اس لیے کہ میرے بھائی ارسلان کا
گھوڑا اخیموت کے اہل خانہ اپنے خیمے کی طرف لے جا چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی انہوں نے
پیغام بھی بھیج دیا ہے کہ امیر ان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔''

اس موقع پر برفباری میں کھڑے ارسلان نے غور سے بدران کی طرف دیکھا جس
پر بدران مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بھائی میں غلط نہیں کہہ رہا آپ کا گھوڑا واقعی اخیموت کے اہل

خانہ لے جا چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی آپ کے لیے پیغام بھی دیا تھا کہ آپ کھانا ان کے پاس کھائیں گے اس لیے کہ انہیں خبر ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا ہے۔ لہٰذا صرف میں برسق اور عثمان اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔'' اس کے ساتھ ہی بدران برسق اور عثمان ایک طرف ہو لیے جب کہ ارسلان، اخیموت کے خیمے کا رخ کر رہا تھا۔

جب وہ اخیموت کے خیمے کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے قریب ہی جو گھوڑے اور دوسرے جانور باندھنے کے لیے چھپڑ بنا ہوا تھا اس میں بہت سے جانور بندھے تھے جن میں ارسلان کا گھوڑا بھی تھا۔ گھوڑے پر زین ڈالی جا چکی تھی۔ ارسلان چھپر نما اصطبل میں داخل ہوا۔ گھوڑے کا جائزہ لیا۔ اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ پانی کا مشکیزہ، فالتو کپڑے کی خرجین بڑے سلیقے اور قرینے کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کو ابھی دہانہ نہ چڑھایا گیا تھا۔ اور گھوڑے کے آگے چارہ بھی ڈال دیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے ارسلان نے اپنے گھوڑے کا جائزہ لیا۔ اس کی گردن تھپتھپائی پھر وہاں سے نکل کر اخیموت کے خیمے کے دروازے پر آیا کھنکھارا۔

سب نے اسے وہاں دیکھ لیا تھا سب سے پہلے ضوباہ نے اسے مخاطب کیا۔

''امیر کھنکھار کر نہ آپ کو اپنی موجودگی کی خبر دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اجازت لینے کی.......... آپ اندر آ جائیں۔''

ارسلان اندر داخل ہوا۔ چاروں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا آگے بڑھ کر ارسلان اخیموت کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز ضوباہ نے کیا تھا۔

''امیر! آپ کے فرغانہ کی طرف کوچ کرنے کی خبر ہمیں پہنچ چکی ہے۔ آپ برا نہ مانیے گا میں نے ہی کہہ کر آپ کا گھوڑا یہاں منگوا لیا تھا۔ گھوڑے پر میں نے زین ڈال دی ہے۔ پانی کا مشکیزہ، فالتو کپڑے کی خرجینیں بھی آپ کے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دی ہیں۔ گھوڑے کے آگے چارہ بھی ڈال دیا ہے۔ ساتھ ہی میں نے بدران بھائی کو یہ بھی کہلوا دیا تھا کہ آج آپ کھانا ہمارے ساتھ کھا کر یہاں سے رخصت ہوں گے۔ اس لیے کہ راستے میں ہم نے اپنے طور پر کھانے پینے کی چند چیزیں خریدی تھیں..........''

ضوباہ نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ غریاد بول پڑی۔

''ضوباہ! باتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے آؤ کھانا لگائیں۔ سب بیٹھ کے کھانا کھاتے ں اس کے بعد جو تم کہنا چاہو گی کہہ لینا اس پر ضوباہ اٹھ کھڑی ہوئی نرسل کی چٹائی بچھا کر ں پر کھانا لگا دیا گیا تھا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد ارسلان اٹھ کھڑا ہوا اور ہنے لگا۔

''میں اب آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔ گھوڑا لے کر اپنے حصے کے لشکر میں ؤں گا بدران بھی کھانا کھا کر وہاں پہنچ جائے گا اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں ے۔ میں اور بدران فرغانہ کا رخ کریں گے۔ ہم کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین سے یں گے۔ جب کہ سمرقند کے اندر حکلیہ نام کی ایک تنظیم جنم لے چکی تھی۔ اس تنظیم کا براہ اپنے فدائیوں کو لے کر بدخشاں کی طرف بھاگا ہے۔ برسق اور عثمان اس کے تعاقب ں نکلیں گے۔''

ارسلان جب کھڑا ہوا ضوباہ بھی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی ایک طرف رکھی چمڑے کی بین اس نے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالی۔ ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی ا کہ غریاد بول پڑی۔

''بھائی! حسب سابق آج بھی ضوباہ ہی آپ کو رخصت کرے گی اس لیے کہ باہر ا تک تیز برفباری ہے۔ میں بابا اور اماں تو باہر نہیں نکلیں گے۔''

ارسلان مسکرایا کہنے لگا۔

''آپ تینوں کے ساتھ ساتھ ضوباہ کو بھی باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضوباہ یہ تم ، جو کندھے پر خرجین ڈال رکھی ہے اس میں کیا ہے۔''

ضوباہ مسکرائی کہنے لگی۔

''یہ خرجین میری نہیں آپ کی ہے۔ اس میں کھانے پینے کی کچھ اشیاء میں نے ڈالی اس میں کم از کم ایک ہفتے کے لیے آپ کے لیے کھانے پینے کی اشیاء کافی ہیں۔ خشک پھل بھی اس میں رکھ دیئے ہیں اور یہ کام میں نے اور غریاد بہن دونوں نے کیا ہے میں آپ سے کہا نا.......... کہ ادھر آتے ہوئے راستے میں ہم نے ضرورت کی کافی چیزیں ی تھیں۔ جن میں خشک تازہ پھل بھی تھے۔ اس پر ارسلان آگے بڑھا ضوباہ کے قریب ہاتھ آگے بڑھایا اور کہنے لگا۔''

''اگر یہ بات ہے تو یہ خرجین مجھے دو اور تم یہاں بیٹھو یہاں انگیٹھی کے اندر آگ روشن ہے جس کی وجہ سے خیمہ گرم ہے باہر سخت سردی ہے۔ ویسے بھی تمہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے گھوڑے پر زین ڈالنے کی عادی ہو اور وہ ڈال چکی ہو۔ باقی صرف یہی کام ہے۔ کہ یہ خرجین گھوڑے کے ساتھ باندھ کر میں اس کو دہانہ چڑھاؤں گا اور رخصت ہو جاؤں گا۔''

ضوباہ تیز نگاہوں سے ارسلان کی طرف گھورنے لگی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے غریاد بول پڑی۔

''ارسلان میرے بھائی ایسا نہیں ہوگا یہ آپ کا یکطرفہ فیصلہ ہے اور یکطرفہ فیصلہ کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔ آپ ضوباہ کو بھی غور سے سنیں اس کے فیصلے کو بھی اہمیت دیں۔ اگر یہ آپ کو رخصت کرنے کے لیے آپ کے گھوڑے تک جانا چاہتی ہے تو آپ اسے روکیں نہیں..........''

غریاد کو بھی خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اس موقع پر اخیموت بول پڑا۔

''بیٹے روکنا چاہیے بھی نہیں۔ میرے بچے صرف حالات اور سلطان ہی نہیں بلکہ تم دونوں بھی اپنے آپ کو ایک دوسرے کے حوالے کر چکے ہو۔ اگر سمرقند کی یہ مہم نہ نکلتی تو میرے بچے اب تک سلطان اور نظام الملک طوسی بڑے کروفر کے ساتھ دونوں کی شادی کا اہتمام کر چکے ہوتے..........تم دونوں کی شادی اس مہم کی وجہ سے ہی التوا میں ڈالی گئی ہے۔ ارسلان میرے بیٹے اب جب کہ ضوباہ تمہارے اور تم ضوباہ کے جسم کا ایک حصہ ہو لہٰذا جو بھی فیصلہ کرنا ہے دونوں کو مل جل کر کرنا چاہیے۔''

جب تک اخیموت بولتا رہا۔ ضوباہ اور ارسلان مسکراتے رہے۔ اخیموت جب خاموش ہوا تو ضوباہ کہنے لگی۔

''باتیں ختم..........چلیں چھپر میں اپنے گھوڑے کی طرف چلیں۔''

ارسلان چپ چاپ خیمے سے نکلا، ضوباہ بھی اس کے پیچھے پیچھے خیمے سے نکل گئی تھی دونوں نے اس چھپر کا رخ کیا جہاں ارسلان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

خیمے سے تھوڑی دور جا کر ارسلان رک گیا اس کے پیچھے پیچھے سر جھکا کر اداسی اور افسردگی میں چلتی ہوئی ضوباہ بھی رک گئی تھی۔ ارسلان نے اس کے کندھے پر لٹکتی ہوئی

خرجین ہاتھ بڑھا کر لے لی اور محبت بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ضوباہ! تم ایسا کرو واپس خیمے میں جا کر آرام کرو..........یوں جانو تم نے مجھے رخصت کر دیا..........دیکھو برفباری میں سمجھتا ہوں پہلے سے بھی تیز ہو گئی ہے۔ چاروں طرف برف کی چادر بچھی ہوئی ہے۔ سردی بڑھ گئی ہے اور پھر یہ کہ تم چھپر میں جا کر جب میں گھوڑے کی باگ پکڑ کر رخصت ہوں گا رونے والی شکل بناؤ گی۔ خوفزدہ کرنے والے جملے کہو گی۔''

ضوباہ جو کسی قدر افسردہ اور اداس تھی سنبھل گئی۔ مسکراتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ ارسلان کے منہ پر رکھ دیا کہنے لگی۔

''نہیں..........میں کچھ نہیں کہوں گی..........روؤں گی بھی نہیں۔ رخصت ہوتے وقت کوئی ایسا جملہ بھی نہیں کہوں گی جس سے آپ کی دل شکنی ہو۔ مگر میں آپ کے گھوڑے تک ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گی۔''

ارسلان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ایک شرط پر میں تمہیں اپنے گھوڑے تک لے جانے کو تیار ہوں..........اور وہ شرط یہ ہے کہ تم چپ چاپ مجھے رخصت کرو گی..........کوئی ایسا جملہ کوئی ایسا لفظ ادا نہیں کرو گی جس سے میں یہ سمجھوں کہ میری غیر موجودگی میں تم افسردگی اور پریشانی کا اظہار کرتی رہو گی۔''

ضوباہ آگے بڑھی۔ بڑے پیارے انداز میں اس نے ارسلان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگی۔

''ٹھیک ہے جیسا آپ کہتے ہیں۔ ایسا ہی کروں گی چلیں گھوڑے کے پاس چلیں۔''

دونوں چھپر میں داخل ہوئے۔ خرجین ارسلان نے زین کے ساتھ باندھ دی۔ دو تین بار گھوڑے کی گردن تھپتھپائی۔ گھوڑے کی گردن کے ساتھ لٹکتا ہوا دہانہ اس نے گھوڑے کے منہ پر چڑھایا پھر بڑے پیارے انداز میں اس نے ضوباہ کا گال تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''میرے بعد خوش رہنا اور میری فتح مندی کی دعا کرنا۔ اب آؤ میرے ساتھ''

اس کے ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے ارسلان نے گھوڑے کی باگ تھامی۔ دائیں ہاتھ

میں ضوباہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ چھپر سے نکل کر خیمے کے قریب آیا۔ ارسلان وہاں کھڑا ہو گیا۔ ضوباہ سے کہنے لگا۔

''تم جاؤ خیمے میں آرام کرو۔ تم خیمے میں داخل ہو گی تو پھر میں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف جاؤں گا۔''

ضوباہ چپ چاپ خیمے میں داخل ہوئی تاہم وہ دروازہ پر رک کر ارسلان کو دیکھ رہی تھی۔ ارسلان گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر میں چلا گیا تھا۔ ضوباہ اندر جا کر انگیٹھی میں جلتی ہوئی آگ کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ ارسلان اپنے لشکر میں گیا وہاں بدران اور دوسرے سالار اس کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اور بدران دونوں اپنے لشکر کو لے کر فرغانہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جب کہ ان کے ساتھ ہی ساتھ برسق اور عثمان بھی بدخشاں کا رخ کر رہے تھے۔

====☆☆☆☆====

رات کی گہری تاریکی میں ارسلان اور بدران تیز برفباری کے باوجود فرغانہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ فرغانہ دریائے سیحوں اور دریائے جیحوں کے وسط میں واقع ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس سارے علاقے کو وادی فرغانہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جس کے شمال میں کوہستان چتکل، مشرق میں جبل فرغانہ اور جس کے جنوب میں کوہستان الائی واقع ہے۔

دریائے سیحوں کے جنوبی کنارے پر ایک کھلی جگہ کے ذریعے وادی فرغانہ دوسرے علاقوں سے مربوط ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں اسلام کی آمد کے بعد ترک آباد ہوئے انیسویں صدی میں روسیوں نے بھی یہاں آ کر آباد ہونا شروع کر دیا تھا۔

زمانہ قبل اسلام میں چینیوں نے وادی فرغانہ پر حملہ کیا۔ چین کی تاریخی کتب سے وادی فرغانہ سے متعلق جو حالات ملتے ہیں ان کے مطابق ان سرزمینوں میں تیسری سے ساتویں صدی تک ایک ہی خاندان حکومت کرتا رہا تھا۔

فرغانہ کے بادشاہوں نے عرب فاتحین کا بڑی شدت سے مقابلہ کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان وادیوں کو فتح کرنے میں لگ بھگ سو سال لگ گئے۔ ان وادیوں پر پہلا حملہ عالم اسلام کے رجل عظیم قتیبہ بن مسلم نے کیا تھا۔ قتیبہ بن مسلم کے بعد یہ وادی مسلمانوں سے خالی کرا لی گئی تھی۔

اس کے بعد نصر بن سیار حاکم خراسان نے فرغانہ میں حکومت کی اس بار بھی عربوں کی حکومت یہاں زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ عباسی خلفاء میں پہلے عباسی خلیفہ منصور پھر مہدی پھر

ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور میں بھی ان وادیوں پر لشکر کشی کی گئی۔ اس لیے ان وادیوں کی بڑی اہمیت جانی جاتی ہے کیونکہ یہاں پارہ، چاندی سونا، فیروزہ، نفت، تانبا، سیسہ اور نوشادر کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

بہرحال ارسلان اور بدران دونوں اپنے لشکر کے ساتھ گہری رات اور تیزی سے گرتی برفباری کی پروا کیے بغیر بڑی جانفشانی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین نے اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سیحوں کے کنارے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ مطمئن تھا اور سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دریائے سیحوں کے کنارے آکر بھی سلطان ملک شاہ سلجوقی کا کوئی لشکر اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ یا اس پر شبخون مارنے کی ابتدا کر سکتا ہے۔

اس لیے کہ اس نے اپنی دانست میں سلطان کے خلاف ایک ایسا جال بچھایا تھا جسے سمیٹنا سلطان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس نے اپنے ذہن میں یہ سوچ رکھا تھا کہ اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لیے تین محاذ کھول دیے ہیں۔ ایک اس کا اپنا محاذ کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے نکل کر دریائے سیحوں کے کنارے پڑاؤ کر کے اپنے آپ کو محفوظ خیال کرنے لگا تھا۔ دوسرا محاذ غازان حربی کا تھا جو اپنے عقیدت مندوں اور فدائیوں کو لے کر بدخشاں کی طرف چلا گیا تھا۔ اور تیسرا محاذ خود سمرقند شہر کا تھا۔

تکین کا خیال تھا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی بیک وقت تین محاذوں سے نہیں نپٹ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گا کہ سمرقند پر قبضہ کرے گا وہاں اپنا کوئی نیا والی مقرر کرے گا اور حسب سابق واپس چلا جائے گا۔ اپنے کسی لشکر کو بدخشاں یا دریائے سیحوں کی طرف روانہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے گا۔ لیکن یہاں سب کچھ الٹ چکا تھا۔

سلطان کے مخبر بڑی باقاعدگی کے ساتھ ارسلان اور بدران کو تکین کے لشکر کے مح وقوع سے آگاہ کر رہے تھے۔ ارسلان اور بدران دونوں کی کوشش تھی کہ وہ اس تیزی سے سفر کریں کہ رات کے پچھلے حصے میں دریائے سیحوں کے کنارے پہنچ کر تکین کے لشکر شب خون مارنے میں کامیاب ہو جائیں۔

☆☆☆

رات کے پچھلے حصے میں برفباری تھم چکی تھی۔ فضاؤں کا سکون درہم برہم ہو چکا تھا کے لیے ہوا کی نرمی اور لطافت خشونت آمیز قہرمانیت میں بدل چکی تھی۔ زمین کا چہرہ برفباری کے باعث چاندی ہو چکا تھا۔ وادیوں میں گشت کرتی برفانی ہوائیں ہر چیز سے ٹکرا کر ٹھٹھرانے لگی تھی۔

ایسے میں ارسلان اور بدران دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اپنے نقیبوں کی راہ نمائی میں دریائے سیحوں کے کنارے نمودار ہوئے۔ پھر بڑی تیزی کے ساتھ وہ اس سمت بڑھے جہاں تکین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ پھر رات کے سیاہ اندھیروں چمکتی ہواؤں اور شب کے کارکنان قضا وقدر نے دیکھا کہ ارسلان اور بدران اپنے لشکر کے ساتھ تکین اور اس کے لشکریوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے زمین کی کوکھ میں سورج کی کرنیں اتر کر ہر شے کو تپا کر آوا کر دیتی ہیں جیسے قہر جیسی خاموش ظلمت میں لہر لہر شعلے لپک جاتے ہیں۔

ارسلان اور بدران آکاش کے تیور بگاڑ دینے والی زمین کی امن بھری گھنی چھاؤں کو کریدتے اور زندگی کے نغموں کو زخموں کی پیوندکاری میں تبدیل کر دینے والے عذابوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ یہ ایک انتہائی ہولناک اور جان لیوا شب خون تھا جو ارسلان اور بدران نے تکین کے لشکر پر مارا تھا۔ اور اس شب خون کے باعث تکین کے لشکر میں گئے زمانوں کے عذاب، نزع کے وقت کی طرح نزول کرنے لگے تھے۔ رات کے جاگتے لمحے ٹھہرے بے عکس ہیولوں کی طرح چار سو رقص کناں ہو گئے تھے۔ چاروں سمت دلوں کے دشت میں خوابوں تک کو مسمار کر دینے والی کرب خیزیوں کی داستانیں اٹھنا شروع ہو چکی تھیں۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے تکین بھی اپنے لشکر کے ساتھ صدیوں کے دھواں دھواں تعصب خزاں پوش کڑے وقت میں خونی سوالات کی بوچھاڑ کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن اس کے اس جوابی حملے کا ارسلان، بدران اور ان کے لشکریوں نے کوئی تاثر نہ لیا تھا۔ ارسلان اور بدران کی کمانداری میں کام کرنے والے ہبوط آدم کی داستان کو رنگین بنا دینے والے مجاہد اس طرح موت کو گلے لگانے کے لیے پیش قدمی کر رہے تھے جیسے ہستی و عدم آپس میں مل جاتے ہیں۔ وہ دشمن کے لشکر کے وسط میں پہنچ کر موت کا رقص اس طرح

شروع کر چکے تھے جیسے پس حد ادراک محشر ظلمات کے عالم میں رقصاں انجم ماہتاب کی محفل اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔ تازہ لہو کی فوزمندیوں کے وارث چار سو تکین کے لشکر کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ اور ان کارروائیوں کے سامنے تکین کے لشکر کی حالت موسموں کے وطن سے بے آشیانہ طیور، سفاک خزاں کے تھپیڑوں میں کھڑے بے منزل مسافروں سے بھی بڑھ ہونا شروع ہو چکی تھی۔ دریائے سیحوں کے کنارے آندھیوں کے سے شور جیسی تنخیاں دریدہ دل کی آشفتہ بیانیوں کی طرح پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔

تکین اور اس کے لشکری سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دریائے سیحوں کے کنارے کوئی برفباری سے اٹی ہوئی سرزمینوں کو عبور کر کے ان پر شب خون بھی مار سکتا ہے۔ وہ یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے تھے کہ سمرقند سے اٹھ کر کوئی طوفان برفباری کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا ان پر ہلاکت خیزیاں طاری کر سکتا ہے۔ بہر حال شب خون کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب مشرق سے پو پھوٹنے کا وقت آ گیا اور فضاؤں کے اندر جاگ اٹھنے والے پرندوں کی صدائیں سنائی دینے لگی تھیں۔

تکین نے جب اندازہ لگایا کہ شکست اس کا مقدر ہے تب ہزیمت کو قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

تکین کی بدقسمتی کہ اس کے لشکر کا ایک حصہ اس سے علیحدہ ہو کر سمرقند کی طرف بھاگا اور خود تکین بچے کھچے لشکر کے ساتھ کاشغر کی طرف چلا گیا تھا۔

اس کے لشکر کا وہ حصہ جو اس سے علیحدہ ہو کر سمرقند کی طرف بھاگا تھا اس کے چھوٹے سالاروں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے سمرقند کی بجائے بخارا کے نواح میں قیام کر رکھا ہے تب انہوں نے بخارا کا رخ کیا۔ وہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگتے ہوئے رحم کے طالب ہوئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ تکین کے لشکریوں کے اس گروہ کو سلطان نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے معاف کر دیا اور انہیں اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح تکین کے خلاف یہ ارسلان اور بدران کی بہترین کامیابی تھی۔ اس خوشخبری کے ملنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بخارا کے نواح سے کوچ کیا۔ اور سمرقند کی طرف بڑھا سمرقند میں کوئی ایسی قوت نہ تھی جو سلطان کا سامنا کرتی لہٰذا سمرقند پر سلطان نے قبضہ کر لیا۔

دوسری جانب ارسلان اور بدران نے بھی دریائے سیحوں کے کنارے کنارے دور ں تکین کا تعاقب کیا۔ پھر تعاقب ترک کر کے وہ اس جگہ آئے جہاں انہوں نے شب ن کا کھیل کھیلا تھا۔ وہاں تکین نے جو پڑاؤ بنایا ہوا تھا اس کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ رنے کے بعد وہ دونوں بھی اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کر رہے تھے۔

☆☆☆

دوسری جانب برسق اور عثمان جق نے بدخشاں کا رخ کیا بدخشاں دریائے جیحوں کے ئی علاقے میں بائیں کنارے پر واقع ایک انتہائی اہمیت کا تاریخی شہر ہے۔ اس علاقے ں ایک انتہائی قیمتی موتی بھی ہوتا ہے۔ جسے بدخشاں کے حوالے سے لعل بدخشاں کہہ کر رتے ہیں۔

ہجری 118 کے لگ بھگ اس علاقے پر اسلامی فتوحات ہوئیں۔ پانچویں صدی ری اور گیارہویں صدی عیسوی کے لگ بھگ ناصر خسرو یہاں آیا اور یہاں اس نے باطنی ئدی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ اس پر منگولوں کا بھی قبضہ رہا۔ اگلی چار صدیوں تک یہ ہ مقامی شاہی خاندان کے زیر اثر رہا۔ اس کے بعد تیمور لنگ کے پڑپوتے ابوسعید نے ے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا سولہویں صدی عیسوی میں ازبکوں نے اس علاقے پر حملے نے شروع کر دیے مگر کامیاب نہ ہو سکے.......... 1520 کے لگ بھگ بابر نے اپنے ٹے ہمایوں کو بدخشاں کے تخت پر بٹھایا اس کے بعد اس نے بدخشاں کے سابق والی مرزا ن کے بیٹے سلیمان کو بدخشاں کا حاکم بنا دیا۔

بدخشاں کو حاصل کرنے کے لیے ازبکوں نے ایک بار پھر قسمت آزمائی کی اور اپنے ے سالار عبداللہ خان کی سرکردگی میں آخر ازبکوں نے بدخشاں کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد ں ازبکوں کی حکومت قائم ہوئی۔ ازبک حکمران "میر" کے لقب سے یہاں حکومت تے رہے۔ یہاں تک کہ 1878ء میں افغانوں نے ازبکوں کے میر محمود شاہ کو معزول کے کابل بھیج دیا۔ اور اس علاقے کو افغانستان میں شامل کر لیا گیا۔ تاہم روس کی قوت ئے کے باعث اس علاقے پر روسی عمل دخل شروع ہوا۔

1891ء کے لگ بھگ ایک فوجی جھڑپ کے بعد روس نے مشرقی پامیر کا تمام

علاقہ قبضے میں لے لیا۔ جس میں بدخشاں بھی شامل تھا۔ 11 مارچ 1895ء کو برطانیہ اور روس کے درمیان ہونے والے معاہدے کی رو سے بدخشاں شہر کو چھوڑ کر باقی علاقے روس کی سپرد کر دیا گیا۔ اس کے بعد بدخشاں کی بدقسمتی کہ اسے سوویت جمہوریہ اشتراکیہ تاجکستان کا حصہ بنا دیا گیا۔

بدخشاں کا علاقہ اپنے لعل، زمرد، نیلم، فیروزہ سونے اور تانبے کی دولت کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس معدنی دولت سے روس نے بے حد فائدہ اٹھایا لیکن اس علاقے کی ترقی کے لیے کچھ نہ کیا۔

☆☆☆

غازان حربی نے ایک ایسی تنگ برفانی گھاٹی میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا جس کے سامنے ایک دھنسی ہوئی ندی تھی جس کے گدلے پانی کی دھار پر پتلا سا ایک پل بنا ہوا تھا۔ جہاں اس نے چرمی چھولداریوں والا اپنا پڑاؤ ڈال رکھا تھا اور اس کے ایک طرف دور تک نرسل کے جھنڈ تھے۔ سامنے ندی کنارے دور تک دکھائی دیتے درخت کونجوں کی قطاروں کی طرح کھڑے تھے۔

جس طرح فرغانہ میں تکین مطمئن اور پرسکون تھا کہ ملک شاہ سلجوقی کا کوئی لشکر اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرغانہ کی وادیوں میں اس پر حملہ آور نہ ہو سکے گا۔ اس طرح غازان حربی بھی اسی ظن و گمان میں مبتلا تھا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی حسب سابق سمرقند پر قبضہ کر کے اپنا والی مقرر کرے گا اور واپس چلا جائے گا اور یہ کہ اپنا کوئی لشکر اس پر حملہ آور ہونے کے لیے بدخشاں کی طرف روانہ نہیں کرے گا۔

لیکن جب غازان حربی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا سالار برسق اور عثمان جق اس کے نائب کی حیثیت سے ایک لشکر لے کر اس کے قریب پہنچ گئے ہیں تب غازان حربی اور اس کے ساتھیوں کی حالت لاشوں پر گرتے اشکوں کی داستانوں، کی راتوں میں نور روشنی سے محروم ہوس اور رسوائیوں کے موسموں سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی تھی۔

ان پر ایسا خوف ایسی دہشت طاری ہوئی کہ غازان حربی نے فوراً وہ پڑاؤ چھوڑ

[...]ستانی سلسلے میں بھاگ جانے میں ہی اپنی عافیت جانی۔ چھولداریاں اسی طرح نصب [...]ہنے دیں سامان کا بڑا حصہ بھی وہیں رہنے دیا لیکن اس کی بدقسمتی کہ ابھی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ ہی رہا تھا کہ ندی کا پتلا پل عبور کر کے برسق اور عثمان جق اس کے تعاقب [...] لگ گئے تھے۔

غازان حربی نے اپنے آپ کو اور اپنے لشکریوں کو بچانے کی بڑی کوشش کی لیکن [...] اور عثمان نے انہیں آ لیا پھر اپنے لشکریوں کے ساتھ ان دونوں نے غازان حربی اور [...] کے لشکریوں پر شکن شکن کر دینے والے برفانی بگولوں کی یلغار کائنات کے آئینہ خانہ [...] تعمیر کی بھاری رفعتوں تک میں شکست و ریخت کر دینے والے عذابی سلسلوں کی طرح [...]لہ کر دیا تھا۔ غازان حربی اور اس کے ساتھیوں پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکر کا ایسا [...]وف طاری تھا کہ جب پشت کی طرف سے برسق اور عثمان جق نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے پلٹ کر جوابی کارروائی نہیں کی۔ بلکہ غازان حربی سمیت اس کے سارے ساتھی اسی [...]وشش میں رہے کہ ادھر ادھر بھاگ کر یا کہیں چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کریں۔ [...]ہاں برسق اور عثمان نے ان کا اس طرح قتل عام شروع کر دیا تھا جس طرح رات کی ملگجی [...]ڑگی میں پر آشوب آندھیاں ہر چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔

غازان حربی اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے برسق اور عثمان کو کچھ زیادہ مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔ لہٰذا جلد ہی انہوں نے غازان حربی سمیت اس کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا صرف ایک شب برسق اور عثمان نے اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ قیام کیا جہاں غازان حربی نے اپنے ساتھیوں کے لیے چھولداریاں نصب کر رکھی تھیں۔ دوسرے روز وہ بھی سمرقند کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ اس طرح جس روز ارسلان سمرقند میں سلطان [...] آن ملا اس کے دوسرے روز برسق اور عثمان بھی اپنے لشکر کو لے کر سمرقند میں داخل ہو [...] گئے تھے۔

دوسری جانب ارسلان کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد تکین اپنے بچے کھچے [...]یوں کے ساتھ کاشغر کی طرف چلا گیا تھا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کو جب خبر ہوئی کہ [...] اپنے بھائی کے پاس کاشغر چلا گیا ہے تب تکین کو حاصل کرنے کے لیے سلطان نے [...] قاصد کاشغر کے بادشاہ کی طرف روانہ کر دیے تھے۔

ایک روز کاشغر کا بادشاہ اپنے بھائی تکین کے ساتھ اپنے قصر کے ایک بڑے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں اور سامنے قطاروں میں عمائدین سلطنت سالار اور شہر کے دیگر سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چاروں قاصدوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ کاشغر کے بادشاہ نے ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے آئے ہو۔ اپنا مدعا بیان کرو تا کہ میں جان سکوں کہ تمہارے آنے کی کیا نوعیت ہے۔''

اس پر ایک قاصد جو شاید اپنے ساتھیوں کا سرکردہ تھا بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''اے بادشاہ! ہمارے سلطان نے ہمیں تمہاری طرف اس لیے بھیجا ہے تا کہ تم تکین کو سلطان کے حوالے کر دو۔ اس نے دو مرتبہ سلطان کے خلاف علم بغاوت کھڑا کیا۔ ایک بار سمرقند کے نواح میں اسے ہمارے ہاتھوں شکست ہوئی لیکن اس نے عبرت نہیں پکڑی۔ ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ سلطان کی غیر موجودگی میں غیر ذمہ دار لوگوں کے کہنے پر یہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور جا کر سمرقند پر قابض ہو گیا اور پھر بادشاہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ جب ہمارے لشکر نے سمرقند کی طرف پیش قدمی کی تو تکین اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ اٹھا اس کے باوجود ہمارے لشکر نے اسے سیحوں دریا کے کنارے بدترین شکست دی۔ بادشاہ یہ بات بھی تمہارے علم میں ہوگی کہ حکلیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ کے کہنے پر تمہارا بھائی تکین سمرقند پر قابض ہو گیا پھر دونوں میں ایسی ناچاقی ہوئی کہ اس نے خود ہی عین الدولہ کو قتل کرا دیا اور غازان حربی کو حکلیہ کا سربراہ تسلیم کر لیا۔ لیکن ان دونوں کی بدقسمتی سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تو جہاں یہ دریائے سیحوں کی طرف بھاگا وہاں غازان حربی نے بدخشاں کا رخ کیا۔ بادشاہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جہاں ہمارے لشکریوں نے دریائے سیحوں کے کنارے تکین کو بدترین شکست دی وہاں بدخشاں کے نواح میں غازان حربی بھی ہمارے ہاتھوں ہزیمت اٹھا چکا ہے اسے اور اس کے سارے لشکریوں کا اور اس کی پوری تنظیم کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔''

اس وقت ہمارا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند میں قیام کیے ہوئے ہے۔ اس نے ہمیں آپ کی طرف اس لیے بھجوایا ہے تا کہ آپ اپنے بھائی تکین کو ہمارے ساتھ روانہ کریں تا کہ یہ سلطان کی خدمت میں پیش ہو اور اس کے اعمال کو دیکھتے ہوئے سلطان جو مناسب سمجھے اس کے لیے سزا تجویز کریں۔

قاصد کے اس انکشاف پر کاشغر کے بادشاہ اور اس کے بھائی تکین کے عجیب سے حالات ہو گئے تھے۔ بادشاہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ جب کہ تکین فکرمند اور پریشان تھا۔ یہاں تک کہ قاصد کو مخاطب کر کے بادشاہ کہنے لگا۔

''اگر ہم اپنے بھائی کو تمہارے سلطان کے کہنے پر تمہارے ساتھ روانہ نہ کریں ......؟''

اس بار قاصد کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! ایسی صورت میں تم جنگ کو دعوت دو گے اور یاد رکھنا جنگ ٹوٹے دلوں کے ماتم میں آوارہ شعلوں کے رقص کھڑے کر دیتی ہے۔ عصمت دریدہ عورتیں خیالوں سے محصور وہم بوتی رات کی طرح دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ زندگی کو موت کی فاقہ زدگی پر مجبور کرتی شر خیزیوں کی یلغار اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ خوابوں کو بے تعبیر کر دینے والے قہر بھرے وسوسے ہر شے کو دھوپ کے صحراؤں میں مشق علم بناتے تیزی سے پھیلتے جنگ کے سایوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔''

بادشاہ اپنے ذہن میں یہ بات بھی لکھ کے رکھنا کہ ہمارا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کی طوفان بدوش موجوں زمین پر وحی بن کر نازل ہوتی برق، سرطان زدہ آتشی فضا میں بے چین شراروں کے فروش اور جسموں میں ناوک کی طرح پیوست ہو جانے والی کی روشن لکیروں کی طرح حملہ آور ہوگا تو پھر ہر آنکھ دیکھے گی تمہاری بستیاں، دیار اور محرومی بھرے عذاب اور افراتفری پھیلاتی کرب خیزیوں میں تبدیل ہو جائیں گی تمہارے شہر ادا سی کو شکست عطا کرتی طوفانی یورش اور تعفن بھرے میدانوں میں نفرت کے بازاروں کا سماں پیش کریں گے۔ بادشاہ جنگ کی صورت میں بڑے بڑے سورما خون کے بادلوں، نقاروں کی صداؤں، انسانیت کش ارادوں بے کل باطن کا شور و شر ذہنی مفلسی میں ڈوب کے رہ جائیں گی۔

جنگ کی صورت میں زندگی داستانوں کے بکھرے اوراق کی طرح اپنی گمشدہ

خوشیاں تلاش کرتی پھرے گی۔ تمہاری سرزمینوں کے جوان درد کے ہیولوں کی صورت اختیار کر جائیں گے۔ بوڑھے رعشہ اعضا شکن تقدیر کا سماں پیش کریں گے۔ بچے موت کی دزنی زنجیروں میں جکڑے منحوس ستاروں جیسے ہو جائیں گے۔ مائیں گرم دوپہر کی ویران سراؤں میں سنسانیوں جیسی ہو کے رہ جائیں گی۔ جب کہ بیٹیاں اجاڑ زندگی میں تھکن کی لڑکھڑاہٹ اور تلخی کی ان گنت خراشوں کا شکار ہو کے رہ جائیں گے۔

بادشاہ! جنگ کی طرح ڈالو گے تو یاد رکھنا تمہارے میدان موت کے ساحلوں میں تمہارے کوہستان کرب دفنا کے ہیولوں تمہاری وادیاں بیابانوں کے تھر کا منظر پیش کریں گی۔ بادشاہ جب لوہا لوہے سے ٹکرائے گا تو یاد رکھنا دلوں کے قرطاس پر قضا کے حروف رقم ہوں گے۔ شورہ پشت جنگجو ایک دوسرے کے سر پر موت بن کر کھیل جائیں گے۔ ہمار سلطان اور اس کے لشکری جب تمہاری سرزمینوں پر سیلاب کے ریلے کی طرح سپاہیانہ وقار کے ساتھ حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا زیست کی مسافت کو تمام کر دیں گے۔ بھیڑیوں کی طرح غرانے والوں کو لوہے کی کڑی لگامیں پہنا دیں گے۔ لہٰذا بادشاہ! سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قاصد کی حیثیت سے میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اپنی سرزمینوں کو قضا کی سوداگری، شکستوں کے دھوئیں سے بچاؤ اپنے لوگوں کو رزم گاہ کے خونی ہنگاموں اور ا دھرتی کو الم گزیدہ مناظر سے اگر محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو جو مطالبہ ہمارے سلطان نے کیا۔ اسے پورا کر دو۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں چاہتے............

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے اس قاصد کی تقریر نے کاشغر کے بادشاہ اور اس بھائی ہی کو نہیں بلکہ وہاں بیٹھے ان کے سارے سالاروں اور عمائدین سلطنت کو ہلا کر رکھ تھا۔ ہر کوئی گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ ایسے موقع پر کاشغر کے بادشاہ نے سب پہلے اپنے سالار اعلیٰ کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جو کچھ ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں نے کہا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خ ہے۔'' سالار اعلیٰ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''مالک! جو کچھ ملک شاہ سلجوقی کے ان قاصدوں نے کہا ہے میں اسے ایک دھمکی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ ہم کوئی سرد موسموں کی خنک دھند نہیں ہیں کہ سن برفباری کی شدت، خوف پھیلاتے رعد، شعلے برساتی برق نفرت کی کڑی دھوپ اور

ڑتے حروف کی طرح ہمارا خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔ ہم کوئی اس کے لشکر کے سامنے ے آباد ہونے والا شہر تو نہیں ہیں کہ وہ آگ کے طوفانوں اور برق کے برستے دوں کی طرح ہمیں موت کے لاوے میں دھکیل کے رکھ دے گا۔''

مالک! جنگ جب ہوتی ہے تو صیقل شدہ تلواریں، تیروں کی سنسناہٹیں، چمکتی انیوں نیزوں کی برسات سب کے لیے یکساں ہوتی ہے۔ ملک شاہ سلجوقی اگر ہمیں ٹوٹا ستارہ سکتا لمحہ سمجھ کر دھمکی دے رہا ہے کہ ہم تکین کو اس کے حوالے کر دیں تو ہمیں اس کی اس کو نظر انداز کرتے ہوئے مردانہ وار اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ یاد رکھیے گا کہ قضا کے نوں اور مرگ کے بحر کے سامنے سارے انسان یکساں ہی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ملک شاہ سلجوقی ہم پر حملہ آور ہوتا ہے تو ہم شعلوں کے رقص یاں چاک کرتے طوفانی سایوں اور کجی درست کر دینے والے برق کے شراروں کی ح اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کو اپنی سرزمینوں سے نکال باہر کریں گے۔ میں اس ع پر آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ ماضی میں جو آپ نے ملک شاہ سلجوقی کو خراج دینا قبول تھا اسے بھی فراموش کر دینا چاہیے۔

کاشغر کے بادشاہ نے اپنے کسی ردعمل کا اظہار کرنے سے پہلے سلطان ملک شاہ وقی کے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

''میرے چاروں مہمانو! جو خالی نشستیں ہیں ان پر بیٹھ جاؤ۔ میں تھوڑی دیر صلاح رہ کر لوں اس کے بعد میں تمہیں اپنے جواب سے آگاہ کرتا ہوں۔''

قاصد حرکت میں آئے خالی نشستوں پر بیٹھ گئے اس کے بعد بادشاہ نے جواب ب سے انداز میں اپنے بھائی تکین کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تکین پہلے ہی ر اعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

''بھائی! میں اپنے سالار اعلیٰ کے خیالات سے قطعی اتفاق نہیں کرتا............ میں شاہ سلجوقی کے لشکریوں کے خلاف اس کی نسبت جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہوں یہ بھول ہے کہ سلطان سے جنگ کرنا اتنا آسان نہیں۔ جس آسانی سے اس نے الفاظ ادا کر دیئے اور پھر اس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ہماری اور ملک شاہ سلجوقی کی طاقت اور قوت کی ت کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں ہم سے غلطیاں ہوئیں مجھے پہلی بار لشکر

لے کر سمرقند کا رخ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور جس وقت مجھے سمرقند کے باہر شکست ہوئی تھی اسی وقت مجھے عبرت پکڑ لینی چاہیے تھی لیکن میں نے حماقت کی جو عین الدولہ کے کہنے پر لشکر لے کر سمرقند میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد جو ہمارا انجام ہوا وہ ہم سب کے سامنے ہے۔''

جنگ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ رزم گاہوں میں زندگی موت کے مناظر کا زیادہ دیر تک سامنا نہیں کر سکتی۔ سلطان اور اس کے لشکری ہماری نسبت جنگ کا زیادہ وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عقابوں کے نشیمن میں گدھ آندھیوں کے سفر میں چربی کے چراغ، شیروں کی کچھاروں میں بھیڑیے، مجاہدین کی جولان گاہ میں ناتجربہ کار جنگجو زیادہ دیر من مانی نہیں کر سکتے۔ وقت کی آندھیوں کے غبار میں بڑے بڑے سورما سپنوں کی انہونی تعبیر کا شکار ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔

ملک شاہ سلجوقی کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ وہ اپنی ملت کی برہنہ شمشیر اپنی قوم کی امیدوں کا مظہر ہے اور اپنے لہو کا صدقہ دے کر بھی وہ اپنی ملت کے حقوق کی پاسداری کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ میں اس کے مزاج اس کی طبیعت سے بھی واقف ہوں اس کے سالاروں کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں سلطان جہاں باغیوں کے لیے جسموں کو پگھلا دینے والی آگ جیسا گرم سرکشوں کے لیے موت کی اذیت سا سخت مخالفوں کے لیے سلگتی رہنے کے نفرت بھرے گراؤز جیسا بے روک ہے وہاں وہ فرمانبرداروں کے لیے حیات کی مسافتوں میں زندگی کی تمازتوں جیسا دل پسند، شبنم کی خنک لطافت جیسا نرم رو امیدوں کی قوس قزح جیسا خوشگوار مسرت کی خود فراموش محویت جیسا پسندیدہ اور خوابوں اور کہکشاؤں کے سنگم میں تخیل کے نقش و نگار جیسا بے ضرر بھی ہے۔

آپ اس کے ماضی کا جائزہ لیں سمرقند میں اس کے خلاف کئی بار بغاوت ہوئی لیکن جس کسی نے بھی اس سے رحم کی بھیک مانگی معافی کا طلبگار رہا۔ ملک شاہ سلجوقی نے اسے معاف کر دیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد تکین لمحہ بھر کے لیے رکا اس دوران اس کا بھائی اور کاشغر کا بادشاہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد تکین نے پھر کہنا شروع کیا۔

''حقیقت پر مبنی کسی کی تعریف کرتے ہوئے بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جہاں تک سلطان ملک شاہ سلجوقی کا تعلق ہے تو وہ اپنے دشمنوں پر دریاؤں کے اضطراب مستی میں اڑاتی ندیوں، بجلی بے صدا نفرت خیزیوں کی طرح وارد ہو کے دکھ کے سیل فنا میں غرق کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ اس کے سالار بھی اس جیسے ہیں۔ وہ بھی اپنے مخالفوں سے ان کا تبسم زبان کا نطق، آنکھوں کی بصارت تک چھین کر ضمیر کی شکستگی موت کے مناظر تنہائیوں کی تاریکیوں کا شکار کر دیتے ہیں۔ جو کوئی قوت بھی ان سے ٹکرائی اس کے دامن اور اس کی جھولی میں مقدمات کی نحوست، بدشگونیوں کی لہریں درد و الم کی برہنہ جارحیت اور بے جہت لاچارگی بھر کے رکھ دی۔''

میں جانتا ہوں ماضی میں مجھ سے کچھ غلطیاں کچھ خطائیں ہوئی ہیں۔ حکلیہ تنظیم کے سربراہ عین الدولہ کے کہنے پر مجھے یہاں سے لشکر لے کر سمرقند کی طرف جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ یہ میری ایسی غلطی ہے جس کے لیے میں خود اپنے آپ کو بھی معاف نہیں کروں گا لیکن چونکہ غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کی تلافی کرنا بھی عین دانش مندی ہے۔ اور اسی تلافی کی خاطر مجھے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنا ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا..........

اور اگر میں نے پہلے کی طرح سرکشی بغاوت اختیار کی۔ ملک شاہ سلجوقی کے حکم پر اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا تو سلطان ہر صورت ہماری سرزمینوں کو نشانہ بنائے گا۔ چونکہ اس سے پہلے صرف میرا ہی ٹکراؤ اس سے ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا مجھ سے بڑھ کر اسے کوئی نہیں جانتا۔ ملک شاہ سلجوقی اور اس کے سالار خبیث و بدباطن دشمنوں، مہیب طاغوتی قوتوں، منفی اعمال کی فطرت رکھنے والے حریفوں اور ظلمت بھری طاقتوں کے سامنے کھولتی سیال آتش صحرائی بگولوں میں سرگرداں برسوں کے پیاسے سرابوں اور درد کی کہانیوں کی طرح جم جاتے ہیں۔ اپنے بھائی کی سلطنت کو آتشی آندھیوں کی یلغار، جبر کی پھیلتی ردا اور خوف مسلسل میں گھری اور وحشتناک سسکتی آندھیوں سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو ہر صورت ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر کر دینا چاہیے۔ اسی میں ہماری بہتری، اسی میں ہماری بھلائی اور میں سمجھتا ہوں اسی میں ہماری نجات بھی ہے۔

جب تک تکین بولتا رہا کاشغر کا بادشاہ اور اس کا سالار اعلیٰ دونوں عجیب سے انداز

میں اس کی طرف دیکھتے رہے۔ جب تکین خاموش ہوا تو کاشغر کی سلطنت کا سالارِ اعلیٰ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''محترم تکین! میں آپ کے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرے خیال کے مطابق آپ جان بوجھ کر ناچتی برہنہ فضا، موت کی خوفناک چاپ خونی لمحوں کی کہانیوں اور گردش ایام کی نامہربانیوں کو گلے لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے محترم آپ ارادتاً قصداً کربِ وفنا کی منزلوں وحشی وخونخوار قرنوں کے ہر عذاب حصار کے اندر کودنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عقلمندی اسی میں ہے کہ لاوا اگلتی موت کی آتش فشانی سے اپنی جان بچانے کی کوشش کی جائے۔''

آپ کا یوں اپنے آپ کو ملک شاہ سلجوقی کے سامنے پیش کر دینا گویا خود اپنی بربادی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں آپ دونوں بھائیوں کو یہی مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ آپ کو سلطان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اس سے قبل سلطان کے لشکر کے ساتھ دوبار آپ کا ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ ایک بار سمرقند کے نواح میں دوسری بار دریائے جیحوں کے کنارے آپ کیا خیال کرتے ہیں کہ آپ کے ان دونوں ٹکراؤ کو سلطان ملک شاہ سلجوقی فراموش کر چکا ہوگا۔ جب آپ اس کے سامنے جائیں گے تو آپ کی یہ دونوں جنگیں اور پھر عین الدولہ کے کہنے پر اپنے لشکر کے ساتھ آپ کا سمرقند میں داخل ہو جانا اسے آپ کے خلاف کوئی انتہائی فیصلہ کرنے پر مجبور نہ کر دے گا.........؟

تکین کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی سالارِ اعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم خود اس موقع پر کیا مشورہ دیتے ہو.........؟''

''میں تو اس موقع پر یہ مشورہ دوں گا کہ ہمیں ان قاصدوں کو باعزت واپس بھیج دینا چاہیے۔ ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کرنی چاہئے۔ ملک شاہ سلجوقی کے خلاف بھی کوئی لفظ اپنی زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ بالکل چپ سادھ لینی چاہئے۔ ان دنوں برفباری کا دور ہے۔ راستے برف سے اٹے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس قدر کڑے موسم اور دشوار گزار شاہراہوں پر ہوتا ہوا سلطان کاشغر کا رخ نہیں کرے گا۔''

تکین نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''یہ تمہاری بھول.........تمہاری غلط فہمی ہے۔ ملک شاہ سلجوقی اگر آندھی طوفان بن

کر سمرقند تک آ سکتا ہے تو سمرقند سے آگے کاشغر تک آنا اس کے لیے کوئی دشوار نہیں ہے۔ بالفرض تمہاری اس تجویز کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو یاد رکھنا موسم بدلنے اور برف پگھلنے میں دیر نہیں لگتی۔ جب ایسا ہو جائے گا تو ملک شاہ سلجوقی ضرور کاشغر کا رخ کرے گا اور اس وقت اس کی آندھیوں اور طوفانوں جیسی یلغار اور پیش قدمی کو کون روکے گا۔ کیا تم اپنے لشکر کے ساتھ سلطان ملک شاہ سلجوقی اور اس کے سالاروں کا مقابلہ کر سکتے ہو.........میں ان سب کو تم سے کہیں زیادہ بہتر جانتا ہوں.........سلطان ملک شاہ سلجوقی خونی تعبیروں کا ہدف بناتے اڈتے طوفانوں، سانسوں میں دھوئیں کی گھٹن اور رگوں میں خوف کی لہریں بھر دینے والی وحشت کی طرح حملہ آور ہونے کا ہنر جانتا ہے۔ اس کے سالاروں میں سے ارسلان موت کی دف بجا کر اذہان میں زیست کا سوگ، قلوب میں جبر کی دھول، رگوں میں قضا خیز مجبوریاں بھر دیتا ہے۔ دوسرا جرنیل بدران دشمن کے مقابل آکر شریدہ سر آندھیوں کی طرح چار سمت لاوے کی کھڑی کرتی دہکتی جھلساتی آگ کا سماں باندھ کے رکھنے والا ہے.........تیسرا جرنیل برسق ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کے بدن کا بوجھ بنا سر کاٹنے کا ہنر جانتا ہے۔ نگاہوں میں شام کا زوال اتارنے اور دکھ کے اندھے کنوئیں جیسے زندگی کے گھناؤنے روگ لگانے میں بھی ماہر ہے۔ ان تینوں جرنیلوں سے بڑھ کر سلطان کا ایک اور جرنیل بھی ہے۔ نام اس کا قیم الدولہ ہے۔ وہ اس وقت لشکر میں شامل نہیں.........حلب کا والی ہے۔ وہ فضاؤں کا بھونچال ازل کے گرداب کا رقص کھڑا کر سکتا ہے۔ سمندر میں آندھیوں کا قافلہ بن کر زیست کو موت کی قبائیں پہنانے کا ہنر بھی جانتا ہے۔''

اب تم لوگ کہو گے کہ میں جنگ سے بچنے کے لیے سلطان اور اس کے سالاروں کی تعریف کر رہا ہوں.........ہرگز نہیں۔ میں حقیقت بیانی سے کام لے رہا ہوں۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے یہ سارے سالار وطن کے رخ کو چار چاند لگانے والے سچے جذبوں کے جواہر ہیں.........وہ کیمیا گروں کے رازوں جیسے بے مثال سالار اور کارسازوں کی دانائی جیسے بے عدیل سرفروش ہیں.........میں صرف آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سلطان کے لشکر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہماری حالت شکستوں کے دھوئیں میں غلط فہمی کے چراغ روشن کرنے والوں اور خودفریبی کی چمکتی امیدوں، بدبختیوں کے قصوں

کے پیچھے بھاگنے والوں سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی۔ میں جنگ کا فیصلہ نہ کر کے اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے پاس جانے کا جو ارادہ کر رہا ہوں تو ایسا کر کے میں تم سب لوگوں کو خوں بار منزلوں کی داستان سے نجات دلانا چاہتا ہوں............

تکین جب خاموش ہوا تو اس کا بھائی اور کاشغر کا بادشاہ اسے تحسین آمیز انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تکین! میں تمہارے اس فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں............ میں جانتا ہوں اگر تم نے ملک شاہ سلجوقی کے پاس جانے سے انکار کیا تو ہماری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ سلطان آندھی اور طوفان کی طرح ہماری سرزمینوں میں داخل ہوگا۔ پھر کوئی شہر کوئی قلعہ اس کی جست و خیز سے محفوظ نہیں رہے گا۔ جو فیصلہ تم نے کیا ہے میرے خیال میں یہی بہتر اور آخری ہے............

کاشغر کے بادشاہ کا سالار اعلیٰ بھی اس گفتگو سے شاید اب مطمئن ہو گیا تھا اور وہ بھی خوش کن انداز میں تکین کی طرف دیکھے جا رہا تھا پھر کاشغر کے بادشاہ نے ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''محترم اور ذی عزت قاصدو! تمہارے سلطان نے میرے بھائی تکین کو طلب کیا ہے میرا بھائی تمہارے ساتھ جائے گا۔ ہم سلطان کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ میری طرف سے سلطان سے یہ بھی جا کے کہنا کہ جب تک کاشغر میں ہماری حکومت ہے اس وقت تک ہم سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مطیع و فرمانبردار بن کے رہیں گے اور اسے خراج ادا کرتے رہیں گے۔ جہاں تک میرے بھائی کا تعلق ہے تو ماضی میں یہ بے شک دو اہم غلطیاں کر چکا ہے۔ اور اس کی ان غلطیوں کے جواب میں دونوں بار اسے سلطان کے لشکریوں کے ہاتھوں شکست بھی اٹھانا پڑی ہے۔ اب تمہارے ساتھ یہ سلطان کے پاس جائے گا اور سلطان سے اپنے رویے کی معافی مانگے گا۔ تم آج رات یہاں قیام کرو۔ تکین تمہارے طعام و قیام کا عمدہ بندوبست کرے گا کل صبح ہی صبح تم یہاں سے کوچ کر جانا............''

اس کے ساتھ ہی کاشغر کے بادشاہ نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ تکین اپنی جگہ مطمئن اور آسودہ تھا۔ وہ اٹھا اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گیا............ قاصدوں نے رات کاشغر میں بسر کی دوسرے روز تکین ملک شاہ سلجوقی کے

قاصدوں کے علاوہ اپنے ایک مسلح دستے کے ساتھ کاشغر سے نکل کر سمرقند کا رخ کر رہا تھا۔

☆☆☆

کاشغر کی سلطنت کی بدقسمتی کہ جس روز تکین اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ کاشغر سے نکل کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس کے اگلے روز کاشغر کی سلطنت پر اس کی ہمسایہ قومیں حملہ آور ہوئیں ان کا یہ حملہ ایسا زوردار بے روک اور طوفانی تھا کہ کاشغر کے بادشاہ کو شکست ہوئی............ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور کاشغر کا لشکر شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

ادھر تکین سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں اور اپنے محافظ دستے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے سمرقند کا عزم کیے ہوئے تھا۔ ابھی وہ اوزقند سے چند فرسنگ سمرقند کی طرف تھا کہ پیچھے سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو بگٹٹ دوڑاتے ہوئے آئے۔ انہوں نے تکین اور اس کے ساتھیوں کو آلیا۔ وہ جب قریب آئے تو تکین نے اپنے ساتھیوں کو روک دیا۔ ملک شاہ سلجوقی کے قاصد بھی رک گئے۔ تکین انہیں پہچان چکا تھا وہ کاشغر کے شاہی محل کے محافظ تھے............

تکین سمجھ گیا تھا کہ ان کا یوں پیچھے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آنا کسی علت کی وجہ کے بغیر نہیں ہے۔ جب وہ قریب آئے تو تکین نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! کیا میرے بھائی کا ارادہ تبدیل ہو گیا ہے کہ میں ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کوتاہیوں، اپنی غلطیوں کی معافی مانگوں............ اگر اس نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں سلطان کی خدمت میں نہ جاؤں بلکہ واپس کاشغر چلا جاؤں تو میں یہ بات قطعی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں............ میں سلطان کے پاس جاؤں گا معافی مانگوں گا اور مجھے یقین ہے سلطان مجھے معاف کر دیں گے اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو بُرا............

تکین کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ آنے والوں میں سے ایک بول پڑا کہنے لگا۔

''محترم تکین ایسی بات نہیں ہے۔ ہماری بدقسمتی کہ آپ کی روانگی کے دوسرے روز ہمارے ہمسائے ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ہمارے لشکر کو شکست ہوئی آپ کا بھائی گرفتار کر لیا گیا ہے اور ہمارا لشکر شکست کھا کر اس وقت اوزقند کا رخ کیے ہوئے ہے۔ لشکر کے ساتھ

کچھ سالار بھی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ بچے کھچے لشکر کو لے کر اوزقند میں خیمہ زن ہوں اور پھر حالات کا جائزہ لیں۔ اب جب کہ کاشغر کے بادشاہ اور آپ کے بھائی کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو لشکریوں کی نگاہیں صرف آپ پر جمی ہیں وہ یہ امید رکھتے ہیں کہ صرف آپ ہی حملہ آوروں کو کاشغر سے نکال باہر کر سکتے ہیں۔''

تکین فکر مند ہو گیا۔ گردن اس کی جھک گئی تھی پھر انتہائی مایوسی اور فکر مندی سے کہنے لگا۔

''دشمن کی جس قوت کو میرا بھائی نہ روک سکا اسے میں کیسے کاشغر سے نکال باہر کر سکتا ہوں۔ اور پھر ہمارے لشکر کو شکست ہو چکی ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق بچے کھچے لشکری اوزقند کی طرف آ رہے ہیں ان کے حوصلے پست ہیں۔ ان کے ولولے مردہ ہو چکے ہیں۔ میں کیسے ان میں جوش جذبہ پیدا کر کے پھر انہیں دشمن کے مقابل لا کھڑا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جب کہ ان کی تعداد بھی پہلے سے کافی کم ہو چکی ہو گی۔''

''بہر حال میں اوزقند کی طرف آنے والے لشکریوں کو مایوس نہیں کروں گا...... میں سمرقند کی بجائے واپس اوزقند کی طرف جاؤں گا اور شکست اٹھا کر اوزقند کی طرف آنے والے لشکریوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں مجتمع کروں گا تا کہ اپنی سلطنت کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کا کوئی اپائے کر سکوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تکین رکا اس کے بعد ملک شاہ سلجوقی کے قاصدوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! تم لوگ برا مت ماننا۔ تم سمرقند سلطان کی طرف جاؤ۔ اور حالات رونما ہوئے ہیں ان سے سلطان کو آگاہ کرو۔ سلطان سے یہ بھی کہنا کہ میں خلوص دل کے ساتھ اپنا عملہ اپنی تلوار، اپنے خنجر کی پیٹی کھول کر سلطان کے پاؤں میں رکھنے لیے آ رہا تھا لیکن میری بدقسمتی مجھے ایسا کرنا نصیب نہیں ہو رہا۔ حالات اور وقت سمرقند بجائے مجھے اوزقند کی طرف بلا رہے ہیں۔ میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں میری طرف سلطان کے سامنے معذرت کرنا اور سلطان سے یہ بھی کہنا کہ میں اپنی پچھلی غلطیوں کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہوں۔ اب ہماری سلطنت کے اندر جان لیوا خطرات منڈلا رہے ہیں حالات سازگار ہوئے تو میں معافی مانگنے ضرور سلطان کی خدمت میں حاضر ہوں گا

اب تم جاؤ میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی تکین آنے والے سواروں کے ساتھ واپس اوزقند کی طرف جا رہا تھا۔ جب کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قاصد سمرقند کا رخ کر رہے تھے۔

====☆☆☆☆====

جس وقت سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند میں قیام کر رکھا تھا۔ دو غیر معمولی واقعات رونما ہوئے۔ پہلا یہ کہ کاشغر کے بادشاہ پر اس کے ہمسایوں نے حملہ کر کے اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا اور اسے گرفتار کر لیا۔

دوسرا بڑا جو واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ سمرقند میں قیام کے دوران شام کے حکمران تاج الدولہ نے اپنے قاصد سلطان کی خدمت میں روانہ کیے......... گزشتہ دنوں سلطان اور تاج الدولہ کے علاوہ ارتق کے ساتھ جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں۔ تاج الدولہ نے ان کی تلافی کی۔ اپنے اور ارتق کے رویے کے لیے وہ معافی کا خواستگار ہوا اور سلطان کو آنے والے دنوں میں اپنی پوری فرمانبرداری، وفاداری، ایثار اور تعاون کا یقین دلایا۔

تاج الدولہ کا یہ رویہ یقیناً مسلمانوں کے لیے باعث اطمینان اور آسودگی تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے خلاف جو قوتیں کام کر رہی تھیں اس تعاون سے ان قوتوں کے خلاف موثر طریقے سے حرکت میں آیا جا سکتا تھا۔

سمرقند میں ایک روز سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھا شام کے حکمران تاج الدولہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں سے جو گفتگو ہوئی تھی اس پر ہی بحث کر رہا تھا کہ سلطان کا ذاتی غلام کودن خیمے میں داخل ہوا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! جو قاصد آپ نے کاشغر کے بادشاہ کی طرف روانہ کیے تھے لوٹ آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔''

اس خبر پر سلطان نے گفتگو کا سلسلہ موقوف کر دیا۔ کودن کو حکم دیا کہ قاصدوں کو اندر

لے کر آئے۔ کودن باہر نکلا تھوڑی دیر بعد کاشغر کی طرف سے آنے والے قاصد سلطان کے سامنے آئے۔ سلطان نے انہیں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر اس کے بعد پورے واقعات بیان کرنے کا حکم دیا۔ جس پر قاصدوں نے کاشغر جانے، تکین کے ان کے ساتھ آ جانے اور اس کی غیر موجودگی میں کاشغر کی سلطنت پر حملہ آور ہونے اور کاشغر کے بادشاہ کو گرفتار کرنے کی خبر سن کر تکین کے واپس اوزقند کی طرف چلے جانے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

سلطان تھوڑی دیر تک گہری خاموشی میں ڈوبا رہا۔ یہ تفصیل سن کر وہ کسی قدر پریشان اور فکرمند سا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر کے سوچ و بچار کے بعد اس نے اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''عزیزان من! یہ خبر تو یقیناً ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے کہ ہمارے قاصدوں کے ساتھ تکین فرمانبرداری کا اظہار کرنے کے لیے اور معافی طلب کرنے کے لیے سمرقند کا رخ کر رہا تھا لیکن یہ بات ہمارے لیے تشویش ناک ہے کہ کاشغر کے بادشاہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے اور شکست خوردہ لشکر اس وقت اوزقند کی طرف ہے اور تکین بھی اوزقند کی طرف جا چکا ہے۔''

ایسا قدم اٹھا کر تکین نے ہمارے خلاف کوئی سرکشی نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں اسے ایسا کرنا چاہیے تھا تاکہ......... کاشغر کے بادشاہ کا جو لشکر شکست اٹھا کر اوزقند کی طرف آیا ہے وہ اسے متحد اور منظم کر سکے۔

''میرے عزیزو! جہاں تک کاشغر کے بادشاہ کا تعلق ہے تو وہ ماضی میں ہمیں خراج ادا کرتا رہا ہے۔ اگر وہ خراج ادا کرتا رہا ہے تو مصیبت کے وقت اس کے کام آنا بھی ہم پر لازم اور فرض بنتا ہے لہٰذا دشمن کے مقابلے میں ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے......... اس سلسلے میں تکین سے بھی کام لیں گے۔ میں نے جو فیصلہ ابھی کیا ہے وہ یہ کہ لشکر آج ہی یہاں سے اوزقند کی طرف کوچ کرے گا۔ وہاں تکین سے رابطہ قائم کیا جائے گا اس کے بعد کاشغر کی سلطنت پر حملہ آور ہونے والوں سے نمٹا جائے گا۔''

لمحہ بھر کے لیے خاموش رہ کر سلطان ملک شاہ سلجوقی ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بیٹے! میں لشکر کے یہاں سے کوچ کرنے سے قبل تمہارے

ذمے ایک کام لگا رہا ہوں اس سلسلے میں بدران تمہارے ہمراہ ہوگا............ جہاں تک اور عثمان جق کا تعلق ہے یہ دیگر سالاروں کے ساتھ میرے پاس رہیں گے.............. چاہتا ہوں تم اس لشکر کے ساتھ جو ہمیشہ تمہاری کمانداری میں رہتا ہے۔ یہاں سے تھوڑی دیر بعد کوچ کر جاؤ۔ اوزقند کا رخ کرو۔ وہاں تکین سے رابطہ کرو اسے تسلی دو اسے جو ہو دو.......... اپنے طریقہ پر اس کے لشکر کو تنظیم دو۔ تمہارے پیچھے میں بھی سارے لشکر کے ساتھ اوزقند کا رخ کروں گا۔ لشکر کے اندر جو سالاروں اور لشکریوں کے اہل خانہ ہیں وہ سمرقند ہی میں رہیں گے۔ اس لیے کہ سرما کا موسم ہے۔ آسمان صاف نہیں ہوا۔ برفباری پھر شروع ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ گذشتہ دن کے جو بادل بنے ہوئے ہیں وہ برفباری ہی کی علامت ظاہر کرتے ہیں۔''

تم جا کے تکین کو تسلی دینا کہ ہماری طرف سے اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کے ساتھ مل کر کاشغر پر حملہ آور ہونے والوں کو ہم مار بھگائیں گے اور کاشغر پر اس کے بھائی کی حکومت کو بحال کریں گے۔

سلطان رکا پھر وہ کہنے لگا۔

''جس طرح تکین معافی مانگنے کے لیے ہمارے پاس آ رہا تھا اور اپنی فرمانبرداری کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو اسے معاف کرنے اور اسے واپس کاشغر کی طرف روانہ کرنے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ میں یہیں سے اپنے لشکر کے ساتھ حمص کا رخ کروں گا۔ حمص کا باطنی حکمران ابن ملاحب زیادہ پر پرزے نکال رہا ہے.......... یہ خبریں مجھے شام کے حکمران تاج الدولہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں نے دی ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے انکشاف کئے ہیں کہ وہ اپنی بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ لوگوں کو باطنی حلقہ میں داخل کرے۔ اور میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ اب جو میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کاشغر کی سلطنت کو بحال کرنے کے بعد ہم اپنے لشکر کے ساتھ حمص کا رخ کریں گے اور ابن ملاحب کو اس کے کالے کاموں کی کڑی سزا دیں گے۔''

سلطان پھر رکا کچھ سوچا اس کے بعد وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اب سارے سالار اٹھو! کوچ کی تیاری کرو.......... ارسلان میرے بیٹے میں تمہیں اور بدران کو یوں جانو کہ ہراول مقدمۃ الجیش کے طور پر اوزقند کی طرف روانہ کر رہا

ں تا کہ.......... میری وہاں آمد سے پہلے پہلے تم تکین سے مل کر حالات کو اپنی گرفت لے لو۔ اس کے لشکریوں کی تنظیم درست کرو۔ اس کے بعد میں یہ پسند کروں گا کہ تم ران اور تکین تینوں مل کر کاشغر پر حملہ آور ہونے والوں پر یلغار کرو۔ انہیں مار بھگانے ے ساتھ ساتھ کاشغر کے بادشاہ کی حکمرانی کو بحال کیا جائے گا اب اٹھو.......... سارے کر اپنے کوچ کی تیاریاں کرو..........''

اس کے ساتھ ہی سارے سالار سلطان کے پاس سے اٹھ کر نکل گئے تھے۔ قاصد ی ان کے ساتھ چلے گئے تھے۔

سلطان کے پاس سے نکل کر ارسلان اور بدران اس جگہ آئے جہاں ان دونوں کے وڑے بندھے ہوئے تھے۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالیں۔ پھر بدران کی ف دیکھتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''بدران میرے بھائی تم اپنے لشکر کو لے کر پڑاؤ سے ایک طرف ہو لو۔ اتنی دیر تک ں اخیموت اور ان کے اہل خانہ سے مل کر آتا ہوں۔''

اس پر بدران ایک جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ رسلان نے بھی اپنے گھوڑے کو کھولا اس کی باگ پکڑے وہ اخیموت کے خیمے کے سامنے یا۔ گھوڑے کو اس نے وہاں ٹھہرایا پھر کھنکھارتے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی اخیموت، صفیناہ، غریاد اور ضوباہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔

گفتگو کا آغاز ضوباہ نے کیا تھا۔ بڑے پیارے بڑے موہ لینے والے انداز اور ٹھاس اور شیرینی بکھیرتی آواز میں اس نے ارسلان کو مخاطب کیا تھا۔

''آپ کا اپنے گھوڑے کو ہمارے خیمے کے سامنے کھڑا کر کے خیمے کے اندر آنا کسی ت کے بغیر نہیں لگتا۔ اور پھر میں دیکھتی ہوں کہ گھوڑے پر زین ڈالی ہوئی ہے۔ گھوڑے کو نہ بھی چڑھا ہوا ہے۔ کیا آپ کا کہیں کوچ کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا تھا تو آپ نے مجھے یوں نہیں اطلاع دی تا کہ میں خود آپ کے گھوڑے پر زین ڈالتی، اسے دہانہ چڑھاتی ایسا کر کے آپ نے مجھے ایک طرح سے ایک سعادت سے محروم کر دیا ہے۔''

ارسلان آگے بڑھا۔ وہاں بیٹھا نہیں وہ چاروں بھی کھڑے رہے پھر کہنے لگا۔

''ضوباہ! ایسی سعادتیں تمہیں کئی بار نصیب ہوں گی۔ دراصل میں جلدی میں تھا''

اس کے بعد ارسلان نے جلدی جلدی جو حالات وواقعات رونما ہوئے تھے۔ان کی تفصیل کہہ دی تھی۔اس پر اخیموت بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایک بات تو اچھی تھی کہ تکین معافی مانگنے کے لیے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ان کی سلطنت پر ہمسایوں نے حملہ کر دیا ہے۔''

مگر ایک بات بیٹے تم نے واضح نہیں کی۔صرف تم اور بدران ہی اس مہم پر روانہ ہو رہے ہو یا پورا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔

اس پر ارسلان اخیموت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''پہلے میں اور بدران اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہر اول اور مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے اوزقند کا رخ کریں گے وہاں جا کر تکین سے رابطہ قائم کریں گے تاکہ اس کے ساتھ مل کر کاشغر پر حملہ آور ہونے والوں کو مار بھگائیں۔یہ کارروائی ہم اس وقت کریں گے جب ہمارے پیچھے پیچھے سلطان بھی وہاں پہنچ جائے گا۔سلطان کی آمد سے پہلے ہم صرف اس سے رابطہ قائم کریں گے اس کے لشکر کو اپنی تنظیم کے مطابق استوار کریں گے اس کے علاوہ..........''

ارسلان کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ ضوباہ بول پڑی۔

''اگر پورے کا پورا لشکر یہاں سے کوچ کر رہا ہے تو کیا ہم لوگ لشکر کے اس حصے میں شامل ہوں گے جو سلطان کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا۔''

ارسلان نے تیز نگاہوں سے ضوباہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کسی سالار، کسی لشکری کا کوئی اہل خانہ لشکر میں شامل نہیں ہوگا۔سب یہیں سمرقند ہی میں قیام رکھیں گے۔کسی کو بھی سلطان لشکر کے ہمراہ جانے کی اجازت نہیں دے رہے اس لیے کہ سلطان نے کہا تھا آسمان پر بادل بنے ہوئے ہیں۔برف باری پھر شروع ہو گئی ہے۔بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جلد برف باری کے آسمان پر آثار بھی ہیں بادل جھکے ہوئے ہیں۔ویسے تم لوگوں کا یہاں سمرقند میں رہنا تم لوگوں کے لیے بہتر ہے۔برف باری میں تم لوگ بے کار اذیت کا شکار ہوتے رہو گے۔اور یہ ایک ایسی مہم ہے جو ہم شاید چند دنوں میں ہی کر لوٹ آئیں۔اب میں جاتا ہوں جس لشکر نے میرے ساتھ کوچ کرنا ہے اسے بدران تیار کر چکا ہوگا۔''

اس کے ساتھ ہی ارسلان خیمے سے نکلا، ضوباہ، غریاد، صفیناہ اور اخیموت بھی خیمے کے دروازے پر آن کھڑے ہوئے تھے۔ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ارسلان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔اور وہاں سے چلا گیا۔اس کے حصے کا لشکر خیمہ گاہ سے باہر مستعد تھا۔آگے آگے بدران تھا جونہی ارسلان وہاں پہنچا، ان دونوں کی راہنمائی میں لشکر سمرقند سے اوزقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ان کی روانگی کے بعد سلطان بھی سمرقند سے اوزقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

کاشغر کے بادشاہ کا شکست خوردہ لشکر اوزقند میں جمع ہو چکا تھا۔پہلے لشکر کا ایک حصہ شکست کھانے کے بعد اس سمت بھاگا تھا۔اور جب ادھر ادھر بھاگ کر اور بکھر کر جان بچانے والے لشکریوں کو خبر ہوئی کہ اوزقند میں تکین بھی پہنچ گیا ہے تو مختلف سمتوں کو بھاگنے والے شکست خوردہ لشکری بھی اوزقند میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔اس طرح تکین کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔جس کو اس نے استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔تاہم ابھی تک وہ کوئی لائحہ عمل تیار نہیں کر سکا تھا۔جس کے تحت وہ حملہ آوروں کو اپنی سلطنت اپنے علاقوں سے مار بھگائے۔

☆☆☆

ایک روز تکین اپنے لشکر میں رسد، کمک اور دوسری ضروریات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ وہ چونک اٹھا۔سارے لشکری بھی فکرمند ہو گئے تھے۔انہوں نے دیکھا جو شاہراہ سمرقند سے اوزقند کی طرف آتی تھی اس پر گرد کے بادل اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔پھر ایک لشکر نمودار ہوا جو اس جگہ آن رکا تھا جہاں تکین کے لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔اس لشکر کو دیکھ کر تکین کی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں.......... باقی سارے سالار بھی گھبرائے ہوئے تھے۔ان کو مخاطب کر کے تکین کہنے لگا۔

''میرے عزیز پتہ کرو یہ جو لشکر آیا ہے یہ کون لوگ ہیں۔ہم سے کیا چاہتے ہیں۔

ایک سالار وہاں سے ہٹ گیا، بھاگتا ہوا اس سمت گیا جہاں نیا لشکر آیا تھا۔تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ تکین کے سامنے آیا اور اپنی پھولی ہوئی سانس میں کہنے لگا۔''

''یہ جو نیا لشکر آیا ہے یہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ہے۔سلطان کا پورا لشکر نہیں بلکہ

سلطان کے لشکر کا ایک حصہ ہے اور اس کا سالار امیر ارسلان ہے اس کے ساتھ اس کا نائب بدران بھی ہے۔ ارسلان نے وہاں لشکر کو رک جانے کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے آپ کو بلایا ہے۔"

تکین مزید فکرمند اور پریشان ہو گیا تھا کہنے لگا۔

"لگتا ہے یہ گزرتا وقت سرما کی گھمبیر کہر اور سردی میں ٹھٹھرتے اندیشوں پر ہماری حالت پھٹے پرانے پارچہ جات اور دبی گھٹی ناکام زندگی سے بھی بدتر کرنا چاہتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے جیسے حالات اور تقدیر کے نوشتے ہمارے لیے بدبختیوں کے شہر دشت فرقت کی بے کسی کو آباد کرنے پر تل گئے ہیں۔ اگر سلطان ملک شاہ سلجوقی کا کوئی لشکر ہماری طرف آن نکلا ہے تو پھر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں گھور اماوس بھرے طوفان ہمارے خوابوں کے ساحلوں کو موت کے جزیروں کی طرف دھکیل دیں گے۔"

اور جس سالار کا تم نے ذکر کیا ہے وہ ملک شاہ سلجوقی کا ایسا سالار ہے جس کے ساتھ میں دو بار ٹکرا چکا ہوں اور دونوں بار اس کے ہاتھوں مجھے ذلت آمیز شکست .... اٹھانا پڑی۔ وہ سلطان کا ایک ایسا سالار ہے جو حسین سپنوں کی تعبیر کو فنا کی مرقوم تحریروں اور طوفان کے دوش پر سمندر کے وحشت ناک شور میں تبدیل کر سکتا ہے۔ جو گرم دوپہر کے ویران صحراؤں میں اٹھتی خوفناک سنسانیوں میں اپنے دشمنوں کے لیے ہر سمت ایک سراب ایک بے کار تمنا اور ادھوری خواہشوں کی پرچھائیاں پھیلا دینے کا ہنر جانتا ہے۔ اگر ہمارے مقدر میں سلگتی انتہائے زیست اور بدبختی کی زنبیلوں میں الجھنا ہی لکھا ہے تو ٹھیک ہے میں ملک شاہ سلجوقی کے سالار کے پاس جاتا ہوں اس کی مرضی جو چاہے میرے ساتھ سلوک کرے۔

اس کے ساتھ ہی تکین اپنے چند مسلح سواروں کے ساتھ اس سمت گیا جہاں ارسلان نے اپنے لشکر کو روک رکھا تھا۔ اور اپنے لشکر کے سامنے ارسلان اور بدران دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے تھے۔ جو سالار ارسلان کے لشکر کی طرف گیا تھا دور سے اس نے اشارہ کرتے ہوئے تکین کو ارسلان کے متعلق بتا دیا۔ تکین آگے بڑھا کمر سے بندھا خنجر اور تلوار کی پیٹی اس نے کھول کر بائیں کندھے پر رکھی۔ کمر پر بندھا پٹکا بھی کھولا اور دائیں شانے پر ڈال لیا۔ یہ ایک طرح سے ترکوں کے ہاں کسی کے لیے فرمانبرداری

ت کا اظہار تھا۔ پھر دونوں چیزیں اس نے آگے بڑھ کر ارسلان کے قدموں میں ڈال گردن جھکا لی اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"سلطان ملک شاہ سلجوقی کے عظیم سالار! میں تکین ہوں .... میں جانتا ہوں کی نگاہوں میں میں ایک مورکھ بے تمیز انسان ہوں جو نفرت کی آمریت میں شیطنیت رنگ اور ضمیر کی کالک بکھیرتا رہا ہوں۔ دراصل میں کاشغر سے نکل کر آپ لوگوں کو ایک افق پر امید کی آخری کرن جان کر سمرقند کا رخ کر رہا تھا۔ مگر میں نہیں جانتا تھا کہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے مضاف زندگی کو تاریک و سنگلاخ پتھر بنا کے رکھ دے گا۔"

امیر ارسلان! کچھ باؤلے کتے اپنی من مانی کرنے کے لیے ہم پر چڑھ دوڑے ہمارے سروں پر موت بن کر کھیل گئے ہیں۔ اپنے تن بدن کی ہوس کو ہمارے تن کی میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اب مزید چاہتے ہیں کہ ہمارے نفس کے بیابان میں کرب کے آخری لمحات بسا دیں۔ میں جانتا ہوں میں آپ لوگوں کا گنہگار ہوں۔ لیکن میری آپ سے گذارش ہے کہ تاریخ کا قرض چکانے کی خاطر مجھے تھوڑا سا وقت دیں کہ وہ دشمن جو ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ جنہوں نے میرے بھائی کو گرفتار کر لیا ہے۔ ایک بار میں ان کے خلاف حرکت میں آؤں اور جب میں سرزمینوں کو ایسے لوگوں سے پاک کر چکوں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس طرح میں اپنی پیٹی اور پٹکا کھول کر آپ کے سامنے کھڑا ہوں میں اپنی پیٹی اور پٹکا دونوں سلطان شاہ سلجوقی کے قدموں میں ڈال دوں گا۔

جب تک تکین بولتا رہا۔ ارسلان مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا صورتحال کو تے ہوئے بدران کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ تکین جب خاموش ہوا تو اسے ب کرتے ہوئے ارسلان نے کہنا شروع کیا۔

"سن تکین! اگر تمہارے دشمن اگر تمہاری سرزمینوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کر داخل ہو گئے ہیں تو ہم خون ہوتی صفوں کٹتی قطاروں کے اندر خداوند مہربان کی بیر بلند کرتے ہوئے اور اپنی فتح و خوشحالی کے ترانے گاتے ہوئے تمہارا ساتھ دیں تمہارے دشمنوں کو مار بھگائیں گے۔ ہم تمہارے دشمنوں کو تمہاری سرزمینوں میں مرگ مرگ کے سائے، زیست کا بنجر پن نہ بڑھانے دیں گے۔ اگر وہ آدمیت کی اوج اور

انسانیت کی بلندیوں کو فراموش کر کے خوف کا ذائقہ چکھ چکے ہیں تو ہم تمہارے ساتھ...
کرتے ہیں ان کی تدبیر کے فولاد کو ہم قضا کے ڈھیر تلے دفن کر کے رکھ دیں گے......

تکین! اگر تم لوگ اپنی سرزمینوں کی آنکھ کا تارا امیدوں کا سہارا ہو تو ہم اپنے...
کے ساتھ تمہارے دلوں کی دھڑکن بن کر تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور ہم تمہیں یقین دلا...
ہیں کہ ہماری تیز و سخت دھار تلواریں دشمن کے لیے چاروں طرف مرگ کے کانٹوں...
شکست ذات کا ایک کہرام برپا کر کے رکھ دیں گی۔

تکین! کاشغر کا بادشاہ اور تمہارا بھائی ہمارے سلطان کا باجگزار ہے۔ اگر یہ...
حملہ آوروں نے اسے صلیب کی پھیلی بانہوں کے لہو اور لپکتے شعلوں کی ہولناک تباہی...
دوچار کر دیا ہے تو یہ سماں زیادہ عرصہ نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں کو ماتم میں تبدیل کر...
والے عذابی جھکڑوں کی طرح ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اور تمہارے بھائی...
حکومت اور سلطنت اسے واپس دلا کے رہیں گے!

تکین! یہ میرا نہیں میرے سلطان...... مقاصد حاصل کر کے رہیں گے۔

تکین لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"جس وقت امیر اسلان آپ نے مجھے طلب کیا تھا تو میں اپنے من اپنے دل...
یہ سوچ کر لرز کانپ رہا تھا کہ اپنے ماضی کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ لوگوں...
سے صرف یہ امید رکھتا تھا کہ آپ سے نفرت کے اندھے سیل، ظلم و ستم کے کوہ گراں...
کھاتے اندھے جبر، اور دل کو سلگا دینے والی سلگتی دوپہر کا شکار ہو کر رہ جاؤں گا لیکن...
کے پاس آنے کے بعد جس انداز میں آپ نے مجھ سے گفتگو کی جو الفاظ آپ نے استعمال...
کیے اس کے ردعمل کے طور پر اگر میں اظہار کروں تو میرے پاس الفاظ نہیں ہیں...
میرے لیے خیر و جمال کا منبع دل و جان کا قرار اور فتح و نصرت کا مینار بن کر نمودار ہوئے...
ہیں۔ اگر ہم لوگ انسان کے بچے ہوئے تو آنے والے دور میں جب تک ہماری روح...
جان کا سلسلہ قائم ہے آپ لوگوں کے مطیع و فرمانبردار بن کے رہیں گے۔"

ارسلان کچھ دیر مسکراتا رہا تکین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تکین! ماضی میں جو کچھ ہوا اسے فراموش کر دو۔ اب مستقبل میں خیر اور...
راستہ اختیار کرنے کا عزم کرو...... دیکھ میرا لشکر میرے پیچھے ابھی تک کھڑا...

چاہتا ہوں کہ جہاں میں نے اپنے لشکر کو روکا ہے یہیں میں اسے خیمہ زن ہونے کا حکم دوں میں ایک بار تم سے کہتا ہوں کہ اپنے ماضی کو بالکل اپنے ذہن سے نکال دو۔ آج شام کا کھانا میں بدران، ہمارے سالار تم اور تمہارے سالار مل کے اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے۔ میں اپنے لشکر کو یہاں خیمہ زن ہونے کا حکم دیتا ہوں۔ اس کے بعد باقی انتظامات کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

تکین نے ارسلان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر ارسلان اور بدران دونوں اپنے لشکر کو وہاں خیمہ زن ہونے کا حکم دے کر اپنے لشکر گاہ کے انتظامی امور کی نگرانی کرنے لگے تھے تکین اور اس کے سالار بھی ان کے ساتھ تھے۔

☆☆☆

اگلے روز سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی، برسق اور عثمان جق بھی باقی لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اور جہاں پہلے سے ارسلان اور بدران اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھے وہاں لشکر کے دوسرے حصے کو بھی خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ ارسلان اور بدران نے بہترین انداز میں وہاں سلطان کا استقبال کیا۔

دوسری جانب تکین کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی باقی ماندہ لشکر کو لے کر وہاں پہنچ چکا ہے...... لہٰذا اپنے چند سالاروں کے ساتھ وہ اس جگہ آیا جہاں سلطان، ارسلان، برسق اور بدران اور عثمان جق کے ساتھ اپنے خیمے کے قریب کھڑا اپنے لشکریوں کو خیمہ زن ہوتے دیکھ رہا تھا۔

جونہی تکین قریب آیا ارسلان نے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا سلطان برسق اور عثمان جق سے تعارف کروایا۔ اس موقع پر تکین کو مخاطب کر کے سلطان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ وہ حرکت میں آیا۔ اپنی تلوار اور خنجر کی پیٹی کھول کر اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے قدموں میں ڈال دی۔ کمر پر بندھا پٹکا اظہار فرمانبرداری کے طور پر اتار کر اس نے اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا اور گردن کو پوری طرح خم کرتے ہوئے اس نے سلطان کو مخاطب کیا۔

"سلطان محترم! ماضی میں جو کچھ میں نے کیا اس میں کالک کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس سے پہلے میں اپنے ماضی کے امور کے متعلق امیر ارسلان سے بھی معافی مانگ چکا ہوں۔ اب میں آپ سے بھی گذارش کرتا ہوں کہ ماضی میں جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا اسے معاف کر دیں میں امیر ارسلان کے ساتھ عہد کر چکا ہوں کہ آنے والے دور میں میں اور میرا بھائی دونوں ہی جب تک ہماری روح اور جان کا سلسلہ قائم ودائم ہے آپ کے فرمانبردار اور مطیع بن کے رہیں گے..........''

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے بڑے پرجوش انداز میں تکین اور اس کے سالاروں سے مصافحہ کیا اس کے بعد برسق اور عثمان جق بھی ایسا ہی کر رہے تھے۔ پھر سلطان نے تکین کو مخاطب کیا۔

دیکھو! اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں ہمارے خلاف تم سے بڑی فاش غلطیاں سرزد ہوئیں۔ لیکن ہم اسے فراموش کر چکے ہیں تمہارا بھائی کاشغر کے بادشاہ کی حیثیت سے ہمارا باجگزار رہا ہے اور ہمیں خراج ادا کرتا رہا ہے۔ اب اگر اس کے ہمسائے اس پر چڑھ دوڑے ہیں تو اس کے ہمسائیوں سے اس کی حفاظت کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اسی بناء پر سمرقند سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ ہم یہاں اوزقند آئے ہیں۔ اور تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ جب تک تمہارے بھائی کی حکومت اور سلطنت بحال نہیں ہو جاتی اس وقت تک اوزقند سے ہم اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا رخ نہیں کریں گے۔

تکین بڑی ممنونیت سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان پھر بول اٹھا۔

''میں نے مقدمتہ الجیش اور ہراول کے طور پر ارسلان اور بدران کو ان علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا تا کہ وہ تمہارے ساتھ میرے پہنچنے سے پہلے رابطہ قائم کریں۔ تمہاری آمد سے پہلے ارسلان تمہارے متعلق مجھے بہت کچھ بتا چکا ہے اور میں رونما ہونے والے واقعات سے بالکل مطمئن اور بہت خوش ہوں آپ ارسلان اور اس کے لشکری رات بھر آرام کر چکے ہیں۔ جو لائحہ عمل اس وقت میرے ذہن میں ہے وہ یہ کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ جب کہ ارسلان اور بدران بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے۔ متحدہ لشکر کو لے کر کاشغر کا رخ کرو۔ اوزقند سے کاشغر کی طرف جانے والے راستوں سے ارسلان اور بدران واقف نہیں ہیں۔ تم پوری طرح ان کی راہنمائی کرو گے۔ ظاہر ہے تمہاری

سلطنت پر حملہ آور ہونے والے وحشی کاشغر سے باہر نکل کر تم لوگوں کا مقابلہ کریں گے۔ دشمن سے کس طرح نمٹنا ہے یہ ارسلان خود ہی فیصلہ کر لے گا لیکن تم صرف کاشغر تک اس کی راہنمائی کرو گے آگے سارے معاملات کو سمیٹنے کا ہنر اور صناعی یہ جانتا ہے.......... میں اپنے مخبروں اور نقیبوں کے ذریعے رونما ہونے والے حالات کا پوری طرح جائزہ لیتا رہوں گا۔ اگر جنگ طول پکڑتی ہے یا حملہ آور چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرتے ہیں یا وہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ نہیں کرتے کاشغر شہر کے اندر محصور ہو جاتے ہیں تو میں زیادہ دن یہاں قیام نہیں کروں گا یہاں سے کوچ کروں گا۔ کاشغر کا رخ کروں گا اور بیرونی حملہ آوروں کو زیادہ دن تک کاشغر میں ٹکنے کی مہلت نہیں دوں گا۔''

سب نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس تجویز سے پورا اتفاق کیا۔ تکین نے ایک بار پھر سلطان کے اس فیصلے پر سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ جب سلطان کے ساتھ آنے والے لشکر نے اپنی خیمہ گاہ تیار کر لی۔ تب سارے لشکر نے مل کر کھانا کھایا اور سلطان کی تجویز کے مطابق ارسلان، بدران اور تکین اپنے لشکر کو لے کر اوزقند سے کاشغر کی طرف کوچ کر گئے۔

====☆☆☆☆====

کاشغر پر حملہ آور ہونے والے وحشیوں نے کاشغر کے بادشاہ اور تکین کے بھائی کو گرفتار کر کے اسیر بنا لیا تھا۔ شہر پر انہوں نے مکمل قبضہ کر لیا تھا۔ جس جرار لشکر کے ساتھ انہوں نے کاشغر پر حملہ کیا تھا اس کا پڑاؤ انہوں نے شہر سے باہر کر دیا تھا۔ لیکن وہ زیادہ دن تک شہر اور اس کے گردونواح میں اپنی من مانی نہ کر سکے۔ اس لیے کہ انہیں ان کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی سمرقند سے نکل کر اوزقند کے مقام پر پڑاؤ کر چکا ہے اور یہ کہ اس کا ایک سالار کاشغر کے بادشاہ کے بھائی تکین کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے کے لیے کاشغر کا رخ کر رہا ہے۔

یہ خبریں ملتے ہی کاشغر پر حملہ آور ہونے والے ان وحشیوں نے اپنے لشکر کو استوار کیا۔ کاشغر سے انہوں نے سارا لشکر نکال لیا۔ اور کاشغر کے نواح میں انہوں نے ارسلان اور تکین کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔ ارسلان، بدران اور تکین بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچے اور ان کے ساتھ اپنے لشکریوں کو استوار کرنا شروع ہو گئے۔

کاشغر پر حملہ کرنے کے بعد ان وحشیوں نے جو سب سے اچھا کام کیا وہ یہ کہ انہوں نے کاشغر کے بادشاہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ اسے اسیری میں ڈال دیا۔ جب ارسلان اور تکین کے حملہ آور ہونے کی اطلاع پہنچی اور وحشی کاشغر سے نکل کر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر کے نواح میں چلے گئے تو شہر کے اندر ایک انقلاب رونما ہوا۔ شہر کے لوگوں نے جن کی ہمدردیاں اپنے بادشاہ کے ساتھ تھیں انہوں نے اپنے بادشاہ کو اسیری

سے نکال لیا۔ اور رات کی گہری تاریکی میں اسے شہر سے نکال کر تکین کے لشکر کی طرف لے گئے۔ اس وقت تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہو چکے تھے۔ لہٰذا کاشغر کا بادشاہ ارسلان تکین کے پڑاؤ میں پہنچ گیا تھا۔

دونوں لشکر جب اپنی حالت کو درست کر چکے تب حملہ آور ہونے کی ابتدا وحشیوں نے کی اور بڑے بڑے طبل کی گہری گونج میں وہ ارسلان اور تکین کے لشکر پر ظلم وتشدد کی میزان کھڑی کرتے ہزار ہا آتشی بگولوں، زیست کو فنا کی بے یقینی میں ڈالتے ہوس پیشہ گھور اندھیروں اور جسموں کی دہلیز پر بدشگونی کی لہریں کھڑی کرتے ظلم کے لمبے ہاتھوں کی گھمنڈ کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

ان وحشی حملہ آوروں کا اس سے پہلے جو پالا پڑا تھا وہ اور قسم کے لوگ تھے اب انہیں مسلمان لشکریوں اور ان کے دونوں سالاروں، ارسلان اور بدران سے پالا پڑا ان کے ساتھ تکین نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ پورا لشکر ارسلان کی کمانداری میں تھا۔ دائیں بائیں حصوں میں اس کے نائب کی حیثیت سے بدران اور تکین کام کر رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورا اور متحدہ لشکر ارسلان کی کمانداری میں اپنی جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان وحشیوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے فضیلت وفوز مندی کا باعث بنتی فطرت کی غضبناک انگڑائی حرکت میں آتی ہے۔ جیسے مرگ کی گہری خوابناکی میں بے کراں دجاوداں قوتیں اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ جیسے ہواؤں کے بگولوں میں ہر شے کو اڑاتے خاک کی طرح بکھیرتے ساحلوں کے لافنا پاسبان اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے قضا کی یلغار دکھوں کے جال اور فنا کے سیل ہر سو ناچ اٹھے تھے۔

خون آلود طاغوتی ہاتھوں میں زندگی کی ہر علامت بے برگ و بے ثمر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ من کے خونی روگ اور غم کی یلغار ہر شے سے برسرپیکار ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک بڑے ہولناک انداز میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے۔ پھر ارسلان اور بدران نے اپنے مخصوص کام کی ابتدا کی۔ اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق پہلے انہوں نے فسوں خیز انداز میں خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کیں اس کے بعد ان وحشیوں پر عہد رفتہ کی خونی داستانوں سے نکل کر گہری ویرانیوں کے تموج، اجنبی وہموں کے

آئین سے نکل کر عذابوں کے نقیبوں، رقابتوں کی ساعتوں سے نکل کر انتقامی بگولوں قافلوں اور بیابانوں کے تھل سے نکل کر لپکتی جھپکتی کوندتی برق کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ارسلان اور بدران کے یہ حملے ان وحشی حملہ آوروں کے لیے نئے اور ناآشنا تھے اس سے پہلے کبھی انہیں اس قسم کے جنگ کے طریقہ کار سے پالا نہ پڑا تھا۔ خود تکلین بھی انہی کے انداز میں اپنے لشکریوں کو حرکت میں لاتے ہوئے دشمن پر ضربیں لگا رہا تھا۔ ان تیز حملوں کے سامنے موت بڑی تیزی سے چارسو پیچ کھاتی آندھیوں کی طرح حرکت میں آ گئی تھی۔ قتل گاہوں کا مقروض میدان جنگ نحوست بھرے لمحوں میں اندھی خواہشوں کی تپش میں جھلس اٹھا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ نئے انداز میں حملہ آور ہونے کے باعث ارسلان، بدران، تکلین اور ان کے لشکری وحشیوں پر بڑی تیزی سے بادل برکھا، میگھ، دھوپ سایوں خزاں تعبیروں تاپ کے روگ موت کے سوگ، فضا کے ہجوم بے دور شعلوں اور عذابوں کے ہیولوں کی طرح چھانا شروع ہو گئے تھے۔ اب ان وحشیوں کے لیے اپنے دفاع تک محدود رہنا بھی مشکل ہو رہا تھا اور وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ حملہ آوروں نے انہیں خون میں ابلی کتھا کہانیوں، دھڑکنوں کو آتش فشاں کرتی تلخیوں سنگسار کر دینے والی وحشتوں بے جہت کر دینے والے عذابوں اور وقت کے بدترین طوفانی تھپیڑوں کی اندر لا کھڑا کیا ہو۔

تھوڑی دیر تک ایسی ہی کیفیت ایسا ہی سماں رہا۔ پھر وہ وحشی شکست کھا کر بھاگ اٹھے۔ انہوں نے کاشغر کا رخ نہیں کیا۔ بلکہ جس سمت سے آئے تھے ادھر ہی اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے، ارسلان، بدران اور تکلین نے دور تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کو مزید کم کیا اتنی دیر تک پڑاؤ کی حفاظت پر جن دستوں کو ارسلان نے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے وحشیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

ارسلان، بدران اور تکلین نے جب دیکھا کہ وحشی حملہ آور اب ان کے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکتے تو انہوں نے تعاقب ترک کر دیا اور اس جگہ آئے جہاں ان کے ساتھ خوفناک جنگ ہوئی تھی۔ اتنی دیر تک ارسلان کے دستوں نے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اپنے پڑاؤ میں منتقل کر لیا تھا۔ جس وقت لشکر پڑاؤ کے قریب واپس آیا تو اس وقت

تکلین رک گیا۔ اسے رکتے دیکھ کر ارسلان اور بدران نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔ پھر تکلین اپنے گھوڑے سے اترا اور ارسلان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

”امیر ارسلان یہ سامنے میرا بھائی اور کاشغر کا بادشاہ کھڑا ہے۔“

تکلین اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لیے کہ ارسلان اور بدران دونوں فوراً اپنے گھوڑوں سے کود گئے۔ آگے بڑھے، کاشغر کے بادشاہ نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے باری باری انہیں اپنے ساتھ لپٹا کر ان سے بہترین اور پرجوش انداز میں معانقہ کیا پھر سب مل کر پڑاؤ میں آئے۔ زخمیوں کی بہترین دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد سارے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ پھر ایک جگہ ارسلان، بدران، تکلین اور کاشغر کا بادشاہ بیٹھ گئے اور کاشغر کے حکمران نے ارسلان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے اجنبی مہربانوں! اس سے پہلے میں کھل کے تم لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ کر سکا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال ہوتی رہی۔ کھانے کا اہتمام ہوتا رہا۔ گو جس وقت تم میرے بھائی کے ساتھ دشمنوں کو شکست دینے کے بعد لوٹے تھے تو میں نے تم سے معانقہ کرتے ہوئے تمہارا شکریہ ادا کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں شکریے کے وہ الفاظ ناکافی اور ادھورے تھے۔“

میرے عزیز! ہماری سرزمینوں کو بل کھاتے اندھے جبر، زہریلے لمحوں اور الم گزیدہ لمحات نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تم لوگوں نے مایوسی کی گھٹاؤں سے نکال کر ہمیں شعور کی ضوعطا کی۔ آگ اور خون کے گرد بار سے نکال کر خواہش کا جمال عطا کر دیا۔ میں آپ لوگوں کے سپاہیانہ وقار کو سلام کرتا ہوں۔ آپ لوگ ہماری دھرتی پر امیدوں کے ستارے اور ہماری سماعت کے لیے نغمہ و زمزمہ ثابت ہوئے ہیں۔

اب جب کہ آپ نے ہمارے دشمن کو بدترین شکست دیتے ہوئے مار بھگایا ہے تو میں آپ لوگوں کے ساتھ اوزقند کی طرف جاؤں گا جہاں سلطان ملک شاہ سلجوقی نے قیام کر رکھا ہے۔ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں ان کا شکریہ ادا کروں گا اور آنے والے دور میں اپنی فرمانبرداری، اپنی اطاعت کا انہیں یقین دلاؤں گا۔

کاشغر کا بادشاہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

میرے خیال میں آپ ہماری شکر گزاری کے طور پر کچھ زیادہ ہی الفاظ استعمال کر

رہے ہیں ہماری کارگزاری اتنی طویل نہیں۔ جس قدر طویل آپ شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اس لیے کہ بقول ہمارے سلطان کے ایسا کرنا ہمارے فرائض میں شامل تھا کیونکہ آپ ہمارے سلطان کو خراج ادا کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اب اپنے پڑاؤ کی خبر گیری کرنی چاہیے۔ زخمیوں کی دیکھ بھال بھی ہونی چاہیے۔

تکلین اور اس کے بھائی دونوں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس کے ساتھ ہی متحدہ لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چند روز وہاں قیام کیا گیا اس کے بعد لشکر اوزقند کی طرف کوچ کر گیا تھا ارسلان بدران، تکلین اور اس کے بھائی کو لے کر جب اوزقند میں اس جگہ آئے جہاں سلطان ملک شاہ سلجوقی نے قیام کیا ہوا تھا تو سلطان نے اپنے عمائدین کے علاوہ اپنے سالاروں کے ساتھ کاشغر کے بادشاہ اور اس کے بھائی تکلین کا بہترین استقبال کیا۔ سب کو سلطان اپنے خیمے میں لے گیا اسی موقع پر ملک شاہ سلجوقی کاشغر کے بادشاہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کاشغر کا بادشاہ بولنے میں پہل کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”سلطان محترم! آپ کا رویہ ہمارے لیے ایسا ناقابل فراموش ہے جسے آنے والی ہماری نسلیں بھی ایک گراں احسان کے طور پر یاد رکھیں گی۔ سلطان محترم! وحشی اجڑے آنگنوں کے سوداگر بن کر ہماری دھرتی میں داخل ہوئے تھے۔ احساسات اور لطیف جذبات کو انہوں نے خونی الفاظ کے گرداب میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہر خواہش انہوں نے آڑی ترچھی فضا کی لکیروں میں تبدیل کیا۔ جسم و جان کو دھواں دھواں اور ہماری زمین کو زرد مدقوق اور سوکھی بنجر بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ آپ ہمارے ہاں ستاروں کے قافلے چاہتوں کا سندیس بن کر داخل ہوئے۔ آپ کی حیثیت ہمارے ہاں ایسی ہی ہے جیسے غاروں میں گم روشنی اور غلامی کی علامتوں میں سحر کی بزم پر فشاں صبح ہوتی ہے آپ آزادی کے نشان راہ بن کر ہماری سرزمینوں میں داخل ہوئے۔ سلطان محترم ماضی میں جو کچھ ہوا اسے آپ فراموش کر دیجیے۔ میں جانتا ہوں میرے بھائی تکلین سے کچھ غلطیاں ہوئیں اس نے مجھے بتایا کہ یہ اس سے پہلے آپ سے معافی مانگ چکا ہے۔ میں ایک بار پھر اس کی طرف سے معذرت کا طلب گار ہوں ساتھ ہی سلطان محترم میں عہد کرتا ہوں جب میں اور میرا بھائی کاشغر کی سلطنت کے وارث رہیں گے ہم دونوں آپ کے مطیع و فرماں بردار رہیں گے۔ میں اور میرا بھائی دونوں اپنی موت کے آخری لمحوں تک آپ کو خراج ادا کرتے رہیں گے۔ سلطان محترم ساتھ ہی ہم یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ جب کبھی بھی کوئی افتاد پڑے ہمارے عساکر ہمارے لشکر ہمیشہ آپ کے لیے بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔“

کاشغر کا بادشاہ جب خاموش ہوا تو سلطان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تمہیں اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے......... تمہارے الفاظ سے خلوص اور وفا ٹپکتی ہے۔ دیکھو! تمہارے دشمنوں کو تمہاری سرزمینوں سے بھگا کر ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تم پہلے بھی ہمیں خراج ادا کرتے تھے۔ اور ایسی صورت میں جب کہ تم ہمارے خراج گزار تھے۔ تمہاری مدد کرنا ہمارے لیے فرض عین تھا سو ہم نے اپنے فرض کو پورا کیا آئندہ بھی اگر تمہارے کسی دشمن نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو تمہاری پکار پر اپنے لشکریوں کے ساتھ ہم کاشغر کا رخ کریں گے اور تمہاری حفاظت کا سامان کریں گے۔“

سلطان کے ان الفاظ پر تکلین اور اس کا بھائی دونوں خوش ہو گئے تھے پھر تکلین بول پڑا۔

”سلطان محترم! میری اور میرے بھائی کی یہ خواہش ہے کہ جب تک آپ اپنے لشکر کے ساتھ اوزقند میں قیام کریں۔ ہم دونوں بھائی بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ آپ کے ساتھ رہیں۔ یہ ہمارے لیے ایک سعادت اور خوش بختی ہوگی اور پھر جس وقت آپ یہاں سے کوچ کرنا چاہیں گے آپ سمرقند کا رخ کر لیں ہم واپس کاشغر کی طرف چلے جائیں گے۔

سلطان محترم اس قیام کے دوران میری آپ سے ایک التماس بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری خواہش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔“

ملک شاہ سلجوقی نے تیز نگاہوں سے تکلین کی طرف دیکھا پھر سوالیہ انداز میں پوچھ رہا۔

”تمہارا اشارہ کس بات کی طرف ہے.........؟“

تکین نے ایک گہری نگاہ اپنے قریب بیٹھے ارسلان پر ڈالی۔ لمحہ بھر کے لیے اُس نے بدران کی طرف دیکھا پھر سلطان کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم میں نے چند یوم تک امیر ارسلان اور بدران کے ساتھ قیام کیا ہے اور دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم نے چند دن اکٹھے پڑاؤ میں بھی گزارے ہیں۔ اس دوران بدران نے مجھے تفصیل سے بتایا کہ ایک لڑکی نام جس کا ضوباہ ہے وہ امیر ارسلان کو پسند کرتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو اپنانے کا عزم بھی کر چکے ہیں اور وہ لڑکی کوئی عام لڑکی نہیں بلکہ انطاکیہ کے سابق بادشاہ فردوروس کی اکلوتی بیٹی ہے۔ سلطان محترم میری خواہش ہے کہ یہاں میری اور میرے بھائی کی موجودگی میں امیر ارسلان کی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ ہم اس شادی میں شرکت کریں اور شاندار طریقے سے اپنی خوشی کا اپنی مسرت کا اظہار کر سکیں۔ سلطان محترم ہماری سرزمینوں میں امیر ارسلان نے جس کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ بس میری اور میرے بھائی کی یہ خواہش ہے کہ ہم دونوں امیر ارسلان کی شادی میں شرکت کریں۔''

تکین کی اس گفتگو پر سلطان تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا پھر ایک گہری نگاہ اس نے تکین پر ڈالی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تم دونوں بھائیوں کے جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن ارسلان کی شادی کا اہتمام، یہاں اوزقند شہر کے نواح میں نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ ضوباہ نام کی وہ لڑکی جو اس سے منسوب کی جا چکی ہے۔ وہ اس وقت سمرقند میں ہے۔ اگر تم واقعی چاہتے ہو کہ ارسلان کی شادی کی خوشی میں شریک ہو تو پھر تم لوگوں کو اوزقند سے ہمارے ساتھ سمرقند کی طرف جانا ہوگا۔ وہاں ارسلان کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ پورے تزک و احتشام کے ساتھ اس کے بعد ہم وہاں سے اپنی نئی مہم کی طرف نکل جائیں گے اور تم لوگ واپس کاشغر چلے جانا۔''

تکین اور اس کے بھائی دونوں نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان کے کہنے پر سب اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔

دو روز بعد لشکر نے اوزقند کے نواح سے سمرقند کی طرف کوچ کیا۔

====☆☆☆☆===-

سورج کافی چڑھ آیا تھا۔ ضوباہ، غریاد اور صفیناہ سمرقند میں خیمے کے اندر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ اخیموت خیمے میں داخل ہوا آگے بڑھ کر وہ غریاد اور ضوباہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک ضوباہ بڑے غور سے اخیموت کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! آپ تو امیر ارسلان کا پتہ کرنے گئے تھے اور چپ چاپ خاموش ہو کر ہم بہنوں کے بیچ میں آ کے بیٹھ گئے ہیں۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے۔ سلطان اور امیر ارسلان تو اپنے لشکر کے ساتھ میں نے سنا ہے رات کے پہلے حصے ہی میں یہاں پہنچ گئے تھے۔ اب دیکھو سورج کافی چڑھ آیا ہے۔ امیر ارسلان ہم سے ملنے نہیں آئے۔ کیا کوئی وجہ ہے............؟''

جب تک ضوباہ بولتی رہی اخیموت بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اس کے خاموش ہونے پر کہنے لگا۔

''ضوباہ میری بیٹی! تمہارا اندازہ درست ہے کہ ارسلان کے یہاں نہ آنے کی ایک وجہ ہے اس لیے کہ اسے یہاں آنے سے روک دیا گیا ہے۔ منع کر دیا گیا ہے۔''

ضوباہ اس موقع پر شب کی بھیدوں بھری خاموشی کے انداز میں اخیموت کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کی تحریروں اس کے جذبوں کی تفصیلوں سے لگتا تھا جیسے اخیموت کے الفاظ نے اس کے جریدہ دل پر ماورائے بیان جدائیوں کی شامیں بھر دی ہوں۔ جذبوں کے خالی برتن میں قطرہ قطرہ غموں کو ٹپکاتی درد و اذیت کی کربنا کیوں

مجبوریوں اور رسوائیوں کا خوف اور اندیشے پھیلاتے دھول اڑاتے بگولے بھر دیے گئے ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں اس کی آنکھوں میں اجالوں کے ستارے امیدوں کی کرنیں تھیں۔ وہاں اب پتھر کی طرح چپ درد کی شمعیں روشن ہوگئی تھیں تھوڑی دیر پہلے جہاں اس کے چہرے کی حالت پھول اور شبنم کے وصال کی کیفیت سے بھی اعلیٰ وارفع تھی اب وہاں خودفریبی کے خواب بے جہت کرتے عذاب اور زیست کا گہرا بنجرپن ایک دم پھیل گیا تھا۔

فکر مندی اور پریشانی میں کچھ دیر تک ضوباہ بول نہ سکی۔ بس ٹکٹکی باندھے بڑی افسردگی میں اخیموت کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔

اخیموت مسکرایا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ضوباہ میری بیٹی! تم تو میری گفتگو میرے الفاظ سے ٹوٹے ستاروں، بکھرے لمحوں جیسی افسردہ پرانے بند دروازوں کی میلی کہنہ محرابوں جیسی اس طرح اداس ہوگئی ہو گویا تم سے کسی نے ہر شے چھین کر تمہاری حیات کو مرتعش کر دیا ہو۔ تم سے تمہاری سوچوں کے ستارے زیست کی ساری علامتیں ہی چھین لی گئی ہوں۔"

بیٹی! پہلے مجھ سے وہ وجہ تو سن لی ہوتی جس کی بناء پر امیر ارسلان تمہارے خیمے میں تم سے ملنے کے لیے نہیں آسکتا۔ دیکھ بیٹی میں ابھی ارسلان کے پاس سے ہی اٹھ کر آرہا ہوں۔ وہاں اس وقت بدران، برسق کے علاوہ خود سلطان بھی موجود تھے۔ سلطان کے علاوہ کاشغر کا بادشاہ اور اس کا بھائی تکین بھی ان کے پاس تھے اس کے علاوہ بہت سے دیگر چھوٹے بڑے سالار بھی وہاں موجود تھے۔ بیٹے! آج شام یہیں سمرقند کی اس خیمہ بستی میں تمہارا اور امیر ارسلان کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔

اخیموت کے اس انکشاف پر ضوباہ کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ اس کی اداسی جاتی رہی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے وہ خودفراموشی میں ڈوبی رہی جلد ہی اس کی حالت بدلنے لگی۔ اور وہ صبح درخشاں اور بزم پرفشاں کی طرح خوش کن ہو کے رہ گئی تھی۔ چہرے کی ضیاء میں جاں افزا نویدوں کی حلاوتیں عود کر آئی تھیں۔ خط وخال کی رعنائی اپنا رنگ دکھا گئی تھی۔ اس خبر سے لگتا تھا اس کے جسم کا ہر ریشہ قند اس کے سارے اعضاء و جوارح شہد ہو گئے ہوں اس کے چہرے پر اوس بھی نم آلود گلابوں جیسی مسکراہٹ آغوش گل میں رقص کرتی شفاف برہنہ شبنم جیسی آسودگی اور آنکھوں میں آئینے جیسی خوشیوں بھری چمک ناچ اٹھی تھی۔

دوسری جانب غریاد اور صفیناہ کی حالت بھی ضوباہ سے مختلف نہ تھی۔ کچھ دیر تک خوشیوں بھری اس خبر سے لطف اندوز ہوتی رہیں پھر غریاد نے اخیموت کو مخاطب کیا۔

"بابا! سلطان نے یہ فیصلہ یہاں سمرقند میں کیوں کیا۔ کیا کوئی خاص وجہ ہوئی ہے جب کہ اس سے پہلے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ضوباہ کو نظام الملک طوسی اپنے ہاں لے جائیں گے۔ سلطان کی طرف سے بھائی ارسلان دولہا بن کر آئیں گے اور نظام الملک، ضوباہ کو بیٹی کی حیثیت سے رخصت کریں گے اب اس سارے لائحہ عمل کو فراموش کرتے ہوئے یہاں سمرقند کی خیمہ بستی میں ارسلان اور ضوباہ کے نکاح کا اہتمام کیوں کیا جا رہا ہے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے.........؟"

اخیموت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے! یہ سب کچھ کاشغر کے بادشاہ اور اس کے بھائی تکین کے کہنے اور ان کی خواہش کے مطابق کیا جا رہا ہے۔ دراصل وہ دونوں بھائی امیر ارسلان کی کارگزاری سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ جن حملہ آوروں نے ان کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا انہیں امیر ارسلان نے مار بھگایا اور ان کی سلطنت کو بحال کر دیا ہے۔ انہوں نے سلطان سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ امیر ارسلان کی شادی میں شرکت کرنا چاہتے ہیں اور شادی کے سارے انتظامات بھی وہ کریں گے۔ اور یہ شادی بہت دھوم دھام سے ہوگی۔ پہلے فیصلہ ہوا تھا کہ اس شادی کا اہتمام اوزقند شہر میں کیا جائے لیکن جب سلطان نے انکشاف کیا کہ ضوباہ سمرقند میں ہے۔ تب فیصلہ ہوا کہ سمرقند ہی میں اس خوشی کا اہتمام کیا جائے اور اس خوشی میں شامل ہونے کے لیے کاشغر کا بادشاہ اور اس کا بھائی بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں آ گئے ہیں۔ اب شام کو میری بیٹی ضوباہ اور ارسلان کا نکاح ہوگا۔ اس سلسلے میں تم بھی اپنی تیاریاں کرلو۔ شادی کی دھوم دھام میں اضافہ کرنے کے لیے اور ارسلان اور ضوباہ دونوں کو قیمتی تحائف پیش کرنے کے لیے تکین اور اس کا بھائی دونوں سمرقند کے بازار کی طرف چلے گئے ہیں۔ شام کے وقت اس نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اخیموت رکا اور پھر کہنے لگا۔

"اب تم تینوں ماں بیٹی یہاں بیٹھو مجھے امیر ارسلان نے بلایا ہے۔ انہوں نے بھی کچھ تیاریاں کرنی ہیں میرے خیال میں اسی سلسلے میں انہوں نے میری ضرورت محسوس

کی ہوگی۔ اس سلسلے میں بدران اور برسق بھی امیر کے ساتھ ہیں۔''

اس موقع پر اچانک ضوباہ بول پڑی اور اخیموت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا اگر آپ امیر کے پاس جا رہے ہیں تو میری طرف سے ان سے ایک سوال کیجئے گا۔ بابا نیشاپور میں ایک بار میں نے امیر سے پوچھا تھا کہ کیا امر موسیٰ کے ساتھ اس کے نائب ذکریا بلخی کا خاتمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اس پر امیر ارسلان نے مجھے بتایا تھا کہ امر موسیٰ کے ساتھ ذکریا بلخی بھی مارا جا چکا ہے۔ لیکن جس وقت امیر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بدران کو لے کر سمرقند سے اوزقند کی طرف روانہ ہوئے تھے تو سلطان کی طرف سے ضروریات کی کچھ چیزیں لے کر برسق ہمارے پاس آیا تھا آپ بھی موجود تھے دوران گفتگو امر موسیٰ کا ذکر چھڑا تھا۔ اور اس گفتگو کے دوران برسق نے انکشاف کیا تھا کہ امر موسیٰ تو مارا گیا ہے لیکن اس کا نائب ذکریا بلخی ابھی تک اپنی شکست و ریخت کی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ اور وہ ایک طرح سے باطنیوں کے ساتھ مل کر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔ بس امیر سے یہ پوچھیئے گا کہ کیا ذکریا بلخی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ یا یہ کہ وہ برسق کے مطابق زندہ ہے.......... اگر زندہ ہے تو کیوں امیر نے مجھ سے کہا کہ ذکریا بلخی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ امر موسیٰ کے بعد مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس کے نائب اول کازرون سے تھا۔ کازرون پہلے ہی مارا جا چکا ہے۔ اب امر موسیٰ کا نائب دوم ذکریا بلخی بھی انتہا درجہ کا خوف ناک انسان ہے۔ اگر اس کا خاتمہ نہیں ہوا تو مجھے اس کی طرف سے بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ بس اسی سلسلے میں آپ سے میں نے کہا کہ امیر سے یہ پوچھیے گا ضرور کہ ذکریا بلخی کا کیا ہوا..........؟''

ضوباہ کی اس گفتگو کا جواب اخیموت دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خیمے میں ارسلان، بدران، برسق داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے اخیموت بول اٹھا۔

''امیر وہاں تو فیصلہ ہوا تھا کہ آپ نکاح کے اہتمام سے پہلے ضوباہ کے خیمے میں نہیں آئیں گے اب اس میں تبدیلی کیسے ہوگئی..........؟''

اس پر ارسلان جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بدران بول پڑا۔

''دراصل ہم سلطان کے کہنے پر یہاں آئے ہیں۔ سلطان نے ہمیں بھیجا ہے کہ اس

سے پہلے جو معاملہ طے ہوا تھا وہ کچھ یوں تھا کہ جس وقت ضوباہ اور امیر کی شادی ہونی تھی ضوباہ کو چند دن پہلے نظام الملک طوسی کے گھر بھیجا جانا تھا۔ اس کے بعد سلطان کی طرف سے امیر ارسلان نے ضوباہ کو بیاہنے کے لیے آنا تھا۔ اور یہ ساری کارروائی نیشاپور میں کی جانی تھی۔ ہمیں سلطان نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ ہم ضوباہ کو یہ اطلاع کریں کہ یہ جو نیشاپور سے باہر شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اس میں جو عجلت اختیار کی جا رہی ہے اور اس میں جو پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل سے انحراف کیا جا رہا ہے تو یہ سب کچھ کاشغر کے بادشاہ اور اس کے بھائی تگین کی خوشی کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ امیر ارسلان کے بے حد ممنون ہیں اور اس کی شادی میں شرکت کرنے کے ساتھ ساتھ شادی کی شان و شوکت میں اضافہ کے خواہاں ہیں۔''

ضوباہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اخیموت بول پڑا۔

''تم لوگوں کا شکریہ.......... مگر یہ ساری باتیں میں ضوباہ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔''

پھر اخیموت نے ارسلان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر ارسلان اگر آپ تھوڑی دیر تک نہ آتے تو میں آپ کے خیمے میں پہنچ گیا تھا۔ دراصل ضوباہ آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہے کہ ایک موقع پر آپ نے اس سے یہ کہا کہ امر موسیٰ کے ساتھ اس کا نائب ذکریا بلخی بھی ہلاک ہو چکا ہے جب کہ ایک موقع پر برسق نے ضوباہ پر انکشاف کیا تھا کہ ذکریا بلخی زندہ ہے صرف امر موسیٰ ہلاک ہوا ہے۔ اب اس انکشاف پر کہ ذکریا بلخی زندہ ہے۔ ضوباہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا ہے اس لیے کہ امر موسیٰ کی طرح یہ ذکریا بلخی بھی ضوباہ کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔''

اخیموت جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکریا بلخی ابھی زندہ ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں میں نے ضوباہ سے کہا تھا کہ امر موسیٰ کے ساتھ ذکریا بلخی بھی مارا جا چکا ہے۔ اور ایسا میں نے اس لیے کہا تھا کہ ضوباہ ذہنی اور قلبی طور پر مطمئن اور آسودہ رہے۔ اور یہ خیال نہ کرتی کہ آنے والے دور میں ذکریا بلخی اس کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتا ہے۔ ویسے میں ان لوگوں پر انکشاف کروں کہ ہم نے اپنے کچھ آدمی ذکریا بلخی کے محل وقوع جاننے کے

لیے لگائے ہوئے ہیں جونہی وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ذکریا بلخی کہاں ہے۔ اس جیسے خطرناک دشمن کو ہم زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ بہرحال ضوباہ سے یہ جو کہا گیا کہ ذکریا بلخی مارا جا چکا ہے تو یہ صرف اس کی تسلی وتشفی کے لیے کہا تھا تا کہ یہ کسی قسم کی فکر مندی میں دن نہ گزارے..........''

ارسلان کے اس جواب سے شاید ضوباہ کسی حد تک مطمئن ہوگئی تھی ممنونیت سے لمحہ بھر کے لیے اس نے ارسلان کی طرف دیکھا پھر ارسلان نے اسے مخاطب کیا۔

''ضوباہ! میں بدران اور برسق سمرقند کے بازار کی طرف جا رہے ہیں تمہیں بہن غریاد، صفیناہ اور محترم اخیموت کو اگر کسی چیز کسی شے کی ضرورت ہو تو کہیں۔''

اس پر ضوباہ مسکراتے ہوئے بول پڑی۔

''امیر! مجھے آپ کی ذات کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے..........''

ضوباہ کا یہ جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے اس کے ساتھ ہی ارسلان، بدران اور برسق وہاں سے ہٹے اور سمرقند کے بازار کی طرف چلے گئے تھے۔ آنے والی شام کو ارسلان اور ضوباہ کے نکاح اور شادی کا بہترین اور شاندار طریقے سے اہتمام کیا گیا تھا۔ جب کہ اس سے اگلے روز اپنے لشکر کے ساتھ کاشغر کا بادشاہ اور اس کا بھائی تکین کاشغر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جب کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ حمص کا رخ کر گیا تھا۔

====☆☆☆☆☆====

حمص کی طرف جاتے ہوئے جب سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک جگہ اپنے لشکر ے ساتھ پڑاؤ کیا تو اس جگہ سلطان سے دمشق کا حاکم تاج الدولہ اور حلب کا حاکم قیم لدولہ دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ آن ملے تھے۔

سلطان نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ بہترین انداز میں ان دونوں کا ستقبال کیا۔ سب سے پہلے اس نے تاج الدولہ اور اس کے لشکر کا جائزہ لیا۔ اس کے کریوں کی تربیت کی بھی تعریف کی بعد میں سلطان نے قیم الدولہ کے لشکر کا جائزہ لیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ قیم الدولہ کے لشکر کا جائزہ لیتے ہوئے سلطان دنگ رہ گیا تھا ں لیے کہ اس کے لشکریوں کا نظم ونسق عجیب تھا۔ اس نے اپنے لشکریوں کے لیے بڑی ب صورت مخصوص قسم کی وردیوں کا اہتمام کیا تھا۔ لشکریوں کے ہتھیار صیقل شدہ اور ے خوبصورت تھے۔ جنہیں دیکھ کر سلطان بہت متاثر ہوا۔ جب قیم الدولہ نے سلطان ے سامنے حلب کی آمدنی اور اخراجات کے گوشوارے پیش کیے تو سلطان قیم الدولہ سے اتنا ش ہوا کہ اس نے قیم الدولہ کو گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی حلب کے علاوہ بہت سے شہر اور علاقے بھی اس کی کمانداری میں دے دیے۔

سلطان نے دونوں کو اپنے پڑاؤ کے بالکل ملحقہ خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے قیم الدولہ اور تاج الدولہ کے لشکر وہاں پڑاؤ کر گئے تھے۔ پھر سارے سالار سلطان کے پر اس کے خیمے میں جمع ہوئے۔ سلطان انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''قیم الدولہ! تاج الدولہ! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ خصوصیت کے ساتھ تمہارے

لیے ہے۔ میں ان علاقوں کی طرف کیوں آیا ہوں۔ میرے سارے سالار جانتے ہیں ہماری پہلی مہم حمص شہر ہے یہاں کا باطنی حکمران ابن ملاحب اسلام کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہے۔ حمص کے حکمران سے نمٹنے کے بعد طرابلس، عرقہ اور افامیہ پر بھی لشکر کشی کی جائے گی۔ کیونکہ یہ شہر بھی باطنیوں کے ہمنوا ہیں۔''

اس کے علاوہ ایک لشکر یمن کی طرف روانہ کیا جائے گا یمن کے صلیحی حکمران باطنیوں کے حلیف ہیں۔ اور ان کا خاتمہ بھی بے حد ضروری ہے اس کے علاوہ مجھے حجاز کے حاکم ابو ہاشم محمد کی شکایات بھی ملتی رہی ہیں۔ گاہے بگاہے لوگ میرے پاس آتے رہے ہیں اور اس کے مظالم اس کی بے رحمی کی شکایات کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا حمص، طرابلس، عرقہ، افامیہ اور یمن کی مہمات کے علاوہ ہمیں حجاز کے حکمران ابو ہاشم محمد سے بھی باز پرس کرنی ہے کہ وہ کیوں لوگوں پر مظالم روا رکھتا ہے۔

حمص کا رخ کیا جائے گا۔ ابن ملاحب ایک انتہائی سرکش انسان ہے۔ اور ہمیں یہ بھی خبریں ملی ہیں کہ اس نے ہمارے خلاف مصر کی باطنی سلطنت کے علاوہ طرابلس عرقہ، افامیہ اور یمنیوں تک سے مدد طلب کی ہے۔ اور ان سارے علاقوں سے چھوٹے بڑے لشکر اس کے پاس جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ لیکن بہرحال حمص کے حکمران ابن ملاحب کو ہم نے سبق ضرور سکھانا ہے اور اس شہر کو باطنیوں کے چنگل سے نجات دلانا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ملک شاہ رکا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''تاج الدولہ اور قیم الدولہ شاید تمہارے لیے یہ خبر بھی نئی اور حیرت انگیز ہو کہ سمرقند کے قیام کے دوران ہم نے ارسلان کی شادی فردوروس کی بیٹی ضوباہ سے کر دی ہے۔ اب ضوباہ ارسلان کی بیوی ہے۔ اس کے علاوہ کاشغر کا بادشاہ اور اس کا بھائی تکین بھی اب پوری طرح ہمارے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور عہد کر چکے ہیں کہ جب تک وہ کاشغر کے حکمران رہیں گے ہمیں خراج ادا کرتے رہیں گے۔''

جس جگہ ہم نے پڑاؤ کیا ہے یہاں ہمارا لشکر دو روز قیام کرے گا اس طرح لشکریوں کو ستانے اور قیام کرنے کا بھی موقع مل جائے گا۔ دو دن بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ دو دن کا آرام میں اس لیے دے رہا ہوں کہ میرے لشکر میں لشکریوں اور سالاروں کے اہل خانہ بھی ہیں۔ اس لیے انہیں آرام اور استراحت کی ضرورت ہے۔ میرے خیال

اب تم لوگ اٹھو اور اپنے اپنے خیموں میں جا کر آرام کرو۔ اس پر سب سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

ارسلان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں ضوباہ خیمے کی چیزوں کو بڑے ...ئے اور سلیقے سے اپنی اپنی جگہ درست کر کے رکھ رہی تھی۔ خیمے کے فرش پر کھجور کے پتوں کی چٹائی پر بستر بچھے ہوئے تھے۔ جن کے ایک طرف گاؤ تکیے تھے۔ توشک لپیٹ کر ایک ...ف رکھ دیے گئے تھے۔ ارسلان جب خیمے میں داخل ہوا کام کرتے کرتے ضوباہ اٹھ کھڑی ہوئی ارسلان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''سارے سالاروں کو سلطان نے طلب کیا تھا...... خیریت تو ہے......؟''

ارسلان آگے بڑھا ایک نشست پر بیٹھ گیا کہنے لگا۔

''سب خیریت ہے دراصل دمشق سے تاج الدولہ اور حلب سے قیم الدولہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ چکے ہیں کچھ دیر ان کے پاس رہے پھر سلطان نے اپنے خیمے میں آئندہ مہمات کی تفصیل بتائی۔ پھر مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد سیدھا تمہاری طرف چلا آیا ہوں۔''

ارسلان کی اس گفتگو کا جواب ضوباہ دینا ہی چاہتی تھی کہ خیمے میں غریاد، صفیناہ، ...ت داخل ہوئے ان کے پیچھے پیچھے ہی ضوباہ اور ارسلان نے دیکھا قیم الدولہ، تاج الدولہ، برسق بدران کے ساتھ آ رہے تھے۔

ارسلان نے اخیموت کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر نکل کر تاج الدولہ اور قیم الدولہ کا استقبال کیا۔ برسق اور بدران بھی ان کے ساتھ تھے۔ سب خیمے میں داخل ہوئے۔ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ گفتگو کا آغاز قیم الدولہ نے ارسلان کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

''ارسلان میرے عزیز بھائی گو سلطان نے اپنے خیمے میں خصوصیت کے ساتھ مجھ پر اور تاج الدولہ پر انکشاف کیا کہ تمہاری شادی فردوروس کی بیٹی سے ہو چکی ہے لیکن جس وقت سمرقند میں یہ شادی ہوئی اس کے چند ہی دن بعد ہمیں تمہاری اور ضوباہ بہن کی شادی کی خبر مل گئی تھی۔ ساتھ ہی قاصدوں کے ذریعے سلطان کا یہ پیغام بھی مل گیا تھا کہ سلطان حمص پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لشکر میں ہم دونوں شامل ہو جائیں۔''

پہلے میں حرکت میں آیا۔ راستے میں تاج الدولہ مل گیا۔ پھر دونوں ہم یہاں پڑاؤ

میں آ گئے۔ اس وقت تمہارے پاس آنے اور تم میاں بیوی کو زحمت دینے کا مقصد یہ ہے کہ تم دونوں کی شادی کی خوشی میں تاج الدولہ اور میں تم دونوں میاں بیوی کو کچھ تحائف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی قیم الدولہ نے ہاتھ میں پکڑی ایک چرمی خرجین کھولی، اخیموت کو اپنے پاس بلایا اور چرمی تھیلی اسے دیتے ہوئے بولا۔

''محترم اخیموت یہ ہماری بہن........ضوباہ کے لیے ہے۔ اس میں ان کے لیے زیورات کچھ جواہرات اور دوسرا قیمتی سامان ہے۔'' اخیموت نے مسکراتے ہوئے تھیلی لے لی۔ قیم الدولہ جب اپنا کام مکمل کر چکا تب تاج الدولہ نے کمر سے بندھی ایک چرمی خرجین کھولی اور وہ بھی اس نے اخیموت کو تھمائی اور کہنے لگا۔

''اور یہ میری طرف سے اپنی بہن کے لیے اس کی شادی پر تحفہ ہے........''

اخیموت نے مسکراتے ہوئے دونوں تھیلیاں لے کر دائیں جانب بیٹھی ضوباہ کی گود میں رکھ دی تھیں۔ ضوباہ بھی فی الفور حرکت میں آئی اور وہ تھیلیاں اٹھا کر اس نے ارسلان کی گود میں رکھ دی تھیں۔ پھر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ اس موقع پر قیم الدولہ اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدولہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر قیم الدولہ ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم زیادہ دیر بیٹھ کر تم دونوں میاں بیوی کے لیے زحمت کا باعث نہیں بننا چاہتے۔ بس جس مقصد کے لیے ہم لوگ آئے تھے وہ ہم کر چکے'' اس کے ساتھ ہی قیم الدولہ، تاج الدولہ، برسق اور بدران خیمے سے باہر نکلے۔ ارسلان انہیں باہر تک چھوڑنے کے لیے آیا۔ جب وہ چلے گئے۔ دوبارہ اس نشست پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے اٹھا تھا۔ پھر ضوباہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ دونوں تھیلیاں تجھے قیم الدولہ اور تاج الدولہ سے شادی کی خوشی میں ملی ہیں اور یہ تھیلیاں تم نے میری گود میں رکھ دی ہیں کیا میں ان کی تقسیم کا مجاز ہوں........؟''

جواب میں ضوباہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''آپ ان تھیلیوں کے مالک ہیں۔ مجاز تو بہت دور کی بات ہے۔ جیسے چاہیں خرچ کریں۔''

اس پر ارسلان اپنی جگہ سے اٹھا ایک خرجین اس نے غریاد کی گود میں رکھ دی۔

ہری اس نے ضوباہ کو دے دی۔ پھر اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''ضوباہ ایک تھیلی تمہارے پاس دوسری غریاد کے پاس رہے گی۔ غریاد اس میں جو یاء ہیں ان کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اس کی مالک ہوگی کیا اس سلسلے میں تمہیں ئی اعتراض ہے........؟''

گھورنے کی انداز میں ضوباہ نے ارسلان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں........ ایک چھوڑ اگر دونوں تھیلیاں آپ غریاد گود میں رکھ دیتے تو میں آپ سے بھی خوش ہوتی اور غریاد کے سلسلے میں بھی بے پناہ رت کا اظہار کرتی۔''

کہتے کہتے ضوباہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اسی وقت کچھ لوگ خیمے کے وازے پر نمودار ہوئے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ ارسلان کے کہنے پر وہ اندر داخل ئے وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ برتن اندر رکھ کر چلے گئے۔ اس پر پانچوں ں بیٹھ کر پر سکون ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔

دو دن بعد لشکر نے وہاں سے کوچ کرتے ہوئے حمص شہر کا رخ کیا تھا۔

====☆☆☆☆====

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب حمص کے قریب پہنچا تو حمص کا حکمران ابن ملاحب اپنے لشکر کے ساتھ پہلے سے شہر کے نواح میں خیمہ زن تھا۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ اس لیے کہ حمص کے علاوہ طرابلس، افہامیہ، عرقہ اور یمن کے علاوہ مصر تک سے بڑے بڑے لشکریوں کے گروہ اس کی مدد کے لیے پہنچ گئے تھے۔ ان کے آنے سے اس کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا تھا۔ جس کی بناء پر اس نے سلطان کے ساتھ شہر سے باہر ٹکرانے کا عزم کیا تھا۔

سلطان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ ابن ملاحب کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی ابن ملاحب کے لشکر کے سامنے بڑی تیزی سے خیموں کا شہر آباد ہونا شروع ہو گیا تھا۔

حمص شہر ارض شام کے دریائے عاصی کے مشرقی کنارے پر سطح سمندر سے لگ بھگ پانچ سو میٹر بلند کوہ لبنان اور جبل انصاریہ کے درمیان ایک نشیبی علاقے میں واقع ہے۔ خلیج فارس سے پامیرا ہو کر بحیرہ روم جانے کا آسان ترین راستہ یہیں سے ہو کر گزرتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً حلب، طرابلس اور افامیہ کو یہاں سے شاہراہیں جاتی ہیں۔ اس شہر کی پچھلے پانچ ہزار سال کی تاریخ اہم واقعات سے پر ہے۔ دو ہزار سال قبل از مسیح حمص ایک غیر معروف مقام تھا۔ شہر کی بنیاد قدیم یونانیوں کے ہاتھوں پڑی تھی۔ اس شہر پر رومی نقشہ تعمیر کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

81 ق م سے لے کر 96ء تک حمص پر ایک مقامی خاندان حکمران تھا۔ پانچویں

صدی عیسوی تک عیسائیت یہاں جڑ پکڑ چکی تھی۔ جنگ یرموک کے بعد شہنشاہ ہرقلیس حمص چھوڑ کر چل دیا اور اسلامی لشکر حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کی زیر کمان شہر کی دیواروں کے سامنے نمودار ہوا تھا۔ تو یہاں کے باشندوں نے امان طلب کر لی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے لگ بھگ پانچ سو صحابی مفتوحہ شہر حمص میں سکونت کے لیے چلے آئے تھے۔ زمانہ قدیم سے ہی اس شہر کی چند خوبیاں تھیں۔ جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھیں اور لوگ اس شہر کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ پہلی خوبی یہ کہ یہ شہر دریا کے کنارے آباد تھا۔ دوسری یہ کہ حمص کے لوگ اور باشندے اپنی خوبروئی کی بناء پر مشہور تھے۔ یہاں ملکہ ہیلنا نے چار پایوں پر جو ایک کلیسا بنایا تھا وہ دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا تھا۔ حمص کے بازاروں میں قدیم چوکوں کا فرش تھا۔ جو اپنی خصوصیت کے لحاظ سے ساری دنیا میں مشہور تھا۔

حمص کے عجائبات میں ایک بہت بڑا مجسمہ اور پتلا بھی تھا جو حمص کے ایک کلیسا اور جامع مسجد کے دروازے پر ایستادہ تھا۔ یہ سفید پتھر کا مجسمہ تھا اس کا بالائی حصہ انسان کی صورت کا اور نیچے کا حصہ بچھو کی شکل کا تھا کہا جاتا ہے کہ اگر کسی کو بچھو کاٹ کھائے تو وہ مٹی لے کر اس پتلے سے ملتا تھا اور پھر پانی میں گھول کر پی جاتا تھا۔ فوراً تکلیف جاتی رہتی تھی اور اچھا ہو جاتا تھا۔ کہنے والوں کا کہنا تھا کہ یہ ایک طلسم تھا جو خاص طور پر بچھو کے کاٹے کے واسطے بنایا گیا تھا۔

اس شہر کی آب و ہوا کہتے ہیں بہت اچھی ہے اور زرخیز زمین اور ہموار میدان ہیں۔ یہاں کی زمین شام کی بہترین زمینوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس شہر کے لوگ نہایت حسین جمیل ہوتے ہیں۔ پینے کا پانی زیادہ تر بارش کا ہوتا ہے۔ لیکن ایک ندی بھی ہے جب مسلمانوں نے اسے فتح کیا تو یہاں کے گرجا پر قابض ہو گئے اور اس کا نصف حصہ مسجد کی صورت میں تبدیل کر دیا اس کے قریبی چوک میں ایک گنبد ہے جس کی چوٹی پر بچھو والا برجی بنا ایستادہ ہے۔

مشہور مؤرخ ابن جبیر لکھتا ہے کہ حمص کے باشندے جنگ میں بڑی بہادری اور استقامت میں مشہور ہیں اور اس وصف میں حلب کے لوگ ان سے دوسرے نمبر پر ہیں یہاں کا موسم مرطوب اور سمندر کی ہوا خوش گوار ہوتی ہے۔ شہر کے جنوب میں ایک مضبوط

قلعہ ہے۔ مشرق کی طرف قبرستان میں حضرت خالد بن ولیدؓ ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ اور حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہؓ کی قبریں ہیں۔ حمص کی شہر پناہ بہت مضبوط اور قدیم ہے اس کو سنگ سیاہ سے بنایا گیا تھا۔ شہر کے پھاٹک بہت اونچے اور آہنی ہیں اور ہر ایک کے اوپر بلند برج بنے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ اس انکشاف سے اختلاف کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ حمص میں دفن ہوئے ہیں اس لیے کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت خالدؓ نے مدینہ میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے اور جو شخص حمص میں دفن ہے وہ ایک دوسرا شخص خالد ابن یزید بن معاویہ ہے۔ جس نے حمص کا قلعہ تعمیر کرایا تھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے شہر کے مشرق میں ابن ملاحب کے سامنے پڑاؤ کیا تھا۔ اس دور میں بھی حمص بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے گرد شہر پناہ انتہا درجہ کی مضبوط تھی۔ جنوب میں بلند پہاڑی پر مضبوط قلعہ تھا۔ یہ شہر دمشق اور حلب کے درمیان واقع ہے اور یونانی فلسطین کے زیتون یہاں لائے اور یہاں زیتون کے باغات انہوں نے قائم کئے۔

بہر حال حمص کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک رات دونوں جانب خاموشی رہی۔ اس کے بعد حمص کے حاکم ابن ملاحب نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے طبل اور نقارے بجوا دیے تھے۔ صفیں درست ہونے لگی تھیں۔ درمیانی حصے میں حمص کا حکمران ابن ملاحب خود رہا دائیں جانب اس نے مصر اور یمن کی طرف سے آنے والے لشکریوں کو رکھا تھا۔ بائیں جانب وہ لشکری تھے جو عرقہ، افامیہ طرابلق اور دیگر باطنی شہروں کی طرف سے آئے تھے۔

دوسری جانب سلطان ملک شاہ سلجوقی نے بھی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ درمیان میں سلطان خود رہا اپنے ساتھ اس نے قیم الدولہ کو رکھا تھا۔ دائیں جانب ارسلان اور بدران تھا۔ جب کہ بائیں جانب تاج الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔ لشکر کے پیچھے جو پڑاؤ قائم کیا گیا تھا۔ اس میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ان کے لیے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتے ہوئے برسق کی کمانداری میں دیا گیا تھا تاکہ وہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کا سامان کر سکے۔

یہ سارے انتظامات مکمل ہونے کے بعد ابن ملاحب نے جنگ کی ابتدا کی اور وہ سرد کہر آلود راتوں کے پرخزاں موسموں میں کالے بخار کی سی کیفیت، محرومی اور نا امیدیوں

کی لہروں میں کفر ساماں اطوار کے انتشار، گھبراہٹ، خوف اور دہشت میں تلخیوں اور محرومیوں بھرے عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابن ملاحب بڑا پرامید تھا کہ اس کے ساتھ مختلف شہروں کے لشکری ہیں اور وہ سلطان کو پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا۔ دوسری جانب ابن ملاحب کے حملہ آور ہونے کے بعد سلطان کے لشکر میں مخصوص اشارے کے بعد اس طرح تکبیریں بلند ہوئی تھیں جیسے آدھی رات کے آسمان پر درندوں کی طرح دھاڑتی آندھیاں اٹھ کھڑی ہوں پھر سلطان اور اس کے سالاروں نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ ابن ملاحب اور اس کے حواریوں پر سمندری آندھیوں کے قافلوں کو بے پایاں خروش کے ساتھ کھڑا کرتی برہم ہواؤں اندھی وراثتوں کو شکستہ کالی روایتوں کو بھسم کر دینے والے جرات ایمانی کے جذبوں، شعلے برساتی آتش فشانی اور زیست کے عنوان تک کو مرگ کی تہوں میں ڈبوتی، سخت گرفت کی آہنی ضرب کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان اور اس کے سالاروں کے اس طرح حملہ آور ہونے سے دلوں پر چوٹ پڑنے لگی تھی۔ سینوں میں ہوک اٹھنا شروع ہو گئی تھی۔ اور چیختی ہواؤں کے رقص کرتے بگولوں جیسے حملوں کے سامنے جذبے دربدر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

حمص شہر کا نواحی علاقہ ہجر کی سیاہ رات، درندگی اور سفاکی کا شکار ہونے لگا تھا۔ چار سو کو بہ کو جوہر اغیار حرص و ستم کے طوفان اور ہوس کے شیاطین اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تنگ کی بھٹی سینوں کو ادھیڑنے والے برق کے خونی شراروں، چہروں کو مسخ کر دینے والی تخریب کی پیاسی لو، تباہی کی آگ مایوسی کے اندھیرے کھڑے کرتی قہرمانیوں کی اندھی آتش کی طرح کھول اٹھی تھی۔

ہر شے بھوکی ننگی حیات کے بازار میں زندگی کے ہر دلکش روپ سے محروم ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جگر تک کو ناسور کر دینے والی زہر آگیں صحرائی صرصر فضاؤں میں غموں کی بندکاری اور ذہنوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی صدائیں کھڑی کرنا شروع ہو چکی تھی۔ موت بند قبائیں کھولے اپنی بے قراری کا فسوں پھونکنے لگی تھی۔ صداؤں کا بھونچال زیست کے گھر کو طوفانی اور انسانی خون سے زمین کو تپانے لگا تھا۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوئی۔ ابن ملاحب کی ساری غلط فہمیاں آہستہ آہستہ دور

ہونا شروع ہو چکی تھیں۔ اس لیے کہ اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ جنگ کے شروع ہی میں وہ پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان کے لشکر میں گھسنے کی کوشش کرے گا لیکن یہاں معاملہ الٹا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ سلطان کے لشکری بڑی تیزی سے اگلی صفوں کو روندتے ہوئے ابن ملاحب کے وسطی حصے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

یہ صورتحال ابن ملاحب کے لیے بڑی ہولناک تھی۔ اب سماں کچھ یوں ہو گیا تھا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکری ابن ملاحب کے لشکر کے وسطی حصے تک پہنچ گئے تھے۔ یہ معاملہ یقیناً ابن ملاحب نے اپنے لیے خطرناک خیال کیا لہٰذا اس نے پسپائی کے نقارے بجوا دیے۔ نقاروں کی آوار سنتے ہی ابن ملاحب کے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے۔ تاکہ حمص شہر میں محصور ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔

لیکن ابن ملاحب اور اس کے لشکریوں کی بدقسمتی کہ سلطان کے لشکری تو پہلے ان کے لشکر کے وسطی حصے میں پہنچ چکے تھے۔ اب جو ابن ملاحب کے لشکریوں نے بھاگ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو سلطان کا پورا لشکر بھی ان کے پیچھے لگ گیا کچھ لشکری پہلے ہی ابن ملاحب کے لشکر کے اندر شامل ہو چکے تھے۔ لہٰذا سلطان کا لشکر بھی ابن ملاحب کے لشکر کو روندتے ہوئے حمص شہر کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

شہر کے اندر ایک بار پھر آخری اور ہولناک رن پڑا جس میں ابن ملاحب کی ساری قوت کو کچل کے رکھ دیا گیا اور حمص شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ابن ملاحب جو حمص کا حکمران تھا۔ جنگ کے دوران مارا جا چکا تھا۔ سلطان شہر کے نظم و نسق میں لگ گیا تھا۔ اسی دوران سلطان کو خبر ہوئی کہ امر موسیٰ کا نائب ذکریا بلخی اور حسن بن صباح کا داعی کبیر ابن عطاش دونوں قزوین شہر کی ایک سرائے میں قیام کیے ہوئے ہیں یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ امر موسیٰ کی موت کے بعد ذکریا بلخی حسن بن صباح کی تنظیم میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس موقع پر سلطان نے تین بہترین قدم اٹھائے۔ پہلا یہ کہ ارسلان اور بدران کو چند دستوں کے ساتھ قزوین کی طرف بھجوایا تاکہ ذکریا بلخی اور باطنیوں کے داعی کبیر ابن عطاش سے نپٹا جا سکے۔ دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ قیم الدولہ اور تاج الدولہ دونوں کو ان کے لشکریوں کے ساتھ سلطان نے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ طرابلس، عرقہ اور افامیہ پر

حملہ آور ہو کر انہیں ان کے ظالم حکمرانوں سے نجات دلائیں۔

تیسرا قدم سلطان نے یہ اٹھایا کہ اپنے سالار عثمان جنگ کو اس نے یمن کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں جو صلیحی نام کی باطنی حکومت ہے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ خود سلطان اصفحان کی طرف چلا گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

ادھر حسن بن صباح بھی بڑی تیزی سے اپنی تحریک کو ترقی دے رہا تھا۔ قلعۂ الموت پر حسن بن صباح کا قبضہ آئندہ ترکتازیوں کا محض نکتہ آغاز تھا۔ پہلے اس نے قلعہ کا نام بلدۃ الاقبال رکھا۔ اور اسی قلعے کو اپنا صدر مقام بنا کر اس نے اپنی سیاسی اور مذہبی قوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ زبردست جدوجہد کرتے ہوئے اس نے متعدد کوہستانی آبادیاں اور قلعے سرنگوں کر لیے یہاں تک کہ صوبہ رودبار کے بیشتر حصے پر اس کا تصرف ہو گیا تھا۔ اس طرح اس نے سلجوقی سلطنت کے اندر ایک آزاد اور خودمختار ریاست قائم کر لی۔ اور شیخ الجبال کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس کی ریاست کو مؤرخین نے دولت اسماعیلیہ مشرقیہ، دولت ملاحدہ یا باطنیہ اور دولت اسماعیلیہ یا حشاشین کا نام دیا ہے۔ ایک گمنام اور غریب شخص کے ہاتھوں ایک آزاد ریاست کا قیام بجائے خود حسن بن صباح کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر جس چیز نے اسے تاریخ عالم میں مستقل جگہ دی وہ اس کا عجیب وغریب مذہبی نظام تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ یہی مذہبی نظام اس ریاست کی تاسیس اور پھر اس کے استحکام کا باعث بنا۔

اپنی تنظیم وتحریک کو خوب مستحکم کرنے کے بعد حسن بن صباح نے کیا بزرگ امید نام کے ایک شخص کو اپنے قلعہ الموت کا قلعہ دار مقرر کیا۔ کیا بزرگ امید نام کا یہ شخص حسن بن صباح کا بڑا معتمد آدمی تھا۔ حسن بن صباح کی موت کے بعد یہی کیا بزرگ شیخ الجبل بنا، اس کے بعد تیسرا شیخ الجبل محمد بن کیا بزرگ امید تھا۔ چوتھا شیخ الجبل حسن بن محمد تھا۔ اس نے

اپنے مریدوں کو تمام شرعی قیود سے آزاد کر دیا تھا۔ اس لیے علماء نے حشیشین کو ملاحدہ قرار دیا۔ پانچواں محمد ثانی بن حسن تھا۔ چھٹا جلال الدین بن محمد ثانی ملقب بہ حسن ثالث تھا۔ یہ شیخ الجبل باطنی مذہب کو ترک کر کے شریعت اسلامیہ کا پیروکار ہو گیا تھا۔ لہٰذا حسن بن صباح کے پیروکاروں نے اسے زہر دے کر مار ڈالا۔ ساتواں شیخ الجبل علاؤ الدین محمد ثالث تھا۔ آٹھواں شیخ الجبل رکن الدین خورشاہ تھا۔ ان سب شیخ الجبل کی کل مدت حکومت ایک سو اکہتر سال تھی۔ آخر ہلاکو خان مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس تحریک پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح صاحب تصنیف بھی تھا۔ اس نے علم ہندسہ میں تین کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں ان کے نام کتاب العمل بذات الخلق، کتاب الکرہ اور کتاب الاشکال والمشائخ تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حسن بن صباح اپنے فدائیوں کو حشیش کھانے پینے کی چیزوں میں ملا کر پلا دیتا تھا جب وہ مدہوش ہو جاتے تو ان کو ایک جنت نظیر باغ میں پہنچا دیا جاتا تھا جو دو گھاٹیوں کے درمیان تھا۔ اور اس کے گوشہ گوشہ میں صبح بہار کے لمحات اور شام نشاط کی کیف سامانیاں بکھری پڑی تھیں۔ اس جنت میں ہر قسم کے پھلدار درخت پھولوں کے تختے تھے اور رنگا رنگ طیور ہر طرف چہچہاتے پھرتے تھے۔ جگہ جگہ صاف اور شفاف پانی کے چشمے ابلتے تھے اور نہریں بہتی تھیں۔ ان کے کناروں پر نہایت خوبصورت محل تعمیر کیے گئے تھے۔ جن میں نلوں کے ذریعے شراب، دودھ اور شہد پہنچایا جاتا تھا۔ باغ اور محلوں میں تربیت یافتہ نوخیز پری چہرہ لڑکیاں حوران بہشت بن کر فدائیوں کی خدمت کرتی تھیں۔

چند دن میں جب ان فدائیوں کو یقین آ جاتا کہ وہ فی الواقع اس بہشت میں پہنچ گئے ہیں جس کا وعدہ اللہ نے ان سے کر رکھا ہے تو ایک دن پھر انہیں حشیش کے نشے میں مدہوش کر کے اس باغ سے نکال دیا جاتا تھا۔ پھر وہ اسی بہشت کی آرزو میں اپنی زندگی کو تلخ سمجھنے لگتے تھے اور شیخ الجبل کے اشارہ ابرو پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اسی حشیش کی نسبت مؤرخین نے حسن بن صباح کے فدائیوں کو حشیشین اور شیخ الجبل کو صاحب الحشیش کا خطاب بھی دیا ہے۔

بعض مؤرخین نے حسن بن صباح کی اس جنت کو محض ایک افسانہ قرار دیا ہے اور لکھ

دیا ہے کہ حسن نے اس قسم کی کوئی مصنوعی جنت نہیں بنائی تھی لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ جنت کا مالک ہے چنانچہ وہ اپنے فدائیوں کو پہلے بھنگ پلا کر مدہوش کر دیتا تھا اور پھر اپنی پراسرار قوتوں کو بروئے کار لا کر جنت اور اس کے لوازم حور وقصور، باغ و بہار، کوثر و تسنیم، دودھ اور شہد وغیرہ کی تصویریں اس انداز سے ان کے ذہنوں میں نقش کرتا کہ وہ اپنے آپ کو حقیقی جنت میں تصور کرتے تھے۔ جب وہ ہوش میں آ جاتے تو ایک بار دیکھا دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے کے مصداق اس خیالی بہشت کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے تھے۔

حسن بن صباح نے جو جنت بنائی اس جنت نظیر باغ کا سراغ پہلی بار اس وقت ملا جب وینس کا مشہور سیاح مارکو پولو ہجری 648 میں الموت پہنچا اور بعد میں اپنے سفر نامہ میں تفصیل سے اس باغ کا ذکر کیا۔ اس وقت حسن بن صباح کا چھٹا جانشین علاؤ الدین وہاں کا شیخ الجبل تھا۔

☆☆☆

حسن بن صباح ایک روز قلعہ الموت کے ایک عجیب وغریب اور انتہائی مستحکم کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ کمرے میں اس کا نائب اور الموت کا قلعہ دار کیا بزرگ امید داخل ہوا۔

حسن بن صباح کو دیکھتے ہی کمر کو خوب جھکا کر اس نے اس کو تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

''شیخ آپ نے مجھے طلب کیا.........''

حسن بن صباح نے گردن کو مسکراتے ہوئے خم کیا.........تب کیا بزرگ امید آگے بڑھ کر حسن بن صباح کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد حسن بن صباح نے گفتگو کا آغاز کیا پھر کیا بزرگ امید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز! ہم نے کافی حد تک اپنی تحریک کو کامیاب کر لیا ہے.........کوہستانی سلسلے کے وسیع علاقوں پر ہمارا تسلط ہے یوں کہہ سکتے ہو کہ ان پر ہماری حکومت ہے۔ اب جب کہ اپنی اس تحریک کو ہم اپنے عروج کی طرف لانے میں کافی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔ ہزاروں پر مشتمل ہمارے پاس لشکر بھی ہے۔ تو جس کام کی غرض سے یہ تحریک بنائی گئی ہے اس کی ابتداء کرنی چاہیے۔''

حسن بن صباح لمحہ بھر کے لیے رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''شاید تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں.........''

بزرگ امید نے گردن سیدھی کی مسکرایا.........کہنے لگا۔

''شیخ الجبل! آپ کا کہنا درست ہے۔ میں جان گیا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس تحریک کو اپنے عروج کے دور میں داخل کرنے کے بعد اب ہم نے بڑے سیدھے طریقے سے اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کا سلسلہ شروع کرنا ہے۔ وہ کون سا شخص ہے وہ کون سا بدقسمت انسان ہے جس کا نام اس وقت قضا کے سلسلے میں آپ کے ذہن میں ہے.........''

حسن بن صباح ایک بار پھر بڑی مکروہ ہنسی ہنسا پھر کہنے لگا۔

''میں سب سے پہلے اپنی تحریک کا نشانہ اپنے قدیم دوست نظام الملک طوسی کو بنانا چاہتا ہوں.........میں چاہتا ہوں کسی ایسے شخص کا کسی ایسے فدائی کا انتخاب کرو جو کسی مناسب موقع پر نظام الملک طوسی کا خاتمہ کر دے۔''

بزرگ امید تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں پڑا رہا۔ سوچتا رہا اور اس کے بعد اجازت طلب انداز میں اس نے حسن بن صباح کی طرف دیکھا اپنی جگہ سے اٹھا، کمرے سے باہر آیا اور وہاں جو مسلح جوان تھا اس کے کان میں کھسر پھسر کی پھر دوبارہ اپنی جگہ پر آن کے بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے کے دروازے پر ایک نوجوان نمودار ہوا۔ حسن بن صباح اور بزرگ امید دونوں نے ایک ساتھ گہری نگاہ اس پر ڈالی اس پر بزرگ امید نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر بلایا۔ وہ اندر آیا، بزرگ امید کے کہنے پر شیخ الجبل حسن بن صباح کے سامنے آن کھڑا ہوا پھر اس کمرے میں بزرگ امید کی آواز گونجی تھی۔

''شیخ! یہی شخص ہے جس کا انتخاب میں اس کام کے لیے کر چکا ہوں۔ جس کا آپ نے اظہار کیا ہے۔ اس کا نام ابو طاہر حارث ہے۔ اور جس کام کی ابتداء آپ کرنا چاہتے ہیں وہ کام یہ شخص بڑے احسن اور بڑے اچھے خفیہ طریقے سے کر سکتا ہے۔ یہ نوجوان جس کا میں نے ابو طاہر حارث بتایا ہے بپھرے تند دھاروں اور بے خطر اڑانوں سے بغل گیر ہونے والے شاہین کی طرح جراتمند، مستی میں جھاگ اڑاتی ندیوں، منزل خونبار کی بے

چین مسافتوں، جیسا تیز دست، سرپھری آوارہ خواہشوں تخریب کاری کی تابکاریوں جیسا جاں نثار اور وہموں کی سیاہی میں سلگتے بھڑکتے لمحوں جیسا قابل اعتماد ہے۔ اپنی جراتمندی، اپنی جاں نثاری سے یہ کوہستانوں کی برف میں آگ کے پھول کھڑے کرسکتا ہے۔ شب کے سرابوں میں ہواؤں کی خونی قبا تک اتار سکتا ہے۔ ان کہی داستانیں کھڑی کرتی شیطنیت کے چیتھڑے اڑاتی آندھیوں میں یہ شخص مضطرب تشنگی کے نوحوں، امڈتے بدری کے بج کھڑے کرسکتا ہے۔ رسم ابلیسی کے ستم کے الاؤ روشن کرسکتا ہے۔ عصمتوں پر گندگی اچھالنے والی برہنہ شیطان کی زرد پتوں کی کہانیوں تک کو جنم دے سکتا ہے۔''

جب تک بزرگ امید بولتا رہا حسن بن صباح بڑے غور سے اس نوجوان کی طرف دیکھتا رہا۔ جو دونوں پاؤں کو ایک ساتھ ملائے چھاتی پر دونوں ہاتھ باندھے باادب کھڑا تھا۔

بزرگ امید جب خاموش ہوا تو حسن بن صباح نے اس نوجوان کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز! بزرگ امید تمہیں کف دوستی اور ہمدمی کی بقائے جان سمجھ کر پیش کر چکا ہے۔ تم جیسے نوجوان ہی قضا خیز مجبوریوں کی چادر میں امیدوں کی بالکونی ثابت ہوسکتے ہیں۔''

تم جیسے نوجوان ہی زمین کی اندھی کوکھ سے خون مانگتی پیاس اور گونگے بہرے خوابوں سے اندھی تعبیریں نکال سکتے ہیں۔

میں تمہیں ایک انتہائی اہم کام سونپنا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ تم اس کام کو احسن طریقے سے انجام دو گے۔ اگر تم نے اس کام کو میری خواہش اور مرضی کے مطابق انجام دے لیا تو یوں جاننا ہم نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے خلاف ایک بہت بڑا معرکہ سر کرلیا ہے۔

ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنا کہ جو مہم تمہیں سونپی جانے والی ہے اس میں جان کا خطرہ بھی ہے تم ختم بھی ہوسکتے ہو کیا یہ بات تمہیں پہلے سے بتائی گئی ہے۔

حسن بن صباح کی اس گفتگو کے جواب میں لمحہ بھر کے لیے ابوطاہر حارث مسکراتا رہا پھر اس کی چھاتی تن گئی اور حسن بن صباح کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''شیخ میرے کام کے سلسلے میں آپ بالکل مطمئن بالکل آسودہ رہیں۔ اپنے جس دشمن کی طرف بھی اشارہ کریں گے اس پر میں عین آپ کی خواہشوں آپ کی مرضی کے مطابق ضرب لگاؤں گا۔ اور ضرب بھی ایسی لگاؤں گا کہ اٹھ نہ پائے گا۔ اب آپ یہ کہیے کہ اس مہم کی نوعیت کیا ہے جو مجھ کو سونپی جانے والی ہے۔ کون سا وہ بدقسمت شخص ہے جس کی زندگی کے دن گنے جاچکے ہیں اور جو مصاف زندگی ہار جانے کے عمل میں داخل ہو چکا ہے۔''

ابوطاہر حارث کے ان الفاظ پر حسن بن صباح تھوڑی دیر تک خاموش رہا تاہم اس کے ہونٹوں پر مکروہ قسم کی ہنسی کھیلتی رہی پھر اس نے ابوطاہر حارث کو مخاطب کیا۔

''ابوطاہر تیرا ہدف سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر نظام الملک طوسی ہے ہر صورت اس کا خاتمہ کرنا ہے اور اس کا خاتمہ اس طرح کرنا ہے کہ تاریخ کی گمنام مسافتوں میں آنے والے مؤرخ کا ہاتھ اور قلم دونوں ہماری تحریک تک نہ پہنچ سکیں لوگ اسے فطرت کا کاتب تقدیر خیال کرنے لگ گئے ہیں۔ خدائے خشک وتر کی اس زمین وقت کے تاریخ دان اسے قسمتوں کا حروف خوان، ٹوٹی کہانیوں کا جوڑنے والا بکھرے قصوں کو مجتمع کرنے والا سمجھتے ہیں جب کہ میں اسے ذلیل ورسوا دیکھنا چاہتا ہوں۔''

وہ میرا پرانا رفیق وہمراز رہا ہے۔ بے بسی اور بے کسی سے نکل کر میں اس کے پاس گیا چاہتا تھا۔ کہ اس جیسا منصب حاصل کروں اس جیسی عزت اور وقار مجھے ملک شاہ سلجوقی کے ہاں حاصل ہو اگر اس جیسا نہ بن سکوں تو کم از کم اس کا منصب ہی چھین کر اپنے دامن اپنی جھولی میں سمیٹ لوں۔ لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ اب میں اسے اس کی موجودہ منصب کی سیڑھیوں سے اتار کر قضا خیز مجبوریوں کی چادر اوڑھا دینا چاہتا ہوں۔ میں اس کے ہاں ایک عرصہ رہا اپنی بہترین دانشمندی اپنی ساری ذہانت، اپنے سارے تجربے کو استعمال کرتے ہوئے میں نے اس کے منصب کو حاصل کرنے کی کوشش کی یہ بھی جدوجہد کی کہ کم از کم اس کو اس کے منصب سے گرا کر ہی میں اس کا منصب حاصل کرسکوں لیکن اس کی موجودگی میں میری حالت جبر کے سوکھے موسموں میں سیاہ لمحوں کے سفر اور سرخ تپتی زیست کے جھگڑوں میں بے ثمر موسموں کی داستانوں سے زیادہ اہمیت اختیار نہ کرسکی۔ یہ پہلا شخص ہے جس کی دانائی، جس کی عقلمندی، جس کی فراست کے سامنے میں حسن بن صباح

ناکام رہا۔

میں اس سے اپنے ماضی کا انتقام لوں گا۔ میں جب ذلیل وخوار ہو کر اس کے ہاں سے نکلا تھا تو اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر کبھی وقت آیا اور مجھے توفیق ہوئی تو اس کے منہ کو ایسی لگام ڈالوں گا کہ خیر وشر کے تفاوت تک کو بھول کر وہ اندھے ستم اور اندھیری گھٹن اور جس میں بل کھاتے زہریلے لمحوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے گا لیکن اب میں اس ارادے کو ہی ترک کر چکا ہوں سوچا تھا کہ اسے اذیتوں کا باعث بناؤں گا جب وہ تکلیف میں ہوگا ایذا برداشت کرے گا تو اس کی تکلیف میرے لیے باعث تسکین بنے گی۔ لیکن نہیں اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ مکمل طور پر اس کا خاتمہ کر دیا جائے یہی میرے انتقام کی انتہا ہے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ درد کے بستر پر جب وہ قلبی وحشت اور دل فگاری کے ساتھ پڑا رہے گا تو اس کی یہ حالت میرے لیے قلبی سکون کا باعث بنے گی لیکن نہیں میں اب اس کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ بالکل ایسے ہی جیسے خشک پودوں
کی بریدہ شاخوں کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ سن ابوطاہر اس کے لیے موت کی دف بجانے اور مرگ کی اندھی چاپ اس پر مسلط کرنے کے بعد اپنے آپ کو بچا کر بھاگ نکلنے کی کوشش کرنا۔

اس کی تاک میں رہو۔ ایک دم عام لوگوں کی طرح کسی مجمع کے اندر اس پر نہ جھپٹ پڑنا۔ حالات کو دیکھنا محل وقوع کو خیال میں رکھنا اور کوشش کرنا جب وہ اکیلا کہیں اپنی خیمہ گاہ سے نکلنے یا کسی کام سے فارغ ہو کر اپنے خیمے کی طرف جائے تو اس کے سامنے آنا اس سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرنا جب وہ تمہارے ساتھ مصافحہ کرے تو چھری مار کر اس کا خاتمہ کر دینا''

''ابوطاہر حارث کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ تھی کہنے لگا۔''

''شیخ آپ مطمئن رہیں۔ جیسا آپ چاہ رہے ہیں ایسا ہی ہوگا............ میں یہاں سے نکلنے کے بعد نظام الملک طوسی کے اردگرد رہوں گا۔ اس کی تاک لگائے رکھوں گا اور جب بھی مجھے مناسب موقع ملے گا اس کا خاتمہ کر کے اس کی موت کی اطلاع دینے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

ابوطاہر حارث کی اس گفتگو سے حسن بن صباح خوش ہو گیا تھا پھر اس نے اسے

جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اجازت ملنے کے بعد ابوطاہر حارث وہاں سے نکل گیا تھا۔
جب کہ حسن بن صباح قلعہ الموت میں اپنے نائب اور قلعہ دار بزرگ امید کے ساتھ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگا تھا۔

====☆☆☆☆====

قیم الدولہ اور تاج الدولہ حمص سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ طرابلس پہنچے طرابلس کے نواح میں انہوں نے پڑاؤ کیا یہ شہر بھی عجیب و غریب تھا۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے اور امیر معاویہؓ کو انہوں نے شام کا والی مقرر کیا تو انہوں نے اپنے ایک سالار سفیان بن موجب کو لشکر لے کر طرابلس پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت یہ شہر تین بستیوں کا مجموعہ تھا۔ سفیان نے ان بستیوں سے ذرا فاصلے پر حصن سفیان کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس قلعے کے اندر اس نے اپنی عسکری طاقت کو مجتمع کیا۔ اور اس طاقت اور قوت کے ذریعے اس نے ان تینوں بستیوں کی ایسی ناکہ بندی کی کہ خشکی اور سمندر دونوں طرف سے ان بستیوں کے اندر رسد آنے کی راہیں مسدود کر دیں۔ چونکہ وہ تینوں بستیاں سمندر کے کنارے تھیں اور کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے ان کا تعلق رومنوں کے شہنشاہ ہرکولیس سے تھا۔

جب طرابلس کی ان تینوں بستیوں کی ناکہ بندی کی جا چکی تب جو نصرانی وہاں آباد تھے انہوں نے تیز رفتار قاصد رومنوں کے شہنشاہ کی طرف روانہ کیے، اس نے کچھ جہاز بھیجے جو رات کے وقت بندرگاہ میں داخل ہوئے اور ان تینوں بستیوں کے نصرانیوں کو نکال کر لے گئے۔

اس طرح سفیان نے بڑی آسان ترکیب سے طرابلس کی ان تینوں بستیوں پر قبضہ کر لیا۔ امیر معاویہ نے ایرانیوں کو لا کر اس شہر میں آباد کیا۔ اور بندرگاہ کو دوبارہ استوار اور آباد کرنے کے لیے یہودیوں کو آباد کیا گیا۔ اب بھی وہ لوگ جو طرابلس کی بندرگاہ کے

...ں پاس آباد ہیں انہی یہودیوں کی نسل سے ہیں۔

طرابلس قیم الدولہ کے شہر حلب سے لگ بھگ ایک سو پچاس (150) میل کے ...ملے پر تھا۔ شہر کی ساری نواحی آبادی باغوں، مزرعوں اور درختوں سے بھری ہوئی تھی۔ ...بکر کثرت سے پیدا ہوتا تھا۔ اور اسی طرح نارنگی، سنگترہ، کیلا، لیموں اور کھجور خوب ہوتی تھی۔ طرابلس ایسے مقام پر آباد تھا کہ اس کے تین اطراف میں سمندر تھا اور تموج کے وقت شہر پناہ تک سمندر کی اچھال آ جاتی تھی۔ خشکی کی طرف کے پہلو کو ایک زبردست خندق بنا کے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ یہ فصیل کے مشرق میں واقع تھی۔ اور اس کے پار شہر کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے لوہے کا نہایت مضبوط پھاٹک بنا دیا گیا تھا۔

شہر کی فصیل تراشیدہ پتھروں کی تھی۔ اور بڑی مضبوطی سے اسے تعمیر کیا گیا تھا۔ جس کے سامنے دمدمے تھے۔ ان کے پیچھے لشکریوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا تا کہ وہ شہر کا دفاع کر سکیں۔ کیونکہ اس شہر کو ہمیشہ یونانی حملہ آوروں سے خطرہ رہتا تھا۔

طرابلس شہر میں ان دنوں سرائیں بہت تھیں جو چار چار پانچ پانچ منزلوں کی تھیں بعض تو چھ منزلہ اونچی بنی ہوئی تھیں لوگوں کے خانگی مکانات اور بازار بھی بہت اچھے بنے ہوئے تھے۔ اور نہایت صاف رکھے جاتے تھے۔ ان کی شان و آرائش دیکھ کر ان پر کسی محل کا دھوکہ ہوتا تھا۔

شہر کے وسط میں بڑی جامع مسجد بنی ہوئی تھی۔ سلیقے اور بڑے طریقے سے مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کا حوض اس کے وسط میں برنجی فوارہ اور اس کے اوپر بہت بڑا گنبد بنا دیا گیا تھا۔ بازاروں میں بھی آبدار خانہ بنایا ہوا تھا۔ جس کی پانچ ٹونٹیوں سے جتنا چاہے پانی لے سکتے تھے اور زائد پانی بہہ کر سمندر میں چلا جاتا تھا۔

ان دنوں طرابلس میں سمرقند کی طرح بہترین کاغذ بنتا تھا۔ طرابلس شہر کے بالمقابل سمندر کے اندر چار چھوٹے چھوٹے جزیرے تھے ان میں پہلا خشکی سے قریب ترین تھا۔ ...کا نام نرگس تھا۔ یہ بہت چھوٹا اور لگ بھگ غیر آباد تھا۔ دوسرے جزیرے کا نام آمود ...۔ اس کے بعد تیسرا جزیرہ الراہب اور چوتھا جزیرہ ازقون کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہ تینوں جزیرے کسی حد تک آباد تھے۔

ابن بطوطہ اس شہر کے متعلق لکھتا ہے کہ اس شہر میں پانی کی متعدد نہریں اور بہت

سے باغ ہیں۔ مکانات نئے بنے ہوئے ہیں۔ سمندر اب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اس کے کنارے پر پرانی بستی کے کھنڈرات بھی نظر آتے ہیں۔ اس شہر پر کسی دور میں صلیبیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن بعد میں مصر کے سلطان رکن الدین بیبرس نے دوبارہ ان سے چھین لیا اور تاراج کر کے شہر کو از سر نو آباد کیا۔ اس شہر کے حمام بڑے عمدہ، صاف ستھرے اور جدید خیال کئے جاتے تھے۔

بہر حال قیم الدولہ اور تاج الدولہ دونوں نے اس شہر کے نواح میں اپنے متحدہ لشکر کا پڑاؤ کیا۔ پھر اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد انہوں نے بڑی سختی سے شہر کا کچھ اس طرح محاصرہ کر لیا کہ باہر سے کوئی بھی چیز اندر نہ جانے دیتے تھے نہ اندر سے کوئی چیز باہر نکل سکتی تھی۔ سمندر کا راستہ بھی مکمل طور پر مسدود کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ اس طرح گویا شہر کا ناطقہ بند کر دیا گیا تھا۔

طرابلس شہر کے باطنی حکمران کو جب خبر ہوئی کہ محاصرہ ایسا سخت ہے کہ باہر کی دنیا سے ایک طرح سے اس کا رابطہ اور تعلق ختم ہو چکا ہے تب اس کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ شہر حوالے کر دیا جائے۔ اس نے اپنے عمائدین سلطنت کے ساتھ مل کر چند شرائط مرتب کیں پھر مغرب کی نماز کے بعد ایک وفد تیار کیا گیا اور اس وفد کے اراکین میں شہر اور حکومت کے سرکردہ لوگ شامل تھے۔ طے یہ پایا کہ قیم الدولہ اور تاج الدولہ دونوں سے اکٹھے ملاقات نہ کی جائے بلکہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ معاملہ طے کر لیا جائے۔ کیونکہ دونوں مل کر ہو سکتا ہے ان کی شرائط ماننے سے انکار کر دیں۔

اس تجویز کے تحت رات کی گہری تاریکی میں وفد کو اس طرف بھیجا گیا جہاں تاج الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا یہ وفد اس وقت تاج الدولہ کے خیمے میں پہنچا جس وقت وہ خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ تاہم یہ وفد جب اس کے پاس آیا تو اس نے اپنے چند سالاروں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر تاج الدولہ کے استفسار پر وفد کا جو سرکردہ تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم تاج الدولہ! ہم طرابلس کے حاکم کے حکم پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم تحریری طور پر کچھ شرائط لے کر آئے ہیں۔ وہ شرائط آپ دیکھ لیں۔ طرابلس کے حکمران کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر آپ ہماری یہ شرائط قبول کر لیں تو ہم شہر آپ کے حوالے

کر دیں گے۔"

"وہ شرائط دکھاؤ........ جو طرابلس کے حکمران نے بھجوائی ہیں" اس پر ان میں سے ایک نے طے کیا ہوا کاغذ نکال کر تاج الدولہ کے سامنے رکھ دیا۔ تاج الدولہ نے شرائط پڑھیں۔ چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ آنکھوں میں برہمی عود کر آئی تھی۔ کاغذ کو پہلے کی طرح اس نے طے کیا اور جس نے دیا تھا اس کو لوٹاتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں یہ شرائط قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں........ واپس جاؤ اور طرابلس کے حکمران کو میری طرف سے جا کے کہنا کہ ہم ان شرائط کو تسلیم نہیں کرتے۔ طرابلس شہر ہمارے حوالے کر دو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ہم بزور شمشیر شہر پر قبضہ کریں گے اور جب ہم شہر کی فصیل پر حملہ آور ہو جائیں گے تو طرابلس کے اندر کوئی ایسی قوت نہیں جو ہمیں روک سکے۔ اور جب ہم اپنی طاقت اور قوت کے بل بوتے پر شہر کو فتح کریں گے تو شہر کی جو حالت ہو گی اس کا نقشہ میرے خیال میں ابھی سے تمہارے ذہن کے قرطاس پر تیر گیا ہو گا۔ شہر کے اندر جس قدر مسلح جوان ہوں گے سب کو تہہ تیغ کر دیا جائے گا۔ کسی بھی مدافعتی قوت کو سلامت نہیں رہنے دیا جائے گا۔ طرابلس کے حاکم کی بھی گردن کاٹ کے رکھ دی جائے گی........"

تاج الدولہ جب خاموش ہوا تو وفد کا سرکردہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم تاج الدولہ! اگر آپ کو ہماری یہ شرائط منظور نہیں تو ایک بار پھر شرائط کا کاغذ تھامیں ان میں سے جو شرائط آپ کو منظور ہیں انہیں رہنے دیں جو منظور نہیں ان میں آپ جس قسم کی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں کر دیں۔"

اس پر تاج الدولہ سیخ پا ہو گیا۔ کہنے لگا۔

جو شرائط تم لے کر آئے ہو ان میں سے مجھے کوئی بھی شرط قابل قبول نہیں لگتی۔

بہر حال ہم کسی شرط کے بغیر طرابلس شہر کی حوالگی چاہتے ہیں۔ اور اگر طرابلس کے حکمران نے پس و پیش کرنے کی کوشش کی تو شہر پر ایسا زوردار حملہ کیا جائے گا جسے روکنا ناقابل برداشت ہو کے رہ جائے گا۔ اب تم لوگ وقت ضائع نہ کرو۔ میرا فیصلہ تم نے سن لیا ہے۔ ہم شہر کی حوالگی کسی شرط کے بغیر چاہتے ہیں........ تم لوگ جا سکتے ہو........ اس کے ساتھ ہی وفد کے اراکین وہاں سے اٹھے اور تاج الدولہ کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

عین اسی وقت قیم الدولہ اپنے لشکر میں گھومتے پھرتے ہوئے لشکریوں کے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ قیم الدولہ کے ایک سالار کی سرکردگی میں طرابلس کا وفد اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

قیم الدولہ بڑے اچھے طریقے سے ان سے پیش آیا۔ انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ نشستوں پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب پوچھا۔

''اب کہو۔ تم کیا کہتے ہو............ طرابلس کے حکمران نے کس غرض کے تحت تمہیں میری طرف روانہ کیا ہے............؟''

طرابلس کا حکمران اور اس کے وفد کے وہ ارکان بڑے چالاک بڑے ہوشیار ثابت ہوئے۔ وفد کا وہی سربراہ جو تاج الدولہ کے خیمے میں اسے اپنی شرائط کی فہرست پیش کر کے شہر کی حوالگی کے لیے آمادہ ہوا تھا۔ یہاں اس نے دوسرا رخ اختیار کیا۔ قیم الدولہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''محترم قیم الدولہ! اگر ہم آپ اور تاج الدولہ کا موازنہ کریں تو ہماری نگاہوں میں آپ محترم ہیں اس لیے کہ آپ اس سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکریوں کے سالار اعلیٰ بھی رہے ہیں اور پھر اب تو آپ حلب کے حکمران ہیں۔ اسی بناء پر ہم آپ کی خدمت میں معاملہ طے کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔''

ہم طرابلس کے حکمران کی طرف سے آپ کے سامنے یہ پیش کش کرتے ہیں کہ آپ جنگ کا ارادہ ترک کر دیں۔ طرابلس کا حکمران تیس ہزار نقد اور اتنی ہی مالیت کے تحائف پیش کرنے کا خواہش مند ہے۔ صلح کا خواستگار ہے۔ شہر بھی آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اب آپ کیا کہتے ہیں............

قیم الدولہ مسکرایا کہنے لگا۔

''اگر............ طرابلس کا حکمران تیس ہزار نقد اور تیس ہزار کی اشیاء کے عوض صلح چاہتا ہے۔ امن کا خواستگار ہے۔ شہر حوالے کرنا چاہتا ہے تو مجھے منظور ہے............''

طرابلس کا وہ وفد خوش اور مطمئن ہو کر چلا گیا تھا۔ اس طرح طرابلس کے سلسلے میں تو صلح ہو گئی لیکن وقتی طور پر اس وفد نے تاج الدولہ اور قیم الدولہ کے درمیان تھوڑی سی غلط فہمیاں ضرور پیدا کر دی تھیں۔

ارسلان اور بدران ایک روز اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ قزوین شہر میں داخل ہوئے۔ قزوین تہران کے مغرب میں ایک قدیم شہر ہے۔ یہ شہر تہران سے بغداد اور تبریز جانے والی شاہراہوں پر واقع ہے۔ اس شہر کو ایران کے بادشاہ شاپور نے تیسری صدی میں بنایا تھا۔ 664ء میں اس پر عرب مسلمانوں نے قبضہ کیا اور اس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ 1090ء میں قزوین کے قریب قلعہ الموت پر حسن بن صباح نے قبضہ کر لیا............ اس نے یہاں بہت سی عمارتیں تعمیر کیں۔ 1548ء تا 1598ء تک یہ دارالحکومت رہا۔ 1722ء میں اس پر افغانوں کا قبضہ ہوا جو تھوڑا عرصہ رہا۔ پہلی جنگ عظیم میں یہ روس کے قبضے میں چلا گیا۔ 1921ء میں یہاں روسی طیاروں نے بمباری کی۔ اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اس پر روس نے دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔

قزوین ایک مردم خیز خطہ رہا ہے۔ یہاں کئی نامور شخصیات پیدا ہوئیں۔ ان میں مشہور و معروف محدث اور جامع احادیث اور سنن ابن ماجہ کے مصنف ابن ماجہ بھی شامل ہیں۔

جن مخبروں نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو حسن بن صباح کے داعی کبیر ابن عطاش اور زکریا بلخی کے قیام کی اطلاع دی تھی وہ ارسلان اور بدران کو لے کر اس سرائے میں داخل ہوئے ارسلان کے کہنے پر مسلح جوانوں نے سرائے کے اردگرد ایک طرح سے محاصرہ قائم کر لیا تھا۔ سرائے میں داخل ہونے کے بعد اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ ارسلان اور بدران اس جگہ آئے جہاں سرائے کا مالک بیٹھتا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے مخاطب کر کے ارسلان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سرائے کا مالک خوفزدہ لرزاں اور کانپتے لہجے میں بول اٹھا۔

''میں نہیں جانتا آپ کون ہیں............ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا یوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ میری سرائے میں داخل ہونا اور میرے پاس آنا کسی علت کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں معاملہ کیا ہے۔ کیا آپ میری سرائے میں قیام کرنا چاہتے ہیں۔ یا کسی معاملے میں مجھ سے باز پرس کرنے کے خواہاں ہیں۔''

ان الفاظ پر ارسلان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''ہم نہ تمہارے دشمن ہیں نہ تم سے کوئی باز پرس کرنا چاہتے ہیں نہ ہی تم سے تعرض کریں گے۔ نہ ہی تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ ہمیں صرف یہ بتادو کہ تمہاری سرائے میں دو محترم اشخاص ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ایک باطنیوں کا داعی کبیر ابن عطاش اور دوسرا ایک ایسا شخص ہے جس کا نام ذکریا بلخی ہے۔ دیکھو جھوٹ مت بولنا۔ مجھے ٹالنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔ اس لیے کہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں میں ان سے انتقام لیے بغیر پیچھے نہیں ہٹتا۔ جو لوگ غلط بیانی کرتے ہیں بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں میں ان کی جانوں کے لیے خطرہ بنتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ جو کچھ میں نے پوچھا ہے سچ کو بنیاد بناتے ہوئے کہنا۔ جھوٹ بولو گے تو سرائے میں جس قدر لوگ ہیں ان کی موجودگی میں نقصان اٹھا گے۔''

سرائے کا مالک خوفزدہ ہو گیا تھا۔ عجیب سے انداز میں ارسلان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ارسلان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''دیکھو! میں تمہاری دلی کیفیت تمہارے چہرے کے تاثرات کو پڑھ سکتا ہوں میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ تم کیوں خوفزدہ ہو۔ میں سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک سالار ہوں......... تمہاری سرائے کے اردگرد میرے مسلح جوان پھیل چکے ہیں۔ اگر تم میرے سوالوں کا جواب نہیں دو گے تو میں سارے مسلح جوانوں کو سرائے میں طلب کروں گا۔ ساری سرائے کی تلاشی لوں گا ایسی صورت میں تمہارا اپنا حشر بھی بہت برا ہوگا۔ لہٰذا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ بغیر کسی حجت کے بتادو باطنی تحریک کا داعی کبیر ابن عطاش اور ذکریا بلخی کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کی قیام گاہ کی نشاندہی کردو ہم خود ہی ان سے مل لیں گے۔''

سرائے کے مالک کو ارسلان کی اس گفتگو سے کسی قدر حوصلہ ہوا چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔ آنکھوں میں سکون کی لہریں بھی لہرا گئی تھیں۔ پہلے کی نسبت زیادہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

میں سمجھا تھا نہ جانے کس بناء پر میری سرائے پر کوئی افتاد اور مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ رہا سوال ابن عطاش اور ذکریا بلخی کا تو میں نے یہ نام سرائے میں سنے ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا ان میں سے ایک باطنیوں کا داعی کبیر دوسرا امر موسیٰ کا نائب ہے تاہم انہوں

نے میری سرائے میں ضرور قیام کر رکھا تھا لیکن آپ لوگوں کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے وہ سرائے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ میں نہیں جانتا انہوں نے سرائے آپ لوگوں کی آمد کا سن کر چھوڑی یا کوئی اور وجہ تھی۔ آپ تھوڑی دیر رکیں میں اپنے ملازموں سے پوچھ کر بتاتا ہوں کہ وہ سرائے سے نکل کر کس سمت گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی سرائے کے مالک نے اپنے ملازموں کو آواز دے کر پوچھا۔ ابن عطاش اور ذکریا بلخی کے متعلق گفتگو کی۔ اس پر ایک سے زائد سرائے کے ملازمین نے بتایا کہ وہ مشرق کے رخ پر قلعہ الموت کی طرف گئے ہیں۔ اس موقع پر ارسلان نے کچھ سوچا پھر سرائے کے مالک اور ملازمین کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''جو اطلاعات تم لوگ فراہم کر رہے ہو اگر یہ جھوٹ ثابت ہوئیں تو یاد رکھنا میں بڑی سختی کے ساتھ تم سے اس کی باز پرس کروں گا......... اس کے ساتھ ہی اپنے مسلح جوانوں کے ہمراہ ارسلان سرائے سے نکلا جن مسلح جوانوں نے سرائے کا محاصرہ کیا ہوا تھا انہیں سمیٹا پھر بڑی برق رفتاری سے ارسلان اور بدران اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو قزوین سے قلعہ الموت کی طرف جاتی تھی۔''

سرائے کے مالک کی فراہم کردہ اطلاعات درست تھیں اس لیے کہ ابن عطاش اور ذکریا بلخی نے واقعی اس کی سرائے میں قیام کیا تھا اور ارسلان اور بدران کی آمد سے پہلے وہ سرائے سے نکل کر قلعہ الموت کی طرف گئے تھے۔

دونوں کے ساتھ ان کی حفاظت کے لیے مسلح دستے تھے جن میں خونخوار فدائی بھی شامل تھے۔

قزوین اور قلعہ الموت کے درمیان جہاں ایک چوراہا سا بنتا تھا وہاں ابن عطاش رک گیا اور فکرمندی کے انداز میں اپنے پیچھے دیکھنے لگا تھا۔

اس چوراہے سے مختلف سمتوں کو شاہراہیں نکلتی تھیں۔ ایک شاہراہ سیدھی آگے نکلتی اور وہاں سے سبزوار اور خراسان کی طرف نکل گئی تھی۔ دوسری قزوین سے ہوتی ہوئی زنجان اور مراغہ کا رخ کرتی تھی۔ تیسری طالقان سے ہوکر نہاوند کے رخ پر جاتی تھی۔ چوتھی شاہراہ وہاں سے گیلان سے ہوتی ہوئی بحرخزر کے کنارے کنارے دیلم کے رخ نکل جاتی تھی۔

ابن عطاش تھوڑی دیر تک چوراہے پر کھڑا رہا۔ وہ جب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھے دیکھ رہا تھا تو اس کی وجہ سے ذکریا بلخی بھی پیچھے دیکھنے لگا۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا تھا اور ان کے پیچھے ان کے مسلح جوان اور فدائی بھی رک چکے تھے۔ پھر اپنے ذرا پیچھے فاصلے پر اڑتی دھول کو دیکھ کر کسی قدر فکر مندی میں ذکریا بلخی نے ابن عطاش کو مخاطب کیا۔

''ابن عطاش یہ جو ہمارے پیچھے گرد کے بادل اٹھ رہے ہیں ان کے اندر میں اپنے لیے خطرے کی بو پاتا ہوں.........''

ابن عطاش کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''ذکریا بلخی تمہارا اندازہ درست ہے میں بھی اسی خطرے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو ہماری پشت پر اٹھ کھڑا ہوا ہے......... ہمارے مخبروں نے یہ تو بتایا تھا کہ سلطان کے سالار ارسلان اور بدران ہماری تلاش میں نکلے ہیں لیکن ہائے حیف میں نے اپنے ان مخبروں سے یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ ارسلان اور بدران کے ساتھ کس قدر مسلح جوان ہیں جو ہمارے تعاقب میں نکل سکتے ہیں۔''

اس پر ذکریا بلخی اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میں نے ملک شاہ سلجوقی کے اس ارسلان نام کے سالار کو دیکھا تو نہیں لیکن سن رکھا ہے وہ موت کی منڈی میں فنا کی تحریریں رقم کرنے کا شوقین اور شعورِ ضو تک میں فضا بن کر کھیلنے کا عادی ہے۔ میں نے کچھ لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ وہ قوم کی عظمت ملت کی سطوت کی خاطر اپنے کمانداری میں لڑنے والے لشکر کو قضا کا کاروان بنا کر بحر دخار کے سیلاب اور آگ اور خون کے پیغام کی طرح میدان جنگ میں چھا جاتا ہے۔

ذکریا بلخی کی اس گفتگو کے جواب میں فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے ابن عطاش کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے......... یہ ارسلان اپنے دشمنوں کے لیے وحشت و بربریت کی ستم آرائیوں جیسا ہے بھولے بسرے محاربوں اور زہریلے جنگجوؤں کی طرح اپنے مخالفوں کے شعور و لاشعور تک میں شکست کی جنونی کیفیات بھر دینے کی مہارت رکھتا ہے۔ بہر حال ہمیں بھاگنا نہیں چاہئے۔ بھاگیں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ ادھر دیکھو گرد

کے بادل ختم ہو گئے ہیں اور سوار ہماری طرف آتے صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ آگے دو سوار ہیں اور یہ ارسلان اور بدران کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتے۔''

پھر ابن عطاش نے کچھ سوچا اور ان کے پاس جو مسلح جوان تھے فدائی اور اپنے جان باز تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ابن عطاش کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! میرے اور ذکریا بلخی کے سامنے آ کر پوری شاہراہ کو گھیرتے ہوئے جس قدر صفیں بن سکتی ہیں بنا لو۔ صفیں نیم دائروں کی صورت میں ہوں۔ بیچ میں فاصلہ رکھا جائے اپنی ڈھالوں کو سامنے کر لو۔ جونہی تعاقب کرنے والے قریب آئیں انہیں اپنے تیروں کی باڑھ پر رکھ لو ایسی تیر اندازی ان پر کرو کہ چھلنی ہو کر رہ جائیں۔ تمہارے تیروں کی پہلی ہی باڑھ سے تعاقب کرنے والوں کے آگے جو ارسلان اور بدران ہیں ان کا خاتمہ ہو جانا چاہیے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اگر تم لوگوں نے اپنی تیر اندازی سے ارسلان اور بدران کا خاتمہ کر دیا تو ان کے ساتھ جو مسلح جوان ہمارے تعاقب میں ہیں وہ آپ سے آپ بددل اور خوفزدہ ہو کر واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے.........''

ابن عطاش کی تجویز کے مطابق ان کے فدائین اور دوسرے مسلح جوان فوراً حرکت میں آئے بڑی تیزی سے گھوڑوں کو انہوں نے ادھر ادھر کیا......... سامنے انہوں نے ڈھالیں لٹکالی تھیں سروں پر خود درست کر لیے تھے۔ کمانیں سنبھالتے ہوئے ان پر تیر چڑھا دیے تھے۔ اس طرح وہ ارسلان بدران اور ان کی ساتھیوں پر تیر اندازی کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تھے۔ ابن عطاش اور ذکریا بلخی ان کی یہ استواری دیکھتے ہوئے کسی قدر مطمئن انداز میں ان کے پیچھے کھڑے رہے تھے۔

ارسلان اور بدران ابھی اپنے لشکریوں کے ساتھ ابن عطاش اور ذکریا بلخی کے ساتھیوں کی تیر اندازی کی زد میں نہ آئے تھے کہ ذکریا بلخی ابن عطاش اور ان کی سارے فدائی حیران پریشان اور فکر مند ہو گئے۔ اس لیے کہ اچانک ارسلان اور بدران نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔ شاہراہ پر آگے بڑھتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے لشکر کو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ ارسلان کی کمانداری میں شاہراہ کے دائیں جانب اتر گیا تھا دوسرا بدران کی سرکردگی میں شاہراہ کے بائیں جانب ہو لیا تھا۔ اس طرح شاہراہ سے ہٹ کر وہ ایک چکر کاٹتے ہوئے ابن عطاش اور ذکریا بلخی کے اور ان کے ساتھیوں کا

گھیراؤ کرنے لگے تھے۔

اب صورتحال یہ تھی کہ ابن عطاش ذکریا بلخی اور ان کے ساتھیوں کے اردگرد دھول اڑنے لگی تھی۔ اس لیے کہ شاہراہ کے اطراف میں ارسلان بدران اور ان کے ساتھی گول دائروں کی شکل میں بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے۔ شاید وہ جان بوجھ کر دھول اڑا رہے تھے تاکہ اس دھول کی اوٹ میں حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کریں۔ جب دھول کے بادل گہرے ہو گئے تب اچانک فضاؤں کے اندر خوفناک انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد ذکریا بلخی اور ابن عطاش نے دیکھا دھول کے ان بادلوں سے نکل کر ارسلان اور بدران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے کہ جیسے.........

بے روک آندھیوں، بے تحاشہ صداؤں کے اندر گندھک اور کوئلے کے دھماکے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں جیسے بیابانوں کے وحشیوں نے کروٹیں لیتے طوفانوں کا روپ دھار کر جاں سوزی اور تباہ کاری پھیلاتے ہوئے افق کے دریچوں تک کو لال گوں کر کے رکھ دیا ہو۔ جیسے خاموشیوں کے صحراؤں میں سرخ بجلیوں کے گہواروں کے اندر ابدیت کی گہرائی اور آتشیں شدت رکھنے والے ایسے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہوں جن کا راستہ نہ روکا جا سکتا ہو۔

ارسلان اور بدران کے کچھ مسلح جوانوں نے اپنے ساتھیوں کے پیچھے کھڑے ابن عطاش اور ذکریا بلخی کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ شاید یہ معاملہ ارسلان نے پہلے سے طے کر دیا تھا کہ ان کو ایک طرف کر کے ان کو زندہ پکڑنا ہے لہٰذا ارسلان کے مسلح جوانوں نے انہیں ایک طرح سے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ جب کہ ابن عطاش اور ذکریا بلخی کے مسلح ساتھیوں پر مسلمان لشکری انا البرق پکارتے ہوئے موت کے متلاشیوں اور قضا کے عناصر کی طرح چھاتے چلے جا رہے تھے۔ سیلاب کے ریلے تباہی کی آگ کی طرح انہیں ہانکتے ہوئے آتش فشانی دہانوں پر لا کھڑا کر رہے تھے۔

باطنی جو اپنی تحریک کو زندگی کی حرارت دینے کے لیے آگ سے کھیلنے اور خون میں نہانے تک کی جرات رکھتے تھے وہ ارسلان اور بدران کے ساتھیوں کے سامنے بالکل بے بس دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے تیز حملوں کے سامنے وہ مرگ کے تلاطم اور موت

و حیات کے سنگم پر کھڑے ہو کر اپنے لیے بدترین تقدیر کے نوشتے اور بے چین شراروں کے آثار دیکھ رہے تھے۔ ارسلان کے لشکریوں نے چاروں طرف سے گھیر کر اب ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

اپنے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے مسلح جوانوں کے گھیرے میں ابن عطاش اور ذکریا بلخی وقت کی آندھیوں کے بدترین غبار میں بے بس مسافر کی طرح کھڑے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو کٹتے دیکھ کر ان کے ذہن اور دل میں ستیزہ کاری سی شروع ہو گئی تھی۔ ان دونوں کی اس موقع پر حالت ایسی تھی جیسے کسی بے بس مسافر کو ہاتھ پاؤں سے باندھ کر اذیت خانوں کی گھائل کرتی چیخوں، بین کرتی مجبوریوں، اجنبیت کی دھند کے ویران لمحوں مقام کی دھند اور پاداش کی کہر میں کھڑا کر دیا گیا ہو۔

تھوڑی دیر کی مزید کشمکش کے بعد ارسلان اور بدران نے سارے فدائیوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔ جب ایسا ہو چکا تب خوش کن انداز میں ایک نگاہ ارسلان نے بدران پر ڈالی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بدران! اپنے ساتھیوں سے کہو ان سب کی تلاشی لیں۔ جو چیز ان سے ملے نکال لیں........."

بدران کے حکم پر ان مرنے والوں کی تلاشی لی گئی ہر چیز ان سے سمیٹ کر بدران کے پاس جمع کرا دی گئی۔ پھر مرنے والوں کے سب گھوڑوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا اس کے بعد ارسلان اور بدران دونوں اس جگہ آئے جہاں ان کے مسلح جوان ابن عطاش اور ذکریا بلخی دونوں کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کو غیر مسلح کر چکے تھے۔

ارسلان، بدران کے ساتھ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر تک سر سے پاؤں تک انہیں غور سے دیکھتا رہا اس دوران اس کے چہرے کے تاثرات تیزی سے بدلتے رہے تھے۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن عطاش اور ذکریا بلخی! تم لوگ اپنے آپ کو دشت کے رازوں کا نیا اسلوب کہا کرتے تھے۔ اپنے فدائیوں کو حلق کڑوا زبان کا ذائقہ تک تلخ کر دینے والے حروف ان خیال کرتے تھے۔ اب میرے اور میرے ساتھی بدران کے سامنے تم کیسی بے بسی اور بےچارگی کی حالت میں کھڑے ہو۔ تمہارے چہروں کا رنگ خاک کیوں ہو گیا ہے۔ کیوں تم

شام کی پرچھائیوں میں سنسان رتوں، قحط خوردہ مسافر اور زارد بیمار خوکوں کی طرح ہم دونوں کے سامنے کھڑے ہو۔ کچھ بولو آخر تم نے عالم اسلام کے خلاف کیوں ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ کیوں تم لوگوں نے عالم اسلام کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر اسے کمزور کرنے کا حلف اٹھالیا.......... بولو.......... میں تمہاری زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔ یادوں کے بیابانوں میں ریت کے تپتے ٹیلوں جیسی تمہاری خاموشی میرے لیے ناقابل برداشت ہے..........''

جب ابن عطاش اور ذکریا بلخی منہ سے کچھ نہ بولے اور دونوں کی گردنیں جھکی رہیں تب ارسلان کا چہرہ ظلم کا سینہ چیرتے جبر، سفا کی وخود غرضی کو اندھے ہولناک سپنوں میں تبدیل کر دینے والے خونی طوفانوں کی ہیئت اختیار کر گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے اندر پتھریلے کوہستانوں اور خاکستری چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی شعلے برساتی سیمابی کیفیت اتر آئی تھی۔ پھر وہ اچانک پھٹ پڑنے والے آتش فشاں کی طرح دھاڑا۔

''جہنمی شہر کے باسیو! آخر تم اپنی کس قوت کے نشہ میں سرشار رہ کر عالم اسلام کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے ارادے باندھتے رہے۔ وہ کیا عوامل تھے جن کی بناء پر تم نے عالم اسلام کے اندر ایک زہریلا اور خونی خنجر بننے کی کوشش کی..........''

اس کے بعد ارسلان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.......... دونوں پر اس نے لاتوں گھونسوں، طمانچوں کی بارش کر دی..........

ابن عطاش اور ذکریا بلخی دونوں بے بسی کی حالت میں زمین پر گر گئے تھے۔ اس حالت میں بھی ارسلان نے انہیں نہ چھوڑا۔ بلکہ دونوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ کافی دیر تک وہ انہیں اپنے پاؤں کی ناقابل برداشت ضربیں لگاتا رہا۔ اور وہ چیختے چلاتے رہے۔ معاف کرنے کے لیے ہاتھ جوڑ کر منتیں کرتے رہے۔ پھر بدران آگے بڑھا۔ اپنے دونوں ہاتھ اس نے ارسلان کی کمر کے گرد ڈالے.......... اور بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! اپنے غیض وغضب اور غصے کو ٹھنڈا کرو۔ ان کو یہاں جان سے نہیں مارنا۔ ان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر چلیں گے.......... ان میں سے جو ذکریا بلخی ہے۔ وہ ہماری بہن ضوباہ کا بھی مجرم ہے۔ انہی لوگوں کی وجہ سے وہ بے چاری دربدر ہوئی

اور ابن عطاش کا معاملہ ہم سلطان کے سامنے پیش کریں گے۔ تا کہ یہ بھی سلطان کے سامنے اگلے کہ انہوں نے عالم اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا کیا طریقے اختیار کئے ہیں..........''

بدران کی اس گفتگو سے ارسلان نے واقعی اپنے آپ کو دھیما اور ٹھنڈا کر لیا تھا۔ پھر بدران نے آگے بڑھ کر ابن عطاش اور ذکریا بلخی کو اٹھایا.......... چند مسلح جوان ان کی نگرانی پر لگائے دونوں کو گھوڑوں پر بٹھایا مرنے والوں کے گھوڑوں کو اپنے آگے ہانکتے ہوئے وہ واپسی کا سفر کر رہے تھے۔

====☆☆☆☆====

طرابلس کے علاوہ قیم الدولہ اور تاج الدولہ نے دو اور شہر بھی فتح کیے ایک افامیہ دوسرا عرفہ.......... افامیہ یونانی شہر تھا۔ اصل نام اپی فانیہ تھا.......... اس شہر کی خوبی یہ تھی کہ یہ جھیل کے کنارے واقع تھا۔ اس شہر کو یونانی حکمران سیوقس نے آباد کیا تھا اور اسی نے سکندر اعظم کی وفات کے چھ برس بعد حلب، سلوقیہ اور لازقیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔

شروع شروع میں حضرت ابو عبیدہؓ نے اس شہر کو فتح کر کے اس کو امان دے دی تھی۔ اور شہر پر جزیہ اور خراج کی شرط عائد کی تھی۔ یونانی میں شہر کا نام اپی فانیہ ہے۔ جب کہ تلفظ کے لحاظ سے عربی میں یہ بگڑ کر افامیہ بن گیا۔ بہت قدیم شہر ہے اور ایک بلندی پر واقعہ ہے۔ جس میٹھے پانی کی جھیل کے کنارے یہ شہر ہے اسی جھیل سے نہر مغلوب ہو کر گزرتی ہے۔

ان دونوں سالاروں نے جو دوسرا شہر فتح کیا وہ عرقہ تھا یہ ایک قدیم کنعانی اور فونیقی شہر تھا۔ صلیبیوں نے اسے ارقودوس کا نام دیا تھا۔ یہ شہر بلندی پر واقع تھا شہر کے اندر ایک مضبوط قلعہ تھا۔ شہر کے اندر باغات تھے جنہیں پتلی سی ایک نہر سیراب کرتی تھی جو اس ندی سے نکالی گئی تھی جو شہر کے قریب بہتی تھی۔ عرقہ شہر طرابلس کے جنوب میں بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ جب کہ بعلبک شہر سے یہ چھبیس میل دور تھا۔ جب کہ خود عرقہ سمندر سے لگ بھگ تین میل کے فاصلے پر تھا۔

مشہور ایرانی سیاح ناصر خسرو اس شہر میں آیا اور اپنے زمانے میں جب اس نے اس شہر کو دیکھا تو وہ لکھتا ہے کہ یہ شہر پانیوں کے دامن میں ہے۔ جو کچھ زیادہ بلند نہیں۔ ایک

خوشنما، بارونق شہر ہے۔ آبادی کے وسط میں بلند قلعہ ہے اور شہر کے باہر بھی کافی بڑا محلّہ آباد ہے۔ اس کے باشندے دولتمند ہیں پینے کا پانی ایک نہر جو ندی سے نکالی گئی ہے کے ذریعے آتا ہے۔ اور یہ نہر بستی کے قریب سے گزرتی ہے۔ اور کبھی خشک نہیں ہوتی۔ میوہ دار درختوں کے بہت سے باغات اس شہر میں ہیں اور مذکورہ بالا ندی پر پن چکیاں لگی ہوئی ہیں۔ بستی سمندر سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ کہتے ہیں اس کا قلعہ بڑا.......... مضبوط اور مستحکم تھا۔ مکانات بھی چونے۔ گچی اور مٹی کے بڑے خوبصورت انداز میں بنے ہوئے تھے۔

☆☆☆

دوسری جانب سلطان ملک شاہ سلجوقی نے جو لشکر یمن کی طرف روانہ کیا تھا اور جس کا کماندار عثمان جق تھا وہ بھی کامیاب رہا تھا۔ عین کو سلجوقی دائرہ اختیار میں شامل کیا گیا۔ جہاں تک حجاز کا تعلق تھا تو مکہ پر ایک شخص ابو ہاشم محمد حاکم تھا۔ کہتے ہیں وہ ایک حریص آدمی تھا اور اس نے مکہ میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ عثمان جق نے اپنی طرف سے اپنے ایک سالار ترشک کو ابو ہاشم محمد کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ ترشک کو معلوم ہوا کہ مکہ کا حکمران ابو ہاشم محمد واقعی ہی ظالم اور بے رحم انسان ہے۔ لہٰذا ترشک نے ابو ہاشم محمد کو معزول کر کے شہر کا نظم و نسق خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ ترشک نام کا یہ سالار خود اعلیٰ اخلاق کا حامل نہ تھا اس لیے یہ بھی طرح طرح کی بدعنوانیاں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ پہلے حکمران ابو ہاشم محمد کی زیادتیوں کو لوگ بھول گئے اور اسی کے ذریعے ترشک کی شکایات سلطان ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں پیش کیں..........

اس وقت تک عثمان جق یمن کو مغلوب کرنے کے بعد سلطان کے پاس واپس آیا تھا۔ ترشک کے خلاف شکایات سننے کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی اس کے خلاف حرکت میں آنا ہی چاہتا تھا کہ یمن کے کچھ لوگوں نے بغاوت کھڑی کر دی۔ ترشک نے ارض حجاز سے کوچ کر کے یمن پر دھاوا بول دیا اور عدن میں جن لوگوں نے سرکشی اختیار کی تھی ان پر حملہ آور ہوا۔ ارد گرد کے علاقوں کو تاراج کیا اور عدن پر اس نے قبضہ کر لیا۔

لیکن ترشک کی بدقسمتی کہ عدن پر اسے قابض ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا کہ اچانک وہ موت سے بغل گیر ہوگیا۔ اس کے ساتھی لشکری اس کی میت کو بغداد لے گئے اور وہاں اس کو سپرد خاک کر دیا۔ اس کے بعد مکہ کے پہلے حاکم ابو ہاشم محمد کو بحال کر دیا گیا اس لیے کہ اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہو کر آئندہ سلطان کا مطیع وفرمانبردار رہنے کے ساتھ ساتھ انصاف پسندی سے حکومت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

☆☆☆

ارسلان اور بدران دونوں عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کو گرفتار اور ان کے فدائیوں اور ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد واپسی کا رخ کر رہے تھے۔ انہوں نے قزوین اور الموت کے درمیان چونکہ ان دونوں کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا تھا لہٰذا وہیں سے انہوں نے رخ موڑا اور اب ان کا رخ قزوین اور المنوت کے درمیانی حصے سے طالقان کی طرف تھا۔

ابھی وہ طالقان شہر سے کافی دور ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے چند سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے۔ وہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وہ مخبر تھے جو اپنے سارے لشکریوں کے لیے ان کی حفاظت اور ان کے تحفظ کے لیے کام کرتے تھے۔ جب وہ دونوں ارسلان، بدران کے قریب آئے تو ارسلان اور بدران دونوں نے اپنے ساتھیوں کو روک دیا۔ دونوں کے ساتھ ایک چھوٹا سا لشکر تھا........ جس کے ساتھ انہوں نے عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا تھا۔ جب وہ دونوں اپنے ساتھیوں سمیت رک گئے تو انہیں ارسلان نے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

''میرے عزیز ساتھیو! خیریت تو ہے........''

اس پر ان میں سے ایک بول پڑا۔

''امیر ارسلان خیریت نہیں ہے........ اسی لیے سلطان نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ دراصل آپ کی حمص سے روانگی کے وقت سلطان نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ سلطان آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا اصفہان کا رخ کر رہے ہیں۔ تاج الدولہ دمشق کی طرف جا چکا ہے۔ اور سلطان کے حکم پر قیم الدولہ بھی اپنے مرکزی شہر حلب کا رخ کر چکا

ہے۔ سلطان کو اپنے کچھ مخبروں نے اطلاع دے دی تھی کہ حسن بن صباح اپنے داعی کبیر عبدالملک بن عطاش کی حفاظت کے لیے آپ اور بدران پر حملہ آور ہوگا۔ اسی بناء پر سلطان نے ایک کافی بڑا لشکر برسق کی سرکردگی میں اس طرف روانہ کیا ہے۔ وہ لشکر میرے پیچھے پیچھے اسی سمت آرہا ہے........''

ہم لوگ لشکر سے نکل کر سیدھے اس سمت آئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں طالقان کی وادیاں حسن بن صباح کے ساتھیوں سے بھری پڑی ہیں اور یہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ طاقت اور قوت پکڑ چکا ہے۔ حسن بن صباح کے فدائین جنہیں آپ ایک بہت بڑا لشکر کہہ سکتے ہیں۔ قزوین سے بڑی تیزی کے ساتھ ہمدان کے رخ پر کوچ کر چکے ہیں۔ اور وہ ہمدان اور طالقان کے درمیان گزرنے والی شاہراہ پر آپ کی راہ روکیں گے۔ اس لیے کہ جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے۔ واپسی کے لیے اسے ہمدان اور طالقان سے ہی گزرنا ہے۔ حسن بن صباح کا ایک اور لشکر آپ کے پیچھے بھی لگا ہوا ہے۔ جونہی آپ ہمدان اور طالقان کے بیچ میں سے گزریں گے ایک لشکر آپ کی راہ روکے گا آپ کو اپنے ساتھ الجھائے گا۔ پشت کی طرف سے آنے والا پیچھے سے حملہ آور ہو کر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح حسن بن صباح آپ اور بدران دونوں سے عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کا انتقام لینا چاہتا ہے........

اس مخبر کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لیے کہ سامنے کی طرف سے دھول اڑتی دکھائی دی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے اس مخبر نے دھول کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''امیر ارسلان فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وہ لشکر ہے جو برسق کی کمانداری میں سلطان نے آپ اور بدران کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے۔ خود سلطان اس وقت نہاوند کے نواح میں ہیں۔''

ارسلان اور بدران تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اس سمت دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد گرد کے بادل چھٹے پھر بڑی تیزی سے گھڑسوار قریب آتے چلے گئے۔ آگے برسق اور چند دوسرے سالار تھے۔ قریب آکر لشکر رک گیا۔ برسق اپنے گھوڑے سے اترا۔ اسے دیکھتے ہوئے ارسلان اور بدران بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔ سب آپس میں بغلگیر ہوئے پھر برسق ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر ارسلان! راستے میں مجھے خبر مل چکی ہے کہ آپ نے عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کے ساتھیوں کو بھی جہنم واصل کیا ہے۔ تاہم یہ خبر ابھی تک سلطان تک نہیں پہنچی۔ ہمارے مخبر بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے اور انہوں نے سلطان کو اطلاع کر دی تھی کہ جس وقت ذکریا بلخی اور عبدالملک بن عطاش کے تعاقب میں نکلے تھے تو حسن بن صباح نے ان کی حفاظت کے لیے کچھ لشکر روانہ کئے تھے لیکن ان دونوں کی بدقسمتی کہ حسن بن صباح کے لشکر ان کی مدد کے لیے بروقت نہ پہنچ سکے۔ اب آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے حسن بن صباح کے فدائیوں نے دو لشکر تیار کئے ہیں میرے خیال میں ان کی تفصیل آنے والے ان مخبروں نے آپ سے کہہ دی ہوگی۔''

برسق جب خاموش ہوا تو ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے ارسلان کہنے لگا۔

''برسق میرے بھائی اب فکر مندی کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ پہلے میرے پاس چند دستے تھے۔ ان دستوں کے ساتھ اگر مجھے حسن بن صباح کے دو لشکروں کے ساتھ ٹکرانا پڑتا تو یہ معاملہ واقعی فکر انگیز تھا۔ لیکن اب تم چونکہ خاصا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہو تو اس لشکر کے ساتھ تو میں حسن بن صباح کے دو لشکروں کو چھوڑ چار لشکروں کو بھی واصل جہنم کر سکتا ہوں۔ اگر تم یہ محسوس کرتے ہو کہ لگاتار سفر کرتے ہوئے تمہارے لشکری تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں تو یہاں پڑاؤ کیا جا سکتا ہے۔''

اس پر برسق نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بھائی ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لشکری اور میں خود تازہ دم ہوں۔ پڑاؤ نہیں کریں گے سفر جاری رکھیں گے۔ چند میل تک کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حسن بن صباح کے وہ لشکر جنہوں نے ہم سے ٹکرانا ہے وہ ابھی اپنی منزل تک نہیں پہنچے۔ انہوں نے جو لائحہ عمل ہمارے خلاف تیار کر رکھا ہے وہ یہ کہ جو لشکر قزوین سے جنوب کی طرف بڑھ رہا ہے وہ ہمدان اور طالقان تک ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔ اور اس کے فدائین لشکر پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔''

برسق جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے ارسلان بول پڑا۔

''برسق میرے بھائی! میں سارے معاملے کو سمجھ گیا ہوں۔ ہمدان اور طالقان کے درمیان یہ شاہراہ جہاں تنگ وادیوں میں سے ہو کر گزرتی ہے میرے خیال میں ان سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن بن صباح کے مسلح جوان ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں اپنے ساتھ الجھا کر اپنے کسی اور لشکر کو موقع فراہم کریں گے کہ وہ پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچائے لیکن.......... ان کے اس لائحہ عمل کو ہم کامیاب نہ ہونے دیں گے۔''

لمحہ بھر کے لیے کچھ سوچتے ہوئے ارسلان خاموش رہا پھر دوبارہ وہ برسق اور بدران کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''بدران اور برسق میرے دونوں عزیز بھائیو! اب ہم یہاں سے کوچ کریں گے جو طریقہ کار ہم نے دشمن کے خلاف وضع کرنا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ جنوب کی طرف جاتے ہوئے طالقان کے قریب یہ شاہراہ جب اپنے دائیں جانب گھومے گی تو وہاں ہم اپنے لشکر کی ہیئت کو تبدیل کر لیں گے۔''

تم دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ آگے رہو گے۔ تمہارے پیچھے تمہاری کمانداری میں کام کرنے والے لشکری ہوں گے۔ وہ لشکر جو میرے تحت کام کرے گا وہ تم دونوں کے حصوں کے پیچھے رہے گا اور سب سے آخر میں سب سے پیچھے میں رہوں گا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ہمدان اور طالقان کے درمیان جب ہم گزریں گے تو حسن بن صباح کے مسلح فدائی دائیں بائیں سے حملہ آور ہو کر یا تیر اندازی کر کے ہمیں نقصان پہنچائیں گے/ وہ ہمیں اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ ان کے لشکر کا دوسرا حصہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو۔

لیکن ہم انہیں ایسی کامیابی حاصل کرنے نہیں دیں گے۔ طالقان سے جب ہم دائیں جانب کو مڑیں گے تو بدران اور برسق میرے دونوں بھائیو! تم چونکہ اپنے دونوں حصوں کے آگے آگے ہو گے لہذا تم دونوں کے حصے کی اگلی صفیں اپنے سامنے ڈھالیں رکھیں گے۔ پھر وہ صفیں جو دائیں بائیں پہلو پر ہوں گی وہ اپنے پہلو پر بھی ڈھالیں استعمال کریں گی۔ تاکہ سامنے دائیں اور بائیں سے بھی اگر اچانک تیر اندازی ہو تو آخری صفوں تک ڈھالیں سب لشکریوں کو محفوظ کر لیں۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میرے لشکری تم دونوں کے حصوں کے پیچھے ہوں گے۔ اور سب سے پیچھے ہوں گا۔ میرے لشکری میرے اشارے کے منتظر اور مستعد رہیں گے۔

ہمیں سامنے یا دائیں بائیں سے الجھا کر اگر پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو مجھے امید ہے کہ ایسی صورت میں اس کا میں قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

یہ سارا معاملہ طے ہو جانے کے بعد لشکر نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔

لشکر جب ہمدان اور طالقان کے بیچ تنگ وادیوں میں گزرنے والی شاہراہ پر آیا تب لشکر کی حالت یہ تھی کہ لشکر کے آگے آگے بدران اور برسق تھے۔ ان کے پیچھے ان کے حصے کے لشکری سب سے پیچھے لشکر کا وہ حصہ تھا جس نے ارسلان کی کمانداری میں اپنے کام کی ابتداء کرنی تھی۔ اور اس لشکر کے پیچھے کسی سنگی دیوتا کی طرح ارسلان اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ بے نیام تلوار اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ گھوڑے کی باگ کے ساتھ اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال پر بھی گرفت مضبوط کر رکھی تھی۔

ایسے میں کیچڑ سے لت پت ان راستوں اور برف سے ڈھکی وادیوں میں گردش ایام کی ہر تحریر اور عمر رواں کے ہر تار کو اداس کر دینے والا ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دائیں بائیں سے اچانک حسن بن صباح کے فدائیوں نے تیز تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ سناٹوں پر گہری چوٹ پڑ گئی تھی۔

ارسلان کے لشکری چونکہ مستعد اور محتاط تھے۔ دائیں بائیں کی آخری صفوں نے اپنے پہلو میں ڈھالیں کر رکھی تھیں۔ لہٰذا فدائیوں کے تیر ان ڈھالوں سے اس طرح ٹکرائے تھے جیسے آندھیوں میں بجتے دروازوں کی آوازیں گونج اٹھی ہوں۔

اس وقت آسماں پر پانی کی تلاش میں آوارہ بادل سرگرداں تھے۔ فدائیوں کی تیر اندازی کے باعث سسکتے لمحوں، خاموش وادیوں، بوڑھے ویران کوہساروں کے اندر کرب خیز طوفانی کیفیت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے بدران اور برسق کے لشکریوں نے بھی تیر اندازی کی تھی۔ جس کے جواب میں وہ فدائی جو کوہستانی سلسلے کے اوپر نمودار ہوئے تھے۔ ڈھیر ہوتے چلے گئے تھے۔

عین اسی لمحہ باطنیوں کا وہ لشکر جو اسی کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بیٹھا تھا پشت کی جانب سے کارگاہ فریب کی اجارہ داروں اور ہوس کے قہرمان موسموں کی طرح نمودار ہوا۔ طائروں کی ٹولیوں کی صورت میں وہ حملہ آور فدائی آگے بڑھے اور ارسلان کے لشکر کی

پشت پر وہ بے امید کر دینے والے سرابوں اور سلگتے خونی بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

یہ حسن بن صباح کے فدائیوں کی غلط فہمی اور فریب تھا کہ وہ پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر ارسلان کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔ اس لیے کہ لشکر کے آگے رہنے کی بجائے ارسلان تو کسی پاسبان کسی محافظ کی طرح اپنے لشکر کے پیچھے تھا۔ اور جونہی پشت کی جانب سے فدائی نمودار ہوئے وہ شمشیر سونتے کسی جلاد اور تشنگی کے کھولتے سمندر کی طرح پلٹا۔ ساتھ ہی اس نے تکبیریں بلند کیں اور یہ تکبیریں اس کے حصے کے لشکریوں کو اشارہ تھا کہ کام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ان تکبیروں کے جواب میں اس کے آگے آگے جانے والا لشکر کا ایک حصہ ایک دم پلٹا تھا۔ پھر اس لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے ارسلان پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والے فدائیوں پر قضا کے جھکڑوں کی یورش، طوفانوں کے ہمسفر بنتے خونی بگولوں کے قافلوں اور انتقام کے اندھیروں اور زہریلی آندھیوں کے اندر کھولے عذاب کے نہاں سوز کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

کوہستانوں اور وادیوں کے اندر روحوں کو آتش فشاں کرتے سرسام، سر مقتل کھڑی کر دینے والی آرزوئیں اور وقت کی کوکھ میں دکھ کے لوبھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ غم آگہیں آوازیں کسی ناگ کی طرح خوفناک پھن پھیلائے زیست کے پل پل کو المناک، لمحے لمحے کو کھولتی سسکیوں میں تبدیل کرنے لگے تھے۔ کہساروں سمت انگنت بہتے نالوں کا شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دلوں پر شکست کے خاروں کی خواہش اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئی تھی۔

حسن بن صباح کے فدائی جو اپنے آپ کو جنون کی المناکی، بے باکی کے بحر، مرگ خیز انقلاب اور روحانی کرب کی علم برداری اور جریدہ دل میں نفرت کے رنگ بھرنے والی المناکیوں سے بھی زیادہ خوفناک تصور کرتے تھے۔ وہ ہمدان اور طالقان کے درمیان ارسلان، بدران اور برسق کے ساتھ ٹکرانے کے بعد محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے ایسا ٹکراؤ کر کے زندگی کی سب سے بڑی بھول اور غلطی کی ہے اس لیے کہ وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے تھے۔ بلکہ لمحہ لمحہ انہیں اپنے سامنے شکست و ہزیمت کے سوا کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔

حسن بن صباح کے لشکریوں اور فدائیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ دائیں بائیں سے تیر اندازی کر کے اور پشت کی جانب سے خوفناک حملے کرتے ہوئے اپنے لیے فوائد اور فتح مندی کے دروازے کھولنے کی کوشش کریں اور ارسلان اور اس کے

ساتھیوں سے انتقام لیں۔ لیکن ارسلان اور اس کے لشکری جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان پر ظلم کی فصل برباد کر دینے اور ذہنوں کو بے ترتیب کر دینے والی المناک مشق ومشقت شاخیں زخمی۔ پھول مجروح کر دینے والی پر تلاطم موجوں کی یورش اور زندان کی داستانیں کھڑی کرتی انقلابی آہنگ کی گونجوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں پیچھے دھکیلتے ہوئے ان کے اندر مزید گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اب لمحہ بہ لمحہ حسن بن صباح کے لشکریوں کی حالت چاروں سمت گرتے سوکھے پتوں، گہری نفرت خیز آرزوؤں کے دھاروں اور اندھیرے کی گمنام وادیوں کے اندر بکھرے سنگریزوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد میدان جنگ اپنی آخری شکل وصورت اختیار کر گیا تھا۔ اس لیے کہ حسن بن صباح کے وہ لشکری جو پشت کی جانب سے حملہ آور ہوئے تھے۔ ان پر تکبیریں بلند کرتے ہوئے ارسلان جب اپنے پورے جوش اور ولولوں کے ساتھ آخری ضرب لگانے کی نیت سے حملہ آور ہوا تو اس نے انہیں کاٹتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرتے ہوئے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

شکست کھانے کے بعد حسن بن صباح کے وہ لشکری کوہستانی سلسلوں کے جن دروں سے نمودار ہوئے تھے ان کے اندر واپس چلے گئے تھے اور دائیں بائیں سے نمودار ہونے والے وہ تیر انداز جنہوں نے جنگ کی ابتدا کی تھی وہ بھی بھاگ گئے تھے۔

حسن بن صباح کے فدائین ارسلان اور اس کے ساتھیوں سے انتقام لینا چاہتے تھے لیکن ان کی بدقسمتی کہ اپنے لیے کوئی کامیابی اور فوزمندی حاصل کرنے کی بجائے الٹا نقصان اٹھا کر اور شکست کے داغ اپنی پیشانیوں پر لگاتے ہوئے بھاگ گئے تھے۔

فدائیوں کے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے کے بعد ارسلان نے پہلے میدان جنگ کا جائزہ لیا۔ زخمی ہونے والے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد ان کی دیکھ بھال کی گئی۔ جو زیادہ زخمی تھے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ ہوئے تھے انہیں چھکڑوں میں سوار کیا گیا۔ جنہیں رسد اور خوراک میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد میدان جنگ میں مرنے والوں کی ہر چیز اور ان کے فالتو گھوڑوں کو سمیٹتے ہوئے ارسلان، ہمدان اور طالقان کے

بیچوں بیچ گذر کر سیدھی نہاوند کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر کر رہا تھا۔

☆☆☆

نہاوند سے چند فرسنگ دور اپنے لشکر کے پڑاؤ میں ایک روز سلطان ملک شاہ سلجوقی لشکر میں شامل لشکریوں کے اہل خانہ کے احوال کا جائزہ لے رہا تھا کہ مختلف خیموں کا چکر لگاتے ہوئے اس جگہ آیا جہاں ارسلان کے خیمے کے ساتھ اخیموت، صفیناہ، اور غریاد کا خیمہ تھا۔ سلطان کی آمد کا سن کر اپنے خیمے سے ضوباہ اور دوسرے خیمے سے اخیموت، صفیناہ اور غریاد باہر نکل آئے تھے۔

اس موقع پر سلطان نے بڑے پیار اور شفقت سے ضوباہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کو مخاطب کر کے سلطان کہنے لگا۔

''بیٹی! کبھی ارسلان کی غیر موجودگی میں تو نے اپنی ضروریات کا اظہار نہیں کیا تو جانتی ہے کہ.........''

بڑی عاجزی بڑی انکساری سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے ضوباہ بول پڑی۔

''سلطان محترم! جب ہر چیز موجود ہے تو میں آپ کو کیوں زحمت دوں گی۔ سلطان محترم! آپ کی مہربانی کہ آپ ہماری احوال پرسی کو آئے۔''

یہاں تک کہتے کہتے ضوباہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لیے کہ کچھ لشکریوں نے آکر سلطان کو خبر دی کہ ارسلان، بدران اور برسق اپنے لشکر کے ساتھ واپس پہنچ گئے ہیں اور وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اسی سمت آ رہے ہیں۔

ارسلان کی آمد کا سن کر جہاں سلطان بے پناہ خوشی اور سکون محسوس کر رہا تھا وہاں ضوباہ کی حالت عجیب وغریب ہو گئی تھی۔ لگتا تھا کسی نے اس کے سامنے معجزات وعجائبات کا ئع کن کے نغموں کے انبار اور خوش وصفی وخشک خصالی کے گہرے رنگوں کے ڈھیر لگا دیے ہوں۔ اس کے چہرے پر جوان وخوش کن جذبوں کا تازہ جہان آباد ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حیرتوں کی روشنی اور چاہتوں کی روایات اس انداز میں اپنا رنگ دکھا گئی تھیں گویا شعلوں کی بے تابی ایک دم شبنم کی آسودگی میں بدل گئی ہو۔ مجموعی طور پر ضوباہ کچھ اس طرح جذباتی طور پر تبدیل ہوئی تھی جیسے کسی نے اسے جمود کے بدترین عہد سے نکال کر رشتوں

کے پیوند لگاتی آدرش کی گہری گھٹاؤں میں لا کھڑا کیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد سامنے ارسلان، بدران اور برسق نمودار ہوئے۔ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہ اس جگہ آئے جہاں سلطان اپنے عمائدین اور چند مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ قریب آ کر تینوں گھوڑوں سے اتر گئے۔ سلطان خود آگے بڑھا باری باری تینوں سے بغل گیر ہوا۔ پھر ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹے! عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کے خلاف تمہاری کامیابی کی خبریں مجھے پہنچ چکی ہیں۔ تو نے میری امیدوں کے مطابق اپنے دشمنوں پر ضرب لگائی........."

یہاں تک کہتے کہتے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ اس نے دیکھا ارسلان، بدران اور برسق کے پیچھے پیچھے کچھ مسلح جوان نمودار ہوئے تھے اور وہ اپنے آگے آگے عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کو ہانکتے ہوئے لا رہے تھے۔

جب ان دونوں کو سلطان کے سامنے لا کھڑا کیا گیا تب سلطان کو مخاطب کر کے ارسلان کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہ آپ کے سامنے عبدالملک بن عطاش اور اس کے بائیں جانب ذکریا بلخی ہے۔ میں ان دونوں کو زندہ گرفتار کر کے لایا ہوں۔ تاکہ آپ خود ہی باطنیوں کے داعی کبیر عبدالملک بن عطاش اور امر موسیٰ کے اس دست راست ذکریا بلخی کی سزا تجویز کریں۔ سلطان محترم اس ذکریا کو میں ویسے بھی اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا میں اسے دکھانا چاہتا تھا کہ جس لڑکی کے درپے اس کا شیطان آقا اور یہ خود تھے اور جو انطاکیہ کے بادشاہ فردوروس کی بیٹی تھی وہ ہمارے لشکر میں کیسے خوش کن انداز میں میری بیوی کی حیثیت سے امن و آشتی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔"

پھر ارسلان نے ذکریا بلخی کی طرف چند لمحے غور سے دیکھا دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"چھٹے ہوئے شیطان کے چھٹے ہوئے ابلیسی گماشتے اپنی گردن سیدھی کرو۔ سامنے دیکھو یہ جو لڑکی کھڑی ہے یہی فردوروس کی بیٹی ضوباہ ہے۔ اور اب یہ میری بیوی ہے۔ اسی لڑکی کی خاطر فردوروس سے امر موسیٰ نے بھاری رقم لی تھی۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ اس لڑکی پر وہ گرفت کرنے کی بجائے خود موت کی گرفت میں چلا گیا۔ اب تم اپنے آپ کو دیکھو تم بھی

موت اور قضا کی گرفت میں آ چکے ہو۔ اور تم نے غیر ذمہ داری کی انتہا کر دی۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے ماضی کی غلطیوں، گناہوں کی تلافی کرتے ہوئے نیک نیتی کے ساتھ خیر کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہم سے معافی کے خواستگار ہوتے الٹا تم نے ان غلیظ و پراگندہ ذہن رکھنے والے باطنیوں سے ساز باز کر کے پھر ہمارے خلاف سازشوں کے جال بننے کا تہیہ کر لیا دونوں کا معاملہ میں نے اپنے سلطان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس لیے کہ تم دونوں عالم اسلام کے بدترین گناہ گار اور مجرم ہو۔ سلطان اس وقت عالم اسلام کے سب سے اعلیٰ و ارفع اور پرقوت حکمران ہیں لہٰذا یہی تمہاری قسمت تمہارے مقدر کا فیصلہ کریں گے۔ جب تک ارسلان بولتا رہا سلطان ملک شاہ سلجوقی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تب سلطان چند قدم آگے بڑھا تھوڑی دیر تک بڑے غور اور انہماک سے وہ داعی کبیر عبدالملک بن عطاش اور ذکریا بلخی کی طرف دیکھتا رہا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غصے اور غضبناکی میں سلطان کہہ رہا تھا۔"

"ظلمت کے فرزندو! بدی کے گماشتو! وقت کی فرہنگ میں تم لوگ عشرتوں کی آبنائے میں کھڑے ہو کر عالم اسلام کے خلاف خواہشوں کی نارسائیوں، کرب خیز، طوفانوں اور رات سے زیادہ گھور اندھیروں کے جال بنتے رہے۔ مگر میرا وہ رب جو شاخوں کی رگوں کے اندر بھی رزق فراہم کرتا ہے۔ اس نے ہمیں اب تک تمہاری کارروائیوں سے محفوظ رکھا۔ اس کارگاہ ہستی میں میرے اللہ نے کسی کو لحن داؤدی، آہنگ زبور عطا کیا، کسی کو ید بیضا دم عیسیٰ، شق القمری عطا کی لیکن ہائے حیف تم وہ بدقسمت لوگ ہو جنہیں خداوند قدوس کے عذاب کی صورت میں باطن کا تعصب اور ضمیر کا اندھا کرب عنایت ہوا۔ تم اپنے آپ کو بڑے جراتمند اور ناقابل تسخیر خیال کرتے ہو۔ لیکن میرا وہ خدا جو اندھے پیاسے سرابوں تک کو بحر کے بادبان بنا کر کھڑا کر دیتا ہے اس نے تمہارے خلاف ہمیں کامیابی اور کامرانی عطا کی۔ خداوند قدوس کے اسم مقدس کی قسم تم لوگ اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم خداوند قدوس کی اس پرامن زمین پر چل پھر سکو۔ اب جب کہ میرے سالاروں نے تمہارے خلاف سارے اسرار کھول دینے والی کامیابی اور فوزمندی حاصل کر لی ہے تو تم دیکھو تم دونوں کس طرح بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں میرے سامنے کھڑے ہو۔"

سلطان رکا کچھ سوچا اس کے بعد اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا

تھا۔

''ابن عطاش! ذرا اپنے ضمیر اپنے گریبان میں جھانکو اور پھر جائزہ لو کہ تمہاری کارگزاریاں کیسی ہیں۔ تم کس دین کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ ظالم! دین تو گناہوں کے اندھیروں کی فصلوں اور بدی کی دھندزدہ راتوں میں نور کے غبار بھرے روشنی کے قافلوں اور فلاح کے سپنوں کے ہالوں کے مطابق ہوتا ہے۔ جس کا کوئی راہ بر کوئی خضر نہ ہو، دین سمٹتی تیرگی میں بھی اس کے لیے پھیلتی شفق بن جاتا ہے۔''

تم نے کون سا دین اختیار کر لیا ہے جو تمہیں اجازت دیتا ہے کہ دلوں کو الم گاہ، ذہنوں کو پتھر بنا دو۔ آنکھوں کو اندھا اور ہاتھوں کو قاتلوں کے کشکول میں تبدیل کر دو۔ وہ کون سا دین ہے جو تمہیں یہ کہتا ہے کہ اپنے ہونٹوں کو بدی کا نغمہ سرا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرو۔

تم لوگ خیال کرتے تھے کہ تم لوگوں نے بڑی طاقت اور قوت حاصل کر لی ہے۔ لیکن خدا کی گرفت جب حرکت میں آتی ہے تو یاد رکھنا کبھی کبھی بڑی بڑی طاقتیں بڑی بڑی سطوت رکھنے والی قوتیں لمحوں کے اندر سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے کج کلاہ ساعتوں کے اندر گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرنے والی استعماری قوتیں خیر کی کرامات پر غالب آنے کے ارادے دل میں رکھتے ہوئے انجام کار کرب کی ڈائنوں کا سا عذاب دیکھ کر فنا ہو جاتی ہیں۔

تقدیس کعبہ کی قسم ہمارا دین تو انسانوں کی روح دل کی تمناؤں میں پھول اور شبنم کا سماں باندھ دیتا ہے۔ لیکن تم جیسے لوگ جو دین سے بغاوت کرتے ہیں ظاہر اور باطن اور بنا کر رکھتے ہیں۔ ان کے دل کی بستیوں کے لیے ہم لوگ نیزوں کی انیوں کا سا عذاب بنا بھی جانتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ذکریا بلخی! تمہاری حالت بھی اس ابن عطاش سے مختلف نہیں ہے۔ دونوں ایک جیسے گناہ اور معصیت میں مبتلا رہے ہو۔ لہٰذا میں تم دونوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں..........''

ایسا ہونے کے بعد سلطان نے ارسلان، بدران اور برسق کو مخاطب کیا۔

''تم تینوں اب اپنے خیموں میں جاؤ لباس تبدیل کرو۔ تھوڑی دیر تک مغرب کی

اذان ہونے والی ہے۔ پھر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ بدران اور برسق اپنے خیمے کی طرف چلے گئے تھے۔ صفیناہ، غریاد اور اخیموت اپنے خیمے کا رخ کر گئے تھے۔ شاید وہ ارسلان اور ضوباہ کو علیحدگی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ ارسلان اپنے خیمے کی طرف بڑھا اس کے پیچھے پیچھے ضوباہ بھی خیمے کا رخ کر رہی تھی۔''

خیمے میں داخل ہونے کے بعد ارسلان نے مڑ کر ضوباہ کی طرف دیکھا۔ ضوباہ اس کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''تھوڑی دیر تک مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ آپ اپنا لباس تبدیل کریں نماز ادا کرنے کے بعد اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔''

''ضوباہ کی بات مانتے ہوئے ارسلان نے فوراً اپنا لباس تبدیل کیا۔ ابھی وہ فارغ ہوا ہی تھا کہ لشکر میں مغرب کی اذان بلند ہوئی لہٰذا نماز کی ادائیگی کے لیے وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔''

====☆☆☆☆====

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ابھی نہاوند کے نواح ہی میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا کہ یہاں عالم اسلام کا ایک بہت بڑا حادثہ اور المیہ پیش آیا۔

وہ دس رمضان المبارک کا دن تھا۔ خواجہ نظام الملک طوسی نے روزہ افطار کر کے مغرب کی نماز ادا کی پھر وہ حسب معمول اپنے لشکر میں شامل علماء وفقہاء سے باتیں کرتا رہا۔ گفتگو کے دوران اس نے بڑی تفصیل اوز بڑے جذب وسوز کے ساتھ نہاوند کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں فاروق اعظمؓ کے عہد میں فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد اس نے بہت سے صحابہ کرام کے حالات بیان کئے جو نہاوند کے مقام پر کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

پھر خواجہ نظام الملک نے نماز تراویح ادا کی۔ اس کے بعد وہ اپنے خیمہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں انتہا درجہ کے متقی اور پرہیزگار کی صورت بنائے حسن بن صباح کا فدائی ابوطاہر خواجہ نظام الملک طوسی کے سامنے آیا۔ یہ بدقسمت انسان ویلم کا رہنے والا تھا۔ صوفیانہ لباس میں سامنے آ کر اس نے یہ انداز اپنایا کہ شاید وہ نظام الملک طوسی سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ قریب آ کر اس نے مصافحہ کرنے کے لیے نظام الملک طوسی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسی دوران اپنی زہر آلود چھری اس نے خواجہ نظام الملک طوسی کے قلب میں گھونپ دی تھی۔

وار ایسا کارگر تھا کہ نظام الملک طوسی کا کام اسی وقت تمام ہو گیا اور یوں اس خوش قسمت انسان کو خداوند قدوس نے اپنی مہربانی سے نہاوند کے شہداء میں شامل کر لیا۔

خواجہ نظام الملک طوسی لگ بھگ انتیس برس تک وزارت کے عہدے پر فائز رہا۔ نو برس تک وہ سلطان الپ ارسلان کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد باقی بیس برس اس نے سلطان الپ ارسلان کے بیٹے اور نامور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ساتھ گزارے۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دور حکومت میں اس کی وزارت کسی حکمران سے کسی بھی صورت کم نہ تھی۔ اس نے رفاہ عامہ، علوم معارف کی معاونت ملکی نظم ونسق، ذرائع تجارت، تعمیرات اور جنگی مہمات کے علاوہ دوسرے صیغہ جات میں بھی بڑے احسن طریقے سے کام لیا۔

خواجہ نظام الملک طوسی کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے اسے شہرت دوام اور احترام کی بقاء عطا کی وہ مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنیاد رکھنا ہے۔ یہ ایک عظیم الشان جامعہ اسلامی علوم تھی جس نے تمام ملک میں علوم معارف کے دریا بہائے اس کے ماتحت نیشاپور، طوس، اصفہان، موصل، بصرہ، ہرات، بلخ وغیرہ میں بھی عظیم الشان مدارس قائم کئے گئے تھے۔ اور یہ مدارس صدیوں تک اسلامی علوم کے مرکز بنے رہے۔

تمام مورخین نظام الملک طوسی کے ذاتی اوصاف کے مداح ہیں۔ وہ ارباب علم وہنر کا نہ صرف قدردان تھا بلکہ خود بھی ایک بلند پایہ عالم اور ادیب تھا۔ قرآن مقدس، حدیث تفسیر، فقہ، حکمت، انشاء اور شعر وادب وغیرہ تمام علوم میں ایک سند کا درجہ رکھتا تھا۔

دینی مسلک میں وہ شافعی فقہ کا پیرو تھا۔ لیکن نہایت فراخ حوصلہ اور بے تعصب تھا۔ خواجہ نظام الملک طوسی کو ارباب علم وکمال کی صحبت میں بیٹھ کر ایک طرح سے دلی راحت وسکون حاصل ہوتا تھا۔ اس کی مجالس میں ہمیشہ علماء وفضلاء کا مجمع رہتا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد وہ دیر تک علماء وفضلاء سے علمی گفتگو میں مصروف رہا کرتا تھا اور یہ اس کا روز کا معمول تھا۔

نظام الملک طوسی اہل علم کی تعظیم وتکریم حد سے زیادہ کرتا تھا۔ ہمیشہ ان کی خدمت کا کوئی نہ کوئی موقع ڈھونڈتا رہتا تھا۔ نظام الملک کو جہاں کسی شہر میں کوئی ممتاز عالم مل جاتا وہ وہیں فوراً ایک مدرسہ اور کتب خانہ قائم کر دیتا اور اس عالم کو اس مدرسہ میں درس وتدریس اور کتب خانہ کی نگرانی کا کام سونپ دیتا تھا۔

ایسے ہر مدرسہ کے لیے جائیداد وقف کی جاتی تھی اور کتابیں وغیرہ مہیا کی جاتی تھیں۔ خواجہ نظام الملک نے ان مدارس کے معلمین اور طلباء کے معقول وظیفے مقرر کر رکھے

تھے اور یہ سارا خرچہ وہ صرف شاہی خزانے سے نہیں کرتا تھا بلکہ اس نے اپنی ذاتی جاگیر کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ بھی ان اخراجات کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

بعض مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ تعلیم کے محکمہ پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دور میں جس قدر رقم خرچ ہوتی تھی اس کے برابر کی رقم خواجہ نظام الملک طوسی اپنی جاگیر کے اخراجات سے خرچ کیا کرتا تھا۔ اہم مدارس سے ملحق اس نے کتب خانے قائم کر رکھے تھے۔ اور ان کتب خانوں کے لیے خواجہ نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے ہزاروں کتابیں فراہم کی تھیں۔

خواجہ نظام الملک طوسی کو عبادت اور ذکر الٰہی میں کمال درجے کا شغف تھا۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کرتا۔ اور اذان کی آواز سنتے ہی سب کام چھوڑ کر نماز کے لیے لپکتا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرتا تھا اور تلاوت قرآن پاک میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیتا تھا۔ کہتے ہیں ہر سوموار اور جمعرات کو وہ روزہ رکھا کرتا تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں طبیعت ہر وقت خشیت الٰہی سے لرزاں رہتی تھی۔ اور اس کا بیشتر وقت روزہ نماز اور علماء کی مجالس میں بیٹھنے میں صرف ہوتا تھا۔

طبیعت کے لحاظ سے وہ نہایت نیک مزاج، بردبار، انصاف پسند رحمدل حلیم الطبع، رقیق القلب، صابر، شاکر اور فیاض اولیٰ تھا۔ مورخین نے اس کی جود وسخا اور داد و دہش کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔ وہ نہ صرف وزیر سلطنت ہونے کی حیثیت سے صبح سے شام تک حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتا رہتا تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی حیثیت میں بھی اپنی آمدنی سے فقہاء ومساکین کو ہزاروں درہم ودینار تقسیم کرتا رہتا تھا۔

یہ خیرات اس رقم کے علاوہ تھی جو اشاعت علم اور دوسرے رفاہی کاموں کے لیے اپنی جاگیر کی آمدنی سے صرف کرتا تھا۔ روزانہ صبح اٹھتے ہی ایک سو دینار خیرات کرنا اس کی عادت تھی۔ اور جب گھر سے نکلتا تو درہم ودینار کی تھیلیاں اپنے ساتھ رکھتا۔ راستے میں جو محتاج نظر آتا۔ اس کو کچھ نہ کچھ دیتے ہوئے گزرتا تھا۔

کہتے ہیں ایک بار اس کی سواری ایک بوڑھے سبزی فروش کی دکان کے سامنے سے گزری۔ سبزی فروش نے اٹھ کر سلام کیا۔ عرض کیا کہ کثیر العیال ہوں۔ دکان کی آمدنی اس قدر قلیل ہے کہ فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ سن کر خواجہ نے رقم کی ایک تھیلی اس کی

طرف پھینک دی۔

سبزی فروش نے دکان سے اٹھ کر اپاہج کا بھیس بدل لیا اور دوسرے راستے پر جا بیٹھا۔ خواجہ کی سواری جب گزری تو آواز بدل کر کہا کہ مفلوج ہوں اور بال بچہ سخت مصیبت میں ہے خواجہ نے ایک تھیلی اس کی طرف پھینک دی۔

اب اس سبزی فروش نے کوئی اور روپ دھارا اور چکر کاٹ کر پھر خواجہ کو سلام کہہ کر کہا کہ جوان لڑکیاں گھر میں ہیں۔ اور تنگ دستی کی وجہ سے ان کے ہاتھ پیلے نہیں کر سکتا۔ خواجہ نے ایک بار پھر ایک تھیلی اس کو دے دی۔

کہتے ہیں وہ سبزی فروش بھی بڑا حریص آدمی تھا۔ چوتھی بار بھیس بدل کر خواجہ کے راستے پر جا بیٹھا۔ جب اس کی سواری قریب آئی تو عرض کیا کہ میں ماوراالنہر کا رہنے والا ہوں۔ جہاد کے لیے نکلا تھا۔ بدقسمتی سے ہمارے لشکر کو شکست ہوئی۔ اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ اب پیسے پیسے کا محتاج ہوں۔

خواجہ نظام الملک طوسی نے اس کو پھر ایک تھیلی دینے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی مسکرا کر کہا کہ ”اے بوڑھے سبزی فروش، اپاہج، جوان لڑکیوں کے باپ، ماوراالنہر کے مجاہد ایک تھیلی اور لے۔“ اس طرح وہ چوتھی تھیلی لے کر رخصت ہوا۔ لیکن خواجہ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ حالانکہ اس نے ہر مرتبہ اس حریص بوڑھے سبزی فروش کو پہچان لیا تھا۔

خواجہ نظام الملک طوسی، سیاست، تدبر، دیانت، امانت اور انشاء پردازی میں اپنی مثال تو تھا ہی لیکن اپنی عقلمندی ودیانتداری کی بدولت بلند مرتبہ تک جا پہنچا تھا۔ مورخین نے خواجہ نظام الملک طوسی کی سخن فہمی کی بھی بڑی تعریف کی ہے کہ وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہہ لیتا تھا۔

مورخین نے نظام الملک طوسی کی خانگی زندگی کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اس لیے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنی زندگی میں کتنی شادیاں کیں۔ مختلف روایات کو ملا کر پڑھنے سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب وہ سلطان چغری بیگ داؤد کے دربار میں پہلی بار وارد ہوا تو شادی شدہ تھا اور دو لڑکوں عبید اللہ اور مظفر کا باپ تھا۔ اس کے علاوہ خواجہ کے ایک دوسرے عقد کا ذکر بھی مورخین نے صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ عقد خواجہ نے جارجیا کے حکمران بقراط کی بیٹی سے کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب سلطان الپ ارسلان نے جارجیا

فتح کیا تو بقراط نے اپنی بیٹی کا عقد سلطان سے کر دیا تھا۔ سلطان نے کچھ عرصہ بعد اس بیگم کو طلاق دے دی اور خواجہ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس گرجستانی بیوی سے بھی خواجہ کے کئی بیٹے ہوئے۔ خواجہ کی اولاد میں متعدد بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے دس بیٹوں اور ایک بیٹی کا نام تاریخ میں ملتے ہیں۔

☆☆☆

حسن بن صباح کے فدائی ابو طاہر حارث نے نظام الملک طوسی کا خاتمہ کر دیا۔ جب وہ نظام الملک پر حملہ کر کے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا تو نظام الملک طوسی کے مرنے کی وجہ سے لشکر میں ایک کہرام اور ہنگامہ سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ابو طاہر حارث نے اس ہنگامے اور افراتفری میں بچ نکلنے کی کوشش کی لیکن پکڑا گیا اور لوگوں نے اس کو اسی وقت قتل کر ڈالا سلطان ملک شاہ سلجوقی کو نظام الملک طوسی کے مرنے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ وہ نظام الملک طوسی کی عزت و احترام اس طرح کرتا تھا جس طرح کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے محترم باپ کا احترام کرتا ہے۔ مورخین اس موقع پر ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی نگاہوں میں نظام الملک طوسی کا کیا مقام تھا۔

کہتے ہیں ایک بار نظام الملک طوسی کے مخالفین نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے پاس شکایت کی کہ خواجہ نے مدراس نظامیہ کے اخراجات حد سے بڑھا دیے ہیں اور تعلیم کی مد میں زیادہ رقم خرچ کرتا ہے۔ حالانکہ اس رقم سے ایک زبردست لشکر تیار کیا جا سکتا ہے۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے پہلے تو اس شکایت کو درخور اعتنا نہ سمجھا لیکن جب اس کے کانوں میں بار بار یہ شکایت ڈالی گئی کہ مدارس و مکاتب کے اخراجات سے بیت المال خالی ہو رہا ہے تو اس نے ایک دن خواجہ نظام الملک طوسی کو اشارتاً کہا۔

''لشکری مصارف کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اتنی وسیع سلطنت کی حفاظت اور دشمنوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر کا رکھنا ناگزیر ہے۔ آپ مدارس کے لیے رقم منظور کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا کریں تا کہ لشکری مصارف اور تعلیمی اخراجات میں ایک توازن قائم رہے۔''

نظام الملک طوسی نے بھی بال دھوپ میں سفید نہ کئے تھے۔ سمجھ گیا کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی اس کے مخالفین کے بہکاوے میں آ کر یہ باتیں کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اس نے

آبدیدہ ہو کر سلطان ملک شاہ سلجوقی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''جان خواجہ! جو لشکر آپ تیار کرنا چاہتے ہیں ان کی تلوار کی مار زیادہ سے زیادہ دو تین گز تک کر سکتی ہے۔ اور ان کے تیر زیادہ سے زیادہ تین سو قدم تک جا سکتے ہوں گے۔ لیکن جن مدارس پر میں رقم خرچ کر رہا ہوں ان مدارس میں جو لشکر تیار ہو رہا ہے ان کی دعائیں فرش سے عرش تک پہنچ سکتی ہیں۔ اور جو کام یہ دعائیں کر سکتی ہیں وہ مادی ہتھیاروں سے لیس آپ کا لشکر ہرگز نہیں کر سکتا۔''

اس امر کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک بڑے اور زبردست لشکر کی ضرورت مسلم اور درست ہے۔ لیکن اس کے لیے مدارس میں تیار ہونے والے لشکر میں کمی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

جان پدر میں تو اب از کار رفتہ بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے بازار میں اگر فروخت کرو تو میری قیمت کوئی پانچ دینار سے زیادہ بھی نہ لگائے اور آپ اگرچہ نوجوان اور صحت مند ہیں۔ لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ تیس دینار سے زیادہ کوئی آپ کی بھی بولی لگا دے۔ باوجود اس حقیقت خلقی کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی عظیم الشان سلطنت کا فرماں روا بنا دیا ہے تو آخر چند لاکھ دینار اشاعت علم پر صرف کر کے آپ احکم الحاکمین کی خوشنودی کے حقدار بننے سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

کہتے ہیں خواجہ نظام الملک طوسی کی تقریر سن کر سلطان ملک شاہ سلجوقی پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے روتے ہوئے کہا۔

''پدر محترم آپ جو کچھ کر رہے ہیں عین مصلحت و ثواب ہے۔ آپ اہل علم کا لشکر ضرور تیار کریں اور اس کام کے لیے جتنی رقم کی ضرورت ہو بلا دریغ صرف کریں۔''

بہر حال نظام الملک طوسی کی موت نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ اور اس پر عیاں کر دیا تھا کہ حسن بن صباح دن بدن کتنی قوت پکڑتا جا رہا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اس فتنہ کے استحصال کا بندوبست کرنا چاہیے۔ چونکہ یہ علاقہ بڑا دشوار گزار تھا جس میں حسن بن صباح رہتا تھا۔ اور اس پر لشکر کشی کرنے کے لیے بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔ اس لیے عمائدین نے مشورہ یہی دیا کہ سر دست حکمت عملی سے کام لے کر حسن بن صباح کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے۔

چنانچہ اپنے عمائدین کے کہنے پر سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک سفارت حسن بن صباح کے پاس روانہ کی۔

حسن بن صباح نے اس سفارت کی نہایت عزت واحترام سے پذیرائی کی اور اس کے اراکین کو اپنا مہمان بنایا۔

لیکن جب سفارت کے سربراہ نے ملک شاہ کے شاہانہ جاہ وجلال کا ذکر کر کے حسن کو سلطان ملک شاہ سلجوقی کی اطاعت وفرمانبرداری کی ترغیب دی تو اس نے جواب دیا۔

''ہم سوائے اپنے امام برحق کے اور کسی کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ اور دنیاوی بادشاہوں کا جاہ وجلال ہمیں مرعوب نہیں کر سکتا............''

حسن بن صباح کے اس جواب سے سفیر بڑے مایوس ہوئے۔ سفیروں پر مزید رعب اور اپنا دبدبہ ڈالنے کے لیے حسن بن صباح نے یہ کیا کہ جب یہ سفارت قلعہ سے رخصت ہونے لگی تو حسن نے اراکین وفد سے مخاطب ہو کر کہا کہ سلطان سے کہہ دینا کہ ہمیں اپنے گوشے میں پڑا رہنے دے اگر اس نے ہمیں چھیڑا تو ہم اس کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس کے بعد سفارت کاروں پر مزید رعب ڈالنے کے لیے حسن نے اپنے ایک فدائی کو حکم دیا کہ تم اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لو۔ وہ اسی وقت پیٹ میں خنجر مار کر ڈھیر ہو گیا۔ پھر حسن بن صباح نے ایک دوسرے فدائی کو اشارہ کیا کہ پہاڑ سے چھلانگ لگا دو۔ اس نے فوراً تعمیل کی اور اس کی ہڈی پسلی چکنا چور ہو گئی۔ ایک تیسرے فدائی کو اس نے حکم دیا کہ تم پانی میں ڈوب مرو وہ گہرے پانی میں کود پڑا اور چند لمحوں کے اندر ہلاک ہو گیا۔

مورخین کہتے ہیں کہ سفارت کار یہ تماشا دیکھ کر دم بخود ہو گئے اس کے بعد حسن نے اپنے آخری حربے کے طور پر ان سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ملک شاہ سے کہنا کہ تمہارے لشکر کا ایک لشکری بھی اس قسم کی جاں بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہمیں ستا کر تم پشیمان ہو گے۔''

ان سفارت کاروں نے واپس جا کر سارے حالات تفصیل کے ساتھ سلطان ملک شاہ سلجوقی سے کہے۔ جس پر سلطان ملک شاہ سلجوقی نے حسن بن صباح کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کر لیا تھا۔

قلعہ الموت کی طرف اپنے لشکر کو روانہ کرنے سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک بہت اچھا اور احسن قدم اٹھایا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے بڑے تیز رفتار اور متحرک مخبر قلعہ الموت اور کوہستان قزوین کی طرف روانہ کیے۔ جن کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ حسن بن صباح کے فدائیوں اس کے لشکریوں اور مسلح دہشت گردوں پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کے محل وقوع سے اس لشکر کو آگاہ کریں جسے حسن بن صباح کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جانا تھا۔

ان مخبروں کے روانہ ہونے کے چند دن بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔ جس میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ ارسلان، بدران اور برسق کو حسن بن صباح کی سرکوبی کے لیے لشکر دے کر روانہ کیا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد بدران اور برسق اس لشکر کو تیار کرنے لگے تھے۔ جس نے ان کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ کوچ کرنے سے پہلے ارسلان اپنے خیمے میں آیا۔ اس وقت خیمے میں ضوباہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ ارسلان کو دیکھتے ہی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر کسی قدر بے تابی اور بے چینی میں آگے بڑھتے ہوئے اس نے ارسلان سے پوچھ لیا۔

''خیریت تو ہے سلطان نے سارے بڑے سالاروں کا اجلاس کیوں طلب کیا تھا............''

اس پر ارسلان مزید چند قدم آگے بڑھا بڑے پیارے انداز میں اپنا ہاتھ اس نے ضوباہ کے شانے پر رکھا پھر بڑے دھیمے اور محبت بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان نے حسن بن صباح کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا ہے............ ابھی تھوڑی دیر تک میری کمانداری میں ایک لشکر یہاں سے قلعہ الموت کی طرف روانہ ہو گا۔ بدران اور برسق بھی میرے ہمراہ ہوں گے۔ وہ دونوں لشکر کی تیاری میں مصروف ہیں۔ میں صرف تم سے ملنے کے لیے آیا ہوں تھوڑی دیر تک میں لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔''

جواب میں ضوباہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی لمحہ اخیموت، صفیناہ اور غریاد خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ خیمے کی اندر داخل ہوتے ہوئے اخیموت کہنے لگا۔

''ارسلان میرے بیٹے! ہم نے تمہاری روانگی کی گفتگو سن لی ہے۔ ضوباہ کے متعلق

تم فکر مند نہ ہونا..........''

اخیموت کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ضوباہ بول پڑی۔

''انہیں میرے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں یہاں محفوظ ہوں۔ بلکہ میں ان کے متعلق فکر منداور پریشان رہوں گی۔''

ارسلان نے ایک بار پھر بڑے پیارے انداز میں اس کا شانہ تھپتھپایا۔ کہنے لگا۔

''پریشانی کی کوئی ایسی بات نہیں۔ ہم حسن بن صباح کی سرکوبی کے لیے جا رہے ہیں۔ آگ اور خون کے سمندر میں کودنے کے لیے نہیں جا رہے.......... سلطان یہاں سے بغداد جائے گا اور چند روز تک شہر میں قیام کرے گا۔ جب تک سلطان وہاں قیام کرتا ہے۔ تم لوگ بھی اس کے ساتھ رہنا۔ اگر سلطان بغداد سے نکل کر نیشاپور کا رخ کرتا ہے تو تم اپنی حویلی میں جا کر رہائش اختیار کر لینا.......... حویلی تم لوگوں کے لیے ناآشنا نہیں۔ باغات کی بھی دیکھ بھال شروع کر دینا اور اگر سلطان اصفہان کا رخ کرتا ہے تو پھر تم سلطان کے ساتھ ہی کوچ کرتے ہوئے اصفہان جانا اور وہاں سے نیشاپور کی طرف چلے جانا۔ میں حسن بن صباح کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد واپس اسی جگہ آؤں گا جہاں سلطان نے قیام کر رکھا ہوگا۔ اس کے بعد میں اپنی حویلی کا رخ کروں گا۔''

میرے خیال میں اب مجھے اپنی کوچ کی تیاری کرنی چاہیے.......... اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد بدران اور برسق اپنے لشکر کے ساتھ بڑی بے چینی سے میرا انتظار کریں گے.......... اس پر ضوباہ فوراً حرکت میں آئی۔ پہلے ارسلان کو اس کا جنگی لباس نکال کر دیا جو اس نے پردے کے پیچھے جا کر پہن لیا۔ بہترین زرہ پہنی ہاتھوں پر جوشن باندھے سر پر نیا آہنی خود رکھا۔ اس کے اوپر اس نے عمامہ باندھ لیا تھا۔ اتنی دیر تک ضوباہ نے دو خرجینوں میں اس کی ضروریات کا سامان رکھ دیا تھا۔ دونوں خرجینیں اس نے ارسلان کے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دی تھیں۔ پانی کا مشکیزہ بھر کر بھی زین کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر ارسلان خیمے سے نکلا ضوباہ، غریاذ، اخیموت اور صفیناہ اس کے ساتھ باہر نکلے۔ ارسلان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ہاتھ ہلا کر سب کو الوداع کہا گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اس سمت گیا تھا جہاں برسق اور بدران دونوں اس لشکر کے ساتھ تیار کھڑے تھے۔ جس نے اس کی کمانداری میں قلعہ الموت کا رخ کرنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ارسلان، بدران اور برسق

بڑی برق رفتاری سے حسن بن صباح کے قلعہ الموت کا رخ کر رہے تھے۔

☆☆☆

ارسلان، بدران اور برسق ابھی اپنے لشکر کے ساتھ طالقان سے چند فرسنگ دور تھے کہ سامنے کی طرف سے ان مخبروں میں سے کچھ مخبر آئے تھے جنہیں سلطان نے ان کی روانگی سے پہلے ان علاقوں کی طرف حسن بن صباح کے لشکروں پر نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا تھا۔

اس وقت سورج دور مغرب میں غروب ہونے کے لیے جھک رہا تھا۔ انہیں دیکھتے ہوئے ارسلان نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ قریب آ کر ان مخبروں میں سے ایک ارسلان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر محترم! آپ کی آمد سے پہلے ہم نے اپنے کام کی تکمیل کر دی ہے۔ حسن بن صباح کو کتوں کی طرح سرگرداں اس کے فدائیوں نے خبر کر دی ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک لشکر ارسلان، بدران اور برسق کی سرکردگی میں اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمارے لشکر سے نمٹنے کے لیے اس نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔''

اس کے پاس جس قدر عسکری اور فدائیوں کی قوت ہے اس کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصے کو اس نے قزوین شہر کی سمت گھات میں بٹھایا ہے۔ دوسرا طالقان کے شمال میں کوہستانی گھاٹیوں کے اندر گھات لگا چکا ہے اور تیسرا قلعہ الموت کی سمت محفوظ مقامات پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔

اب ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ جونہی آپ طالقان اور قزوین شہروں کے درمیان سے گزرنے کے بعد قلعہ الموت کا رخ کرتے ہیں تو وہ کوہستانی گھاٹیاں جو قزوین، طالقان اور قلعہ الموت کے درمیان ہیں ان کوہستانی سلسلوں کے اندر ایک وسیع میدان ہے۔ جب آپ اس میدان میں داخل ہوں گے تو تین اطراف سے حسن بن صباح کے تینوں لشکر آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اس میدان کے تین اطراف میں ان کے عساکر گھات لگائے ہوئے ہیں۔

سب سے پہلے سامنے کی طرف سے لشکر نمودار ہوگا جو الموت کی طرف ہے۔ پھر

قزوین والا لشکر گھات سے نکل کر اپنے حملے کی ابتدا کرے گا اور آخر میں حسن بن صباح کا وہ لشکر جو طالقان کی وادیوں کی سمت میں چھپا ہوا ہے وہ آخری ضرب کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

مخبر جب خاموش ہوا تب ارسلان تھوڑی دیر مسکراتا رہا۔ بدران اور برسق بھی تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھتے رہے پھر برسق اور بدران کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان کہہ رہا تھا۔

''میرے دونوں بھائیو! میں سمجھتا ہوں ہمارے مخبروں نے ہماری امیدوں اور ہماری خواہشوں سے کہیں بڑھ کر کام کیا ہے۔ حسن بن صباح نے طالقان قزوین اور الموت کی سمت اپنے لشکروں کو بٹھا کر گویا ہمارے لیے کافی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔ اس نے اپنی طاقت اور قوت کو بھانپ لیا ہے۔ میرے خداوند قدوس کو منظور ہوا تو ان تینوں گروہوں سے ہم ایسے احسن طریقے سے نمٹیں گے کہ ہمارا یہ نمٹنا انشاء اللہ حسن بن صباح کے لیے ایک عبرت اور درس آمیزی بن جائے گا۔''

ارسلان کچھ دیر رکا پھر بدران اور برسق کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز بھائیو! سورج غروب ہو رہا ہے۔ یہاں لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔ عشاء کی نماز بھی یہیں ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد آدھی رات کے بعد کہیں جا کے ہم اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے اور ایسی ابتدا کریں گے کہ حسن بن صباح اس کے حواریوں، اس کے نائبوں، اس کے داعیوں اور فدائیوں کو چونکا کے رکھ دیں گے۔''

جو لائحہ عمل، جو منصوبہ، جو تدبیر اس وقت میرے ذہن میں ہے وہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں، اگر تم سمجھو کہ وہ قابل عمل نہیں ہے ہمیں اس کو نہیں اپنانا چاہیے۔ تو تم اپنی طرف سے کوئی تجویز پیش کرنا جو بھی اچھی ہوئی اس پر عمل کیا جائے گا۔

میرے عزیز بھائیو! عشاء کی نماز کے بعد لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ تینوں حصے ہم تینوں بھائیوں کی سرکردگی میں رہیں گے۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ رات کی گہری تاریکی میں طالقان کی مشرقی سمت سے ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے حسن بن صباح کے اس لشکر کا رخ کروں گا جس نے قلعہ الموت کی سمت گھات لگا رکھی ہے۔ وہاں تک ان

مخبروں میں سے کچھ میری راہ نمائی کریں گے۔

باقی مخبر برسق اور بدران تم دونوں کے ساتھ ہو لیں گے۔ بدران میرے بھائی تمہارے ذمے یہ کام ہوگا کہ اپنے حصے کو لے کر حسن بن صباح کے اس لشکر پر ضرب لگاؤ کہ جو اس نے قزوین کی سمت گھات میں بٹھا رکھا ہے۔ برسق یہاں سے کوچ کرے گا۔ سیدھا آگے بڑھے گا اور مخبروں کی راہنمائی میں حسن بن صباح کے طالقان کی سمت بیٹھنے والے لشکر پر حملہ آور ہو جائے گا۔

رات کی گہری تاریکی میں برسق جب یہاں سے کوچ کرے گا تو لشکری اپنی طرف سے کوچ کرتے وقت شور کرتے ہوئے سفر کریں گے۔ ہمارے لشکر میں بار برداری کے جس قدر جانور ہیں وہ سب برسق کے حوالے رہیں گے۔ جن جانوروں کے گلے کی گھنٹیاں اتار دی گئی ہیں ان کے گلے میں دوبارہ گھنٹیاں باندھ دی جائیں۔ برسق جب اپنے لشکر کے ساتھ رات کے پچھلے حصے میں کوچ کرے گا تو اس کے لشکری جان بوجھ کر شور کرتے رہیں گے۔ آوازیں بلند کرتے رہیں گے۔ ساتھ میں ان گھنٹیوں کی صدائیں بھی دور دور تک جاتی رہیں گی اور رات کی تاریکی میں حسن بن صباح کا وہ لشکر جو طالقان کے نواح میں ہم پر نگاہ رکھ رہا ہوگا۔ اس لشکر کا سالار اور لشکری سارے یہی خیال کریں گے کہ جو اس قدر لشکریوں کا شور شرابا اٹھ رہا ہے۔ دور دور تک گھنٹیوں کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں تو ہمارا پورے کا پورا لشکر طالقان سے گزر کر موت کی اس وادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جس میں وہ ہم سے ٹکرانے کا عزم کیے ہوئے ہیں ایک اور بات یاد رکھنا اگر گھنٹیاں زیادہ ہو جائیں تو ایک ایک جانور کے گلے میں دو دو تین تین گھنٹیاں باندھ دینا۔ تاکہ رات کے وقت لشکر جب حرکت میں آئے تو گھنٹیوں کی آوازیں رات کے سناٹے میں اک سماں کھڑا کر کے رکھ دیں۔

بدران! میرے بھائی میں اپنے ذمے الموت کی سمت اور تمہیں قزوین کا علاقہ اس لیے دے رہا ہوں کہ یہ علاقے برسق کی نسبت میرے اور تمہارے زیادہ دیکھے بھالے ہیں اور ہم ان علاقوں میں پہلے بھی آتے رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں جب ہم اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے تو صبح ہونے تک ہم نتائج کو اپنے حق میں کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان رکا پھر اسی مخبر کو اس نے مخاطب کیا جو اس سے پہلے ارسلان کو مخاطب کر چکا تھا۔

''میرے عزیز اب بتاؤ کہ طالقان کے پاس سے گزرنے کے بعد جو کھلی وادیاں آتی ہیں جہاں حسن بن صباح کے لشکری ہم سے ٹکرانا چاہتے ہیں وہ عساکر جو قزوین اور الموت کی سمت ہیں وہ وہاں سے کتنے فاصلے پر ہوں گے۔''

اس پر وہ مخبر کہنے لگا۔

''امیر محترم! وہ وادیاں اتنی کھلی اور وسیع بھی نہیں ہیں۔ ان وادیوں کے بالکل کناروں پر تینوں لشکر گھات میں ہیں۔ یوں جانیں اس وادی کے جنوب میں ایک حصہ دوسرا حصہ مغرب کی سمت اور تیسرا حصہ شمال میں ہے۔ جب ہمارا لشکر ان وادیوں میں داخل ہوگا تو جانوروں کی گھنٹیوں کی صدائیں حسن بن صباح کے تینوں لشکریوں تک پہنچیں گی۔ بس اس سے آپ ان کے درمیان دوری اور فاصلے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔''

ارسلان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں اگر وہ بالکل اس وادی کے کنارے گھات میں ہیں تو اس طرح ہمارا کام اور آسان اور سہل ہو جائے گا۔ پھر ارسلان نے برسق اور بدران کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔''

''میرے عزیز بھائیو! لشکر کو یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دو۔ خیمے نصب کر دیے جائیں۔ تاکہ دشمن یہی خیال کریں کہ ہم یہاں چند دن گزارنے کے لیے پڑاؤ کر رہے ہیں۔ اسی بناء پر ہم نے خیمے نصب کئے ہیں اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جائے اور لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا جائے۔''

برسق میرے بھائی! میں خصوصیت سے تمہیں بتاتا ہوں کہ میں اور بدران تو رات کی گہری تاریکی میں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے............ میرا فاصلہ بدران کی نسبت زیادہ ہے۔ لہٰذا میری راہ نمائی کرنے والے مخبر مجھے جب یہ بتائیں گے کہ میں حسن بن صباح کے اس حصے کے لشکر کے قریب پہنچ گیا ہوں جس نے الموت کی طرف گھات لگائی ہے تو وہاں میں فضا کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند کروں گا جو تمہارے لیے یہ نشانی ہوگی کہ تم یہاں سے کوچ کر جانا اور سیدھا طالقان کی وادیوں میں داخل ہونا۔

اب تمہارا یہ کام ہوگا کہ طالقان کی وادیوں میں داخل ہوتے ہی تم بھی جلتے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند کرنا۔ یہ تمہاری طرف سے میرے اور بدران کے لیے اشارہ ہوگا کہ تم موت کی وادیوں میں داخل ہو چکے ہو اور تمہاری طرف سے فضاؤں کے اندر تیر بلند ہوتے ہی میں اور بدران دونوں اپنے اپنے ہدف پر ضرب لگائیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ عین اسی وقت پشت کی طرف سے حسن بن صباح کے لشکر کا کوئی حصہ تم پر حملہ آور ہوگا اور مجھے امید ہے کہ تم بڑے احسن طریقے سے ان کے حملوں کو روکو گے ان سے نمٹو گے۔ اتنی دیر تک میں اور بدران بھی خداوند قدوس نے چاہا تو حسن بن صباح کے دوسرے دو عسکری حصوں کو بھی دھکیلتے ہوئے موت کی وادیوں میں لے آئیں گے۔ اس طرح کوشش کریں گے کہ حسن بن صباح کے لشکر کے تینوں حصوں کو یکجا کر کے ہم بھی تینوں اکٹھے ہو کر ان پر ایسی ضرب لگائیں کہ آنے والے دور میں حسن بن صباح کو کبھی............ مسلم امہ کے خلاف سر اٹھانے کی جرات اور جسارت نہ ہو سکے۔

برسق اور بدران دونوں نے ارسلان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا۔

====☆☆☆☆====

وقت کے قصر عافیت میں شب کے سنگین ولولوں کے ساتھ سحر کی طرف بھاگتی جارہی تھی۔ رات کی گہری نیند بھری آنکھوں سے ماہتاب اور چاندنی دونوں روٹھ چکے تھے کرنوں کے سوداگر ستارے اپنی بساط سمیٹنے کے درپے تھے۔ آسمان پر روشنی کی متجسس آنکھوں کے سامنے رنگ اتر چکے تھے۔ چاروں طرف کالے دھوئیں کے بادلوں کی طرح تاریکیاں کوہساروں کو اداس وادیوں کو ویران کر چکی تھی۔

ایسے میں سحر خیز تکبیریں بلند کر کے بحر سے موتی ابر سے آب صفا نکال دینے والے سدرہ نشین رسول کے مجاہد شب کے سایوں میں ڈوبی اندھی ویرانیوں میں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ ارسلان وادی طالقان کی الموت کی سمت گیا تھا۔ وادی طالقان کی قزوین کی سمت بدران روانہ ہو گیا تھا اور برسق ابھی پڑاؤ کی ہر چیز کو باربرداری کے جانوروں پر لادنے کے بعد ارسلان کی طرف سے جلتے پروں کے تیر کے اشارے کا منتظر تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں گویا طالقان کی ان وادیوں کو مرگ کے سائے گھیرنے لگے تھے۔ برسق بڑی بے چینی سے شمال کی سمت اشارے کا منتظر تھا۔ یہاں تک کہ شمال کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے جلتے پروں کا ایک تیر فضاء میں بلند ہوا۔ اور اس تیر کی روشنی دیکھتے ہی برسق نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔

جس طرح ارسلان نے کہا تھا اس طرح شور مچاتے اپنے لشکریوں کے واویلے اور گھوڑوں باربرداری کے جانوروں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی صداؤں کے طوفان کے

ساتھ برسق طالقان کی ان وادیوں میں داخل ہوا تھا۔ وہ کھلا میدان تھا۔ جو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میدان میں تھوڑا سا آگے جا کر برسق نے فضاؤں کے اندر ارسلان اور بدران کو اشارہ دینے کے لیے جلتے پروں کا ایک تیر داغ دیا تھا۔

اس تیر کا داغا جانا تھا کہ ارسلان اپنے مخبر راہنماؤں کی راہبری میں حرکت میں آیا۔ پھر وہ وادی طالقان کے قلعہ الموت کی سمت گھات لگانے والے........حسن بن صباح کے فدائیوں پر گلیوں کو ملبوں ندیوں کو صحراؤں، آنکھوں کو مسافر ویرانیوں، فضاؤں کو اڑتی دھول زمین کو سرخ روئی۔ سانسوں کو گھٹن کے تسلسل میں تبدیل کر دینے والے بے روک طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ ارسلان کا یہ حملہ ایسا خوفناک ایسا اچانک ایسا زوردار تھا کہ جیسے وقت کے بھنور کی ساری گرہیں کسی نے کھول دی ہوں۔ اور اذہان میں مرگ کی سرسراہٹیں گونجنے لگی ہوں۔ ارسلان اور اس کے لشکری رات کی گہری تاریکی میں حسن بن صباح کے لشکر کے اس حصے پر امیدوں کے ہرے ساحلوں کو یاس وحرماں کے زنداں، لمحوں کو ماند کر دینے والے صدیوں کے خونی عذاب کی طرح اپنا ہدف بناتے چلے جارہے تھے۔ مسلمان مجاہد اندھیرے کے اندر اس طرح حسن بن صباح کے فدائین پر حملہ آور ہو رہے تھے جیسے کارکنان قضا وقدر کو ستاروں کی صورت نقیب بنا کر قدرت ان کی بہترین راہنمائی کر رہی ہو۔ سینوں میں تیر کھا کر مسکرانے والے مجاہدوں کے ارادوں میں کوئی پسپائی نہ تھی۔ اپنے تیز حملوں سے انہوں نے ایسا سماں باندھ دیا تھا جیسے خاموش فضائیں ان کے اشاروں پر ناچ اٹھنے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔

ارسلان کے ساتھ ساتھ بدران بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی حسن بن صباح کے لشکر کے اس حصے پر جو طالقان کی وادیوں کے قزوین شہر کی سمت تھا پرانی یادوں کی گرد میں گُنت وہموں کی صداؤں، لمحوں کے تیز دھاروں میں مرگ کے اڑتے طیور، مرغزاروں کی ساری سطوت کو بنجر وادیوں کے تھل میں تبدیل کر دینے والی عناصر کی طغیانیوں کے بے باک کارکنوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری جانب برسق جب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان کی وادیوں کے وسط میں ان کھلے میدان میں آیا تو پشت کی جانب سے حسن بن صباح کا وہ لشکر نمودار ہوا جو جنوب کی سمت گھات لگائے ہوئے تھا۔ برسق بڑا چوکنا تھا۔ جونہی اس نے دیکھا دشمن پشت کی

طرف سے نکلا ہے۔ وہ فوراً مڑا بار برداری کے جانوروں کو وہ پہلے ہی اپنے آگے ہانک رہا تھا۔ ایک دم وہ اپنے لشکر کے آگے آیا پھر پشت کی طرف سے نمودار ہونے والے حسن بن صباح کے لشکر پر وہ بلند وبالا حیات کی شکنوں کو خون کی گھنگھور لہروں جسموں کو مٹی کے گھروندوں، آئینہ جان کے چہروں کو خاکستری رنگوں، زندگی کو دشوار اور جبر کے آنگنوں کو برباد کر دینے والے بے کراں وقت کے لافنا پاسبانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسطرح تین جگہ چھ لشکروں کے آپس میں ٹکرانے سے خشک برفانی ہواؤں کے اندر برہنہ قضا ناچ اٹھی تھی۔ سرتن سے اس طرح جدا ہونے لگے تھے جیسے سر برہنہ شاخوں اور برگ وبار کی قسمت میں جدائی لکھی جانے لگی ہو۔ جادوئے بابل کے امینوں، سحر سامری کے پاسبانوں، آرزوئے معنی کے رکھوالوں اور رسول عربی ﷺ کے جاں نثار انما الصبر متاع لابرار کے نعرے بلند کرتے ہوئے اقراء باسمِ ربک کے امینوں، غار حرا کے پاسبانوں درس گاہ جہاں کے معلموں، رفیقان ملت کے پیکروں کی طرح حسن بن صباح کے ساتھیوں کو قابیل اور طاغوت کے ساتھی جان کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور رات کی گہری تاریکی میں کوشش کر رہے تھے کہ ان کی تعداد کو تیزی سے کم کرتے چلے جائیں۔

حسن بن صباح کے وہ تینوں عسا کر سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حملہ آور اس قدر ترتیب وتنظیم کے ساتھ ان کے لشکر کے تینوں حصوں کو بیک وقت ہدف اور نشانہ بنالیں گے۔ انہیں بے حد نا امیدیوں اور تشویش کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ جب کہ ارسلان، بدران اور برسق نے ان کے لشکر کے تینوں حصوں کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہوئے طالقان کی وادیوں کے اس میدان میں ایک جگہ جمع کر دیا تھا اور خود بھی تینوں اپنے لشکر کے ساتھ اکٹھے ہو گئے تھے۔

حسن بن صباح کے ساتھیوں نے یکجا ہو کر ایک بار پھر ارسلان، بدران اور برسق کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان تینوں کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں اور صبح تک وہ ان سب کا قتل عام کر کے رکھ دیں گے۔ تب وہ کوہستانی سلسلوں کے خفیہ اور نزدیک ترین راستوں کے ذریعے اپنے مضبوط اور مستحکم قلعے الموت کی طرف بھاگ گئے تھے۔ ارسلان، بدران اور برسق بڑی خونخواری سے ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا گیا تھا تا کہ وہ بار برداری کے ان جانوروں کو ہنکا تا ہوا

پیچھے لائے جن پر رسد اور دوسرا سامان ضرورت لدا ہوا تھا۔

☆☆☆

اس دوران نظام الملک طوسی کی موت کے بعد عالم اسلام کا ایک دوسرا بڑا حادثہ ہوا وہ اس طرح کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ابھی ارسلان، بدران اور برسق کو حسن بن صباح کی مہم پر روانہ نہ کیا تھا کہ سلطان نہر دجیل کے کنارے شکار کھیلنے گیا۔ کہتے ہیں وہاں اس نے گورخر کے کباب کثیر مقدار میں کھائے جس سے اس کے معدے پر بوجھ پڑا۔ تاہم کچھ دن تک علاج ہوتا رہا اس دوران ارسلان، بدران اور برسق حسن بن صباح کی مہم پر روانہ ہو گئے۔ سلطان نے انہیں تسلی دی کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

لیکن حالت بگڑتی گئی گورخر کے کباب کھانے سے سلطان کو تپ محرقہ ہو گیا۔ سلطان کو بغداد لایا گیا۔ جہاں عالم اسلام کے اس عظیم الشان فرمانروا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات کے وقت سلطان ملک شاہ سلجوقی کو حکومت کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے تھے۔ اس کی عمر اس وقت اڑتیس سال کے لگ بھگ تھی۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا تھا اس کی سلطنت مشرق میں کاشغر تک، مغرب میں بحیرہ روم کے ساحلوں، شمال میں جارجیا، اور خوارزم تک جب کہ جنوب میں اس کی سلطنت یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ اتنی بڑی اتنی وسیع سلطنت کو سنبھالنے اور بیرونی واندرونی معاملات کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے ایک کافی بڑے اور زبردست لشکر اور بے پایاں جنگی قوت کی ضرورت تھی۔

سلطان مستقل مزاج انسان تھا۔ اس کے سارے لشکروں کی تعداد چار لاکھ کے لگ بھگ تھی جس میں سے پچاس ہزار سوار او. باقی پیادہ تھے۔

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ سلطان ملک شاہ کے دور کو نہایت امن اور خوشحالی کا دور گنا جاتا ہے۔ علامہ ابن خلقان نے نتہا درجہ کی معتبر اسناد کی بنیاد پر لکھا ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے زمانہ میں امن وامان کی یہ حالت تھی کہ ترکستان سے لے کر شام کی سرحدوں تک قافلے بغیر کسی حفاظت اور بدرقہ کے سفر کرتے تھے۔

اسی طرح اکا دکا مسافر خواہ سونا اچھالتے ہوئے جائیں کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا

کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سارے ملک میں مناسب مقامات پر حفاظتی چوکیاں بنی ہوئی تھیں۔ اگر کسی چوکی کی حدود میں کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو سلطان متعلقہ چوکی کے سربراہ سے سخت باز پرس کرتا۔ چنانچہ ان انتظامی چوکیوں کی وجہ سے سلطنت کے اندر ہر طرح کا امن وامان قائم تھا۔

اسی طرح مورخ سید امیر علی لکھتا ہے کہ سلطان ملک شاہ کی وسیع سلطنت کی حدود میں جو چین سے لے کر مغرب میں بحیرہ روم تک اور شمال میں جارجیا سے لے کر جنوب میں یمن تک پھیلی ہوئی تھی ہر طرف امن وامان کا چرچا تھا۔ سلطان نے خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کی طرح تاجروں اور حاجیوں کی حفاظت کے لیے سڑکوں اور شاہراہوں پر جا بجا سرائے اور انتظامی چوکیاں بنوائیں۔ اس کی حکومت بلحاظ عظمت وشوکت اور لوگوں کی خوشحالی کے بہترین اور مثالی حکومتوں میں شامل کی جاتی ہے۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی عالم اسلام کا ایک بہترین منصف مزاج سلطان تھا۔ مورخین اس کی انصاف پسندی کی تین عمدہ مثالیں پیش کرتے ہیں جو کچھ یوں ہیں۔

کہتے ہیں ایک دفعہ ایک حبشی غلام روتا ہوا سلطان کے پاس آیا اور فریاد کی کہ میں ایک تربوز خرید کر لایا تھا۔ ایک ترک سردار کے سپاہی مجھ سے چھین کر لے گئے۔

سلطان نے کہا ہمارے خیمے میں خاموش ہو کے بیٹھ جا۔ پھر اپنے خادم خاص کودن کو بلایا اور کہا میرا دل تربوز کھانے کو چاہتا ہے۔ کہیں سے لاؤ۔

کہتے ہیں کہ کودن نے پورے پڑاؤ کی تلاشی کرائی تو وہی تربوز ایک سردار کے خیمے سے مل گیا اسے لے کر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ تربوز فلاں سردار کے خیمے سے ملا ہے۔

سلطان نے اس امیر کو بلا بھیجا۔ امیر حاضر ہوا تو سلطان نے پوچھا یہ تربوز کہاں سے آیا ہے.......... اس نے عرض کیا کہ میرے سپاہی کہیں سے لائے تھے۔ سلطان نے حکم دیا ان کو حاضر کرو۔

سردار سمجھ گیا کہ ان لوگوں کی خیر نہیں.......... تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہنے لگا۔

''حضور وہ سپاہی تو کہیں باہر گئے ہوئے ہیں..........''

سلطان جان گیا کہ یہ سردار دروغ گوئی اور جھوٹ سے کام لے رہا ہے۔ اس نے

فوراً اس حبشی غلام کو طلب کیا جس نے تربوز کھو جانے کی شکایت کی تھی۔ اسے مخاطب کر کے سلطان کہنے لگا۔

''یہ امیر میرا غلام ہے.......... میں تیرے تربوز کے عوض اس کو تیری غلامی میں دیتا ہوں جب تک تجھے خوش نہ کرے تیرا غلام رہے گا..........'' یہ سن کر لشکر کا وہ سردار کانپ اٹھا۔ خیمہ سے فوراً نکل کر اس نے حبشی غلام سے معافی مانگی اور اسے تین سو درہم دے کر اس کی غلامی سے خلاصی حاصل کی۔

اس طرح کا ایک دوسرا واقعہ مورخین بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ سلطان ایک دفعہ اصفہان کے جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ کسی بستی میں قیام ہوا۔ لشکریوں نے ایک فربہ گائے کو پکڑ کر ذبح کر لیا اور اس کے کباب بنا کر کھا گئے۔ یہ گائے ایک غریب بیوہ کی تھی۔ اس کے دودھ سے وہ اپنے تین بچوں کی پرورش کرتی تھی۔ اس کو اپنی گائے کا حشر معلوم ہوا تو بڑی بدحواس ہوئی۔ بہت چلائی لیکن سپاہیوں نے اس کی ایک نہ سنی۔

بے چاری نے رو دھو کر رات کاٹی، صبح ہوئی تو چھپتے چھپاتے اصفہان کے مشہور شہر زندہ رود کے پل پر جا کھڑی ہوئی کیونکہ سلطان اسی پل پر سے گزرنے والا تھا۔ جب سلطان کی سواری پل پر پہنچی تو وہ معاً سلطان کے سامنے آئی اور نہایت بے باکی سے کڑک کر کہا۔

''اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرو گے یا پل صراط پر جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لو.......... یاد رکھنا مظلوم کی فریاد میں بڑا اثر ہوتا ہے۔''

کہتے ہیں سلطان کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا ملائمت سے کہا۔

''بڑی اماں! پل صراط کی طاقت نہیں ہے۔ میں تیرا انصاف اسی پل پر کروں گا۔ بلاخوف وخطر بتاؤ تم پر کس نے ظلم کیا ہے..........؟''

بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ سلطان کو اپنے لشکریوں کی زیادتی کا حال سن کر بہت افسوس ہوا۔ اس نے ان کو سرزنش کی۔ بڑھیا سے معافی مانگی اور اس کو حکم دیا کہ اس کو اسی وقت ستر گائیں دی جائیں۔ سلطان کے حکم پر فوری تعمیل ہوئی۔ بڑھیا بھی بے اختیار پکار اٹھی۔

''اے الپ ارسلان کے فرزند! بادشاہی تجھ کو سزاوار ہے اس لیے کہ تیرے عدل سے میں خوش، میرا خدا خوش، خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے۔''

اس کے عدل کا تیسرا واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مظلوم نے سلطان کے گھوڑے کی لگام راستہ میں پکڑ لی۔ محافظ سپاہیوں نے اسے ہٹانا چاہا لیکن سلطان نے ان کو جھڑک دیا اور اس شخص سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے سلطان کے جاننے والے ایک انتہائی امیر وکبیر اور بااثر ورسوخ شخص کی شکایت کی کہ اس نے اس پر ظلم ڈھائے ہیں۔

سلطان فوراً گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور مظلوم سے کہا کہ میری آستین پکڑ لو۔ اسی طرح مجھے گھسیٹتے ہوئے مجھے میرے وزیر نظام الملک طوسی کے پاس لے چل۔

وہ مظلوم سلطان کی آستین پکڑنے کی ہمت نہ پا رہا تھا لیکن سلطان نے اتنی شدت سے اصرار کیا کہ اس کو بالاخر ایسا کرنا پڑا۔ اور وہ سلطان کو آستین سے پکڑ کر کھینچتا ہوا نظام الملک طوسی کی طرف لے چلا۔

نظام الملک طوسی کو جب اس معاملے کی اطلاع ملی تو وہ بے چارہ ننگے پاؤں دوڑا۔ راستے ہی میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور اسے دیکھتے ہی سلطان کہنے لگا۔

''خواجہ بزرگ میں نے رعایا کو تمہارے سپرد اس لیے کیا تھا کہ امراء غریبوں پر ظلم کریں...........؟''

نظام الملک کو جب تفصیل معلوم ہوئی تو وہ سلطان کی حالت دیکھ کر کانپ اٹھا۔ ندامت کا اظہار کیا اور اسی وقت اس امیر وکبیر اور بااثر شخص پر گرفت کرتے ہوئے ظلم کا ازالہ کیا گیا۔

بہر حال سلطان ملک شاہ سلجوقی اس دار فانی سے کوچ کر گیا تھا۔ اس کی میت نہایت خاموشی سے اصفہان روانہ کر دی گئی۔ جہاں مدرسہ اعظم میں اس کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے بعد سلجوقیوں کی عظمت واقبال کو گھن لگ گیا۔ ان کی خانہ جنگی اور کئی دوسرے ہنگاموں کی وجہ سے عظیم الشان سلجوقی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ کئی حکومتوں میں بٹ گئی۔ سلطان ملک شاہ کے بیٹے سلطان سنجر نے اپنے خاندان کو روبہ زوال ہونے سے بچانا چاہا مگر بگاڑ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ وہ اس میں پوری طرح

کامیاب نہ ہوسکا۔ سلجوقیوں کے دور زوال کی داستان طویل اور دلخراش ہوتی چلی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی ذات عالم اسلام کے لیے دشمن قوتوں کے سامنے ایک زبردست بند کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس بند کے ٹوٹنے سے عالم اسلام مصائب وحوادث کے ہولناک سیلاب کی لپیٹ میں آ گیا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وفات سے صرف سلجوقیوں کو ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اس کی زندگی میں یورپ کی کسی طاقت کو مسلمانوں اور ارض اسلام کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن اس کی آنکھیں موندتے ہی سلجوقیوں کی خانہ جنگی نے مسلمانوں کی ہوا اکھاڑ دی۔ اور دشمنان اسلام کے دلوں سے ان کا رعب اٹھا دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے صلیبی جنگجوؤں نے ارض اسلام پر یلغار کر دی اور صلیبی جنگوں کے ایک طویل اور تباہ کن سلسلے کا آغاز ہوگیا۔ یوں سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بہت عالی شان دور کا خاتمہ ہوگیا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی موت کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جس طرح اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد ہندوستان کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا جو حشر ہوا وہی حشر سلجوقیوں کی سلطنت کا سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے بعد ہوا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی بہت منصف اور تحمل مزاج انسان تھا۔ کہتے ہیں ایک بار نیشاپور کے نواح میں شکار کھیلتے ہوئے سلطان اپنے محافظوں سے جدا ہوگیا اور راستہ بھٹک گیا۔ کھانے پینے کا سامان محافظوں کے پاس تھا۔ اور حد نظر تک کسی آبادی کا نام ونشان نہ تھا۔

ادھر ادھر پھرتے بھوک پیاس سے ہلکان ہو گئے کہ اچانک ایک کسان اپنے کھیت میں کام کرتا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر سلطان کے سوکھے ارادوں پر تھوڑا سا پانی پڑا۔ گھوڑا دوڑا کر سلطان کے پاس پہنچا اسے سلام کہا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز! میں راستہ بھول گیا ہوں سخت بھوکا پیاسا ہوں۔ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہو تو عنایت کرو...........''

کسان نے بے توجہی سے کہا کھانا تو میرے پاس ہے لیکن یہ میرے لیے ہی بمشکل کافی ہے اس لیے کسی دوسرے کو میں اس میں شریک نہیں کرسکتا۔

سلطان منت کرنے کی انداز میں کہنے لگا۔

''میں تیرا مہمان ہوں اور مہمان کے ساتھ ایسا سلوک تو نہیں کرنا چاہیے''

کسان بھی بڑا عقلمند لگتا تھا کہنے لگا۔

''یہ بھی تم نے خوب کہی......... تم کہاں سے میرے مہمان بن بیٹھے۔ اور کیا یہ فضول بات نہیں کہ زبردستی کسی دوسرے کا مہمان بن جایا جائے.........''

سلطان نے پھر اس کی منت کی کہ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ یہ میرے پاس خنجر ہے اس کو لو جو روٹی تمہارے پاس ہے اس کے دو ٹکڑے کاٹ کر مجھے دو۔

اس پر کسان خنجر کو دیکھ کر مسکرایا کہنے لگا۔

''یہ تو بڑا قیمتی خنجر معلوم ہوتا ہے۔ تم ایسا کرو کسی نانبائی کے پاس جاؤ اسے دو وہ تمہیں اس خنجر کے بدلے ڈھیر سی روٹیاں دے دے گا۔''

سلطان بڑے تحمل سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم ایسا کرو یہ خنجر تم خود رکھ لو۔ اسے قبول کرو اور اس کے بدلے میں مجھے کچھ کھانے کو دو۔''

کسان پھر اپنی بات پر ڈٹ گیا۔ کہنے لگا۔

''میرے پاس فالتو کھانا ہے ہی نہیں۔ مہربانی کرکے یہاں سے چلتے نظر آؤ۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی کو کسان کی اس گفتگو کا بڑا غصہ آیا۔ لیکن وہ شکستہ حالت کسان کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ضبط سے کام لیا۔ تاہم اس کو امید تھی کہ قریب ہی کوئی آبادی ہوگی۔ وہاں سے کھانے پینے کا سامان حاصل کرے گا۔ اسی خیال سے آگے چل پڑا۔

ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ وہ کسان دوڑتا ہوا آیا اور اس کی رکاب پکڑ کر کہنے لگا۔

''صاحب معاف کرنا میں ہر کسی سے ایسی دل لگی کرنے کا عادی ہوں۔ اسی عادت سے مجبور ہو کر گستاخی کا مرتکب ہوا ہوں آپ زحمت فرمائیے بصد شوق غریب کی کٹیا پر قدم رکھیں۔''

سلطان ملک شاہ سلجوقی مان گیا۔ قریب ہی کسان کی گھاس پھونس کی جھونپڑی تھی۔

سلطان وہاں پہنچا تو کسان نے پہلے اس کے سامنے روٹی کے چند لقمے رکھے اور پانی پیش کیا۔ پھر ایک بکری ذبح کی اور سلطان کو پر تکلف کھانا کھلایا۔

اتنے میں سلطان ملک شاہ سلجوقی کے سوار آپہنچے اور سلطان کو انہوں نے تعظیم دی۔

کسان پہلے تو سلطان ملک شاہ سلجوقی کو کوئی شکاری امیر سمجھ رہا تھا اب جو اسے معلوم ہوا کہ یہ تو خود سلطان ہے تو بڑا گھبرایا۔ سلطان نے اس کو دلاسا دیا اور کہا میرے دربار میں آنا۔

کسان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

''سلطان محترم مہمان کی خدمت کرنا میرا فرض تھا۔ اس کے صلے کی توقع رکھنا شرافت اور جوانمردی سے بعید ہے۔''

سلطان کو اس کا جواب بہت پسند آیا۔ بے حد خوش ہوا اسی وقت حکم دیا کہ اس کسان کا گاؤں پوری اراضی سمیت اس کسان کو جاگیر میں دے دیا جائے۔

بہرحال سلطان ملک شاہ سلجوقی فوت ہوگیا۔ تمام سلطنت میں ملک شاہ کا ماتم کیا گیا۔ اور عرصہ تک مسجدوں اور مدرسوں میں اس کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی ہوتی رہی۔ شعراء نے دل گداز مرثیے لکھے اور علماء و مشاہیر نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا۔

☆☆☆

دوسری جانب بغداد، نیشاپور، اصفہان سے بہت دور ارسلان، بدران اور برسق اپنے آگے بھاگتے حسن بن صباح کے لشکر کا اس طرح تعاقب کر رہے تھے کہ جس طرح سیاہ لمحوں کے سفر میں جبر کے سوکھے موسم اور لوگوں میں خوف طاری کر دینے والی موت کی خوفناک چاپ کسی کا پیچھا کرتی ہے۔

ادھر حسن بن صباح کو بھی قلعہ الموت میں خبر ہوگئی تھی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے سالاروں کے سامنے اس کے لشکر کے تینوں حصوں کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ اور اس کے فدائی اس کے لشکری اس کے عقیدت مند ہزیمت خوردہ ہو کر قلعہ الموت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ جب کہ ارسلان بدران اور برسق ان کے تعاقب میں ہیں۔

یہ صورتحال قطعی طور پر حسن بن صباح کی امیدوں کے خلاف تھی۔ لہٰذا قلعہ الموت

کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اسے حسن بن صباح نے اپنے قلعہ دار اور نائب بزرگ امید کی سرکردگی میں نکالا اور اسے حکم دیا کہ جونہی اس کے تینوں شکست خوردہ لشکر قلعے کے قریب پہنچیں انہیں اپنے ساتھ منظم کرے۔ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ان سالاروں پر زوردار حملہ کر کے ان کی فتح کو شکست میں بدل دے۔

بس جب حسن بن صباح کے شکست خوردہ لشکر قلعہ الموت کے قریب پہنچے تو بزرگ امید نے قلعے سے نکالے جانے والے لشکر کے ساتھ انہیں ملا کر صفوں کو درست کیا اور جونہی تعاقب کرتے ہوئے۔ ارسلان، بدران اور برسق ان کے قریب آئے بزرگ امید شکست خوردہ اور تازہ دم لشکر کے ساتھ ان پر دکھ کے معیاد بڑھانے والی ستم کی اندھی برسات پر ظلم کی طبلسان دراز کرتی جراحتوں کی بے روک آندھیوں، کشاکش ہائے زیست میں صبر وضبط کی ڈوریاں کاٹ دینے والے طوفانوں اور خواہشوں اور آرزوؤں کو کھنڈر کر دینے والے سرسام کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ بزرگ امید کا یہ حملہ ایسا زور دار ایسا بھیانک تھا کہ جیسے رات کی مانگ میں دھند اور دھوئیں کے اندر قہر آلود فسوں اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔

دوسری جانب ارسلان، بدران اور برسق جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بیک وقت اور اچانک تین محاذ قائم کر لیے۔ سامنے کی طرف سے ارسلان، دائیں جانب سے بدران اور بائیں جانب سے برسق تینوں ہواؤں میں نوحے، فضاؤں میں ماتم بھر دینے والے جیون کے جنگل میں جوش مارتے سیل تندور ریت کے گھروندوں کی طرح اڑا دینے والی خونخوار خواہشوں اور ساون رتوں کے لازوال و بے مثال طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ جس طرح طوہان بدوش وحشی بستیاں مٹا دیتے ہیں آبادیاں جلا دیتے ہیں خونی چکیاں چلاتے ہیں اور نفرت کی آگ بھڑکاتے ہیں تمناؤں کو بے ثباتی کے قصوں میں تبدیل کر دیتے ہیں اور خواہشوں کو سیرابی تصور سمجھ کر جھٹک دیتے ہیں اسی طرح ارسلان بدران اور برسق بھی اداسی کی خنک راتوں کو نوحوں میں بدل دینے والے وحشی قرنوں کے خونخوار عذابوں کی طرح حسن بن صباح کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

قلعہ الموت کے باہر ایک خونی المیہ شروع ہو گیا تھا۔ حسن بن صباح کے قلعہ دار بزرگ امید نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح ارسلان، بدران اور

برسق کو دباؤ ڈال کر پسپا ہونے پر مجبور کر دے لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اور پھر اس نے دیکھا کہ لمحہ بہ لمحہ اس کی اور اس کے لشکریوں کی حالت شجر کی گود میں روتے پیلے پتوں، ابر تک سایہ تلاش کرتے زخمی پرندوں روشنی سے محروم اجل کے سیاہ خانوں، ٹھٹھرتے کانپتے موسموں میں قبروں پر گرتے اشکوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے حسن بن صباح کے قلعہ دار بزرگ امید نے پسپائی کے نقارے بجا دیئے اور یہ نقارے بجتے ہی اس کا لشکر قلعہ الموت میں گھس کر محصور ہو گیا۔

ارسلان، بدران اور برسق نے بڑی سختی کے ساتھ قلعہ الموت کا محاصرہ کر لیا تھا۔ تاریخ کے اوراق میں ارسلان، سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وہ پہلا سردار اور سالار ہے جس نے حسن بن صباح اور اس کے لشکریوں کو بدترین شکست دی۔ اور انہیں اپنی جانیں بچانے کے لیے قلعہ الموت میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا پر ہائے بدقسمتی جس وقت ارسلان بدران اور برسق نے بری طرح قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ کھانے پینے کی کوئی بھی چیز اندر نہیں جانے دے رہے۔ اسی وقت انہی دنوں ارسلان کو سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مرنے کی خبر پہنچی جس کی بناء پر ارسلان بدران اور برسق تینوں قلعہ الموت کا محاصرہ ترک کر کے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اصفہان کا رخ کر رہے تھے۔

====☆☆☆☆====